بسم اللہ الرحمن الرحیم
۹۹
ہو الکل یا معین
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷
(تاریخ اشاعت ہر مہینے کی ۱۶)
ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم
ایک اسلامی قومی تعلیمی و اصلاحی رسالہ
القریش
جلد نمبر (۱۰) نمبر (۱)
جو
افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر استقلال
فیاضی و ثابت قدمی صلہ رحمی و ایثار نفسی محنت و جفاکشی احسان و مروت خاندان کی عزت و
مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات بد و بدعات سے بچنے کی تلقین کرنے کیلئے ماہوار شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر
قریشی محمد علی رونق صدیقی
قیمت سالانہ
رؤسائے قوم سے
امتیازی
عام
طلباء سے

القریش معاصرین کی نظر میں

معزز ہمعصر علیگڈھ میگزین کی رائے

اس نام کا ایک اسلامی، تعلیمی، قومی اور اصلاحی رسالہ افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم میں صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات بد، و نتیجات سے بچنے کی تلقین کرنے کیلئے مولوی محمد علی صاحب رونق کی زیر ادارت ماہوار رونق منزل امرتسر سے شائع ہوتا ہے اور "آوانی دیکھو کہیں قریشی نہیں" کی قسم کے محققانہ مضامین سے لیکر "قریشی برادری کی باتوں" تک ہر قسم کی خبریں اور مضامین مہیا کرتا ہے، لکھائی چھپائی کاغذ معمولی سالانہ چندہ تین روپئے طلبہ سے ۲ روپیہ۔

معزز ہمعصر ہمایوں لاہور کی رائے

اس نام کا ایک اسلامی تعلیمی۔ قومی اور اصلاحی رسالہ جناب محمد علی صاحب رونق صدیقی کی ادارت میں امرتسر سے ماہوار شائع ہوتا ہے مقاصد کی مفصل فہرست اسباب کا وعدہ کرتی ہے کہ رسالہ کی خدمات زیادہ تر مسلمانان ہند کی اصلاح و فلاح کے لئے وقف کر دی جائینگی، کتابت طباعت اصلاح کی محتاج ہے قیمت سالانہ ۳ طلباء سے ۲ روپیہ۔

معزز ہمعصر تبلیغ لاہور کی رائے

یہ ماہوار رسالہ محمد علی صاحب رونق کی ادارت میں امرتسر سے شائع ہوتا ہے اسکا قریش میں اتحاد و اتفاق کا رشتہ قائم کرنا اس رسالہ کا مقصد اولی ہے لیکن اکثر مضامین عام عالم اسلام کی ترقی و بہبودی کا پہلو لئے ہوتے ہیں، چندہ سالانہ ۳ طلباء سے ۲ روپیہ۔

شکریہ احباب و اپیل

خادم ایڈیٹر کی طویل بیماری کی وجہ سے گذشتہ سال القریش جس بدنظمی و بے ترتیبی کے ساتھ شائع ہوتا رہا اس کا ہمیں اعتراف ہے لیکن ایسی حالت میں بھی جن احباب نے قومی حمیت کی راہ سے خریداری فرما کر یا خرید ار دیکر ہماری مالی امداد فرمائی ہے وہ ہمارے خاص شکریہ و سپاس گذاری کے مستحق ہیں۔ چنانچہ نہایت قدر و عزت کے ساتھ میں ان احباب کے اسمائے گرامی درج ذیل کرتا ہوں۔ امید ہے کہ دیگر احباب بھی اپنے قومی آرگن کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر ہماری حوصلہ افزائی کا موجب ہونگے یعنی

(۱) ڈاکٹر محبوب الہی صاحب سکرٹری انجمن قریشیہ گوجرانوالہ (۲) پیر علی اصغر صاحب ضلعدار بھٹنڈہ (۳) قریشی سراج الدین صاحب ضلعدار جگدیو دالہ (۴) قریشی محبوب عالم صاحب مجسٹریٹ جالندھر (۵) قاضی شاہ ولی صاحب وکیل رسولا (۶) مولوی خان محمد صاحب وارثی مجسٹریٹ راولپنڈی (۷) قریشی محمد بدیع الزمان صاحب کلرک ایبٹ آباد (۸) پیر سلی اکبر صاحب نائب تحصیلدار سنگل (۹) مولوی عبدالسلام شاہ صاحب ٹانک (۱۰) قریشی غلام غوث صاحب صدیقی لاہور (۱۱) پیر مراد علی شاہ صاحب سب انسپکٹر مجرہ (۱۲) پیر علی احمد صاحب فریدی قریشی نیرہ (۱۳) مولانا آزاد قریشی صاحب کشمیر (۱۴) مولوی غلام علی صاحب صدیقی داروغہ ہوشیارپور (۱۵) پیر محمد حسین صاحب سب انسپکٹر (۱۶) مولوی محمد امین صاحب لاہور (۱۷) سید پیر صاحب سکھرانی (۱۸) مولوی عبدالعزیز صاحب پنشنر تحصیلدار گوجرانوالہ (۱۹) مولوی انعام الحق صاحب بیکانیر (۲۰) قاضی باقی شاہ صاحب گوجرانوالہ (۲۱) حافظ محمد دوم صدیقی اگر صاحب ناجولی (۲۲) نواب سعادت علی خان صاحب قزلباش حلب حیدرآباد (۲۳) حکیم فضل حسین صاحب تحصیلدار شیخوپورہ (۲۴) اے۔ این عبدالستار صاحب راجندرا پٹ (۲۵) میاں سلطان محمد نور الدین خان صاحب عالمگیر دوار سرینگر (۲۶) ایم فضل احمد صاحب کلرک لائل پور (۲۷) میاں فضلداد صاحب نمبردار ضلع راولپنڈی (۲۸) ایم مولا محمد صاحب رنگون (۲۹) محمد دوم محمد مظفر شاہ صاحب امین ساہیوال (۳۰) مولوی محمد علی صاحب صدیقی ضلعدار جھنگ (۳۱) قاضی محمد امین صاحب فاروقی (۳۲) الیس۔ ایم۔ اے کشفی شاہ صاحب نظامی رنگون۔

سال بھر کی یہ اوسط اگرچہ حوصلہ افزا نہیں اور نہ اس سے کوئی نمایاں مالی فائدہ ہوا ہے لیکن ایسی حالت میں جبکہ القریش خود پابندی وقت اشاعت سے قاصر رہا ہے دل شکن بھی نہیں کہا جا سکتا۔ القریش کی مالی مشکلات اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ وہ اپنی صورت ظاہری و باطنی میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا ہے لہذا ہی خواہان قوم و قدردانان القریش سے پر زور اپیل ہے کہ وہ ازراہ کرم کم از کم دو دو خریدار دینے کی ضرور سعی فرمائیں تاکہ مالی مشکلات سے اس قومی میگزین کو بھی نجات ہو۔

قیمتی باتیں

ہر شخص کو اپنے راز کے چھپانیکی کوشش کرنا چاہیئے، وہ شخص اپنی زندگی میں کبھی خوش نہیں رہ سکتا جو اپنے راز ظاہر کر دیتا ہو، وہ انسان ہمیشہ مکدر، کبیدہ خاطر اور مغموم رہیگا۔ جو اپنے اسرار پوشیدہ نہیں رکھتا ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسا شخص جس کے تمام راز اہل عالم پر افشا ہیں کبھی اپنی زندگی، ہاں! اس زندگی میں جس کے گھنٹے منٹ اور سکنڈ لاکھوں روپے کے بدلے (اگر ممکن ہو) خرید لے خوش رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ میرے خیال میں نہیں آتا۔ کہ دنیا میں ایسے سادہ لوح بھی موجود ہیں جو اپنے راز ظاہر کر کے اپنی زندگی کا مالک دوسروں کو کر دیتے ہیں،

اگرچہ فی زمانہ طاقتور اور زبردست عموماً انہی کو کہا جاتا ہے جو اپنی مرضی دوسروں سے زبردستی منوا لیتے اور اپنے آرام و نفع کے لئے دوسروں کو تکلیف اور نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑی طاقت یہ [illegible] برداشت [illegible] نفع پہنچایا جائے،

کمزور اور زبردست جو ہمیشہ شکوہ شکایت کرتے رہتے ہیں جو اپنی تکالیف و مصائب کا ڈھنڈورا دوسروں کو بٹھا لیتے اور ان سے حسد و نفرت رکھتے ہیں جو بلند آہنگی سے چند مطالبات پیش کر کے اپنے آپ کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ وہ خوشامد اور عاجزی نہیں کر رہے وہ اس حقیقت کو فراموش کئے ہوئے ہیں کہ کمزور سے کمزور کے لئے بھی اتنا طاقتور ہو جانا ممکن ہے کہ اس کو کسی کی شکایتیں کرنے اور کسی کے سامنے گڑگڑانیکی ضرورت نہ پڑے،

انتظام عالم کا مقتضا یہ ہے کہ جب تک انسان دنیا میں رہے دنیا کو ہاتھ سے نہ دے اور تعلقات دنیا ایسے ہیں کہ جتنا ہی انسان انہیں

بڑہاپے بڑھتے ہی جاتے ہیں ہے کار دنیا کسے تمام نکرد،

نزع روح کے پہلے یہ خیال نہیں ہوتا کہ دنیا گذشتنی وگذاشتنی ہے اور غضب تو یہ ہے کہ دنیا بغیر زور کے حاصل نہیں ہوتی الدنیا ذود ولا تحصل الا بالزود دنیا دار کی مثال بالکل اس مکھی کی ہے۔ جو مکڑی کے جالے تک پہنچ جاتی ہے۔ گئی اور پہنچی، اور ہمیشہ کے لئے پھنسی۔ فطرت انسانی کہتی ہے کہ دنیا کے جال میں پھنسو اور عقل کہتی ہے کہ اس سے دور رہو، ہرچہ گیرید مختصر گیرید،

مشاہدات سے ظاہر ہے کہ دولت ہی ایک شئے نہیں ہے جو انسان کے واسطے بہ آرام و آسائش زندگی بسر کرنیکا ذریعہ کہی جا سکے بلکہ اس کے واسطے سب سے ضروری بات یہی ہے کہ اپنی ہستی کو سمجھے اور اس کے بقا کی کوشش کرے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ بیشمار سامان عیش و طرب کی موجودگی یا عدم موجودگی کا انسانی زندگی پر مطلق اثر نہیں پڑتا اور اس وجہ سے یہ ایک بالکل غیر متعلق شئے ہے اس سامان کا جمع کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی اندھے کے آگے خوشنما تصویروں کا جمع کرنا یا کسی بہرے شخص کے قریب خوش آواز باجوں کا بجانا۔

وقت ضائع کرنیکا مرض ہماری قوم میں عام ہے تعلیم یافتہ جماعت کی حالت پھر بھی غنیمت ہے کہ وہ اپنے وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ مفید مشاغل میں صرف کرتے ہیں۔ ان سے جو کچھ شکایت ہے وہ صرف یہ ہے کہ قوم کی ضرورت اور ہماری توقع کے مطابق اپنے وقت سے کام نہیں لیتے۔ لیکن تعلیم یافتہ جماعت کے علاوہ اور بھی متعدد جماعتیں ملک میں ایسی موجود ہیں جن کے وقت ضائع کرنے کو ہم خودکشی سے تعبیر کر سکتے ہیں ان جماعتوں میں سب سے زیادہ نمایاں طبقہ امرا کا ہے،

خلوص اور نیک نیتی کسی شخص کے سن و سال، وضع قطع، اطوار و گفتار سے نہیں آزمائی جاتی اس لئے کسی معبد گاہ کا متبرک گوشہ یا زیارت گاہ کا مقدس آستانہ نہیں ہوتا۔ شرارت نفس کے۔ د

شخصیتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ یہ صفت قلوب میں ہوتی ہے ۔ عالیشان قصور و محلات کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کی طاق و در کی تزئین اس کے مکینوں کی عالی منشی اور صفائی قلب کی ترجمان ہو ۔ دنیا میں کوئی شخص اتنا عالی منش نیک طینت اور فرشتہ خصلت نہیں ہے ، جتنا لوگ اسے سمجھتے ہیں یا وہ خود اپنے آپ کو تصور کرتا ہے ۔ ہر انسان جو دوسروں کے متعلق بھلی یا بری رائے قائم کرتا ہے اپنے معیار کو صحیح نہیں رکھ سکتا ۔ غلو انسان کی فطرت ہے ،

اکثر انسان کسی عمل کے خاطر خواہ نتیجہ کے عدم حصول سے اپنے آپ کو مورد الزام سمجھتا ہے اور اسے اپنی رائے کے ضعف کا ناگوار یقین ہو جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ کاش ایسا نہیں بلکہ ایسا کیا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا ۔ حالانکہ اس کا یہ خیال محض بے بنیاد ہوتا ہے ۔ جب کسی انسان کو اپنے اختیار کردہ شاہراہ حیات پر کافی خاطر خواہ گلہائے مراد نہیں ملتے تو وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ وہ راستہ جسے اس نے چھوڑ دیا ۔ دلکش و مشام نواز گل شگفتہ کلیوں سے بھرا ہوا ہے اور یہ خیال اس کی قلیل مسرت کو گھٹا کر اضطراب و حسرت کو اتنا بڑھا دیتا ہے کہ بار حیات ناقابل برداشت ہو جاتا ہے ،

قناعت صداقت دوش بدوش رہتی ہے تم کبھی قانع نہیں ہو سکتے اگر صداقت کا پہلو چھوڑ دو ۔ اگر تم اپنے کو اپنی حیثیت سے زیادہ دکھلانا چاہتے ہو تو پھر قانع کیونکر ہو سکتے ہو ۔ اپنے کو حقیقت سے بیش عالم یا بزرگ یا با اثر دکھلانا بے صبری اور بے چینی اور بے اطمینانی اور زحمت قلبی مول لینا ہے ۔ حصول قناعت کی ایک ترکیب استقلال عمل بھی ہے ایک ہی کام میں ایک ہی طریقہ کے لگے رہنے سے قناعت حاصل ہوتی ہے ،

جس نے عسرت کا منہ نہ دیکھا وہ زندگی کی حقیقت سے ناآشنا رہا ۔ جن کی آنکھیں غم کے آنسوؤں سے لبریز نہ ہوئیں اس نے دریائے دل میں پانی کے مدوجزر کا نظارہ نہ کیا ۔

دنیا میں کوئی وجود نہیں جس کے نفس میں کانٹے کا سا بھی نہیں پیدا ہو وہ لازوال سکون تو زندگی کے لئے عین موت ہے ، ماخوذ ،

نسخۂ بینائی

ایک روز خلیفہ ہارون الرشید مع اپنے مصاحبین خاص کے کسی صحرا میں وارد ہوا ۔ جعفر برمکی بھی ساتھ تھا ۔ دور سے ایک بوڑھا آدمی خچر پر سوار نظر آیا جس کے چہرے سے ماندگی کے آثار نمایاں تھے ، خلیفہ نے کہا جعفر ذرا پوچھو تو یہ کون شخص ہے ،

جعفر (بوڑھے سے مخاطب ہو کر) حضرت آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں

مسافر ۔ بصرہ سے آ رہا ہوں ،

جعفر ! کدھر کا قصد ہے ؟

مسافر ! بغداد کا ۔

جعفر ! کیا کام ہے ؟

مسافر ! اپنی آنکھوں کا علاج کرنا ہے ،

یہ سنکر خلیفہ نے کہا ذرا اس کو چھیڑنا چاہئے ، جعفر نے کہا مبادا ایسی باتیں سننا پڑیں جو ناگوار طبع ہوں ۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں ۔ جعفر نے پھر بوڑھے سے سلسلہ کلام شروع کیا ۔

جعفر ! شیخ صاحب اگر میں آپ کو دوا بتا دوں تو آپ منظور کریں گے ؟

مسافر ! واہ سبحان اللہ ۔ نیکی اور پوچھ پوچھ ،

جعفر ، اچھا سنئے ! یہ عجیب و غریب نسخہ جسکو آج سے پہلے میں نے کسی اور کو نہیں بتایا ۔ خوب یاد کر لیجئے ، (۱) سورج کرن (۲) چاند کی چمک (۳) ہوا کا جھونکا (۴) چراغ کی لو ان سب کو دو دو تولہ لیکر ایسی کھرل میں گھوٹ لیجئے جس میں مطلق گہرائی نہ ہو پھر سفوف ایک ٹوٹے ہوئے برتن میں جمع کر لیجئے ، تین ماہ تک اس کو ہوا میں رکھئے ۔ جب سرمہ تیار ہو جائے تو اونٹ کی پنڈلی کی سلائی سے سوتے وقت تین تین سو مرتبہ بلاناغہ لگایا کیجئے ۔ انشاء اللہ تعالی بعد وفات شفا ہو جائیگی ۔ غذا کے لئے صرف صبر کا شوربہ اور قناعت کی چپاتی کافی ہے ۔ باقی ہر چیز سے پرہیز ،

بیچارہ تھکا ماندہ مسافر اس نسخہ کو سنکر جھلا اٹھا اور خچر سے اتر کر جعفر کے مارنے پر آمادہ ہوا مگر جعفر بھاگ گیا خلیفہ کی بڈھے کی حرکت پر ہنسی آ گئی ۔ اور تین ہزار درہم اسے بطور انعام مرحمت فرمایا ۔ (ماخوذ)

ضمیر کی صدا

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا

یہ اس الہامی کتاب کا فقرہ ہے جو ملک عرب کے ایک برگزیدہ شخص عظیم الفطرت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اور جو تیرہ سو سال سے ایک ہی نہج پر بلا کسی تغیر و تبدیل اور تحریف و کمی بیشی کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں چلی آتی ہے اور جو بمصداق وانا لہ لحافظون اپنے نازل کرنے والے کی حفاظت میں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جتایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کی ضمیر انسان کے قلب میں یہ قوت رکھدی ہے کہ

وہ بدی اور نیکی میں تمیز اور شناخت کر سکے۔ قدرت کی جانب سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے ضمیر یا قلب نہ دیا گیا ہو۔ ہر شخص ضمیر رکھتا ہے اور متنفس کے پہلو میں دل موجود ہے۔ اس آیت اور اس فلاسفی کی تصدیق ہر دل اور ہر ضمیر سے ہو سکتی ہے۔ کوئی ضمیر اور کوئی دل ایسا نہیں جو اسکی تصدیق نہ کرے۔

صادق - کاذب - سارق - متدین - خائن - امین - بد [illegible] اگرچہ ان [illegible] ہو سکتا ہے

کہ جب وہ چوری کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کا ضمیر اور اس کا دل اسے کیا کچھ کہتا ہے۔ ہر کاذب اسی طرح اپنے ضمیر کی آواز سن سکتا ہے ہر خائن اور ہر بدچلن بھی اپنے ضمیر کی صدا سنتا ہے، سنتا ہی نہیں بلکہ اسکی تصدیق بھی کرتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے درست نہیں۔ وہ ایک برائی اور ایک عیب ہے۔ دیکھو ایک چور باوجود ضمیر کی تنبیہ کے بھی جب چوری کرتا اور پرایا مال متاع پاکر اپنی اغراض کے ماتحت خوش ہوتا اور اپنی فارغ البالی کا اسے ایک ذریعہ جانتا ہے تو جب خود اس کے ہاں کوئی چوری کرتا ہے یا اسکی نقدی اور مال چراتا ہے تو اس کے دل پر جو دوسرے کی چوری پر فتویٰ دے چکا تھا ایک صدمہ ہوتا ہے وہ پولیس کی جانب دوڑتا ہے اس شخص پر شبہ کرتا ہے۔ اس کی بیوی اور اس کے بچے اور پچیاں افسوس کرتی ہیں کہ کیوں ان کے ہاں چوری ہوئی۔ اور کیوں انکا مال چلا گیا۔ اگر چوری بری عادت اور برا رویہ نہیں تو چاہئے تھا کہ ایک چور جو دوسروں کے ہاں رات دن چوری کرتا ہے، اپنی چوری سے خوش ہوتا اس کا دل افسردہ نہ ہوتا کیونکہ جو فعل وہ خود کرتا ہے۔ وہی فعل اس کے ساتھ بھی کیا گیا ہے لیکن ایسا شخص کڑھتا اور افسوس کھاتا ہے اس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے وہ ہر جگہ کہتا پھرتا ہے کہ میرا مال چلا گیا۔ اور میرے ساتھ بڑا ظلم ہوا۔ یہ دلیل اسبات کی ہے کہ چوری ایک برا فعل ہے۔ ورنہ چور اسے برا نہ جانتا۔ کیونکہ وہ اسے اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

ایک گالی دینے والا جب اپنی نسبت کسی سے گالی سنتا ہے تو اس کا دماغ پھر جاتا ہے اس کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں اس کے دل میں مارے جوش کے ایک ابال آجاتا ہے اگر گالی یا گالی دینا برا نہیں تو کیوں ایسا شخص جو روز اوروں کو گالیاں دیتا ہے اس پر ناخوش اور ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک تو گالی دینا کوئی بری عادت اور دکھ دینے والی بات نہیں تھی۔ ثابت ہوا کہ گالی دینا بری عادت ہے کیونکہ جو شخص خود گالی دیتا ہے اور ایسی عادت رکھتا ہے وہ بھی اس سے نفرت کرتا ہے،

ایک مسخرہ دوسروں سے ہر روز مسخری اور ٹھٹھا کرتا ہے لیکن جب کوئی اس سے مسخری کرتا ہے تو بیزار ہوتا ہے یہ دلیل ہے اس امر کی کہ بیجا مسخری ایک تکلیف دہ بات ہے،

ایک رشوت خوار ہر روز مقدمہ والوں سے بخوشی رشوت لیتا تھا۔ ایک دفعہ گاؤں کے پٹواری یا کسی دوسرے اہلکار نے اس سے بھی رشوت مانگی تو برا مانا۔ اہلکار نے کہا حضور انور یہ وہی کام ہے جو آپ بھی روز کرتے ہیں۔ اگر لیتے ہو تو دو بھی،

جو شخص دوسرے کا منہ چڑاتا ہے اپنے منہ چڑائے جانے پر کیوں ناراض ہوتا ہے اس وجہ سے کہ یہ روش فی الحقیقت بری ہے،

جو شخص کسی دوسرے سے نیکی کرتا ہے اس کا دل خوش ہوتا ہے اور وہ اس طریق عمل میں ایک طمانیت پاتا ہے صرف اس وجہ اور اس باعث یہ طمانیت ہوتی ہے کہ جب کوئی دوسرا اس سے نیکی کرتا ہے۔ تو اس کا دل خوش ہوتا ہے یہ دلیل ہے اسبات کی کہ نیکی فی الواقع

اور فی نفسہ ایک اچھا عمل اور نیکی ہے،
ایک پرانا مقولہ ہے،

"ہرکہ برخود مپسندی بر دیگراں ہم مپسند"

ہر ضمیر اور ہر دل آواز دیتا اور وقت پر جتاتا ہے۔ ہر ضمیر اور ہر دل کا جو فرض ہے وہ پورا کرتا ہے، سننے اور غور کرنے کے واسطے کان چاہیئے۔ یہ سمجھنے کے لئے دل بینا۔ ضمیر کی یہ صدا ہے کہ اگر تم سلامتی کی راہ دیکھنا چاہتے ہو تو میری سنو اور میری آوازوں پر غور کرو اور کان دھرو!

طرفہ حرف است ایں کہ زلف یار می گوید بمن
از بلا گرستہ گریزی؟ در پناہ من بیا

خدا نے انسان کو مردہ دل اور بے حس ضمیر نہیں دیا۔ اس میں ایک زندگی اور ایک حس رکھی گئی ہے۔ ایسی زندگی اور ایسی حس جو اس کو زندہ کرتی اور اس میں غیر فانی اور روشن روح پھونکتی ہے اس روح کا نام سرشتی یا فطرتی شریعت ہی ہے یہ وہ روح ہے جو ہر ذی روح کو بایں اوصاف حاصل ہے یہ پورا کرتی ہے اس نوشتہ الہامی کو کہ خدا نے قدیر نے انسان کو اپنی کل مخلوقات سے افضل اور اعلیٰ بنایا ہے اور اس امر کو بھی کہ دنیا میں برائی اور نیکی دو نو معرلی ہیں اور دونوں کی نسبت ضمیر نوٹس دیتا ہے اگر کسی کی روح اور فطرت مردہ نہیں ہو چکی تو نقصوں اور مجبوری کی بابت ہر زندہ ضمیر صدا دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے،

دیکھو ایک شخص کسی بے گناہ کو دکھ دیکر پیچھے اپنے دل میں ہی پچھتاتا اور شرمندہ ہوتا ہے۔ یہ اس حس اور اس ضمیر کا اثر ہے جو اس کی سرشت میں اور اس کے پہلو میں رکھہ دیا گیا ہے۔ اس سے شریعت اور احکام شریعت کی تائید اور تصدیق ہوتی ہے اور انسان خود کے بعد یہ کہنے لگتا ہے۔ کہ

انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ عین برحق ہے۔ یہ ضروری تھا کہ ضابطہ ضمیری کے مقابلہ میں ایک ضابطہ ظاہری بھی ہو اور یہی پیمانہ ہے مقابلہ صداقت اور تائید حق کے واسطے چونکہ دین اسلام ایک فطرتی دین ہے۔ اور شریعت اسلامی عین فطرت کے مطابق ہے۔ اس واسطے اس آیتہ میں یہ ارشاد ہوا یہ آیت ضمیری رنگ میں گویا شریعت اسلامیہ کی ایک تائیدی اور تصدیقی شہادت ہے۔ ضمائر اور دلوں پر غور کرو اور ان کی آوازیں سنکر ان کے معنی لگاؤ ضمیر اور دل پر غور کرنا اور اس کی صداؤں پر کان دھرنا بجائے خود ایک عبادت اور ایک ریاضت ہے،

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ،

سلطان احمد

دعائے مسلم

اے خدائے ز دستِ خالد و حیدر ہمیں | پھر اٹھتا ہے اصفِ کفر و در خیبر ہمیں
مست تھی جس کے نشے میں روحِ سلمانؓ و بلالؓ | ہاں پلا دے پھر وہی صہبائے کیف آور ہمیں
دل صنم خانہ بنا ہے یادِ غیر اللہ سے | بت بھی اب کہنے لگے مسلم نما کافر ہمیں
المدد اے نعرۂ اللہ اکبر المدد | بتکدے کو پھر بنانا ہے خدا کا گھر ہمیں
تیری رحمت ہی چلی ہو تسلی ساتھ ساتھ | لے چلے جب شر مساری جانبِ محشر ہمیں
ڈگمگاتے ہیں اگرچہ جا رہے ہیں پیر ناتواں | اے تری رحمت کے صدقے تھام لے بڑھ کر ہمیں
تیرے در کو چھوڑ کر ہم بیٹھ جائیں کدھر | یہ بتا دے اور کوئی اپنے جیسا گھر ہمیں،
دوسروں کو زر و زور و عیش ہی آرام دے | اور ہمیں اس دولتِ دنیا سے صرف اسلام دے

حضرت عمرؓ کی دیانتداری اور احتیاط

ایکمرتبہ مال غنیمت جو آیا تو حضرت حفصہ رضؓ نے اپنے والد ماجد سیدنا عمر فاروق رضؓ سے عرض کیا کہ اسمیں سے میرا خاص حق بھی دو کیونکہ میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں۔ آپنے فرمایا۔ بیٹی تیرا حق خاص میرے مال میں سے ہے،

ایک دفعہ آپکی بیوی ام کلثوم رضؓ نے قیصر روم کی ملکہ کے پاس تحفۃً چند عطر کی شیشیاں بھیجیں تو ادہر سے جواہرات سے بھری ہوئی واپس آئیں۔ حضرت عمر رضؓ کو خبر ہوئی تو آپ نے کل جواہرات بیت المال میں جمع کروادئے اور فرمایا کہ اس میں عمر کی بیوی کی کوئی خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ قاصد بیت المال کے خرچ سے اور مسلمانوں کے متفقہ کام کو گیا تہا۔ پس نفع ونقصان میں کل مسلمان شریک ہونے چاہئیں،

ایک بار حضرت عمر رضؓ بیمار ہوئے، لوگوں نے دوا میں شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد کافی موجود تہا۔ اور حضرت عمر رضؓ جس قدر چاہتے بیت المال میں تصرف کر سکتے تھے۔ مگر آپنے مسجد میں عام مسلمانوں سے اجازت چاہی کہ اگر کہو تو تہوڑا شہد دوا کے لئے بیت المال میں

[illegible]

[illegible] ی والی آ [illegible]

مانگی۔ آپنے فرمایا کہ بیت المال میرے [illegible] یا سے جس اندازہ سے عام مسلمانوں کو ملتا ہے میں تمکو اس سے ایک حبہ بہی زیادہ نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ پر قرض ہے اور ایک مسلمان کی حاجت روائی بہی آپ کر سکتے ہیں۔ مگر آپ نے بیت المال سے اس کو کوئی امداد نہیں دی۔ بلکہ اپنے پاس سے دس ہزار درہم دیکر ان کا قرضہ چکا دیا۔ اور ساتہ ہی فرما دیا کہ پہر کبہی اس بارہ میں مجھے تکلیف نہ دینا۔

ایک مرتبہ بحرین سے مشک کستوری آئی اور اسکو تول تول کر تقسیم کرنیکی تجویز کیگئی۔ آپکی بیوی نے کہا کہ لائیے میں تول دوں۔ مگر آپ نے اس خیال سے اجازت نہ دی کہ کپڑوں کے ساتھ لگی لپٹی رہجانے سے ممکن ہے کہ اپنے گہر میں زیادہ پہنچ جائے،

ایساہی ایک دفعہ شام سے روغن زیتون آیا اور آپ پیالے سے اسکو تقسیم فرمانے لگے جب سب تقسیم فرما چکے۔ تو پیالے میں کچھ تیل رہ گیا۔ جو نہایت ہی قلیل مقدار میں تہا۔ آپ کے چہوٹے بیٹے نے پیالے میں سے وہ تیل پونچھ کر اپنے سر میں مل لیا۔ آپ یہ دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تیرے بال مسلمانوں کے مال کے حریص معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں منڈوا ڈال۔ چنانچہ آپ نے خود جاکر ان کے بال منڈوا دئے،

ایک دفعہ آپکی چہوٹی لڑکی نے کہیلتے ہوئے بیت المال کا ایک درہم منہ میں رکہ لیا آپ فوراً اس کے پیچہے دوڑے اور درہم منہ میں سے نکال لائے،

ایکدن ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے آپکے چہوٹے صاحبزادے کو ایک درہم بیت المال میں سے کہیلنے کے لئے دیدیا۔ آپنے لڑکے سے درہم چہین کر واپس کرلیا اور ابو موسیٰ اشعری کو چشم نمائی کی کہ واہ تم میری اولاد کو خوب تعلیم دیتے ہو۔ عمرؓ اور اسکی اولاد کا حق عام مسلمانوں کے برابر نہیں ہوسکتا

ایک دفعہ کسی مقدمہ میں آپکی بیوی نے سفارش کرنی چاہی۔ تو آپ نے فوراً ہی انکو روکدیا اور فرمایا کہ بس حد سے آگے نہ بڑہنا تم محض ایک کہلونا ہو ان امور کو کیا سمجہ سکتی ہو،

ماخوذ

قلمی معاونین

جو علم دوست اہل قلم احباب منثور و منظوم مضامین کی ترسیل سے ۱۳۶۳ھ میں ہماری شکر گذاری اور اوراق الفرقان کی زینت کا موجب ہوئے ان میں سے مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی اور مولانا نامی کوہ سواری صاحب نظامی کے اسمائے گرامی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں ہم آپکی عنایات کے بدل مشکور ہیں۔ احباب ذیل بہی لگاہے گاہے اپنے قومی آرگن کی قلمی اعانت سے ہمارا ہاتہ بٹاتے رہے ہیں خدا تبارک و تعالےٰ جزائے خیر اور مزید امداد کی توفیق دے۔ آمین (۱) سید وزارت علی شاہ صاحب (۲) شیخ غلام حسین صاحب شاکر (۳) مخدوم صدیق اکبر صاحب (۴) سید علی [illegible]

نغمۂ ساربان حجاز

(۱)

درہم و دینار من اندک و بسیار من
دولت بیدار من ناقۂ سیار من
آہوئے تاتار من
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

(۲)

دلکش و زیبا ستی شاہد رعنا ستی
رونق حورا ستی غیرت لیلا ستی
دختر صحرا ستی
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

(۳)

در تپش آفتاب غوطہ زنی در سراب
ہم بہ شب ماہتاب تند روی چوں شہاب
چشم تو نا دیدہ خواب
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

(۴)

لکۂ ابر رواں کشتی بے بادباں
مثل خضر راہ داں بر تو سبک ہر گراں
لختِ دلِ ساربان
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

(۵)

سوز تو اندر زمام ساز تو اندر خرام
بے خورش و تشنہ کام پا بسفر صبح و شام
خستہ شوی از مقام
تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست

(۶)

شام تو اندر یمن! صبح تو اندر قرن
ریگِ درشت وطن پائے ترا یاسمن
اے چو غزال ختن
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

(۷)

مہ ز سفر پا کشید در پس تل آرمید
صبح ز مشرق دمید جامۂ شب بر درید
باد بیاباں وزید
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

(۸)

نغمۂ من دل کشائے زیر و بمش جانفزائے
قافلہ ہا را درائے فتنہ ربا فتنہ زائے
اے بحرم چہرہ سائے
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

اقبال

ہمارا ماضی و مستقبل

القریش سال گذشتہ میں جن پیچ در پیچ مشکلات کی گوناگوں الجھنوں میں مبتلا رہا ہے وہ ناظرین کرام سے پوشیدہ نہیں ہم نے آغاز سال پر جو وعدے کئے تھے افسوس کہ خطرناک علالت کی طوالت کے باعث ان میں سے ایک بھی بوجہ احسن انجام نہیں پا سکا۔ اس لئے آج ہم اپنی سالانہ کارگذاری کی رپورٹ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ امید ہے کہ احباب ہمیں معذور سمجھیں گے مستقبل کی خبر خدا جانتا ہے۔ ہم کوئی نیا وعدہ نہیں کر سکتے کیونکہ خیر و شر مالک علی الاطلاق کے ید قدرت میں ہے۔ تاہم اس کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ہم امسال گذشتہ فروگذاشتوں کی خواہ وہ کسی قسم کے ہوں تلافی کرنے کی کوشش کریں گے انشاء اللہ دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر اپنا فضل و کرم شامل حال رکھے اور سال نو کی یہ تقریب القریش اور ناظرین القریش کے لئے خیر و ......

پیامِ بیداری

ذیل کی نظم جو مسلمانوں کے موجودہ نکبت و ادبار اور قومی پستی کا مجسم مرقع پیش کرتی ہے۔ منشی مولا بخش صاحب کشتہ امرتسری کے دلی جذبات کا ایک نمونہ ہے۔ یہ نظم صدر انجمن اتحاد مسلم راجپوتاں پنجاب کے ارشاد سے انجمن مذکور کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۴ دسمبر ۳۱ء میں پڑھی گئی۔ ہم اسے ناظرین القریش کی ضیافت طبع کیلئے یہاں درج کرتے ہیں۔

بیگے آشکارا آج ہم سوزِ نہاں اپنا | توجہ کا مگر محتاج ہے طرزِ بیاں اپنا
خبر تا یکے سمجھیں گے ہم سوزِ زباں اپنا | موافق تا کجے ہوگا نہ دورِ آسماں اپنا

الٰہی انتہا بھی ہے کوئی اس پائمالی کی
جہاں میں داستانیں ہیں ہماری خستہ حالی کی

ی دنیا میں نہی ممتاز ہستی راجپوتوں کی | بڑے آرام میں بستی تھی بستی راجپوتوں کی
راتی ہے اب ہر سمت پستی راجپوتوں کی | دکھاتی ہے دلوں کو تنگدستی راجپوتوں کی

یہ سب لیکن نتیجے ہیں ہماری خوابِ غفلت کے
جہالت کے سفاہت کے تغافل کے عونت کے

ن کی جو راہیں تھیں وہ ہم سارے بھلا بیٹھے | گئی تھی ہاتھ سے دنیا تو دیں کو بھی گنوا بیٹھے
آسانی میں مال املاک سارے بیچ کھا بیٹھے | خزانے علم و حکمت کے جو رکھتے تھے لٹا بیٹھے

غضب ہے شاہزادی آج روٹی کو ترستی ہیں
گراں قیمت جواہر آج خزفوں سے سستے ہیں

ہو رہا ہے طالعِ صافی نژاد اپنا | ہوا بار گراں سطحِ زمیں پر ازدیاد اپنا
ع باہمی سے اٹھ گیا ہے اعتماد اپنا | حریفوں نے بچھایا ہے کہ دامِ ارتداد اپنا

ہوئے ہیں آرمیسے مائل ہماری ورغلانے پر
پھنسیں مرغانِ زیرک العجب الوں کے دانے پر

کسی نے شوشہ ظلم و ستم کا نئی ہی چھوڑا ہے | کسی نے ہیل اور برہ کیلئے اک قہر توڑا ہے
کسی نے آگرہ متھرا سے رشتہ اپنا جوڑا ہے | سہارنپور میں جو کچھ ہوا کیا وہ تھوڑا ہے

مسلماں ہیں کہ گہری نیند میں بیہوش سوتے ہیں
بلا سے انکی ہوں گر بھائیوں پر ظلم ہوتے ہیں

تم اپنے ضعف کو دیکھو عدو کے زور کو دیکھو | تم اپنی خامشی کو دشمنوں کے شور کو دیکھو
تم اپنی خام کھیتیاں پر گھٹا گھنگھور کو دیکھو | نہ لے جائے کہیں گھر کا اثاثہ چور کو دیکھو

عروسِ خوابِ غفلت سے رہو گے آشنا کب تک
رہیگا کفر کا اسلام سے یہ خرخشا کب تک؟

خدارا حامیانِ قوم اب بیدار ہو جاؤ | ثبوتِ زندگی دینے کو تم تیار ہو جاؤ
تمہاری قومیت خطرے میں ہے ہشیار ہو جاؤ | بہم مل جل کے مضبوطی میں اک دیوار ہو جاؤ

دکھا دو کر کے وہ جو کام ہوتے ہیں سپوتوں کے
مسلّم ہے جہاں میں پوت ہو تم راجپوتوں کے

اگر ہمت کرو تم قوم کی حالت سنور جائے | جو دامن ہے تہی وہ گوہرِ مقصود سے بھر جائے
شجاعت اپنی پھر دنیا میں روشن نام کر جائے | رہیگا وہ سدا زندہ جو بہرِ قوم مر جائے

منور گر بنانا چاہتے ہو اپنے سینوں کو
خدا کے آستاں پر ڈال دو اپنی جبینوں کو

قلمروِ دکن

اعلیحضرت شہریارِ دکن ادام اللہ برکاتہ کی شاہانہ فیاضی سے ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے حال میں آپ نے وفد فلسطین کو مسجد اقصیٰ کی مرمت کیلئے ایک لاکھ روپیہ۔ یتیم خانہ کلکتہ کی دوبارہ تعمیر کیلئے دس ہزار روپیہ اور حاجی شمس الدین صاحب سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کو دو صد روپیہ ماہوار کا تاحیات وظیفہ عطا فرمایا ہے،

والسرائے بہادر کے ورود دکن کے موقع پر واپسی برار کے مسئلہ پر غالباً کوئی ذکر نہیں ہوا۔ لیکن سر علی امام بہادر کے دوبارہ عزم ولایت معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ پر کوئی پرائیویٹ گفتگو ضرور ہوئی ہے۔ خدا کرے سر علی امام ممدوح اپنے سفر انگلستان سے کامیاب ہو کر آئیں،

باشندگان برار کا ایک عام اجلاس اکولہ کے مقام پر منعقد ہوا جس میں حاضرین نے باتفاق رائے واپسی برار کا پرزور الفاظ میں رزولیوشن پاس کیا۔ اور گورنمنٹ انگریزی سے استدعا کی کہ صوبہ برار کی واپسی سے رعایائے برار کو شکرگذاری کا موقع دیا جائے۔

مخالفین اسلام اور ہم

اسلام کی حفاظت اور دین احمدی کی حمایت کرنا ہر کلمہ گو سے زیادہ قریش پر فرض ہے۔ حسب منشائے حدیث شریف صحیح مسلم الناس تبع لقریش فی الخیر والشر تبلیغ و اشاعت کی اہم ذمہ داریاں قریش پر عائد ہوتی ہیں لیکن آج کل جبکہ ہر چہار طرف سے اسلام کی مضبوط بنیادوں کو متزلزل کرنیکی ناپاک کوشش کی جارہی ہے۔ قریشیوں کے فرائض کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے مگر آل و اولاد قریش سے کوئی صاحب بھی اسلام کی خدمت گذاروں میں نظر نہیں آتے۔ اس کا سبب سوائے خدائے عالم الغیب کے کسی کو بھی معلوم نہیں۔ ورنہ قریش تو اپنی جان و مال سے زیادہ اسلام کو پیارا جانتے تھے۔ قریش کے متعلق ایک مرتبہ سرور عالم قریشی نبی ہاشمی و مطلبی نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر مجھے قریش کے مغرور ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس منزلت و مقام سے آگاہ کردیتا۔ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک انہیں حاصل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قریش کی ہتک کرے اللہ تعالےٰ اس کی ہتک کرے۔

یہ سب عزتیں خدمت اسلام کے صلہ ہی میں ملی تھیں ہندوستان میں بھی قریش کی اولاد موجود ہے مگر نہ مردوں میں نہ زندوں میں۔ ہندوستان کے رہنے والے برادران وطن نے جگہ جگہ مسلمانوں کا مقابلہ شروع کردیا ہے اسلام کی توہین کرنے پر کمر باندھی ہے۔ سہارنپور میں فساد ہوا۔ فساد کے بعد وہاں کے حالات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ عرصہ بیس سال سے یہاں ایک کمیٹی بنام اسلام کش ہندوؤں نے بنائی تھی۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی تھی۔ جب پنڈت مالویہ اور پنڈت شردھانند بنوٹ کمیٹی کے دلال۔ بھنڈے اور جھال۔ سنگٹھن ارتداد عالم ظہور میں آیا۔ اس میں جان پڑ گئی جس کا نتیجہ زندوں کے سامنے ہے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا۔ مگر مسلمان دم بخود ہیں اور مسلمانوں کے واجب التعظیم سردار قریش کا تو کہیں ذکر اذکار ہی نہیں۔ قریشیوں کی غفلت کی وجہ سوائے ناداری اور جہالت کے اور کیا ہوسکتی ہے بہرحال قریش سے التجا ہے کہ وہ بہت جلد حفاظت اسلام کے واسطے کسی مقام پر اپنی قوت کو جمع کریں۔ اور خدمت اسلام شایان شان عملی حصہ لیں۔ خواب غفلت سے بیدار ہوں اپنی قوم قریش کو زندہ قوموں میں شمار کرائیں۔ وما توفیقی باللہ

ایڈیٹر صاحب القریش کو بھی اس میں پوری کوشش دریغ نہ فرمانا چاہیئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

راقم

صدیق اکبر

قریشی الہاشمی۔ راجپوری

خطاب بہ قوم

کانٹا ان کا بنکے جگر کو نشتر ہوکر　　شیشۂ جور و جفا توڑ دے پتھر بنکر
جلوہ بے پردہ دکھا انجمن آرا ہوکر　　مدعی سجدہ کریں محو تماشا ہوکر

ستم و جور کا اکھیڑ دے جڑ خنجر بنکر　　سر اڑا ظلم کا انصاف کا خنجر بنکر
قعر پستی سے نکل سیرت ممتاز دکھا　　اوج افلاک پہ اڑ طاقت پرواز دکھا

درد کی حد نہ رہی آ تو مسیحا ہوکر　　غرق کر نیل میں فرعون کو موسیٰ ہوکر
خواب خرگوش سے اٹھ قوت اعجاز دکھا　　قوم مردہ کو جلا غیرت عیسیٰ ہوکر

اپنے قومی اخبار کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش کیجئے۔ دیکھئے دیگر برادریاں کس قدر اپنے اپنے اخبارات کی مدد کر رہی ہیں۔ منیجر

چاہ کن را چاہ در پیش

ایک عبرتناک قصہ

ایکدن شام کیوقت کسی شخص کے یہاں ایک مہمان چند روپوں کی تھیلیاں لیکر آیا اور وہ اس نے بطور امانت اس کے سپرد کردیں۔ اس شخص نے روپوں کی تھیلیاں لے لیں اور اپنی بیوی کے پاس لے گیا۔ اس کو روپے دیکر کہنے لگا۔ تو [؟] اللہ نے چھپّر پھاڑ کر روپیہ دیا ہے تمہیں ضرورت تھی اس روپیہ کو خرچ کرو۔ پھر اس نے تمام ماجرا اسے کہہ سنایا بیوی نے کہا اسوقت تو میں نے اس روپے کو خرچ کرلیا۔ مگر اس شخص نے صبح کو روپیہ مانگا تو کہاں سے دینگے۔

خاوند نے جواب دیا تم فکر نہ کرو میں رات ہی کو قصہ تمام کردونگا پھر وہ اپنے مہمان کے پاس واپس چلا گیا اور اسے کھانا کھلاکر چارپائی پر سلا دیا۔ اس شخص کا ایک بیٹا تھا جسکو شراب پینے کی لت تھی۔ بہت رات گئے وہ شراب کے نشے میں مست آیا اور اپنی چارپائی پر کسی شخص کو خلاف معمول سوتے دیکھکر بہت جھنجلایا اس نے مہمان کو جھنجوڑ کر بیدار کیا اور دو چار گالیاں دیکر چارپائی سے دھکیل دیا۔ مہمان بیچارا مصیبت کا مارا فرش پر ہی دراز ہوگیا۔

آدھی رات کے وقت بے ایمان میزبان دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور سیدھا چارپائی کا رخ کیا۔ اسے کیا معلوم تھا۔ کہ اس چارپائی پر اس کا بیٹا سو رہا ہے؟ اس نے دس منٹ آتے ہی خنجر سونے والے کے سینے میں بھونک دیا۔ خون کا ایک فوارہ چھوٹا اور سونے والا دو چار منٹ تڑپ کر موت کی گہری نیند سو گیا۔

قاتل اپنے خون آلود خنجر کو ہاتھ میں لئے کمرے سے نکلا اور بیوی کے پاس گیا بیوی نے پوچھا "کام تمام ہوگیا" اس نے جواب دیا "ہاں" اور یہ کہکر وہ اپنے بستر پر جاکر لیٹ رہا۔ رات بھر اسے کسی پہلو چین نہ آیا۔ اسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا انگاروں پر لوٹ رہا ہو اس کا نوکدار خنجر جس سے اس نے اپنے بیٹے کا سینہ چاک کیا تھا۔ اس کے دل و جگر میں رہ رہ کر چبھتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

خدا خدا کرکے صبح ہوئی وہ اپنے بستر پر لیٹا رات کے خوفناک واقعہ پر غور کررہا تھا۔ کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کے خوف اور حیرت کی کچھ حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس کا مہمان اس کے سامنے کھڑا ہے۔

مہمان گھبرایا ہوا اس کے کمرے میں آیا اور ایک خوفناک لہجہ میں بولا صاحب! ذرا اس کمرے میں آیئے،

اس شخص نے کچھ جواب نہ دیا اور خوف اور تعجب کی نظروں سے اپنے مہمان کا منہ تکتا رہا تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھا اور اپنے مہمان کے ساتھ اس طرح چلدیا جیسے کوئی شخص خواب میں اٹھکر چلنے لگتا ہے۔ جب وہ اس کمرے میں پہنچا تو اس نے ایک چیخ ماری اور اتنا کہکر بے ہوش ہوگیا۔ کہ آہ! میں نے اپنے بیٹے کو قتل کردیا ہے،

بس پھر کیا تھا اس واقعہ کی خبر آگ کیطرح پھیل گئی۔ پولیس آئی اور اس شخص کو گرفتار کرکے لیگئی۔ بہت دنوں تک اس پر مقدمہ چلتا رہا لیکن آخر میں وہ رہا کردیا گیا۔ کیونکہ وہ اپنے بیٹے کے قتل کے صدمے سے دیوانہ ہوگیا تھا۔ وہ کچھ دن پاگل خانے میں رہا۔ بعد میں وہ شہر کے گلی کوچوں میں پاگلوں کی طرح پھرا کرتا تھا۔

مہمان وہاں سے بھاگ کر اپنے گھر پہنچا اور اپنے روپے کے نقصان کا کچھ خیال نہ کیا اس نے سوچا کہ جان بچی لاکھوں پائے مگر بعد میں اسے اپنا روپیہ مل گیا!! محمد اکرم حسین از نونہال،

شکریہ احباب

معزز معاصرین اور ناظرین کرام میں سے جن احباب نے خادم ایڈیٹر کی بیمار پرسی کرتے اظہار ہمدردی کے خطوط ارسال فرمائے ہیں خادم ان کا بدل مشکور ہے بفضل خدا اب صحت ہے کسی قدر اپریشن کے زخم باقی ہیں جن کے بہت جلد اچھا ہوجانیکی امید ہے۔ اگر خدائے عزوجل کا فضل و کرم شامل حال رہا اور احباب نے توسیع اشاعت میں حصہ لیکر مالی امداد کی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ القریش کی حالت ظاہری و باطنی ماہ فروری سے ہی نمایاں طور پر تبدیل ہوجائیگی۔ والسلام، رونق

متفرقات

دلچسپ نوٹ۔ ایمی اور برادری کی باتیں

دوسری برادریوں کے اخبار نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں اور ہفتہ وار ہونیکی صورت میں مالی مشکلات سے بے نیاز ہیں "مسلم راجپوت" شاف ادارت کے معقول اخراجات برداشت کرنے کے علاوہ شاندار حیثیت میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کی برادری ہر موقع و تقریب پر دل کھول کر مدد کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے راعین برادری اپنے اخبار "الزاعی" کی نہایت کشادہ دلی سے مدد کرتی ہے۔ دس ہزار روپیہ کے مستقل سرمایہ کے لئے قوم کی طرف سے خاص کوشش عمل میں آ رہی ہے۔ کشمیری اخبار بعض مشکلات کے باعث ہفتہ وار سے پندرہ روزہ ہو گیا تھا لیکن قوم نے اس وقت تک چین نہیں لیا جب تک کہ اسے ہفتہ وار اشاعت کے اخراجات کے متحمل ہونیکے قابل نہیں کر دیا گیا۔ چنانچہ جنوری سے پھر ہفتہ وار ہونیوالا ہے۔ غرض تمام قومیں اپنے آرگنوں کی مدد کرنا قومی زندگی کا اعلیٰ معیار جانتی ہیں مگر بدقسمتی سے ایک قریش اپنے قومی آرگن کی ضرورت و اہمیت سے بے پرواہ اور اس کی اعانت و امداد سے بے نیاز ہے حالانکہ ہندوستان میں بلحاظ آبادی، عزت و ثروت اور علم وہ کسی سے کم نہیں، کاش کہ احساس خودداری بھی ہوتا۔

کیا قریشی احباب اپنے قومی آرگن کی امداد و اعانت کے لئے دوسری برادریوں کی تقلید کرینگے؟

---

۲۳ دسمبر کو انجمن قریش گوجرانوالہ کا دوسرا سالانہ اجلاس اسلامیہ ہائی سکول میں منعقد ہوا۔ مفصل رپورٹ بشرط رسیدگی کسی دوسری جگہ درج کی جائیگی۔ ذیل میں سکرٹری صاحب کا ایک خط جس میں جلسہ کی مجموعی حالت کا اختصاراً ذکر ہے درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجلاس بعفضلہ کامیاب رہا۔ الحمد للہ،

خط حسب ذیل ہے،

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب القریش

السلام علیکم! عین اجلاس کے روز یعنی ۲۳ دسمبر ۲۳ء کو آپکی ایک چِٹھی متعلق اپنی آنکھوں کی بیماری کے موصول ہوئی جس میں آپ نے موجب ہدایات ڈاکٹر صاحب کی شمولیت سے معذوری ظاہر کی ہے

الحمد للہ کہ جلسہ نہایت با رونق اور بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا ہال کمرہ سامعین سے لبالب تھا۔ تمام حاضرین خاموشی سے ہر ایک لیکچر سنتے رہے۔ فاضل لیکچراروں نے نہایت ہی موثر اور مدلل لیکچر دیکر سامعین کو محظوظ کیا۔ کاش اس وقت آپ موجود ہوتے اور اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھتے۔ بڑی بڑی بزرگ و بہتر ہستیاں شامل اجلاس تھیں۔ جن میں برادری کے علاوہ غیر برادری اور اہلیان شہر میں سے اکثر تھے۔ اسلامیہ سکول کا ہال کمرہ قیمتی قطعات اور بیل بوٹوں سے مرصع تھا۔ جلسہ اپنی رونق اور شان میں خاص نوعیت لئے ہوئے تھا۔ اکثر تقریریں حالات حاضرہ اور واقعات موجودہ پر بہترین تبصرہ کے رنگ میں ہوئیں۔ مفصل رپورٹ جوائنٹ سکرٹری صاحب بغرض اندراج اخبار ارسال کریں گے،

اس خط کے مطالعہ سے اپنے قومی اجلاس کی کامیاب حالت معلوم کرکے ہماری مسرت و شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہی دعا ہے کہ خدا تبارک و تعالےٰ "قریش" پر قرون اولےٰ کے دن پھر لائے اور وہ متفقہ سعی و جہد سے ترقی کے میدان میں حریفوں کے آگے نہیں تو قدم بقدم ہی چلنے کے قابل ہو جائیں۔ ہندوستان میں اس وقت رذیل سے اعلیٰ اقوام تک تمام قومی جد و جہد میں مصروف ہیں۔ مگر ہماری حالت روبہ تنزل ہو رہی ہے۔ خدا افراد برادری کے دلوں میں احساس خودداری اور خادمان برادری کو جوش کارگذاری عطا کرے،

امید ہے کہ سکرٹری صاحب خطبۂ صدارت، رپورٹ سالانہ رزولیوشن دیگر تقاریر اور مفصل حالات جلسہ معہ فہرست چندہ بہت جلد اندراج اخبار کے لئے ارسال کریں گے،

اخیر پر ہم کارکنان انجمن مذکور کو اس کامیابی پر جو انہیں اجلاس کے بخیر انجام ہونے پر حاصل ہوئی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں القریش کا حجم عموماً ۲۴ صفحات رہا ہے اگرچہ اس کے صفحات فضول اشتہارات کی نذر نہیں کئے جاتے تاہم تین روپے سالانہ کے مقابلہ میں یہ حجم ہمیں کم معلوم ہوتا ہے، حجم بڑھانے، سرورق پر مدینۃ النبی صلعم کے عکسی فوٹو وغیرہ کا انتظام تو ہم کر ہی رہے ہیں تاہم بعض بہی خواہان کی رائے کی قدر کرتے ہوئے القریش کی موجودہ قیمت میں ہم کمی کا اعلان کرتے ہیں۔ امتیازی قیمت یعنی تے سالانہ ان احباب سے لی جائیگی جو فرمائش میں اعانت القریش کے خیال سے امتیازی کا ذکر کریں گے یا ایسے احباب سے جن کی ذات پر ہمیں یقین کامل ہے کہ انہیں اس کی ادائیگی میں دریغ نہیں۔ باقی احباب سے نیز طلباء سے عہ کے حساب سے لی جائیگی۔ احباب مطلع رہیں

قریشی عبدالحق صاحب کلرک تو پخانہ ایبٹ آباد نے القریش کی مالی امداد کے لئے دو روپے فی الحساب ارسال کرکے اپنی قومی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

جن برادرانِ گرامی کا سال خریداری جنوری سے شروع ہوتا ہے تجویز کیا گیا تھا کہ انہیں بجائے جنوری کے مارچ میں وی پی کئے جائیں مگر افسوس ہے کہ مالی تکلیف اور ایسی صورت میں جبکہ سرکار آصفیہ سے بھی ہنوز رقم موصول نہیں ہوئی اور سنہ ۱۹۲۳ء کی امداد میں سے بھی رقم کا ایک جزو باقی ہے یہ ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لہذا فروری کا پرچہ ان تمام احباب کی خدمت میں بصیغہ وی پی حاضر ہوگا جن کا سال جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ گذشتہ ناغوں کی کمی ہم ایک مفید کتاب کی پیشکش سے انشاءاللہ تعالےٰ پوری کردیں گے

قریشی برادری ضلع جالندھر کا ایک خاص اجلاس بعض اہم معاملات پر غور کرنے کیلئے مولوی محمد شاہ صاحب پنشنر کے انتظام میں ماہ اپریل میں بمقام جالندھر منعقد ہونیکی خبر موصول ہوئی ہے

عجب و غرور، نخوت و تکبر زوال و تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ وہی یونان جس کے سر پر غرور میں ٹرکی کی شکست و ریخت کا سودا سمایا ہوا تھا آج اپنی ابتلا میں مبتلا ہو کر نخوت پسندوں کے لئے عبرت کا سبق پیش کرتا ہے جس کا مختصر نقشہ حسب ذیل ہے

سابق شاہ یونان کی تخت نشینی کے بعد سے مملکت یونان نے گذشتہ چند سال کے اندر عروج و زوال کے ایسے تماشے دیکھے ہیں جو شاید ہی دنیا کی کسی قوم کو اس قدر مختصر زمانہ میں پیش آئے ہوں۔ جنگ بلقان کے بعد یونان کا دور ترقی و عروج شروع ہوا جو سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ یورپ کے اختتام پر انتہا کو پہنچ گیا۔ یہ حالت بالکل عارضی تھی۔ جو زیادہ سے زیادہ صرف دو ڈھائی سال رہی۔ گذشتہ اگست سنہ ۱۹۲۲ء میں ترکوں کے ہاتھوں یونان کی شکست فاش کے بعد پھر یونان کا زوال شروع ہوا۔ شاہ قسطنطین آنجہانی معزول ہوئے ان کے بیٹے ان کے بجائے جانشین ہوگئے۔ لیکن اس سے بھی یونان کا دور زوال نہیں روکا جا سکا اسی عرصہ میں یونان میں انقلاب ہوا۔ سابق وزراء پر غداری و بد انتظامی کا الزام لگا کر انہیں قتل کیا گیا یونان کی حکومت فوجیوں کے سپرد کر دی گئی۔ لیکن اس سے بھی یونان اپنی حالت کو نہ سنبھال سکا۔ اب یونان میں پھر انقلاب کی تحریک ہو رہی ہے فوج کی ایک جماعت نے بغاوت کی لیکن وہ فرو کر دی گئی۔ یونانیوں کا میلان چونکہ جمہوری طریق حکومت کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ وہ بادشاہ قسطنطین کے خاندان کے کسی شخص کو آئندہ یونان کا بادشاہ بنانا نہیں چاہتے ہیں اس لئے موجودہ شاہ یونان (شاہ جارج) تخت حکومت سے دست بردار ہو کر اپنے خسر شاہ رومانیہ کے یہاں چلے گئے ہیں یونانی حکومت نے ان کے لئے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ غرض اس وقت یونان میں عجیب طوائف الملوکی ہے ۔ تعز من تشاء و تذل من تشاء

نواب صاحب بہاول پور غالباً فروری یا مارچ میں سریر آرائے تخت حکومت ہونگے، رعایا اور عامۃ المسلمین کو اس موقع کا بڑی خوشی سے انتظار ہے،

انگریزی اخبارات کا خیال ہے کہ افغانی فوجیں جنگ کے لئے سرحد پر جمع ہو رہی۔ گورنمنٹ انگریزی کی افواج کا اجتماع بھی سرحد پر ہو رہا ہے،

محکمہ ڈاک نے اخبارات کے متعلق جو نئے احکام جاری کئے ہیں۔ موقت الشیوع جرائد کے لئے وہ بہت سخت ہیں۔ پرچہ ... [illegible]

سختی سے تو موڈریٹ اور مذہبی پرچے محفوظ تھے لیکن پوسٹ آفس کے ان احکام کی رو سے ان کا محفوظ رہنا ممکن نہیں۔ اخبارات کو برداشت کرنا چاہیئے ہم روزانہ اخبارات سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس کے لیئے آواز بلند کریں گے،

پنجابی اقوام میں امتیاز قومی کے حصول کا ایک عام مرض پھوٹ نکلا ہے۔ بعض لوگ معمولی اغراض کے لیئے اپنی اصلیت کو چھپانے کی ناجائز کوششوں میں اس قدر محو و سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ کہ خدائی احکام کی بھی پرواہ نہیں رہتی۔

پنجابی اقوام میں سید، قریشی، مغل، پٹھان، راجپوت اور ارائین بلحاظ قومیت دیگر اقوام پر ممتاز سمجھی جاتی ہیں اور بعض صوبوں میں گورنمنٹ کی طرف سے بھی انہیں مراعات حاصل ہیں۔ دیگر معمولی اقوام پنجاب ان مراعات کے حصول کی دیوانگی میں اپنے تاریخی کوائف کو توڑ مروڑ کر خواہ مخواہ ان میں داخل ہونے کی سعی کرتی رہتی ہیں معاصر "اتحاد الاسلام" کو شکایت ہے کہ تاریخ کنبوہاں کے مولف نے کنبوہ برادری کو راجپوت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ بات اس صورت میں جبکہ ادنیٰ ترین اور معمولی اقوام نے اپنی قومی مجلسوں میں اپنی اصلیت بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو اعلےٰ میں سے ثابت کرنا چاہا ہے موجب شکوہ نہیں۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ امرتسر میں بروالہ قوم جو دیگر اقوام کی خدمتگاری کے فرائض انجام دیتی ہے نے اپنے ایک قومی اجلاس میں اپنے آپ کو صحیح النسب راجپوت ثابت کر کے گورنمنٹ سے استدعا کی تھی۔ کہ انہیں بھی تقسیم اراضی اور فوجی ملازمت وغیرہ میں راجپوتوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں، اسی طرح جولاہے تیلی۔ موچی اور ڈوم بھی آباؤ اجداد کی پرانی کینچلی اتار دینے کی فکر میں ہیں۔ ان لوگوں کا یہ فعل اگر اس خیال سے ہے کہ وہ بڑی قوموں میں ملکر دنیاوی وقار و عزت کے جویاں ہیں نظر انداز بھی کر دیا جائے، تو اعلیٰ اقوام کا بہروپ بدلنا یعنے قریشیوں کا گوندل راجپوت یا ارائیوں کا قریشی بننے کا معمہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ضلع گوجرات میں قریشی اور راجپوت دونوں قومیں بروئے ایکٹ انتقال اراضی زراعت پیشہ قرار دی گئی ہیں۔ مگر پھر بھی ایک صحیح النسب قریشی بزرگ جو ایک اعلیٰ عہدیدار بھی ہیں اپنے آپ کو گوندل راجپوت بتلاتے ہیں۔ اسی طرح بعض ارائیں حضرات قریشیت کے مدعی ہو کر گناہ بے لذت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آخر وہ اس طریق عمل سے چاہتے کیا ہیں۔ ہم تو ان کے اس فعل کو بہر نوع غیر مستحسن اور قبیح خیال کرتے ہیں۔ خدا کے نزدیک تو بزرگ و برتر وہی ہے جو افعال حسنہ کا خوگر ہو، **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ**

۲۳-۲۴ دسمبر کو جالندھر کے مقام پر "انجمن اتحاد مسلم راجپوتان پنجاب" کا سالانہ اجلاس زیر صدارت حاجی سر رحیم بخش خانصاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کم و بیش تین ہزار کے قریب تھی۔ حاضرین میں برٹش حکومت کے مشیران کار۔ ممبران کونسل۔ تارکان موالات۔ حامیان موالات سب قسم کے لوگ موجود تھے۔ جو اپنی قومی فلاح و اصلاح پر مبادلہ خیالات کرنے اور متفق العمل ہونے کے لیئے قومی سٹیج پر جمع ہوئے تھے۔

اجلاس اس قدر سادگی کا پہلو لیئے ہوئے تھا کہ سٹیج پر صاحب صدر کے لیئے بھی جو کرسی میز رکھی گئی تھی صدر کے ارشاد کے موافق وہ بھی اٹھا دی گئی۔ بادشاہ اور امیر و غریب کی تمیز نہ تھی خطبات استقبالیہ و صدارت معلومات خصوصی و عمومی سے پُر تھے قوم کے اصلاحی امور کے علاوہ حالات حاضرہ، فتنہ ارتداد تبلیغ الاسلام وغیرہ پر بھی نہایت معقولیت سے بحث ہوئی۔ ہر قسم کے مجموعی چندہ کی تعداد بلا مطالبہ کچھ اوپر سوا تین ہزار بتلائی جاتی ہے۔ کسی قوم کی زندگی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ اسے اپنے سود و زیاں کا احساس ہو اور وہ اپنی تکالیف کے سدباب کے لیئے بلا تفریق ادنےٰ و اعلےٰ ایک وقت میں ایک سٹیج پر جمع ہو جائے۔ کاش یہ دن قریش کو بھی نصیب ہوں اور اُسے بھی اپنی گم گشتہ عزت و وقار کی تلاش صراط مستقیم پر لے آئے،

کشمیری کانفرنس کی وظائف کمیٹی کی رپورٹ کے ذیل کے شمار و اعداد انجمن کی خدمات اور قوم کی توجہ کا بہترین ثبوت پیش کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ مسلمانوں کو بھی تعلیمی کمی کے پورا کرنے کا فکر ہوا ہے جو قریشی احباب کے رشک کا باعث ہونا چاہیئے،

تعداد وظائف	مقدار رقم ماہانہ
۱	عـــہ/
۴	عــہ/
۱۵	ہ/
۱	ہ/

اس حساب سے کشیری کا صرف وظائف فنڈ میں ۲۶۰ روپیہ ماہوار کا خرچ ہے ۔

ڈاکٹر ڈیوڈلسن جو ایک مشہور جوتشی ہیں ۱۹۲۷ء میں ایشیا اور یورپ کے اندر ایک خوفناک جنگ کی پیشن گوئی کرتے ہیں بلکہ اور بیش جو ۱۹۲۸ء میں دنیا کی تباہی خبر دیتے ہیں ۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ خدا کی باتیں خدا ہی جانے ۔

مسلم بنک جو ۱۲ سال سے کامیابی کے ساتھ لاہور میں چل رہا ہے ، نے امرتسر میں ایک شاخ کھولدی ہے ۔ بعض مسلمان تاجران کا لاکھوں روپیہ محض امانت کی صورت میں ہندوؤں کے پاس بیکار پڑا ہے انہیں مسلم بنک کی طرف توجہ کرنی چاہیئے ،

القاسم نامی ایک پندرہ روزہ اخبار جنوری ۱۹۲۸ء سے بیرزادہ مولوی محمد بہاء الحق صاحب قاسمی کے اہتمام میں امرتسر سے آئمہ اسلام کے ارشادات کی ترویج اور مخالفین کو مہذبانہ جواب دینے کیلئے جاری ہوگا

محترمہ ممتاز یار جنگ بیگم صاحبہ کی صدارت میں مسلم خواتین کا جلسہ ہوا ۔ پنجاب میں رواج وراثت اور پبلک مدارس میں ۱۰ سال کی لڑکیوں کو کھلے بندوں پڑھانے کے خلاف احتجاج کی گئی اور مردوں سے مطالبہ کیا گیا ۔ کہ بیک وقت ایک سے زیادہ شادی نہ کریں

آسٹریا کے ایک ڈاکٹر نے اپنی جراحی سے دنیائے طب کو حیرت میں ڈالدیا ہے اس نے دو کیڑے لئے ان میں سے ایک کیڑا پتیاں چاٹنے والا تھا اور دوسرا حشرات کھانے والا ۔ اس نے ایک کیڑے کا سر قطع کرکے دوسرے کیڑے میں پیوند کیا ۔ اور اس کا سر نکال کر اس میں لگایا ۔ اس میں وہ اس حد تک کامیاب ہوا کہ کیڑے زندہ

کوکناڈا کانگرس میں مولانا محمد علی نے ڈیڑھ سو صفحہ کا خطبہ صدارت پڑھا ہے اس پر اخبارات میں خوب چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں ۔ "انگلشمین" تو لکھتا ہے کہ اگر مولانا محمد علی اپنے رویہ پر قائم رہے تو امید کی جاتی ہے کہ وہ مسٹر داس کے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے اور ممکن ہے کسی وقت وہ اعتدال پسند ہوکر وزارت تک پہنچ جائیں امرت بازار پتر کا لکھتا ہے ۔ صاحب صدر نے ہندوستان کے عظیم الشان مسائل کے متعلق آزادی سے اسلامی رائے کا اظہار کردیا ہے وہ ہندوستان کی جدید قومیت کے نمائندہ ہیں جسٹس لکھتا ہے مولانا محمد علی خلاف ورزئی قانون کے حامی ہیں اگر ایسا کیا گیا تو ملک کی ترقی رک جائیگی لیڈر لکھتا ہے مولانا محمد علی کی زبان معتدل اور خیالات مصالحت آمیز ہیں ۔ خطبہ اگرچہ طویل ہے لیکن خشک نہیں ۔ پائنیر کانگرس کے جلسہ کو بھان متی کا تماشا قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے ۔ اس قسم کے مجنونانہ مواعید اگر کسی ترقی یافتہ ملک میں ہوں تو لوگ اس نقل کو مضحکہ میں اڑایا کریں ۔ مدراس میل لکھتا ہے مولانا محمد علی کا خطبہ ناکام ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ وہ کبھی پورا نہیں ہوگا ۔ ٹائمز آف انڈیا کی رائے میں اس طویل خطبہ سے ملک میں کوئی خاص جوش پیدا نہ ہوگا ۔ ایوننگ نیوز لکھتا ہے تمام خطبہ کی روح صرف یہ فقرہ ہے کہ اٹھ کھڑے ہو ورنہ ہم کچھ نہیں کرسکتے ۔ بمبئے کرانیکل لکھتا ہے کانگرس کی دیگر تقریروں کے مقابلہ میں خطبہ صدارت زیادہ زندگی اور روح پیدا کرنے والا ہے ۔

ہو رہے اور اپنی حیات طبعی تک پہنچے اس سلسلہ میں جو تجربہ بہت زیادہ عجیب و غریب تھا وہ یہ تھا کہ سر کی تبدیلی سے کیڑوں کی سرشت بدل گئی یعنے پتیاں چاٹنے والا حشرات کھانے لگا اور حشرات کھانیوالا پتیاں چاٹنے لگا ۔

بعض احباب

کی خدمت میں یہ پرچہ دوسری دفعہ نمونۃً ارسال ہوتا ہے لہذا حسن جناب کو قومی امداد و اعانت کی راہ سے اسکی خریداری منظور ہو وہ لوالپسی ڈاک دفتر کو مطلع فرماکر مشکور فرمائیں ۔ زرچندہ اگر منی آرڈر کردیں ۔ تو دفتر اور خریدار دونوں فائدہ میں رہ سکتے ہیں ۔ مینجر

تنقید و تقریظ

الفلاح انجمن اشاعت اسلام جالندھر کی طرف سے غازی رحمت اللہ صاحب کی ادارت میں جالندھر شہر سے پابندیٔ وقت ماہوار شائع ہوتا ہے۔ مضامین عام اسلامی ، تاریخی اور اصلاحی لیکن نہایت اعلیٰ پایہ کے ہوتے ہیں۔ غازی صاحب کی محنت قابل داد ہے ، فتنہ ارتداد ، اور مخالفین اسلام کی بزور اور معقولیت سے تردید کی جاتی ہے۔ کاغذ۔ طباعت۔ کتابت دیدہ زیب۔ قیمت سالانہ للعہ ششماہی ۱۲؎ ، نمونہ ۲؎ میں پتہ مذکور سے ملیگا۔

الکمال ایک تاریخی۔ مذہبی۔ ادبی۔ تجارتی اور طبّی ماہوار رسالہ ہے جو قابل و فاضل گریجوایٹوں کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین عموماً شاندار تاریخی پہلو لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ مدیر صاحبان اپنے زریں مقاصد کی تکمیل کے لئے عرقریزی و دلسوزی سے کام لیتے ہیں کتابت معمولی۔ کاغذ و طباعت عمدہ۔ قیمت سالانہ قسم اول ہے ۔ ششماہی ۱۲؎ ۔ قسم دوم ۱۲؎ ششماہی ۱۲؎ منیجر الکمال لاہور سے طلب کیجئے ،

ضیاءُ الاسلام اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے دہلی سے مولوی محمد ظفر احمد صاحب تاباںؔ کی ادارت میں ہر انگریزی مہینہ کی پندرہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ کاغذ۔ طباعت اور کتابت عمدہ۔ مضامین اعلیٰ۔ قیمت سرورق پر درج نہیں منیجر صاحب ضیاءُ الاسلام دہلی سے منگائیے ،

اتحادُ الاسلام منور خاں صاحب شاغر اکبرآبادی علیگ اور مولا بخش صاحب کشتہ امرتسری کی ادارت میں یہ ہفتہ وار اخبار اپنے بہترین مقاصد کی تکمیل کے لئے اور راجپوت و کشمیری برادری کی اصلاح کے لئے بآب و تاب پابندیٔ وقت کے ساتھ امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین کی ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے بھی ایک بہترین اخبار ہے۔ کاغذ طباعت و کتابت عمدہ قیمت سالانہ امراء سے ۵؎ عوام سے ۴؎ ۔ منیجر صاحب اتحاد الاسلام امرتسر سے طلب کیجئے ،

معیارِ سخن منشی عبداللطیف صاحب تعلقؔ کی ایڈیٹری میں مالیگاؤں ضلع ناسک سے ماہوار شائع ہوتا ہے نو نمبر اس وقت تک نکل چکے ہیں طرحی و غیر طرحی نظمیں او رغزلیں شائع کرتا ہے بعض ان میں سے عمدہ اور اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں تقطیع ۸ ۲۲×۲۲/۸ حجم ۴۲ صفحات علاوہ سرورق۔ قیمت سالانہ ۱۲؎ ۔ فی پرچہ ۲؎ پتہ مذکور سے ملیگا۔

رفیق عالم جنتری ۱۹۲۴ء ریویو کے لئے موصول ہوئی۔ دفتر سے کوئی صاحب اڑالے گئے۔ اس لئے آئندہ ریویو ہوگا۔

بقیہ ریویو

انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں ہونگے ،

ایڈیٹر

اطلاع ڈاک خانہ کے نئے قاعدہ کے مطابق نمونہ کے پیکٹ مختلف تاریخوں میں پوسٹ کرنے کا دستور متروک ہوگیا ہے۔ لہٰذا نمونہ طلب کرنیوالے احباب کے خطوط جمع رکھے جاتے ہیں اور مقررہ تاریخ پر یعنی باقی ڈاک کے ساتھ ہی روانہ کئے جاتے ہیں۔ اس لئے متردد ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

تصحیح ۔ القریش ماہ دسمبر میں "برادری کی باتوں" کے تحت کالم اول میں ایک جگہ پانچ روپیہ دو مربے لکھے گئے ہیں جو غلط ہے دراصل پانچ روپے کے ساتھ کا لفظ دو مربے کے بجائے "دو سیر" ہے۔ ناظرین صحت کرلیں۔

نمونہ ملاحظہ کرنے والوں کیلئے رعائت

اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ "حمائل شریف" کا اشتہار ہے نمونہ ملاحظہ کرنیوالے احباب میں سے جو صاحب رسالہ کا سال بھر کا چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیں گے۔ انہیں وہ نصف قیمت میں دی جائیگی۔ امید ہے کہ آپ اس رعائت سے فائدہ اٹھائیں گے منیجر

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں منیجر

یعقوب بن لیث صفّار

اور

اس کا خاندان

ایران کے مشرقی حصہ میں جھیل ہاموں کے دلدلی علاقہ کو عہد قدیم میں زرنقہ کہا کرتے تھے اور عہد وسطےٰ میں بھی اس نام کی یادگار شہر زرنگ کے وجود سے باقی تھی۔ جب دوسری صدی قبل مسیح میں سکا وحشیوں نے شمال سے آکر قبضہ کرلیا تو اسکا نام سکستان ہوگیا جو اب کثرت استعمال سے سجستان یا سیستان کے نام سے مشہور ہے۔

سیستان ہمیشہ سے بہادروں کا مسکن تسلیم کیا گیا ہے۔ اور قدیم ایرانی روایات میں اکثر افسانہائے شجاعت اسی زمین سے متعلق ہیں۔ چنانچہ رستم کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ اسی خاک سے پیدا ہوا تھا۔

سیستان اور اس کے متعلقات کو اعراب نے ابتدائے اسلام ہی کے زمانہ میں فتح کر لیا تھا لیکن چونکہ یہ مرکز خلافت سے زیادہ فاصلہ پر واقع تھا۔ اور یہاں کے لوگ بھی سخت اور جنگجو فطرت کے تھے۔ اسلئے پورا قبضہ مسلمانوں کا نہ ہوسکا اور خوارج کی جماعتوں نے اس سرزمین کو مستقل [illegible] بنا دیا۔

عباسیوں میں اول اول تو پوری طرح یہاں قبضہ ہو ہی نہیں سکا۔ البتہ مامون الرشید کے زمانہ میں جب خراسان کی گورنری طاہر اور اسکے خاندان میں منتقل ہوئی تو سیستان پر بھی برائے نام تخت خلافت کا اثر قائم ہوا۔ لیکن وہ بھی اسقدر ضعیف تھا کہ خوارج کا استیصال نہ ہوسکا۔ اور جب طاہری خاندان کا عروج ختم ہوا تو یہ فتنہ پھر نئی قوت سے شروع ہوا اور پایہ تخت بغداد کا اثر بالکل زائل ہوگیا۔

خوارج کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ اسوقت کسی کو خارجی کہدینا گویا قزاق کہدینا تھا اور اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جس علاقہ میں ان لوگوں کا زور ہوگا وہاں بدامنی کیسی شدید ہی ہوگی۔ پھر چونکہ ہر شخص اپنی جگہ فتنہ خوارج سے خائف رہتا تھا اسلئے اندرون ملک میں چند جماعتیں ایسی پیدا ہوگئیں تھیں جو خوارج کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کا فرض پورا کر رہی تھیں اور اسطرح آئے دن خونریزیاں ہوا کرتی تھیں۔

انہیں جماعتوں میں سے ایک جماعت وہ بھی جسکا سردار درہم تھا۔ اسنے بمشکل تمام درنگ پر قبضہ کرلیا اور طاہری خاندان کی حکومت کو بھی یہاں سے ہمیشہ کے لئے محو کر دیا۔ اسی جماعت میں ایک شخص یعقوب بن لیث بھی تھا جو اس سے قبل تانبے کے برتن بنایا کرتا تھا اور اسی لئے وہ صفار کے نام سے مشہور تھا اسکے اور بھی بھائی تھے جو اسی جماعت میں شامل تھے۔

یعقوب قرنین کے رہنے والا تھا جو زرنگ کے مشرق میں ایک قصبہ تھا۔ اور جسکے ویرانے اب بھی باقی ہیں۔

یعقوب کیلئے یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ اسنے اپنا [illegible] سنبھالا ہو دس سال سے قبل [illegible]ھ میں وہ صالح سردار کے ساتھ جنگ میں شریک ہوچکا تھا۔ یہ صالح وہی ہے جو سیستان پر قابض ہوگیا تھا لیکن بعد کو طاہری خاندان کے ایک جنگجو فرد نے جسکا نام بھی طاہر تھا اسکو شکست دیکر باہر نکال دیا۔

جب درہم نے اپنی جماعت پیدا کی تو یعقوب بھی اسی میں شامل ہوگیا۔ اور اس طرح اسکو اپنی فطری شجاعت ظاہر کرنیکا پھر موقع ملگیا۔ اسنے خارجیوں کے مقابلہ میں نہایت بہادری کے ساتھ جنگ کی اور دست بدست لڑائی میں خارجیوں کے ایک سردار عمار کو قتل کرکے بہت جلد شہرت حاصل کرلی یہاں تک کہ جب درہم حج کے لئے مکہ گیا اور پھر مستقل طور سے بغداد میں قیام کرنیکے لئے سفر اختیار کیا۔ تو یعقوب ہی کو اپنا جانشین بنا گیا۔

یعقوب چونکہ نہایت ذی حوصلہ شخص تھا اسلئے اپنی جماعت کا سردار ہوتے ہی اسنے امیر کا لقب اختیار کیا اور رفتہ رفتہ اپنے نواح وطن پر قابض و حکمران ہو گیا۔ چونکہ اسنے قزاقوں کی استیصال، راستوں کی حفاظت اور کھوئے ہوئے امن کے واپس لانے میں بہت کوشش کی اسلئے سیستان کی تمام آبادی اپنے اس ہم وطن فرمانروا کی طرف مائل ہو گئے اور سبنے بالاتفاق اسکو اپنا امیر و بادشاہ تسلیم کر لیا۔

اسوقت خلافت بغداد کی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ ہر وہ شخص جو اپنی قوت و ہمت سے کسی حصہ ملک کا فرمانروا بنجاتا تھا۔ بہانتک بھی اسے جائز حاکم مان لیا جاتا تھا اور اسکو غنیمت تصور کرتے تھے کہ بغداد کی طرف کوئی رخ نہ کرے مگر باوجود اس طوائف الملوکی کے کسی امیر میں یہ ہمت نہ تھی کہ خطبہ سے خلیفہ وقت کا نام خارج کر دے۔ کیونکہ مسلمانوں کی عقیدت ہنوز آل عباس سے وابستہ تھی اور جائز حاکم وہی خلیفہ اسی خاندان کے فرد کو قرار دیتے تھے اسی لئے باوجود خود مختار ہونیکے یعقوب نے بھی خطبہ میں خلیفہ وقت کا نام قائم رکھا۔ اور وقتاً فوقتاً تحائف بھی بغداد روانہ کرتا رہا۔

چونکہ خراسان میں اسوقت تک طاہری خاندان حکمران تھا اسلئے یعقوب اسکی سیادت کو بھی مصلحتاً تسلیم کرتا رہا۔ لیکن جب بعد کو اسکی قوت بڑھ گئی تو ۸۶۷ء میں اسنے ہرات اور بوشنگ پر قبضہ کر لیا جو اسوقت خراسان کی حکومت سے متعلق تھے۔ اس سے آگے یعقوب نے اپنا قدم نہیں بڑھایا کیونکہ طاہری خاندان ہنوز ذی اثر تھا۔ جنگ ہرات میں طاہری خاندان کے بعض افراد اسکی قید میں آ گئے تھے لیکن خلیفہ معتز کی خواہش پر اسنے انہیں آزاد کر دیا۔

چونکہ یعقوب کرمان کی گورنری چاہتا تھا، اسلئے وہ خلیفہ معتز کو ملائے ہوئے تھا۔ اور تحائف وغیرہ بھیجکر اسے اپنی طرف مائل کئے ہوئے تھا۔ اتفاق سے اسوقت ایک اور شخص علی ابن حسین جو ایران میں کافی اثر رکھتا تھا کرمان کی گورنری کا طالب ہوا۔ اور خلیفہ معتز نے محمد کے مشورہ سے جو طاہری خاندان کا ذی اثر شخص تھا یعقوب اور علی دونوں کے پاس سفارت روانہ کر دی۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ دونوں آپس میں لڑ کر تباہ ہو جائیں۔ چونکہ کرمان یعقوب کی حکومت سے زیادہ فاصلہ پر واقع تھا اسلئے وہ جلد نہ پہنچ سکا اور علی کے سپاہ سالار تاک نے کرمان پر قبضہ کر لیا یعقوب اس واقعہ سے بہت مضطر ہوا لیکن مصلحتاً خاموش رہا اور اپنی فوجوں کو دو ماہ تک لئے ہوئے کرمان کے جوار میں پڑا رہا جب تاک غافل ہو گیا تو یعقوب نے اچانک حملہ کر دیا۔ اور شکست دیکر میں اسے قید کر لیا۔ مال غنیمت میں علاوہ بہت سی قیمتی چیزوں کے دو صندوق ملے ایک ہاروں اور کنگنوں سے معمور تھا۔ اور دوسرے میں زنجیریں تھیں۔ یعقوب نے ہار وغیرہ اپنے سپاہیوں کو تقسیم کر دئے اور زنجیریں قیدیوں کے پاؤں میں ڈالدیں۔ تاک کے لئے سب سے وزنی زنجیر انتخاب کی گئی۔ اور یعقوب نے بلاکر اسے کہا کہ "تمہیں اپنے عیش و عشرت میں کبھی یہ بھی سوچنا چاہئے تھا کہ تم کس سے لڑائی مول لی۔ اس شخص سے جو دو مہینہ سے بستر پر نہیں لیٹا اور نہ اپنا جوتا پاؤں سے اتارا۔"

یعقوب اس کامیابی کے بعد فارس کی طرف بڑھا۔ جو کرمان سے زیادہ اہم مقام تھا۔ علی اور شیراز کے دیگر سرداروں نے یعقوب کو دھمکایا کہ خلیفہ کے ملک میں خونریزی کرنا سنگین جرم ہے"، لیکن اسکے بڑھے ہوئے حوصلے ان باتوں سے باطل ہونیوالے نہ تھے وہ برابر اقدام کرتا رہا۔ اور دریائے کور پر جو شیراز کے قریب واقع ہے دونوں افواج کا مقابلہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علی قید ہوا۔ اور میدان یعقوب کے ہاتھ رہا۔ شیراز والے خائف تھے کہ یعقوب فتح کے بعد خدا جانے کیا کیا مظالم برپا کریگا۔ لیکن یعقوب نے سوائے خزانہ شاہی کے اور کسی کے مال سے مطلقاً تعرض نہیں کیا۔ البتہ علی اور تاک کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ذاتی خزانوں کا پتہ بتائیں۔ چنانچہ وہ ان کی مملوکہ دولت اور کچھ قیدی لیکر سیستان کیطرف روانہ ہو گیا۔ خلیفہ کے پاس اسنے بہت سے قیمتی تحائف روانہ کئے۔ اور اسی کے ساتھ اپنی وفاداری کا بھی یقین دلایا۔ چونکہ فارس اور سیستان کے درمیان بڑے بڑے پہاڑ حائل تھے۔ اسلئے اسنے فارس پر مستقلاً قبضہ کرنے کے خیال کو ترک کر دیا۔ اور مشرق کیطرف کوہستانی علاقوں میں اپنی فتوحات کو وسیع کرنے لگا اور بہت کامیاب ہوا۔ یعقوب کے یہی اقدامات تھے جنہوں نے افغانستان میں بتدریج ارتقاء اسلام کی بنیاد ڈالی۔

یعقوب نے خلیفہ معتمد کے پاس تحفہ کی صورت میں بہت سے وہ بت روانہ کئے جو اسے کابل اور اسکے جوار میں دستیاب ہوئے تو

اس سے مقصود یہ تھا کہ خلافت کی طرف سے یعقوب کو کسی صوبہ کا گورنر بنا دیا جائے۔ چونکہ خلیفہ معتمد کے عہد میں تمام امور انتظامی کا فیصلہ اسکا بھائی موفق کرتا تھا اور وہ ایک نہایت ہوشیار بیدار مغز شخص تھا اسلئے وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ یعقوب کو فتوحات اسلامی کا ذریعہ بنایا جائے لیکن یہ کسیطرح مناسب نہ سمجھتا تھا کہ اسے پایۂ خلافت کے قریب ہی یا حکومت کرنے کا موقع حاصل ہو۔ اس لئے اسے سیستان و کرمان کے علاوہ بلخ و دیگر مشرقی ممالک کا گورنر تسلیم کر لیا گیا۔

اسوقت یعقوب فارس پر حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہا تھا لیکن اطلاع ملتے ہی کہ وہ بلخ وغیرہ کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔ ان فارس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا کر بلخ کیطرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر قبضہ کر لیا

اس زمانہ میں خراسان کی حالت یہ تھی کہ طاہری خاندان کی حکومت ضعیف ہو گئی تھی اور محمد وہاں کا فرمانروا نہایت ضعیف حاکم ثابت ہو رہا تھا۔ طبرستان کے فرمانروا نے تمام حدی علاقہ گرگان (جرجان) کا اس سے چھین لیا تھا۔ اور خراسان کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے تھے جہاں مختلف سردار حکمرانی کر رہے تھے۔ اس حالت کو دیکھکر صفار نے خراسان پر بھی قبضہ کر لینا چاہا جسکا مشرقی حصہ پہلے ہی اسکے اقتدار میں تھا۔ ہم نہیں سکتے کہ خراسان پر حملہ کرنیکے لئے صفار کو کسی بہانہ کی ضرورت تھی، لیکن اتفاق سے ایک بہانہ بھی ہاتھ آگیا۔

سیستان میں عبداللہ نے صفار کے خلاف بغاوت کی اور پھر بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ یہاں محمد والی خراسان نے اس سے کہا کہ مشرقی حدود میں جو علاقہ خراسان کا صفار نے دبا لیا ہے۔ اسپر قابض ہو جائے۔ یہ معلوم کر کے صفار ہرات کے راستہ سے نیشاپور جا پہنچا اور یہاں سے بغیر کسی حرب و مدافعت کے وہ خراسان میں داخل ہو گیا۔ یعقوب نے محمد اور اسکے خاندان والوں اور دیگر سرداروں کو جنکی تعداد [illegible] ساٹھ تھی مقید کر لیا۔ اور اسطرح خراسان میں طاہری حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔ یعقوب نے فوراً خلیفہ کو اطلاع دی کہ "محمد کی حکمرانی خراسان میں بہت ضعیف تھی اور خراسان والے مجھے مجبور کر رہے تھے کہ وہاں پہنچکر انتظام کروں [illegible] اور بغیر کسی جنگ کے نیشاپور [illegible]

[illegible]

خوش کرنیکے لئے ایک خارجی سردار کا سر بھی روانہ کیا جو جوار ہرات میں تیس سال سے اپنے تئیں امیر المومنین کہلوا رہا تھا۔ اور اچھا اثر قائم کئے ہوئے تھا۔

خلیفہ نے صفار کی سفارت کو کافی عزت کیساتھ لائے جانے کا حکم دیا۔ لیکن جب مفصل حالات معلوم ہوئے تو سفارت فوراً واپس کیگئی اور صفار کو ایک تہدیدی حکم روانہ کیا گیا۔ کہ اگر اسنے فوراً خراسان کو نہ چھوڑ دیا تو وہ باغی تصور کیا جائیگا

یعقوب نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی اور نہایت استحکام کیساتھ وہ خراسان میں قیام کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس زمانہ میں عبداللہ اسکے قدیم دشمن نے طبرستان میں جا کر پناہ لی اور صفار نے اسطرف اقدام شروع کر دیا۔ وہ ساحل بحر خضر پر پہنچا تھا کہ مقام ساری میں حسن اسکے مقابلہ کیلئے آیا۔ لیکن صفار نے اسے شکست دی۔ جو بھاگ کر دیلم چلا گیا۔ یعقوب نے ساری اور آمول پر قبضہ کر لیا اور ایک سال کا ٹیکس مقرر کر کے فوراً وصول کر لیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا یہاں کا قبضہ عارضی ہے۔

اسکے بعد اسنے دشمن کا تعاقب کیا لیکن بلند بلند پہاڑوں اور گھنے جنگلوں میں سخت بارش ہو جانیکی وجہ سے وہ سخت خطرہ میں مبتلا ہو گیا۔ مجبور ہو کر یعقوب نے تعاقب کے خیال کو ترک کر دیا۔ اور بہت سے سپاہی یہاں کی آب و ہوا کے تند ہو گئے۔

طبرستان سے واپس آنے کے بعد صفار نے رے کا رخ کیا جہاں عبداللہ نے پناہ لی تھی رے کے گورنر نے عبداللہ کو گرفتار کر کے اسکے حوالہ کر دیا اور صفار اسکو قتل کر کے واپس آیا۔

ان تمام واقعات سے صفار کی حکومت خراسان میں قائم ہو گئی اور خلیفہ کی برہمی اور بڑھ گئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ نے شمال مشرق کی طرف سے آنیوالے حاجیوں کو جمع کر کے یہ اعلان سنا دیا کہ صفار غاصب ہے اور اسنے خلافت کے خلاف بغاوت اختیار کر لی ہے اسلئے اسکی اطاعت نہ کی جائے۔ اس زمانہ میں اعلان کا بہترین طریقہ یہی تھا کہ حاجیوں کو پیام سنا دیا جاتا تھا اور وہ اپنے اپنے شہروں میں جا کر اسکی شہرت دیدیا کرتے تھے۔ علاوہ اسکے اس تحریر کی نقلیں کر کے مختلف ممالک میں روانہ کر دی گئیں اور اس طرح صفار اور تخت خلافت درمیان کھلی مخالفت قائم ہو گئی۔

[illegible]

عمرو اور علی کو خراسان کی حکومت سپرد کر کے خود فارس کیطرف
متوجہ ہوگیا۔ اور ۲۵۵ھ میں جب موسم گرما شباب پر تھا صفار
فارس میں داخل ہوا۔ محمد ابن واصل نے جو اسوقت سوسیانا
میں تھا۔ اسکو دھوکہ دیکر اچانک حملہ کرنا چاہا لیکن صفار اسکی
چالوں سے آگاہ تھا اسلئے اسنے محمد کو شکست دی اور بڑا خزانہ
ہاتھ لگا۔ اس سے صفار فارس کا خود مختار بادشاہ ہوگیا اور
عام طور سے اسکی حکومت تسلیم کرلی گئی۔ صفار نے کردوں کو
سخت سزائیں دیں جنہوں نے محمد ابن واصل کا ساتھ دیا تھا۔
اسکے بعد صفار عراق کیطرف متوجہ ہوا۔ اور رام ہرمز تک پہنچ گیا
یہ وقت حکومت خلافت کیلئے بہت نازک تھا کیونکہ اسطرف حبشیوں کی
جماعت نے سخت پریشان کر رکھا تھا۔ اور نواح بصرہ پر قابض ہو کر
وہ افواج خلافت کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے۔ پھر ادھر خود
صفار کوئی معمولی دشمن نہ تھا جسکے اقدام کی پرواہ نہ ہوتی۔
علاوہ اسکے صفار کیطرف سے یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ حبشی جماعت اور
پایہ خلافت کے درمیان حائل ہو کر کہیں اس تجویز کو درہم برہم
نہ کردے جو موفق نے اس سیاہ فتنہ کے فرو کرنے کے لئے سوچ
رکھی تھی۔ الغرض حکومت خلافت سخت مضطرب تھی اور اس کیلئے
کوئی چارہ کار نہ تھا سوائے اسکے کہ صفار کو مالوف کرے چنانچہ
خلیفہ نے [illegible] کے ذریعہ ایک خط صفار کو بھیجا کہ "تم کو نہ صرف
خراسان۔ طبرستان۔ جرجان، رے اور پارس کا گورنر تسلیم کیا جاتا
ہے۔ بلکہ بغداد کا فوجی گورنر بھی تمہیں کو بنایا جاتا ہے" اور اس کا
اعلان تمام بغداد کے سوداگروں میں کر دیا گیا۔ اس تحریر کے ملنے پر
صفار نے کہا کہ اسکا فیصلہ میں خود بغداد پہنچکر کروں گا اور بغداد
کیطرف بڑھنا شروع کیا۔

جیسا اسنے واسط پر قبضہ کرلیا۔ تو خلیفہ معتمد نے اس کے خلاف
جہاد کا اعلان کر دیا اور بغداد سے پچاس میل کے فاصلہ پر دونوں
طرف کی افواج میں مقابلہ ہوا۔ افواج خلافت کی کمان موفق
اور خلیفہ معتمد کے ہاتھ میں تھی۔

یعقوب کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر شوستر
اور [illegible] کے درمیانی حصہ میں چلا گیا۔ افواج خلافت نے اسکا تعاقب
نہیں کیا۔ اب صفار کی وسیع سلطنت ذرا [illegible] متزلزل حالت میں تھی۔
یہ سیستان اور خراسان میں تو خیر اسکی حکومت استحکام کے ساتھ قائم

اضطراب پیدا ہو جانیکا اندیشہ تھا۔ لیکن یعقوب نے اپنی حاصل
وسیع سلطنت کو قائم رکھنے میں حد درجہ کی کوشش کی اور
اور بڑی حد تک شیرازہ کو قائم رکھا۔

اس اثنا میں موفق نے اپنی ساری کوششیں حبشیوں کے
فتنہ کیطرف جاری رکھیں اور اسنے پھر بھی مصلحت اسی میں سمجھی
کہ صفار کو ملالے۔ اور اس غرض سے اس نے ایک قاصد بھی
روانہ کیا لیکن یہ قاصد اسوقت پہنچا جب صفار بیمار تھا۔
جواب میں اسنے کہلا بھیجا کہ اگر میں اس مرض سے جانبر نہ ہوا
تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ رہیگا۔ اور اگر صحتیاب ہوگیا تو صرف تلوار
اسکا فیصلہ کریگی۔ اور میں اسوقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا
جبتک میں تباہ نہ ہو جاؤں یا اپنی شکست کا انتقام افواج خلافت
سے نہ لے لوں۔ چونکہ مرض سخت تھا اور یعقوب دوا سے متنفر تھا
اسلئے وہ ۲۶۵ھ میں مر گیا۔

یعقوب اپنی سیرت کے لحاظ سے عجیب و غریب شخص تھا۔ وہ
اپنے استقلال اور عزم کے لحاظ سے ایک کوہ راسخ تھا۔ اور
اسکی تمام کامیابیوں کا انحصار اسکے اسی عزم و ارادہ پر تھا۔
وہ بادشاہ ہو جانیکے بعد نہایت سادہ سپاہیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔
اور خیمہ کے اندر صرف اپنی ڈھال کے اوپر سویا کرتا تھا۔ غذا
اسکی بہت سادہ ہوتی تھی اور مطلقاً کوئی تکلف نہ ہوتا تھا۔
اسکے خیمہ میں کوئی خادم اسکے پاس نہ ہوتا تھا۔ البتہ خیمہ سے
باہر ایک دستہ ترک مملوکوں کا رہتا تھا جو اسکے احکام کی تکمیل
کیا کرتے تھے۔ وہ فطرتاً رحیم اور منکسر مزاج تھا۔ اس نے کبھی
ان مظالم کو روا نہیں رکھا جو اسوقت حکمران خاندانوں میں رائج
تھے۔ وہ کبھی مسکراتا ہوا بھی نہیں دیکھا گیا۔ علاوہ اسکے وہ بڑا
مصلحت اندیش اور دوربین شخص تھا۔ الغرض اسکے یہی
صفات تھے جنہوں نے اسکو معمولی ٹھٹھیرے کے درجہ سے
ایک زبردست بادشاہ اور حکمران کے درجہ تک پہنچا دیا۔

یعقوب کے بعد اسکا بھائی عمرو تخت نشین ہوا۔ اسکی
زندگی بھی صفار کی طرح معمولی حالت میں گذری تھی۔ ایک
زمانہ تک وہ صرف معماری سے اپنی معاش حاصل کرتا رہا۔
لیکن بعد کو یعقوب نے اسے اپنے پاس بلا لیا اور اپنا مددگار
بنا لیا اسنے تخت نشین ہوتے ہی حکومت خلافت سے صلح

جو صفار کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اصفہان بھی اسکے سپرد کیا گیا اور بغداد و سمرا کا فوجی گورنر بھی اسے بنایا گیا۔ عمرو نے طاہری خاندان کے ایک شخص عبید اللہ کو اپنا نائب بنا کر بغداد روانہ کیا اسی اثنا میں خراسان کے اندر ایک شخص خجستانی نے ظہور کیا اور عمرو اسکے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا۔ لیکن عمرو کو شکست ہوئی اور پھر سیستان واپس آیا۔ اسنے حکومت خلافت سے شکایت کی کہ خراسان میں یہ بغاوت صرف محمد طاہری کی وجہ سے ظہور میں آئی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی تھی کہ خجستانی اور محمد کا بھائی (حسینی) تھے جو خجستانی کے ساتھ مل گیا تھا خراسان میں محمد ہی کے نام سے خطبہ جاری کیا تھا اور چونکہ وہاں کی رعایا بھی طاہری خاندان سے مالوف تھی اسلئے خجستانی کی یہ کارروائی زیادہ کامیاب ثابت ہوئی۔ لیکن حکومت خلافت نے سوائے اسکے کہ محمد کو بدستور قید میں رکھا اور کوئی خاص کارروائی نہیں کی۔

۲۸۱ھ میں فارس کے گورنر نے عمرو کے خلاف بغاوت کی۔ عمرو فوراً وہاں پہنچا اور باغی کو سزا دیکر اسطخر پر قبضہ کرلیا۔ چند دن شیراز میں قیام کرکے عمرو نے اپنی حکومت فارس کو زیادہ مستحکم کیا اور دو سال کی مسلسل کوشش کے بعد وہ اس عرب خاندان کو مغلوب کر سکا جسنے مشرقی حصہ فارس پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اس اثنا میں خجستانی کو اسکے ایک نوکر نے مار ڈالا اور خراسان پر پھر صفاری خاندان کا اقتدار قائم ہوگیا۔

موفق اور عمرو کے تعلقات خوشگوار رہے۔ چنانچہ عمرو نے موفق ہی کے خود شہر پر محمد ابن عبید اللہ کو جو زنگیوں سے ملا ہوا تھا قید کرلیا ہوا لیا۔ اسی اثنا میں زنگیوں کا کامل استیصال ہوگیا اور موفق کی پالیسی بدلگئی۔ موفق نے چاہا کہ سلطنت کی تمام خودمختار ریاستوں پر پھر اپنا اقتدار قائم ہوجائے اور اسکیلئے کچھ شرائط عمرو کے سامنے پیش کئے گئے لیکن اسنے انہیں تسلیم نہیں کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد (طاہری) آزاد کردیا گیا اور ۲۸۵ھ میں خلیفہ معتمد نے اعلان کردیا کہ عمرو گورنری خراسان سے معزول کردیا گیا اور بجائے اسکے محمد گورنر بنایا گیا۔ اسکے بعد عمرو کے خلاف ایک فوج بھی واسط سے روانہ کی گئی۔ اصفہان کے فرمانروا نے ۲۸۶ھ میں عمرو کو سخت شکست دی اور اسکا کیمپ لوٹ لیا ۲۸۸ھ میں خود موفق فارس کیطرف روانہ ہوا عمرو نے متعدد

ملگیا۔ اور عمرو کو یہ صوبہ چھوڑنا پڑا۔ موفق نے عمرو کا تعاقب کرمان میں کیا یہ کرمان سے سیستان چلا گیا موفق نے یہ دیکھکر کہ وہ صفاریوں کا کامل استیصال نہیں کرسکتا اسنے پھر عمرو کو ملانا چاہا اور بغداد کی فوجی گورنری کا عہدہ اسکے سامنے پیش کیا جسکو اسنے قبول کرکے پھر اپنا نائب عبید اللہ کو مقرر کیا۔ اس واقعہ سے پہر ہاتھ سے نکلے ہوئے صوبے قریب قریب عمرو کے قبضہ میں آگئے چنانچہ سکوں کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کی حکومت فارس میں ۲۸۰ھ سے ۲۹۹ھ تک قائم رہی ۲۹۰ھ میں پھر وہ گورنری کے عہدے سے معزول کیا گیا اور مشرق میں بھی اسکے افکار بڑھ گئے کیونکہ وہ اپنے چھوٹے بھائی علی کی طرف سے مشتبہ ہوگیا تھا۔ اسنے علی اور اسکے بیٹوں کو قید کردیا لیکن یہ دونوں بھاگ کر رافع کے پاس چلے گئے۔ جو یعقوب کے عہد کا ایک آزمودہ کار جنرل تھا۔ اور جس نے خراسان کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ قائم کر رکھا تھا اسی اثنا میں حکومت خلافت کے درمیان منافقت پیدا ہوگیا اور عمرو پھر خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا رافع خلافت کی اصفہانی افواج کے ساتھ برسرپیکار تھا کہ عمرو نے نیشاپور پر قبضہ کرلیا۔ رافع فرمانروائے طبرستان سے ملگیا۔ اور شیعی مذہب اختیار کرلیا اس واقعہ سے عمرو کے لئے میدان عمل بہت وسیع ہوگیا کیونکہ یہی ایک ایسا شخص تھا جو تخت خلافت کیطرف سے مشرقی باغیوں و سرکشوں اور غیر مسلموں کی سرکوبی کیلئے مامور ہوسکتا تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت اور عمرو کے درمیان تعلقات بہت خوشگوار ہوگئے اور بڑے بڑے تحائف عمرو نے بغداد روانہ کئے۔ ایک بار اسنے چالیس لاکھ درہم روانہ کئے اور ایک بت روانہ کیا جو جواہرات سے آراستہ تھا تین دن تک بغداد میں یہ بت عام نمائش کے لئے بازار میں رکھا گیا عمرو نے اس سلسلۂ فتوحات میں غزنی پر بھی قبضہ کرلیا اور وہاں ایک پل تعمیر کرایا۔

جبکہ عمرو کے تحائف بغداد پہنچ رہے تھے وہ حقیقتاً رافع کے خلاف کے محاربانہ کارروائی میں مصروف تھا عمرو نے نیشاپور میں اسکو شکست دیکر طوس تک تعاقب کیا اور وہاں سے خوارزم میں جاکر رافع کو قتل کیا خلیفہ معتضد کے [illegible] رافع کا [illegible] ہوا کیونکہ [illegible] میان علی میں سے تھا۔

حسن خدمات کے صلہ میں عمرو نہ صرف خراسان کا گورنر تسلیم کیا گیا بلکہ رے کی حکومت بھی اسکے سپرد کی گئی۔ اور اسطرح عمرو کی حکومت صفار سے زیادہ وسیع و مستحکم ہو گئی۔

چند دن تک خلیفہ معتضد خاموش رہا لیکن اسکے بعد اسنے عمرو کی بڑھتی ہوئی قوت کو ضعیف کرنا چاہا اور عمرو کی خواہش پر ماوراء النہر کی حکومت بھی اسکے سپرد کر دی جہاں اسمٰعیل سامانی حکمران تھا۔ اسکے خفیہ طور سے اسمٰعیل کو اطلاع دیدی کہ خراسان سے عمرو معزول کیا گیا اور تم بجائے اسکے وہاں کے حاکم مقرر کئے جاتے ہو۔

خلیفہ کی اس حکمت عملی نے اسمٰعیل اور عمرو کو باہم لڑائی میں مبتلا کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عمرو نے اسمٰعیل سے شکست پائی اور مقید ہو گیا۔ اسمٰعیل نے عمرو سے پوچھا کہ آیا وہ اسکے پاس قید رہنا پسند کرتا ہے۔ یا خلیفہ کے پاس جانا چاہتا ہے۔ عمرو نے دوسری بات کو پسند کیا۔ جب خلیفہ کے پاس پہنچا تو وہاں وہ قتل کر دیا گیا۔ اب اسمٰعیل خراسان کا گورنر ہو گیا اور سامانی حکومت یہاں قائم ہو گئی۔

عمرو بھی اپنے بھائی کی طرح بڑا مستقل مزاج تھا اور اسنے بھی وہی اصول کامیابی کے اختیار کئے جو یعقوب کے تھے۔

عمرو کے بعد اسکا پوتا طاہر چند سال تک سیستان و فارس میں جنگ کرتا رہا لیکن یہ بھی آخرکار مقید ہوا اور ۲۹۸ھ میں بغداد بھیجدیا گیا۔

اسکے اگلے سال چند اور صفاری جنمیں تین علی کے بیٹے بھی تھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے شورش اختیار کی۔ لیکن سب کے سب مغلوب ہو گئے انہیں سے تین جن کے اندر عمرو کا پوتا بھی شامل تھا سامانی اسمٰعیل اور اسکے جانشینو سے مغلوب ہوئے۔

پچاس سال بعد ہم ایک شخص خلف بن احمد کو دیکھتے ہیں کہ سیستان کا حکمران ہے اور برائے نام اسکا تعلق سامانی حکومت سے ہے اور یہ اس درجہ پر صرف اسوجہ سے پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے مادری سلسلہ سے عمرو کی اولاد میں شمار ہوتا تھا۔ بعض اسے عمرو ہی کی اولاد میں ہونا ظاہر کیا ہے۔

خلف نہایت ایذ و شفیق فرمانروا تھا۔ شعرا اسکے دربار میں کثرت سے پائے جاتے تھے اور بڑے بڑے علماء شعراء اسکے زیر عاطفت امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسنے کلام مجید کی ایک تفسیر مرتب کرائی جو سو جلدوں میں ختم ہوئی۔

لیکن جب محمود غزنوی نے غزنی کی حکومت سنبھالی تو خلف مغلوب ہو کر مقید ہو گیا اور ۳۹۹ھ میں اسی حال میں مر گیا۔ اسکا بیٹا ابو حفص زندہ رہا اور محمود کی ملازمت میں آ گیا۔

ہندستان میں بنظیر صحیح اعلےٰ اور خوبصورت

معرّا حبیبی حمائل شریف

شائقین کلام ربانی کو بشارت ہو کہ یہ صحیح ترین اور خوبصورت حبیبی حمائل شریف ایک مدت مدید وانتظار شدید کے بعد زیور طبع سے آراستہ ہوگئی ہے۔ یعنی نہایت کوشش اور اہتمام کے ساتھ چھپکر بالکل تیار ہے۔ اسکے ہر ایک پارہ کی ابتدا شروع صفحہ سے ہوتی ہے۔ ہر صفحہ پر منزل کا ملمرکا دیا گیا ہے۔ آخر میں رموز اوقاف اور آداب تلاوت بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور سورتوں کلمات آیات اور حروف کی تعداد بھی بتفصیل لکھی گئی ہے۔ اس حمائل شریف کی موٹائی بہت کم ہے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اپنے موزونی جیبی سائز واضح خط اعلےٰ ونفیس کاغذ اور بالخصوص موٹائی کم ہونیکے اعتبار سے ہندوستان میں یہ سب سے پہلی حمائل شریف ہے۔ جسکی صحت میں بے انتہا کوشش کیگئی ہے۔ اور آخیر میں علما وحفاظ کی مہریں بھی ثبت ہیں باینہمہ ہدیہ قسم اوّل مجلد سنہرے دوپیہ قسم دوم مجلد ۱۲؎ قسم سوم مجلد (۱۱؎) محصول ڈاک بذمہ خریدار نہ آٹھ آنہ کا ٹکٹ ہمراہ فرمائیں۔

سیرۃ العبّاس

یہ وہ نایاب کتاب ہے جسمیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت ابو الفضل عباس بن عبد المطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات مفصل درج ہیں۔ جو عربی کی معتبر کتابوں سے منتخب کر کے اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ تھوڑی بلکہ چند ایک جلدیں باقی رہگئی ہیں۔ شائقین جلدیں منگالیں۔ قیمت ۱؎ علاوہ محصولڈاک

مدار اعظم

یہ وہ نایاب کتاب ہے جسمیں حضرت سید بدر الدین قطب مدار کے مفصل حالات ہیں۔ نیز آپ کے خاص خلفا اور خاندان چشتیہ قلندریہ ونقشبندیہ کے ان بزرگوں کے حالات ہیں جنکو نسبت مداریہ حاصل ہے جیسے حضرت امام عبد الرحمٰن جہانباز قلندر لاہرپوری حضرت شاہ مجی قلندر لاہرپوری حضرت احمد علیشاہ امروہی حضرت مولینا عبد الرحمٰن صاحب شاہجہانپوری حضرت حافظ کرامت اللہ صاحب حضرت شاہ محمد بہاء الدین صاحب نقشبندی مجددی امروہی۔

قیمت [illegible]

وجدانی نشتر (عرف سوز وگداز) اہل اللہ کیلئے راز ونیاز سوز وساز سکون واضطراب۔ حال وقال و وصال کا لازوال روحانی خزانہ۔ قیمت ۱؎

انمول موتی چیدہ چیدہ دلچسپ تاریخی واقعات اور علمی مکالمے اور سبق آموز باتوں کا نادر و بنظیر مجموعہ۔ قیمت ۲؎

رباعیات حافظ یعنی عارف باللہ حق آگاہ۔ طالب محبت حقیقی شیفتہ مطلوب ازلی واقف اسرار عرفان خفی وجلی حافظ خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی کی رباعیات معہ ترجمہ و سوانح خواجہ قیمت فی جلد (۶)

اذکار الشیعہ منظوم بزبان پنجابی۔ شیعی اعتقاد کا ذکر اور ان کا بدلائل رد۔ مشہور مگر نایاب کتاب ہے۔ قیمت (۱)

رہنمائے کشمیر مکمل تاریخ کشمیر۔ تاریخ اقوام کشمیر۔ سفرنامہ مشاہیر کشمیر۔ تذکرہ سلطان زین العابدین۔ کشمیر تمدن کشمیر اور سیر وتفریح وغیرہ وغیرہ (۱۲)

مکمل تاریخ کشمیر حصہ دوم سلاطین کشمیر کے جلیل القدر عہد حکومت کو وضاحت سے قلمبند کیا گیا ہے فرقہ چکان کے حالات بھی جو سلاطین کشمیر کے زوال کے بعد تخت کشمیر کے وارث ہوئے تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ چکونکی تباہی شہنشاہ اکبر کے ہاتھوں سے ہوئی۔ جسکے خاندان میں زوال حکومت مغلیہ تک سلطنت رہی شاہان چغتائیہ کے بعد شاہان افاغنہ کشمیر کے تاج وتخت کے مالک بنے غرض پانچسو سال تک کشمیر میں مسلمانوں نے جو پر شوکت حکومت کی ہے اسکی صحیح تاریخ ہے قیمت فی جلد

مکمل تاریخ کشمیر حصہ سوم جسمیں سکھ عہد کی ستائیس سالہ عہد کشمیر کا بیان نہایت وضاحت اور تفصیل سے لکھا گیا ہے اور دکھایا گیا کہ اس زمانہ میں کشمیر کی کیا حالت تھی۔ اس ضمن میں سلطنت لاہور دربار لاہور اور حکمران خاندانکی باہمی عداوتوں خانہ جنگیوں سازشوں اور آخر میں اس ہوائی حکومت کی عبرتانگیز تباہی کا ذکر ہے۔ آخیر میں مشہور سادات صوفیائے کرام علماء اور مشائخ کا تذکرہ

مامون اعظم یعنی سوانح عمری خلیفہ مامون الرشید اعظم عباسی

نیرنگ خیالات شاعر رنگین بیان حضرت عاصی مینائی کے کلام بلاغت نظام کا دلچسپ بہترین انتخاب قیمت (۶)

اقلیم توبہ ایک نصیحت آمیز قصہ جو گونا گوں سبق آموز سبقوں سے پر

بابت ماہ مارچ ۱۹۲۴ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے — نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اسلامی، تاریخی، قومی اور اصلاحی ماہوار رسالہ

القریش
امرتسر

جسے

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت ہز اگزالٹیڈ ہائینس شہریار دکن (خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ) مدارس محروسہ سرکار عالی کے لیئے
خرید فرمائے جانے کا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

قریشی محمد علی رونق صدیقی

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی عبداللہ صاحب منہاس

قریشی محمد علی رونق پبلشر و مالک کیلئے چھپ کر دفتر القریش امرتسر سے شائع ہوا

متفرقات

خلیفۃ المسلمین کی جلاوطنی اور تنسیخ خلافت کا فیصلہ

ترکانِ احرار کے اس تحیر زا فیصلہ سے جس کے رو سے ۳ مارچ کو۔۔۔ خلیفۃ المسلمین معزول اور منصب خلافت کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ملت اسلامیہ میں نئے فتنہ کے ظہور سے نسبت دیجا رہی ہے۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے مجلس عالیہ ملیہ انگورہ میں تقریر کے دوران میں کہا۔ مذہب کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ طرائق تعلیم میں یکرنگی پیدا کرنے اور عدالتی نظام کو (نا مذہبی) اثرات سے نجات دلانے کی ضرورت ہے۔ آزاد خیال ارکان غازی ممدوح کے ہمنوا تھے۔

اور علمائے کرام اور قدامت پسندوں کی جماعت (جس کو بہت قلیل بیان کیا جاتا ہے) ان خیالات سے متفق نہ تھی۔ علمائے کرام کی جماعت نے آزاد خیال پارٹی کے غلبہ سے مجبور ہو کر یہاں تک بھی کہہ دیا تھا۔ کہ خلافت کا منصب رہنا چاہیے۔ اور جو صدر مجلس ملیہ کا ہوا کرے۔ اس کو یہ عہدہ دیا جانا چاہیے۔ لیکن جماعت غالب نے یہ کہتے ہوئے۔ اس تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔ کہ منصب خلافت جمہوریت کے لیے ایک خطرہ ہے۔ اور منصب خلافت کی موجودگی مذہبی اور تاریخی دلائل کی بنا پر ناواجب ہے۔ صدر ہو یا شاہی خاندان کا ممبر کسی کو اب خلیفہ بنایا ہی نہیں جائیگا۔ اور اس معاملہ کے متعلق کسی ملک کی رائے پر خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔ کوئی توجہ نہیں کیجائیگی۔ ایک یہ بھی خبر ہے کہ خلیفۃ المسلمین اور شاہی خاندان کے ممبروں کو دس دن تک ہمیشہ کے لئے ملک بدر کر کے محلات پر قبضہ کر لیا جائیگا۔ البتہ انہیں یہ اجازت ہوگی۔ کہ ایک سال کے اندر اندر وہ اپنی پرائیویٹ جائدادوں کی فروخت کا انتظام کر سکیں۔ انگورہ سے پولیس کے نام یہ بھی ہدایت ہوئی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسلمین اور خاندانِ شاہی کے ممبروں کی خوب نگرانی کیجائے۔ تاکہ وہ بیش بہا اشیا کو ہمراہ نہ لیجا سکیں۔ ایک یہ بھی اطلاع اطلاع ملی ہے۔ کہ خلیفۃ المسلمین مصر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ان واقعات کا حرم کی خواتین پر اس قدر اثر ہوا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسلمین بیگم محترمہ بیمار ہو گئیں۔ اور کئی متعلقین تین یوم سے فاقہ میں ہیں۔

قلمروئے نظام میں دیسی کاغذ کا استعمال

قلمروئے نظام میں دیسی کاغذ بہت اچھا بنتا ہے۔ اور سر سالار جنگ اول کے زمانہ تک یہی کاغذ دفاتر ریاست میں استعمال ہوتا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ تہذیب جدید کے تکلفات نے حیدرآبادیوں کو بھی ولایتی کاغذ استعمال کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس سے کاغذ کے سالانہ بجٹ میں ۵ فیصدی کا اضافہ ہو گیا۔ محکمہ صنعت و حرفت کی توجہ سے نظامت انجمن ہائے اتحادی نے ملک میں کاغذ کی صنعت کو کاغذ سازوں کو از سر نو امداد دے کر زندہ کیا۔

اور اب عام دفتروں کے کاغذ کے علاوہ گذارشات کے لئے بھی نیلگوں کاغذ اور سٹیشنری (نوشت و خواند کے سامان) تیار کرائی گئی ہے۔ لیکن محکمہ جات میں برابر ولایتی کاغذ استعمال ہوتا ہے۔ اب باب حکومت نے ایک گشتی حکم کے ذریعے ملکی کاغذ کے استعمال کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہماری رائے میں اگر باب حکومت گورنمنٹ ہند کی طرح سٹیشنری کا محکمہ قائم کر لے۔ اور اسی کے ذریعے تمام ریاست کے محکموں اور دفتروں کو سٹیشنری مہیا کرے۔ تو یہ سوال بآسانی حل ہو سکتا ہے۔

والئے بہاولپور کی مسند نشینی

مدت سے چشم انتظار اس تقریب سعید کی منتظر تھی۔ بحمد للہ کہ ۸ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء حضور ہز ہائینس نواب صاحب کی تخت حکومت پر متمکن ہونے کی رسم بہ تزک احتشام انجام ہوئی۔ ہم امید کرتے ہیں۔ جوان بخت اور بیدار مغز حکمران اپنے عہد حکومت میں ان فرائض کی انجام دہی کے لئے جو احکم الحاکمین نے حکمرانوں کے لیے تجویز کر رکھے ہیں۔ عامل ہوتے ہوئے۔ رعایا و برایا کے دلوں کو شاد کام رکھنے میں کوشاں رہیں گے۔ آپ بفضلہ عباسیہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم انجمن قریشیانِ ہند اور القریش و ناظرین القریش کی طرف سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور داعی ہیں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ آپکی عمر میں برکت دے۔ آمین۔

انجمن قریش گوجرانوالہ کی طرف سے والئے بہاولپور کو مبارکباد

انجمن القریش گوجرانوالہ نے جناب معلی القاب ہز ہائی نس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش

جلد ۱ نمبر ۳

آنکھیں دکھا رہا ہے بگڑا ہوا زمانہ

اے قوم! یاد کر لے گزرا ہوا فسانہ
تغلق سلکے دور دورے مغلوں کی حکمرانی
تیرا وہ عزم ہمت اب تک زبان پر ہے
اسپارٹا میں تیرے جھنڈے گڑے ہوئے تھے
آرامگاہ تیری پیارا جہاں بنا تھا
فارس میں سلطنت تھی رشیا پہ دبدبہ تھا
بے فکریاں تھی تجھ کو موجیں اڑا رہی تھی
جاپان و چین تیرا سب حکم مانتے تھے
جب سے خدا کو بھولے قرآن چھوڑ بیٹھے
بقرہ: بچھوؤں میں تل رہے تھے جو لاڈلے گھروں کے
دولت رہی نہ حشمت عزت رہی نہ حرمت
غیروں کی ہے حکومت ملکِ شہِ عرب میں
بغداد اور بصرہ قبضے سے جا چکے ہیں
ماضی و حال دونوں ہیں سامنے تمہارے
بھرنے لگے گی قمری حق سرہ کا پھر دم
غفلت شعاریوں کو بالائے طاق رکھ دو

اقبال مندیوں کا اسلام کا زمانا
اہل عرب کا چڑھ کر ہندوستان پہ آنا
ہسپانیہ میں جا کر شمشیر آزمانا
چھایا تھا ابر رحمت بن بن کے شامیانا
ہر شہر میں تھا مسکن ہر ملک میں ٹھکانا
قبضہ میں ملک تیرے تھا مصر کا پرانا
گاتا تھا بچہ بچہ عشرت بھرا ترانا
سب پر کھلا ہوا تھا انصاف کا خزانا
آنکھیں دکھا رہا ہے بگڑا ہوا زمانا
ان کو زمیں کے اوپر ملتا نہیں ٹھکانا
اب تو زبان پر ہے اسلاف کا فسانا
ترکوں سے چھن گیا ہے کعبہ کا آستانا
سارا فلسطیہ کا بگڑا ہے کارخانا
جو چاہتے ہو آئے پہلا سا پھر زمانا
پھر غنچہ لب گلشن گائے وہی ترانا
بجنے لگے گا گھر گھر پھر وہ ہی شادیانا

پھر ہوں خلیق تازہ اسلام کی بہاریں
پھر ہو میانِ گلشن بلبل کا آشیانا

و آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبداللہ منہاس پرنٹر چھپا اور قریشی محمد علی رونق پبلشر نے رونق منزل امرتسر سے شائع کیا

مسئلہ برار

استرداد برار

وائسرائے ہند کے نام اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائینس حضور نظام عالیمقام شہریار دکن ادام اللہ اقبالہ و جلالہ کا وہ مبسوط و طویل مراسلہ گرامی جس نے نصفت شعار اور حق پژوہ انسانوں کی عنان توجہ اپنی طرف معطوف و مبذول کرلی ہے۔ اجارۂ برار پر تاریخی روشنی ڈالتا ہوا۔ ان حالات مستورہ کا انکشاف کرتا ہے۔ جو لارڈ کرزن اور دیگر عمال گورنمنٹ نے قبضہ و تصرف برار کے لئے مرحلہ بعد اولیٰ و کرۂ بعد آخری عمل میں لائے۔ مکتوب گرامی دولت آصفیہ کی اس رواداری دوستی اور یگانگی کی بھی ایک کھلی ہوئی تفسیر ہے۔ جو ازمنۂ ماضیہ سے عہد حاضرہ تک۔ گورنمنٹ انگریزی سے اسرار مصادقت و خواص موافقت کی راہ سے مشکلات کے ہر موقع پر اس نے روا رکھی۔

حقیقت شناس اور دقیقہ رس دماغ اس بات کے تسلیم کرنے میں کبھی انکار نہیں کریں گے۔ کہ سرکار آصفیہ کے احسانات کی فہرست جو اس نے ضرورت کے ہر موقع پر گورنمنٹ پر کئے نہت طویل ہے۔ اور ان کا منقش و مرتسم نقش صفحۂ تاریخ سے کبھی محو نہیں ہوسکتا۔

ایام سوالف میں جبکہ ہندوستان میں فرانسیسی اقتدار دولت انگریزی ترقی کے ہر راستہ میں جبال و تراکم موانع کی طرح حائل تھا۔ اور پھر جبکہ دولت انگلشیہ و سلطان ٹیپو میں صورت حالات نازک ترین ہو کر ہندوستان کی قسمت کا آخری فیصلہ اور ایک دوسرے کی تسخیر و تفتیح کا سوال تھا۔ سرکار آصفیہ نے دست اعانت بڑھاتے ہوئے۔ انگریزوں کی جس طرح امداد و معاونت کی اس کی تفصیل و تشریح کے لئے اوراق تاریخ موجود ہیں۔

[illegible] دولت انگلشیہ کے لئے ایک نازک ترین واقعہ [illegible] بارہ ۔۔۔ جنگ اعظم مدارالمہام دولت آصفیہ اگر انگریزوں کی ہمدردی و بہی خواہی کی بجائے منفعت ذاتی کے خیال کو دل میں جگہ دیتے۔ تو نہ صرف دکن کی حکومت بلکہ نواح ہند کے گوشہ گوشہ میں اس کے اثرات پھیل جاتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ چنانچہ مسٹر آر۔ پی سکالف۔ گورنر بمبئی اور لارڈ کیننگ وغیرہ ذمہ دار افسران حکومت انگلشیہ سرکار آصفیہ کی عملی ہمدردانہ امداد و اعانت کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ [illegible] میں اعلیحضرت میر محبوب علیخان مرحوم مغفور نے سرحد کی حفاظت کے لئے ۲۰ لاکھ پونڈ کی گرانقدر مالی امداد کے علاوہ فوجی امداد دینے اور خود بہ نفس نفیس انگریزی حمایت میں آتش جنگ میں کودنے کی آمادگی کے اظہار سے ہندوستان و یورپ کو معرض استعجاب میں ڈال دیا تھا۔

امداد و اعانت کی ان گذشتہ داستانوں کو اگر تھوڑی دیر کے لئے نظرانداز بھی کردیا جائے۔ تو موجودہ حکمران دولت آصفیہ نے جنگ یورپ کے آشوب و حوادث کے زمانہ میں جبکہ عالم و عالمیان پر ایک پریشانی کا عالم طاری تھا۔ اور امن و چین کے آسمان پر فتن و شورش کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ گورنمنٹ انگریزی کی یاری و مددگاری میں جس شاندار جانی و مالی قربانی کا عملی ثبوت دیا ہے۔ اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

حساب وکتاب اور تفہیم محاصل وغیرہ کے متعلق اگر غور کیا جائے تو اس کا گوشوارہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ کیونکہ حضور نظام اپنے مکتوب حق اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سنہ ۱۹۰۲ء کے معاہدہ میں میری ریاست کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو جس قدر روپیہ دینا باقی تھا۔ اس کا بار بار تذکرہ آتا ہے۔ صوبہ برار کی واپسی پر اس مالی سوال کا اثر نہیں پڑنا چاہئے۔ اس تمام مسئلہ میں میری یہ رائے ہے۔ کہ مالی فائدہ یا روپیہ کے سوال کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ بلکہ میں تو حق اور انصاف چاہتا ہوں۔ میری طرف جتنی بقایا نکلے میں دینے کو تیار ہوں۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف میری بقایا ہو۔ تو وہ دیدے۔ اس بارہ میں کوئی خاص زور نہیں دیتا۔ البتہ میں حق اور انصاف سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرنا چاہتا

ہوں۔ برٹش گورنمنٹ کو پائیدار بنانے میں میرے مورثوں اور میں نے جس قدر امداد دی وہ میں اس خط میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ یہ تواریخی باتیں ہیں۔ اور نہ میں ان کا کوئی صلہ یا انعام چاہتا ہوں۔ میں تو اپنے حق کا طالب ہوں۔ اور ہز میجسٹی کی گورنمنٹ سے انصاف چاہتا ہوں۔

برٹش انڈیا میں موجودہ پولیٹکل اور انتظامی تبدلات سے صوبہ برار کی حالت پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ برار کی آمدنی غیر براریوں پہ صرف نہیں ہوتی۔ بلکہ بہت سے انتظامی معاملات میں میری رعایائے برار باہر کے لوگوں کے ماتحت کر دی گئی ہے۔ مثلاً مجھکو اطلاع ملی ہے کہ سی پی لیجسلیٹیو کونسل میں برار کے ممبروں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے وہ غیر براری ممبروں کی اکثریت کے ماتحت ہو گئے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اگر یہ صوبہ مجھکو واپس مل گیا۔ تو اہل برار کو تمام حقوق دیدونگا کہ جس سے وہ انتظام ملک برٹش رعایا کے مانند اپنے ہی ہاتھ میں رکھیں۔ میں ان کو ذمہ دار گورنمنٹ عطا کر دونگا۔ اور میں اپنا ایک قائمقام گورنر مقرر کرکے صوبہ برار میں بھیجا کرونگا۔ وہ انتظام کی نگرانی رکھا کریگا۔ مگر جن معاملات کا برٹش گورنمنٹ کیساتھ تعلق ہوگا۔ ان پر اور سررشتہ فوج پر ان کا اختیار نہ ہوگا۔

ان حالات و کوائف کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ کیا یہ انصاف کا تقاضا نہیں ہے۔ کہ عہود و مواثیق کی قدر اور دوست کی وفاداری کا احترام کرتے ہوئے۔ حق بحقدار رسید کے مسئلہ پر غور کیجائے۔ اور برار (جس کے باشندوں کی دلی خواہش و تمنا ہے۔ کہ ہم اپنے اصلی حکمران کے سایۂ عاطفت میں رہیں) کی زمام حکومت حضور نظام کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ انگریزی میسور کی طرح اس اہم معاملہ کو بھی دانشمندانہ طریق پر حل کرکے۔ اپنے یار وفادار حضور نظام اور اس کی رعایا نیز ابا لیان برار اور جملہ اہل اسلام کو شکر گذاری کا موقع دے گی۔ ع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

(ایڈیٹر)

برار

(از جناب مسلم)

رندوں کو تیری آنکھ کا ساقی اشارہ ہو
پھر نہ کیوں محتسب کی ردا پارہ پارہ ہو

نکلا ہے ڈوب کر جو افق پر بصد فروغ
ممکن ہے اے دکن یہ ترا ہی ستارہ ہو

آثار تو یہی ہیں کہ نکلیں اجارہ دار
اور یک قلم برار کا منسوخ اجارہ ہو

چھپتا ہوا جو حق ہے وہ حقدار کو ملے
کتنا ہی خواہ اس میں کسی کا خسارہ ہو

ہاتھ آئے پھر یہ گمشدہ بوئے ستا ہوار
تاج نظام اس سے مکمل دوبارہ ہو

اپنا ہی باغبان جو گلشن کو ہو نصیب
کس درجہ دلفریب پھر اس کا نظارہ ہو

تذکرہ برادری

انجمن قریش گوجرانوالہ

قریشی برادری گوجرانوالہ بفضلہ، اسلامی اور قومی خدمات میں مرکزی انجمن اور دیگر شاخہائے انجمن سے پیش پیش ہے۔ اراکین انجمن کی سرگرمی اور علو ہمتی قابل ستائش اور لائق تعریف ہے۔ دسمبر گذشتہ کی تعطیلات میں اس انجمن کا سالانہ اجلاس جس تزک و احتشام کیساتھ سرانجام ہوا۔ وہ ہمارے لئے اور دیگر برادران قریش کے لئے باعث رشک ہے۔ اضلاع پنجاب کے جملہ قریشی اگر ایسی گرمجوشی اور مستقل مزاجی سے اپنے قومی کاموں میں دلچسپی لینے لگیں۔ تو برسوں کی منزلیں مہینوں بلکہ دنوں میں طے ہو کر قوم کی پریشان حالی رفع ہو سکتی ہے۔ اے کاش کہ قوم کے اعلیٰ طبقہ کو اس کا احساس ہو۔ ملتان۔ شاہ پور۔ فیروز پور اور منطفر گڑھ وغیرہ میں قریشیوں کی آبادی بکثرت ہے۔ اور ان میں اکثر ایسے ہیں جن کی تھوڑی سی توجہ سے قوم کی کشتی ساحل مراد پر پہنچ سکتی ہے۔

انجمن قریش گوجرانوالہ کے گذشتہ سالانہ اجلاس کی مختصر کیفیت ناظرین القریش کی سابقہ اشاعت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ذیل میں ناظرین کی واقفیت کے لئے انجمن مذکور کی ان دو کمیٹیوں کی کارروائی دیجاتی ہے۔ جو اجلاس سالانہ کے بعد منعقد ہوئیں۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ، جوان ہمت کارپردازن انجمن کو اپنی کوشش میں کامیاب و بامراد کرے۔ آمین۔

۲۷ جنوری کی کارروائی:۔ مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۲۴ء کو انجمن قریش گوجرانوالہ کی جنرل کمیٹی کا اجلاس بر مکان مولوی الہی بخش صاحب صدیقی مرحوم منعقد ہوا۔ کارروائی زیر صدارت پیر حامد علی شاہ صدیقی ضلعدار نہر شروع کی گئی۔ پیر ہدایت علی صاحب صدیقی نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ جنرل سکرٹری نے سابقہ جنرل کمیٹی کی رپورٹ پڑھکر سنائی۔ جس کی تصدیق کی گئی۔ بل اخراجات پاس ہوئے۔ ایک غلط افواہ (جو کہ متعلق برادری قطب الدین صاحب کے تھی) کی تردید کی گئی۔ پیر منظور حسن صاحب صدیقی نے قرآن مجید (مملوکہ انجمن قریش) کو صندوقچی میں رکھنے کے واسطے رپورٹ کی۔ چنانچہ ان کی اس رپورٹ پر راجہ محمد صادق صاحب نے ایک لکڑی کی صندوقچی جسمیں دو عدد قرآن مجید کے علیحدہ علیحدہ سپاروں کی جلدیں آسکیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد جدید عہدہ داران کا انتخاب کیا گیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) پیر حامد علی شاہ صدیقی ضلعدار نہر — صدر
(۲) پیر غلام غوث صاحب صدیقی ہیڈ ڈارٹسمین — نائب صدر
(۳) قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات — نائب صدر
(۴) (عمدۃ الحکماء ڈاکٹر) محبوب الہی صدیقی ایل ایم ایچ تمغہ یافتہ درجہ اول۔ — جنرل سکرٹری
(۵) پیر منظور حسن صاحب صدیقی امیدوار ضلعدار نہر۔ — جائنٹ سکرٹری
(۶) مولوی عبدالعزیز صاحب صدیقی پنشنر تحصیلدار — امین۔
(۷) مولوی غلام محی الدین صاحب صدیقی کتب فروش — فنانشل سکرٹری
(۸) پیر خورشید عالم صاحب صدیقی — اسسٹنٹ فنانشل سکرٹری
(۹) پیر غلام رسول صاحب صدیقی کلرک — اسسٹنٹ فنانشل سکرٹری
(۱۰) پیر غلام رسول صاحب صدیقی خوشنویس — آڈیٹر
(۱۱) مولوی فضل کریم صاحب صدیقی مالک قریشی میڈیکل ہال — محافظ مال

جملہ عہدیداران کے علاوہ مولوی احمد الدین صاحب صدیقی پیر نور الہی صاحب صدیقی مالک نور پریس۔ پیر ہدایت علی صاحب صدیقی۔ منشی حسین صاحب قریشی۔ پیر منیر حسن صاحب صدیقی ممبران سب کمیٹی مقرر ہوئے۔

اس کے بعد ایک نہایت ضروری اور اہم ریزولیوشن (عمدۃ الحکماء ڈاکٹر) محبوب الہی صدیقی۔ ایل۔ ایم۔ ایچ نے زمانہ کی رو اور مخالفین کی جدوجہد کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اردو زبان کو قومی زبان قرار دئے جانیکا پیش کیا۔ جس کی تائید قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات نے کی۔ جس میں جناب قاضی حبیب احمد ... نے

بڑی وضاحت کے ساتھ اس تجویز پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ مدلل اور جامع تقریر فرمائی۔ آپ نے اردو زبان کے آغاز کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس بات پر زور دیا۔ کہ عربی ہماری مذہبی زبان ہے۔ اور ہم اس کو سنسکرت زبان کی طرح مردہ زبان کہلوانا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ کہ اس کے سمجھنے والے ہمارے ملک میں کوئی نہ رہے۔ اس زبان کی حفاظت کے لئے جہاں عربی زبان کی ضرورت ہے۔ وہاں فارسی زبان کو برقرار رکھنے کے واسطے اردو زبان کو جاری رکھنا۔ اور ترقی دینا ایک لازمی امر ہے۔ گذشتہ سالوں کی اردو اور موجودہ اردو میں بہت بھاری فرق پڑ گیا ہے۔ کیونکہ اردو زبان کی بیخکنی اور ملیامیٹ و نابود کرنے والے اصحاب اس شائستہ اور شستہ زبان میں سے فارسی اور عربی الفاظ نکال نکال کر ان کی جگہ پنجابی یا کسی اور زبان کے الفاظ پُر کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ یہ ایک ایسی گہری چال ہے۔ جس کو صاحب عقل و دانش تو بخوبی جانتے ہیں۔ مگر عوام اس سے غافل ہیں۔ کہ یہ کس زبان کا شیرازہ بکھیرنے کے درپے ہیں۔ درحقیقت یہ اصحاب عربی اور فارسی زبان سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور سب سے پہلے یہ اردو زبان کو ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ بعض اخبارات میں اس کا بڑی بے رحمی کے ساتھ کشت و خون کیا جاتا ہے۔ اس ریزولیوشن کی تائید مزید جناب پیر منظور حسن صاحب صدیقی امیدوار ضلعدار نہر نے و جائنٹ سکرٹری انجمن مذکور نے کی۔ اور باتفاق یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔

انجمن قریشیہ گوجرانوالہ کا یہ جلسہ اردو زبان کو اپنی قومی زبان تصور کرتا ہوا۔ درخواست کرتا ہے۔ کہ ہر ایک صاحب اس زبان کو ترقی دینے میں اس قدر جد و جہد کرے۔ کہ ہمارے گھروں میں بھی اردو بولنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

آنریری جنرل سکرٹری انجمن قریشیہ گوجرانوالہ

۳۱ جنوری ۱۹۲۴ء کی کارروائی:۔ مورخہ ۳۱ جنوری مطابق ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ بروز جمعرات شام کے سات بجے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے یوم وصال سے متعلق انجمن قریشیہ گوجرانوالہ کی طرف سے اسلامیہ ہائی سکول کے ہال کمرہ میں جلسہ منعقد ہوا۔ عہدیداران و ممبران جمعیۃ الصلوٰۃ نعت شریف پڑھتے اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے جلسہ میں شامل ہوئے۔ صدیق اکبر اور خلفائے راشدہ کی شجاعت اور ایثار نفسی کے کارنامے سننے کے لئے اہالیانِ شہر جوق در جوق کثیر تعداد میں جمع ہوئے ڈاکٹر، وکلاء و روساء شہر کی شمولیت نے جلسے کی رونق کو دوبالا کر دیا۔ حاضرین کی تعداد اس قدر زیادہ تھی۔ کہ ہال کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ چونکہ حضرت قدر و منزلت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہمارے دل میں ہے اسی طرح دیگر مسلمانوں کے دل میں بھی ویسی عزت و عظمت جلوہ گر ہے۔ اس لئے ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب صدیقی آنریری جنرل سکرٹری انجمن مذکور کی تحریک پر مولانا مولوی شیخ نور الدین صاحب سوداگر چرم جن کی اسلامی قومی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ اس جلسہ کے صدر مقرر کئے گئے۔ اور ان کے زیر صدارت کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ عمر الدین صاحب طالب العلم جماعت دہم اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ میاں چراغدین صاحب عطار، خیر الدین صاحب زرگر۔ اللہ جوایا خیاط اور میاں علی محمد صاحب خیاط نے نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں۔ پیر ولی اللہ صاحب مخدومی سکرٹری خلافت کمیٹی نے دلکش آواز میں سر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کی ایک نظم متعلق سخاوت صدیق اکبر پڑھ کر حاضرین کو مسرور فرمایا۔ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی آف ریاست قلات نائب صدر انجمن قریشیہ گوجرانوالہ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ اور جلسے کی ضرورت و اہمیت واضح طور پر بیان کر دی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ کہ جلسہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلا جلسہ ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم وصال کے دن ایسی پاک مجلس قائم نہیں کی۔ الحمد للہ کہ انجمن نے اس کام کو بھی پورا کیا۔ سید اظہار الحق صاحب عباسی مدرس دینیات اسلامیہ ہائی سکول نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شجاعت سخاوت و بہادری کے کارنامے نہایت ہی دلچسپ اور موثر پیرایہ میں بیان فرمائے۔ صدیق اکبر کو رسول مقبول ﷺ کا ہر صورت میں ہمراہی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ حاضرین بہت خوش ہوئے۔ مولوی نور الدین صاحب سوداگر چرم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق حسنہ اور حمیدہ بیان فرما کر عوام میں سخاوت اور خدمت اسلام کی روح پھونک دی۔ ہال کمرہ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اور انجمن قریشیہ اس نیک اور پاک دعوت اور ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب صدیقی اور قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی انجمن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے معراج کے روز بھی جلسہ منعقد کرنیکا وعدہ لیا۔ اراکین انجمن نے بخوشی اقرار کیا کیونکہ ایسی مجالس کا مقصد صرف اشاعت اسلام و آبا سلف کو پیش نظر کرنا ہے۔ جس پر ہماری آئندہ زندگی و ترقی کا انحصار ہے۔ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے نہایت شد و مد سے صدر کی سب حاضرین کا مفصل طور پر شکریہ ادا کیا۔ اور دعائے خیر کے بعد جلسہ صاحب صدر کی اجازت سے برخاست ہوا۔

(الراقم محبوب الٰہی آنریری جنرل سکرٹری انجمن قریشیہ گوجرانوالہ)

قریشی برادری ضلع جالندھر کی بیداری

ایک عام اجلاس کی تیاری

ناظرین یہ معلوم کرکے خوش ہوں گے۔ کہ خفتہ بخت قریشی جو بگڑ و دادا اور اسکا دو داداری کے زمانہ میں بھی خواب خرگوش کیطرح پہلو بدلنا اور جمود و سکون [illegible] کو تا ناروا یا قدیمہ کے خلاف سمجھتے تھے۔ کچھ کچھ بیدار ہونے لگے ہیں۔ اگرچہ سست و کاہل وجود کے ایک خفیف حصہ کی جنبش تمام وجود کی جنبش خیال نہیں کی جا سکتی۔ تاہم حالات امید افزا ہونے سے یقین ہو سکتا ہے۔ کہ کبھی تمام وجود مائل بہ جنبش ہو جائیگا۔ ہندوستان میں کم و بیش گیارہ لاکھ قریشی آباد ہیں۔ اگر ان میں سے دس بیس یا پچاس سوتے قریب بیدار ہو بھی جائیں۔ اور افراد قوم کو نوم راحت سے بیدار کرنے کیلئے جدوکد شروع کر دیں۔ تو بھی اتنی بڑی قوم جسکے کانوں تک عہد حاضرہ کے تلخ اور عبرتناک تازیانوں سے بھی جوں تک نہ رینگی ہو۔ بیدار کرنے کے لئے ایک وقت اور ایک مدت درکار ہے۔ تاہم شکر گزاری کا مقام ہے۔ کہ ان بیدار کرنے والوں کی تعداد میں کچھ اور اضافہ ہونے کی توقع ہو رہی ہے۔ گوجرانوالہ کے قریشیوں کی ہمت اور قومی حمیت کی بار بار زبان قلم ثناخوان ہے۔ وہاں کے بزرگان کا وجود اس گیارہ لاکھ کی بے حس تعداد میں مغتنمات سے ہے۔ خدا ان کی ہمت میں برکت دے آمین۔ ضلع جالندھر میں کافی سے زیادہ قریشی آباد ہیں۔ جو بلحاظ علم و فضل و دولت و ثروت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ مگر قومی ضروریات سے اس قدر بے پرواہ ہیں۔ کہ چند درد مندان کی پیہم اور متواتر کوششوں کے باوجود وہاں کوئی صورت بروئے کار نہیں آئی۔ اب معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ متوسط طبقہ کے بعض احباب نے ”اصلاح برادری“ کے اغراض کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ ایک عام جلسہ کے انعقاد کی تجویز کی ہے۔ جو اواخر مارچ میں ہمارے محترم مولوی محمد شاہ صاحب گورنمنٹ پنشنر اور دیرینہ کرمفرما منشی محمد خلیل صاحب کے اہتمام میں قریشی برادران ضلع جالندھر و ریاست کپورتھلہ کا ایک عام اجلاس دہالیوال کے مقام پر منعقد ہونے والا ہے۔ ان دو بزرگوں کی اگر و نفت نے مساعدت کی توفیق ازلی و تائید سماوی نے ساتھ دیا۔ تو ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ اجلاس نہایت کامیاب اور قوم کی بیداری کا موجب ہو کر رہیگا۔ کسی قوم کی بدنصیبی و سیاہ بختی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ صراط مستقیم پر چلنے سے گریز کرے اور نیک کاموں میں کارکنان کا ساتھ نہ دے۔ ہمیں کمال افسوس ہے۔ کہ کوہری دراو بلبنڈی۔ لاجہ وال (شاہ پور) اور حورہ میانی (ملتان) کی انجمنیں برادری کی عدم توجہی اور بے پرواہی سے تیم جاں ہو رہی ہیں۔ حالانکہ متذکرہ ہرسہ اضلاع میں قریشی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اخیر پر ہم مولوی محمد شاہ صاحب پنشنر سکنہ مشفقہ مولوی حکیم علم دین صاحب سکنہ موٹھا لوالہ۔ منشی عبدالقادر صاحب پنشنر سکنہ دابونیاں۔ منشی سکندر علی صاحب سکنہ تتو ڈھینگہ کی توجہ بزور الفاظ میں اصلاح برادری کی طرف معطوف کراتے ہوئے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ انعقاد اجلاس میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں۔ ع

طاعت بجز خدمت خلق نیست (ایڈیٹر)

حقوق زراعت اور قریشی: تشخیص اقوام کے وقت بعض اضلاع (امرتسر۔ گورداسپور۔ فیروزپور۔ رہتک وغیرہ) کے قریشیوں کی بے پروائی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ وہ اپنے اضلاع میں باوصف مالک اراضی اور زراعت کار ہونے کے حقوق زراعت سے محروم ہیں۔ بعض افراد برادری کا خیال ہے۔ کہ مرکزی انجمن (انجمن قریشیان ہند۔ امرتسر) اس عقدہ لاینحل کی گرہ کشائی کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتی۔ حالانکہ یہ واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کے جوابی مراسلات جو ان کالموں میں کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔ انجمن کی کوششوں

کی بین ضمانت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ آجکل حکام ادا امور میں اپنا فرض محسوس نہیں کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قوم غافل اور اس قدر غافل ہے۔ کہ وہ میدان عمل میں آکر متفقہ سعی و جہد سے کام لینا ہی نہیں جانتی۔ گورنمنٹ سے اس کی غلطی کا اعتراف کرا کر معاملہ کو درست کرانا فی زمانہ کوئی معمولی بات نہیں۔ لہذا اس بات کی سخت ضرورت تھی۔ کہ قوم بیک زبان آواز اٹھاتی۔ اور گورنمنٹ کو اپنے حقوق کی پائمالی کا پورے زور کے ساتھ یقین دلانے کی کوششیں اس وقت تک جاری و ساری رکھتی جب تک کہ ضلع سیالکوٹ وغیرہ کے قریشیوں کی طرح وہ حصول حقوق زراعت میں کامیاب نہ ہوتی۔ لیکن برخلاف اس کے یہاں یہ حال ہے کہ انجمن کے دفتر سے مراسلات اور رقعہ بازی کے لئے مطالبہ نقشہ جات مجوزہ سکیم کی تکمیل کے لئے جاری ہوتے ہیں۔ جلسوں اور دیگر مواقع پر تاکیدیں کرنے اور مکرر سہ کرر یاد دہانیاں کرائی جانے کے باوجود کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ پھر معلوم نہیں کہ مرکزی انجمن کونسی برتے پر کوسا جا سکتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اتحاد عمل کے بغیر کامیابی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ امید ہے یاران قریش اپنا فرض محسوس کرتے ہوئے۔ آئندہ ارکان انجمن کا ساتھ دینے اور قومی مرکز کی آواز پر کان دینے کے لئے تیار رہیں گے۔

ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اکابرین قوم کو حقوق زراعت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے دعوت دی جائے۔ اور ایک عام اجلاس میں ان وسائل و ذرائع کا قطعی فیصلہ کر لیا جائے۔ جن کا اختیار کرنا۔ ان معاملات میں ہمارے لئے ضروری ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

ایک وہ ہیں کہ جنہیں شکل بنا آتی ہے

ہندو اقوام کا کیا ذکر وہ مسلمانوں کی تمام قوموں سے تعلیمی، مالی، اقتصادی اور سیاسی حیثیت سے بہت آگے ہیں۔ الحمد للہ کہ مسلمانوں میں بھی بیداری و خودداری کے کچھ آثار دکھائی دینے لگے ہیں۔ جو لوگ فرقہ وارانہ سعی وجہد کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ وہ حقیقی معنوں میں مسلمانوں کی مجموعی ترقی کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں میں بفضل خدا کشمیریوں، ارائیوں، شیخ زئیوں اور راجپوتوں نے جو ترقی کی ہے۔ اور ان کی مجلسیں جو گرانقدر اسلامی خدمتیں انجام دے رہی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ شان اسلام کے خلاف ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض باریک بین قریشی حضرات ابھی تک ان حالات کو دیکھتے ہوئے بھی متفرقہ دارانہ کوششوں کی مخالفت میں اپنی قلم اٹھائے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ خود کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے ان کی نظروں میں دوسروں کی ترقی اور بھلائی معلوم نہیں ہوتی۔ ایسا ہی وصف فی زمانہ قریشیوں ہی کے حصہ میں آیا ہے۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

اقوام عالم ترقی کے میدان میں سرعت و تیزگامی سے بڑھی جا رہی ہیں۔ ہندوؤں کی وسیع تدبیر کامیابی کا پرچم گاڑنے کا شوق و امنگیں ہے۔ مگر ہم الٹے قدم پیچھے گرتے جا رہے ہیں۔ اور کچھ پرواہ نہیں۔ کاش ہمیں بھی ترقی پذیر اقوام کی تقلید کی توفیق ہوتی۔ اور اس قیمتی وقت کو یوں ضائع نہ کرتے۔

اٹھو نیند کے ماتو کہ سر پر آفتاب آیا
غضب ہے کہ اب بھی خواب غفلت میں
بہت سا وقت ضائع کر چکے ہو ابھی کیا بگڑا کہ تم سے قوم کو ہے اب بھی کچھ کچھ آسرا باقی

مسلم جاٹ کانفرنس مسلمانوں کی تمام قومیں بفضل خدا آہستہ آہستہ بیدار ہو رہی ہیں۔ مسلم جاٹ اس وقت خاموش تھے۔ الحمد للہ کہ وہ بھی حالات زمانہ سے متاثر ہو کر میدان عمل میں آگئے ہیں۔ چنانچہ یکم ۲ و ۳ مارچ سنہ ۱۹۳۴ء کو چودھری بہاول بخش صاحب رئیس کی صدارت میں ان کا اجلاس جس کی غرض و غایت مسلم جاٹ برادری کی تنظیم اور مسلم مولا جاٹوں کی تعلیمی اقتصادی، دینی اور اخلاقی اصلاح و ترقی کی عملی تدابیر پر غور کرنا ہے۔ منعقد ہوا۔ خدا کرے یہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب ہو۔

موت چاہتے ہو یا زندگی؟

(از مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس)

ارسطو سے کسی نے ایک دفعہ دریافت کیا۔ یہ کیونکر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں قوم مٹنے والی ہے۔ اور فلاں زندہ رہنے والی ہے۔ ارسطو کا جواب صاف تھا۔ اس نے کہا کہ مٹنے والی قوموں میں زندگی کی علامات مفقود ہو جاتی ہیں۔ اور زندہ رہنے والی قوموں میں برابر موجود رہتی ہیں۔ جس قدر کسی قوم کی ہمت بلند ہوگی۔ قدرت اس کا اسی قدر ساتھ دیگی۔ اور اسی نسبت زندہ رہ سکیگی۔ لیکن مٹنے والی قوم کے حوصلے پست ہونگے۔ بزدلی اس کا خاص نشان ہوگا جیسی اسکی

نمایاں خصوصیت ہوگی۔ اور وہ آخر صفحہ ہستی سے نابود ہو کے رہیگی۔

اگر ابتدائے عہد اسلام میں عربوں کے حوصلے بلند نہ ہوتے۔ ہماری طرح پاؤں توڑ کر بیٹھے رہتے۔ اور ہمت و حوصلہ سے عاری ہوتے تو انکا مذہب اور ان کی سلطنت چار دانگ عالم میں کیونکر پھیل سکتی تھی؟ سکندر اعظم کو مقدونیہ سے نکالکر جو شئے قنوج تک لائی۔ وہ ہمت مردانہ تو تھی۔ جو قوموں کو زندہ رکھتی ہے۔ قتیبہ بن مسلم چین کی جلیل القدر سلطنت کو کبھی اسلام کا باجگذار نہ بنا سکتا۔ اگر اسمیں بھی وہی پستی کے خیالات موجود ہوتے۔ جو ہم میں ہیں۔ زمانہ حاضرہ میں ترکوں کو کبھی سارے یورپ کو نیچا دکھانے کی جرات نہ ہوتی۔ اگر وہ بھی ہماری طرح بزدلی اور ناکامی کا مجسمہ ہوتے۔ ہمارا آسمانی قانون جو قرآن کریم کے مقدس اوراق میں مسطور ہے۔ ہمیں ہدایت کرتا ہے۔ کہ مسلمان کو دنیا میں پست ہمت اور ذلیل بنکر نہ رہنا چاہیئے۔ ساری دنیا کی بزرگی اور عظمت مسلمان کیلئے ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ وہ دوسروں کی بزرگی اور برتری سے مرعوب ہو۔

قوموں کے عروج و زوال کا راز اسی اصول میں مخفی ہے۔ کہ جو قومیں ہمت بلند رکھتی ہیں۔ وہ کامیاب اور سرخرو ہوتی ہیں۔ اور جو حوصلہ ہار بیٹھتی ہیں۔ وہ ناکام اور نامراد رہتی ہیں۔ ہمارا پاک مذہب ہمیں بتاتا ہے۔ کہ دنیا ہماری میراث ہے۔ اور ہم جب چاہیں اس میراث پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم ہمت کریں۔ پست ہمتی سے کام نہ لیں۔ اور ان اصولوں پر کاربند ہوں۔ جو بام ترقی کیطرف لیجاتے ہیں۔

دیگر اقوام کی طرف دیکھو۔ وہ ہمیشہ اپنی سربلندی و عظمت کے گیت گاتی رہتی ہیں۔ انگریزوں کو دیکھو امریکن قوم کی طرف نظر کرو۔ فرانسیسی و اطالوی اقوام کی حالت کو جانچو۔ وہ دوسری قوموں کی بعض باتوں کو پسند کرینگی۔ اور انکی داد بھی دینگی۔ مگر یہ کبھی نہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے مقابلہ میں کسی قوم کو برتری دیں۔ وہ اپنی قوم کی عظمت کے مقابلہ میں ساری دنیا کو ہیچ سمجھینگے۔ انگلستان میں انگریز بچوں کو جو پہلا سبق مدرسہ میں پڑھایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے "اے انگلستان اور اے انگریزی قوم تیری تمام برائیوں پر بھی میرا دل تیری ہی محبت کرتا ہے۔ میں تیری الفت میں جان دونگا۔ اور میری زندگی تیرے ہی لئے ہے"۔ انگلستان کے مدارس میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں بے معنی قصے کہانیاں نہیں درج کی جاتیں۔ بلکہ انمیں صرف ایسے واقعات فراہم ہوتے ہیں جن سے بچوں میں قومیت کے جذبات وسیع ہوں۔ والدین اپنے طریق عمل سے اور مدارس اپنے نصاب کی کتابوں سے ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ نئی پود میں قومی ترقی کے شریفانہ اور معزز جذبات پیدا اور وسیع کئے جائیں۔

رسوم شادی و غمی میں اصلاح

(از مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی)

غور کرنے اور سوچنے کے بعد موجودہ زمانہ میں ہر ایک مسلمان کی زندگی میں اسقسم کے مصارف کی ایک طویل فہرست نکل سکتی ہے۔ جو یا تو قطعاً حذف کر دینے کے قابل ہیں یا ان میں کمی کر دینے کی ضرورت ہے۔ مثلاً شادی و غمی کی رسوم میں ہر ایک مسلمان اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ روپیہ صرف کر دیتا ہے۔ اگر ان مراسم میں اصلاح کیجائے تو بجائے اسکے کہ روپیہ برباد کر دیا جائے۔ وہی روپیہ بصورت نقد لڑکے یا لڑکی کو دیدیا جایا کرے۔ تو یہ کتنا اچھا ہو۔ مگر کنبہ اور برادری کا سسٹم ایسا بگڑا ہے۔ کہ باوجود اس امر کے کہ ہر شخص ان مصارف بیجا کی مضرت کو سمجھتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ جرات نہیں کر سکتا۔ کہ اس سسٹم کے خلاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے ایسے بیجا مصارف ہیں۔ جن پر روپیہ برباد کرتے ہوئے خود اپنا دل دکھتا ہے۔ اور جی نہیں چاہتا کہ اس پر کچھ بھی روپیہ خرچ کیا جائے۔ مگر اس طرز معاشرت کی پابندی اس قید سے آزاد ہونے نہیں دیتی۔ حقیقتاً یہ ایک قسم کی بزدلی ہے۔ ہمارے اندر اس قسم کی جرات کا فقدان ہو گیا ہے۔ کہ مراسم زمانہ کے خلاف کچھ کر سکیں۔ وہ لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں جو باوجود کنبہ اور برادری کی بدنامی کے ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہی لوگوں میں سے ایک سید نثار حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار ہیں۔ جنہوں نے اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ کہ ان فضول مراسم میں روپیہ کا صرف کرنا سخت ترین گناہ ہے۔ سید صاحب ایک شیعہ بزرگ ہیں نہر کے ڈپٹی کلکٹر رہ چکے ہیں۔ اور اب تین سو روپیہ پنشن پاتے ہیں۔ اس حساب سے کم از کم چھ سات سو روپیہ تنخواہ ضرور ہوگی۔ گویا اوسط درجہ کے متمول مسلمان کہنا چاہیئے۔ آپنے بڑے صاحبزادے کی شادی پر کل پچھتر روپے صرف کئے۔ اور دوسرے لڑکے کی شادی پر اس سے بھی کم خرچ کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپکے مکان میں حقہ، پان، سگرٹ، تمباکو، چائے وغیرہ کا کبھی ذکر بھی نہیں آسکتا۔ اسیطرح گوٹا، ٹھپا، زیور کا بھی آپکے یہاں نام نہیں۔ بظاہر آپکی زندگی ایک بخیل اور کنجوس آدمی کی سی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ فضول خرچی سے بچا کر آپنے اپنا روپیہ خاندان اور کنبہ کے بچوں کی تعلیم پر صرف کیا ہے۔ اور کسی لڑکے کو جاہل نہیں رہنے دیا۔ اور صرف اپنے خاندان ہی کو نہیں۔ بلکہ دوسرے بچوں کو بھی وظائف دیکر تعلیم دلائی۔ ڈپٹی صاحب موصوف کنجوس ضرور کہلاتے ہیں۔ مگر ہر عقلمند شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس کنجوسی پر ہزار سخاوتیں قربان ہیں۔

اسی طرح سید کرامت حسین مرحوم جج کا حال تھا۔ شاید ساری عمر میں ایک پیسہ بھی کسی فضول مد میں صرف نہ کیا ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ ہر ایک مسلمان بچے کی تعلیم کا پورا بار اپنے اوپر لینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

تذکرۃ الصحابہؓ

(ماخوذ از استیعاب ۔ اصابہ ۔ اسد الغابہ ۔ تہذیب التہذیب و طبقات ابن سعد)

(از ملک محمدؐ اسلم خانصاحب)

حضرت ابو عمرو کی حق گوئی اور حضرت عمرؓ کا حلم اور بردباری حضرت عمر فاروقؓ نے ایک روز جابیہ (ضلع دمشق) میں خطبہ فرمایا کہ میں نے خالد بن ولید کو معزول کر دیا ہے۔ اور ان کی جگہ ابو عبیدہ بن جراح کو مقرر کیا ہے۔ کیونکہ جس مال کی تقسیم کی نسبت میں نے خالد کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ صرف مہاجرین کو دیں۔ انہوں نے جاہ و شرف والے لوگوں اور باتونی آدمیوں کو بھی حصہ دیدیا۔ باتونی آدمی سے حضرت عمرؓ کا مطلب ایک شاعر سے تھا۔ جسے خالد نے مال غنیمت سے بہت سا روپیہ دیدیا تھا۔ یہ سنکر ابو عمرو احمد بن حفص مخزومی جو حضرت خالد بن ولید کے چچا زاد بھائی تھے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ خدا کی قسم اے عمرؓ تم نے انصاف نہیں کیا۔ تم نے ایک ایسے عامل کو موقوف کر دیا۔ جسے رسول اللہ صلعم نے مقرر کیا تھا۔ اور تم نے وہ تلوار میان میں کر لی۔ جو رسول خدا صلعم نے کافروں کی گردن اڑانے کے لئے میان سے نکالی تھی۔ اور تم نے ایک ایسے جھنڈے کو سرنگوں کر دیا۔ جسے خود رسول مقبول صلعم نے ملند کیا تھا۔ تم نے حق قرابت کا لحاظ نہ کیا۔ اور اپنے چچا زاد بھائی پر حسد کیا۔ حضرت عمرؓ کی للہیت قابل آفرین ہے جنہوں نے ان سخت اور درشت الفاظ کے جواب میں نہایت نرمی سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم چونکہ خالد کے قریبی رشتہ دار ہو۔ اور الھڑ جوان اور ناتجربہ کار ہو۔ اس لئے تم کو اس بے جا حمایت میں غصہ آگیا۔

قرون اولیٰ کی یہی باتیں تھیں۔ جو اسلام کی عروج و ترقی کا باعث ہوئیں۔ حضرات خلفائے راشدین نے عوام الناس کو کس قدر اختیار نکتہ چینی کے دئے ہیں۔

عقلمند منافق بہت خطرناک ہے سیدنا احنف بن قیسؓ بڑے ذکی عقیل اور دانشمند تھے۔ یہ بصرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی ذہانت اور خوش خلقی کا ملاحظہ فرما کر ان کو ایک سال تک روک لیا۔ پھر ایک دن بلا کر پوچھا کہ اے احنف تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو اپنے پاس کیوں روکا ہے۔ عرض کی کہ خدا اور امیر المومنین ہی کو اس کا علم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلعم نے ہمیں عقلمند منافقوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ ان کا فتنہ بہت خطرناک ہے۔ لہذا مجھے خطرہ معلوم ہوا۔ کہ کہیں تم تو اس گروہ میں نہیں ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک خط والئ بصرہ کے نام لکھدیا۔ کہ احنف اہل بصرہ کے سردار ہیں۔ اس وقت سے ان کی عزت و توقیر بہت بڑھ گئی۔

ایک مسلمان کے راز کی قیمت سیدنا ارطاۃؓ بن منذر سکونی کہتے تھے۔ کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ننانوے مشرکوں کو قتل کیا ہے۔ کاش میں اتنے ہی مشرک اور قتل کر دیتا۔ لیکن کسی مسلمان کا راز فاش نہ کرتا۔ کیونکہ کسی مسلمان کی پردہ دری کا گناہ ننانوے کفار کے قتل کے ثواب سے بھی نہیں مٹ سکتا۔

یہ بال رسول خدا نے پکڑے تھے حضرت انس بن مالک خادم حضرت سرور کائنات علیہ السلام والتحیات کے گیسو بہت بڑھے ہوئے تھے ایک مرتبہ انہوں نے ارادہ کیا کہ ان کو کاٹ ڈالیں۔ تو ان کی والدہ نے ان کو منع کیا۔ اور کہا کہ ان بالوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پکڑا کرتے تھے۔

سیدنا ابو محذورہ اوس ابن معیر قریشی جو مکہ میں بعہد حضرت رسول خدا کی جانب سے موذن تھے۔ ان کے سر پر بہت لمبے بال تھے۔ ان کے بھتیجے نے ان سے کہا اے چچا آپ اپنے بال کیوں نہیں کٹواتے کہنے لگے میں بالوں کو کبھی نہیں ترشواؤں گا کیونکہ ان کو رسول خدا صلعم کے مبارک ہاتھوں نے مس کیا ہے۔ اور ان میں برکت کی دعا دی ہے۔

درود شریف کے فضائل

سیدنا ایوب ابن بشیر انصاریؓ نے ایکدن رسول خدا صلعم سے عرض کیا۔ کہ میں اپنی نماز کا بیشتر حصہ آپ پر درود پڑھنے اور آپ کے لئے دعا کرنے کے لئے خاص کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں ہے۔ تھوڑی دیر بعد ملتمس ہوئے۔ کہ میں چاہتا ہوں اپنی نماز کا نصف آپ پر درود شریف پڑھنے کے لئے وقف کر دوں آپ نے فرمایا۔ کہ ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد پھر ابو ایوب نے عرض کی۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی کل نماز آپ ہی پر درود پڑھنے اور دعا کرنے میں صرف کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں اللہ تعالےٰ ان کاموں سے تمہاری کفایت کریگا جو دنیا و آخرت میں تمہیں مصیبت میں ڈالیں۔ اور تیری تمام دینی و دنیوی مشکلات کی کارسازی کریگا۔

لڑکی کی پیدائش برکت کا باعث ہے

سیدنا اوس بن ساعدہ انصاریؓ حضور نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کے چہرہ پر کچھ آثار ناخوشی کے دیکھے۔ تو فرمایا کہ ابن ساعدہ یہ کیا بات ہے۔ کہ میں تمہارا چہرہ پر رنج کے آثار دیکھتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری کچھ لڑکیاں ہیں۔ اور میں ان کی موت کی دعا مانگتا ہوں۔ حضرت سرور کائنات صلعم نے فرمایا۔ اے ابن ساعدہ ایسی دعا نہ کرو کیونکہ نعمت میں برکت ہوتی ہے۔ یہی لڑکیاں نعمت کے وقت شکر کرنے والی اور مصیبت کے وقت رونے والی ہوتی ہیں۔ اور سختی کے وقت یہی تیمارداری کرتی ہیں۔ ان کا تعلق زمین پر ہوتا ہے اور ان کی روزی اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

مکلم الذئب (بھیڑئے سے کلام کرنے والے)

سیدنا اہبان ابن اوس اسلمی مکلم الذئب ایک دن بکریاں چرا رہے تھے۔ کہ بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا۔ انہوں نے ڈانٹا تو بھیڑیا اپنی دم ہلانے لگا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ خیر آج تو تو نے اپنی بکریوں کو بچا لیا۔ لیکن جس روز لوگ اپنے مال مویشی سے غافل ہوں گے یعنی قرب قیامت ہوگا۔ اس دن بکریوں کو بھیڑیوں کی دستبرد سے کون کون بچائیگا۔ کیا تم میرا رزق جو خدا نے مجھے دیا تھا۔ مجھ سے چھینے لیتے ہو۔ اہبان بن اوس نے بھیڑئے کی یہ باتیں سنکر تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اور کہنے لگے آج جیسا تعجب انگیز واقعہ میں نے عمر بھر نہیں دیکھا۔ بھیڑئے نے جواب دیا۔ کہ تم اس بات پر کیوں تعجب کرتے ہو۔ اس سے بھی حیرت افزا بات یہ ہے۔ کہ رسول خدا صلعم سامنے مدینہ کے باغات میں موجود ہیں۔ اور گذشتہ اور آئندہ زمانہ کی خبریں بیان کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو خدا اور اس کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ سنکر اہبان حضرت سرور کائنات صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سارا واقعہ بیان کیا اور اسلام لائے۔ اہبان کو لوگ اسی واقعہ کی وجہ سے مکلم الذئب کہتے ہیں۔

اپنی وصیت خود پوری کردی

اہبان بن صیفی غفاری حضرت ابوذر غفاری کی ہمشیر زاد تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان کو کفن میں دو کپڑے دئے جائیں۔ مگر لوگوں نے خلاف وصیت تین کپڑے دئے۔ دفن کرنے کے بعد صبح کو دیکھا۔ کہ وہ تیسرا کپڑا کھونٹی پر لٹکا ہوا تھا۔

خدا اپنے بندوں کی قسم ضرور پوری کر دیتا ہے

حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ربیع نے انصار کی ایک لڑکی کے دانت توڑ ڈالے۔ لڑکی والوں نے حضرت نبی صلعم سے شکایت کی۔ آپ نے قصاص کا حکم دیدیا۔ انس بن نضر نے جو حضرت انس بن مالک کے چچا اور خود بھی صحابی تھے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم ربیع کے دانت نہ توڑے جائیں گے۔ حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا۔ کہ اللہ کی کتاب تو قصاص ہی کا حکم دیتی ہے۔ اس کے بعد لڑکی کے اعزہ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی۔ پس رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ کہ اللہ کے بندوں میں بعض ایسے بھی ہیں۔ کہ اگر وہ کسی بات پر اپنے معبود حقیقی کی قسم کھا لیں۔ تو اللہ اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔

سیدنا براء بن مالک انصاری حضرت انس خادم رسول اللہ ﷺ کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمال کو لکھا کرتے تھے۔ کہ براء کو کبھی مسلمانوں کے کسی لشکر کا سردار نہ بنانا۔ کیونکہ وہ اپنی بے نظیر شجاعت کی وجہ سے میدان جنگ سے ہٹنا پسند نہ کریں گے۔ اور بے موقعہ اپنے لشکر کو لڑا کر کٹا دیں گے۔ چنانچہ جنگ یمامہ میں جس باغ کے اندر مسیلمہ کذاب تھا۔ تو براء نے کہا کہ مجھے اس باغ کے اندر ڈالدو۔ لوگوں نے ان کو اٹھا کر باغ کی دیوار تک پہنچا دیا۔ یہ بڑی دلاوری اور جرات سے لڑے۔ اور باغ کا دروازہ مسلمانوں کے لئے کھولدیا۔ مسلمان باغ کے اندر گھس گئے۔ اور مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ اس جنگ میں اسی سے کچھ اوپر زخم حضرت براء کے جسم پر لگے۔ اور ایک مہینہ تک خالد ان کا علاج کرتے رہے

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ان کی منسبت ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اکثر پراگندہ اور غبار آلودہ بالوں والے آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ کہ انہیں کوئی اپنے ہاں جگہ نہیں دیتا۔ لیکن عنداللہ ان کا مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ اللہ عز وجل کو کسی بات کی قسم دلائیں۔ تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کر دیتا ہے۔ براء بن مالک بھی انہیں لوگوں میں ہیں۔ چنانچہ جنگ تستر میں جب مسلمانوں کو تنگی کی حالت پیش آئی تو لوگوں نے ان سے کہا کہ اے براء اب آپ اللہ تعالے کو قسم دلائیں۔ کہ ہم پر رحم کرے۔ پس انہوں نے درگاہ رب العالمین میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ کہ ان کافروں کا مال ہم مسلمانوں کو عنایت فرما۔ اور مجھے شہادت پر فائز المرام کر کے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے یہ کہکر انہوں نے حملہ کیا۔ اور تمام مسلمانوں نے اس حملہ میں ان کا ساتھ دیا۔ پس اس بہادر شیر نے بڑے بڑے سورما پہلوانوں اور فارس کے عظیم سرداروں کو قتل کیا۔ اہل فارس کو شکست فاش ہوئی۔ اور ان کا سارا مال و متاع مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آگیا۔ حضرت براء اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ اور خدا نے ان کی قسم پوری کر دی۔

مسافروں کی مدارات | سیدنا دفع بن مولہ عنبری کہتے تھے کہ میں ایک بار خدمت حضرت رسول خدا صلعم میں گیا۔ آپ نے مجھے کچھ بکریاں دیں۔ اور مجھ سے یہ شرط کرلی۔ کہ سب سے پہلے میں ان کا دودھ مسافروں کو پلاؤں۔

لکڑی کی تلوار | سیدنا ابوحلم اہبان بن صیفی غفاری بصرہ میں رہتے تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک بار شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پوچھا کہ یہاں ابو مسلم ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو ابو تراب فرمانے لگے۔ کہ تم کو کیا چیز مانع ہے۔ کہ تم اس جنگ میں حصہ نہیں لیتے۔ اور جنگ میں کچھ ہاتھ نہیں بٹاتے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک وصیت مجکو میرے خلیل اور آپ کے ابن عم نے کی تھی۔ وہ وصیت مجھے اس بات سے مانع ہے۔ مجھ سے حضرت رسول خدا نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جب فتنہ کا زمانہ ہو تو لکڑی کی تلوار بنا لینا۔ چنانچہ میں نے لکڑی کی تلوار بنائی ہے۔ جو سامنے لٹکی ہوئی ہے۔

فضول باتیں چھوڑ دو عمر آتے ہیں | ابوعبداللہ اسود بن سریع نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کیا ہے۔ وہ سب سے پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے جامع مسجد بصرہ میں وعظ کیا یہ شاعر بھی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک بار رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے پروردگار اور بڑے رتبے والا آدمی آیا۔ اور اس نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ جناب رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ چپ رہو۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ آپ نے ایسا ہی فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون شخص ہیں۔ جن کی وجہ سے آپ نے مجھے چپ کرا دیا حضرت نے فرمایا۔ یہ عمر بن خطاب ہیں۔ یہ ایک ایسے شخص ہیں جو فضول باتوں کو پسند نہیں کرتے۔ شاید ان اشعار میں شاعرانہ مبالغہ کی آمیزش ہوگی۔ ورنہ خدا اور اس کے رسول کی سچی سچی تعریف فضول باتوں میں داخل نہیں۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔

اعتذار

افسوس ہے! کہ ہماری صحت ہمیں ہمیشہ اپنے احباب سے مخجل و شرمندہ رکھتی ہے۔ فروری کا القریش ہسپتال کی حاضری میں اور کچھ پریس کے تبادلہ (ڈکلریشن کے انتقال) میں شائع نہ ہو سکا۔ الحمد للہ کہ اب کی اشاعت صوری و معنوی خوبیوں میں اس کمی کو پورا کرنے کا موجب ہوئی ہے۔ خدا نے چاہا تو آئندہ "اعتذار" سے احتراز کی کوشش کی جائے گی۔ امید ہے کہ ناظرین اس عذر خواہی کو قبول کریں گے۔

(مدیر)

تاریخ قدیم کا ایک ورق

اسپین میں بنی اُمیہ کی حکومت

تاریخ عالم پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس زمانے میں اسلامی دارالسلطنت میں بنی عباسیہ اس دنیوی شان و شوکت کے مالک بنے ہوئے تھے۔ جو اس زمانے میں خلافت کے نام سے موسوم کی جاتی تھی۔ خاندانِ بنی امیہ کے لوگ ان کی سخت گیریوں اور ظلم کے خوف سے جان چھپاتے پھرتے تھے۔

بنی عباسیہ کے زبردست ہاتھوں سے ان کے مقابل گروہ بنی امیہ کے ساتھ جو سلوک ہوا۔ اس کی گواہی خود تاریخ عالم کے وہ اوراق دے سکتے ہیں۔ جو اس زمانے کے عبرت ناک واقعات سے لبریز ہیں۔

ہمیں یہاں اس وقت صرف اس محترم برگزیدہ ہستی کا ذکر خیر کرنا ہے۔ جو بمصداق ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

اپنے اعزا، اقربا اور دوسرے خاندان والوں کی قسمت کا فیصلہ ہوتے ہوئے دیکھ کر تن تنہا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس شخص کا نام نامی اسم گرامی "عبدالرحمن" جو اندلس میں بنی امیہ کی اس زبردست حکومت کا بانی مبانی سمجھا جاتا ہے۔ جس کا ذکر خیر آج تک اسلامی دنیا میں بڑے فخر کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

بلکہ اکثر یورپین (مصنف مزاج مصنفین نے) بھی متفق رائے ہو کر آخر یہ کہہ دیا کہ "اُس زمانے میں صرف یہی خطہ بے نظیر یورپ میں تھا۔ جہاں جہاں شائستگی تہذیب کا پرتو جھلکتا ہوا نظر آتا تھا"۔ امیر عبدالرحمن کی زندگی کے ابتدائی حالات نہایت حسرت ناک ہیں۔ جن میں اس کی بے سر و سامانی کی آوارہ وطنی بھی شامل حال تھی۔ لیکن اس کی آخری مبارک کامیابیوں نے مل جل کر اس کی زندگی کی رام کہانی کو بہت دلچسپ اور دلفریب بنا دیا ہے

اُس کی اُس وقت کی پریشانیاں جب وہ خدا کا نام لے کر بنی عباسیہ کے مظالم سے تنگ آ کر آوارہ وطن ہونے پر مجبور ہوا مگر چونکہ خوش قسمتی اور اقبال دائیں بائیں تھے۔ نیک نیتی اور سعادت مندی اپنا سایہ کئے ہوئے تھی۔

وہ اس مقام پر پہنچ گیا۔ جس کو فرات کہتے ہیں۔ اس جگہ اس نے اپنا مختصر خیمہ اسلئے ایستادہ کیا۔ کہ وہ دو ایک روز دم لے کر پھر آگے چلے۔ یہ اس خیمہ میں خاموش اپنی دلی محویت کے مزے اٹھا رہا تھا۔ کہ یکایک اس کا معصوم بچہ جو خیمہ کے باہر کھیل رہا تھا۔ خدا معلوم کیوں سہما ہوا خیمہ کے اندر آیا۔ وہ اپنی خوفزدہ صورت بنا کر خدا جانے کیا عبدالرحمن کے دل میں خیال پیدا کر دیا۔ کہ وہ بہت گھبرایا ہوا اٹھا۔ اور خیمہ کے باہر جا کر دیکھنے لگا۔

اس منظر کو دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اس کی گرفتاری کے لئے بنی عباسیہ کا دستہ آ گیا تھا۔ فوراً اس نے پیارے بچے کو گود میں لیا۔ اور دریا کی جانب روانہ ہو گیا۔ فوج عباسیہ بھی قریب آ گئی تھی۔ بہت فریب اور مکر کی باتیں عبدالرحمن کو سمجھائیں۔ مگر اس خدا کے بندے نے ایک نہ سنی کیونکہ اس کی نگاہ میں اس کے وعدوں کی حقیقت ایک نازک ادا کے وعدۂ وصل سے زیادہ نہ تھی۔

اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ یہ دیکھ کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں جواب دے رہے ہیں۔ ان دشمنوں کو جواب دینے کیلئے رک گیا۔ کہ فوراً ایک تلوار نے اس بیچارے کی جان کا قصہ تمام کر دیا۔

مگر عبدالرحمن بات کا دھنی ہمت کا پورا تھا۔ اس نے ہمتوں سے منہ نہ موڑا۔ اور اپنے بچے کو کلیجے سے لپٹائے ہوئے۔ اس پار پہنچ گیا۔ اس کا خادم قدیم بدر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اُس پار جا کر اپنی صحیح سلامتی کا شکر خداوند عالم کی درگاہ بے نیاز میں بجا

گیا۔ چونکہ یہ شکر یہ نہایت خلوص نیتی کا تھا۔ اسلئے قبول ہو گیا۔

ایک طرف کو خادم مخدوم مع اپنے مخدوم زادہ چل کھڑے ہوئے۔ اور شب و روز کے سفر اور بادیہ پیمائی نے ان کو افریقہ کے تپتے ہوئے میدانوں میں پہنچا دیا۔ جہاں اس کے خاندان کے دوسرے لوگ بھی آکر اس سے ملے۔ اور اب بنی امیہ کے شاہی خاندان کی مٹی ہوئی یادگار کو اتنا موقع نصیب ہوا۔ کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے بابت کو مستقل رائے قائم کر سکے۔

اس وقت اس کی عمر صرف بیس برس کی تھی۔ چونکہ بہادر تھا اس لئے دل میں حوصلوں نے وہ تمام ممکن تدابیر اس کے سامنے پیش کر دئے۔ جو اس کی منچلی طبیعت کو سوجھ سکتے تھے۔ اس کی خداداد صورت۔ سڈول ہاتھ پاؤں۔ دماغی قوت اور باطنی جرات نے یکجہت ہو کر اس میں وہ بات پیدا کر دی۔ جس کو عوام اپنی مادری زبان میں "تسخیر" کہتے ہیں۔ یہ عجب بات تھی۔ ہر شخص اس کو دیکھ کر محبت کرنے لگتا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ ایشیا میں ان کو کوئی کامیابی خاندان عباسیہ کے مقابلے میں نہیں ہو سکتی۔ اس کو افریقہ کا خیال تھا۔ مگر ملک بربر میں پانچ برس تک آوارہ و سرگردان پھرنے کے بعد اسے معلوم ہو گیا۔ کہ عرب کا حاکم آسانی سے قبضہ میں نہیں آسکتا اور نہ مغربی اہل بربر اس نئی حاصل کی ہوئی۔ خود مختاری کے مقابلہ میں بنی امیہ کی زبانی شان و شوکت کے اعتبار پر ان کے ماتحت و تابع ہونے کو ترجیح دیں گے۔ اس لئے اس کی دوربین نگاہ نے فوراً تاڑ لیا۔ کہ اندلس فتح کرنا چاہئے۔ اور ایسے وقت میں جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہے۔ تو میری کامیابی خترطیہ ہے! اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے ملازم بدر کو اسپین میں اہل شام کے پاس بھیجا۔ جو مدتوں خاندان بنی امیہ کے زیر نگین رہ چکے تھے۔

جب بدر ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ تو وہ لوگ "عبدالرحمن" کو نہایت تزک و احتشام سے لینے کے لئے تیار ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اہل یمن نے بھی مدد کا وعدہ کیا۔ بدر اب بہت خوش افریقہ کو واپس آیا۔

عبدالرحمن اس وقت نماز میں مشغول تھا۔ کہ سامنے سے ایک جہاز آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور اس میں بدر خوشخبری لے کر آیا تھا۔ جہاز پہنچنے پر عبدالرحمن کو معلوم ہوا۔ کہ پہلا شخص اندلس سے آیا ہے۔ اس کا نام ابو غالب عامہ ہے۔ یہ ایک ایسا شگون تھا۔ کہ عبدالرحمن چیخ اٹھا کہ "میری کامیابی یقینی ہے"۔

اور خدا کا نام لے کر بلا تامل جہاز میں سوار ہو کر ستمبر ۷۵۵ء کو اندلس کی طرف روانہ ہو گیا۔

بنی امیہ کے معزز خاندان کی یادگار کا اندلس پہنچنا کوئی ذرا سی بات نہ تھی۔ چاروں طرف دھوم مچ گئی۔ ہزارہا لوگ جمع ہو گئے اور اب حاکم اسپین کو سخت وقت کا سامنا ہوا۔ کیونکہ اس کی فوج عبدالرحمن سے مل گئی۔

شروع میں دو ایک قصبہ آسانی سے عبدالرحمن نے فتح کر لئے لیکن جلد ہی وہ قرطبہ کی طرف بڑھا۔ اور یوسف حاکم قرطبہ کو شکست اٹھا کر بھاگنا پڑا۔ مگر اس نے تمام فوج کو حکم دیا کہ تاخت و تاراج نہ کرو۔ اور عورتوں کی عزت کرو۔ اس بات سے اس کی وقعت اور بھی زیادہ ہوئی۔ اسی سال وہ اندلس کا عام حصہ جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ جب عبدالرحمن نے فتح کر لیا۔ اور بنی امیہ کی اس حکومت کی جو بڑے کروفر جاہ و حشم کے ساتھ تین سو برس تک حکومت کرتی رہی اس کی بنیاد امیر "عبدالرحمن" کے ہاتھوں سے رکھی گئی۔ لیکن اس کی حکومت کو اس وقت تک استحکام یقینی نہیں ہوا۔ جب تک اس نے بہت سے مشکلات کا سامنا نہ کر لیا۔ یہ امتحان تھا۔ جو اس کو پورا کرنا تھا۔

قرطبہ میں ابھی اس کو حکومت کئے ہوئے مشکل سے تھوڑا زمانہ ہوا تھا۔ کہ ابن مغیث افریقہ سے فوج لے کر اس امید میں کہ عباسی جھنڈا سیاہ رنگ کا اسپین کے ملک میں بھی لہراتا ہوا نظر آجانے سے آموجود ہوا۔

وہ قصبہ بیجہ میں جہاز سے اتر گیا۔ ان ارکسٹ طبقہ کے لوگ فوراً اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ یہ وہ جماعت تھی۔ جن کو "عبدالرحمن" کی اچانک فتح نے بے چین کر دیا تھا۔ عبدالرحمن نے دو ماہ تک قارموں میں دشمن کا محاصرہ کیا۔

لیکن ایک دن اپنے جری بہادر سات سو بہادروں کو لیکر اپنے دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ ان سات سو بہادروں نے اپنے میانوں کو دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا تھا۔ تاکہ اب تلواریں دشمن کو بغیر نیچا دکھائے ہوئے میان میں نہ جائیں۔ اور عبدالرحمن نے کہا بھائیو سن لو دبی ہوئی تلواریں کھینچ لی گئی ہیں۔ یا تو جان دیگر شہیدوں میں جا ملو۔ فتح ہمارے ہاتھ ہے"۔ بیچارے عباسیوں کو سوا شکست کے کوئی چارہ نہ تھا۔ بنی عباسیہ کی اس "چیرہ دستی" نے امیر عبدالرحمن کے مستقل دل کو اس قدر وارفتہ کر دیا

کہ اس نے ایک حرکت جو اس کی شایانِ شان نہ تھی۔ کر ڈالی۔ یعنی اس فتح کے بعد تمام بنی عباسیہ کے سرداروں کے کٹے ہوئے سروں کو بھر کر ایک تھیلے میں ایک حاجی کے ہاتھ مکہ معظمہ بھیج دئیے۔ ان سروں کے کانوں پر ان سرداروں کے نام کی چٹھیاں لگا دی تھیں۔

ظاہر ہے کہ خلیفہ منصور عباسی جو اس وقت مسند خلافت پر متمکن تھا۔ جو کچھ اس کے دل پر گذری ہوگی۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ کہ اس کا کیا کر سکتا تھا۔ تاہم جوش میں یہ بات اس کی زبان سے نکل گئی۔ "حمد للہ کہ اس شخص اور میرے درمیان سمندر حائل ہے"۔ عباسیوں کی شکست کے بعد سے عبدالرحمٰن کی کامیابیوں کا دروازہ کھل گیا۔ ملک ما لیطہ بھی اس کے قبضے میں آ گیا۔ اہل یمن اور اہل بربر کی سرکشیوں کا بھی اس کی حکمت عملیوں سے خاتمہ ہو گیا۔ یہی قرطبہ کا وہ سلطان اول تھا۔ جس کی اولاد نے یورپ میں تین سو برس تک داد حکومت دی۔

جہاں اس وقت بھی بہت سے کھنڈر مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کا پتہ دے رہے ہیں

قل اللہ مالک الملک توتی الملک من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر

(ابو البیان اختر ہاشمی (علیگ)

دشمن سے بدسلوکی کی سزا

اور

صبر کا انعام

جب بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس بدنصیب خاندان کے تمام لوگ چن چن کر مار ڈالے گئے۔ خلافت عباسیہ کے تاجدار کامرانی اور اطمینان کے ساتھ حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور بنی امیہ کا کہیں نام و نشان نہ رہا۔ تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانے کا واقعہ ہے۔ کہ اس کی ملکہ خیزران ولی عہد سلطنت کی ماں ایک دن محل شاہی میں شان و شوکت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ لونڈی نے آ کے عرض کیا:- "خدا ملکہ کو سلامت رکھے۔ ڈیوڑھی پر ایک حسین عورت کھڑی ہے۔ اور باریابی کی امیدوار ہے۔ ہزار پوچھا نہ پتہ نہ نشان بتاتی ہے۔ اور نہ نسب و خاندان کا پتہ دیتی ہے۔ اور نہ کہتی ہے۔ کہ باریابی کی غرض کیا ہے"۔

عبداللہ بن عباسؓ کی پڑپوتی زینب بنت سلیمان جو خاتونان بنی عباس میں نہایت ذہین مانی جاتی تھی پاس بیٹھی تھی۔ خیزران نے ان سے کہا۔ تم اس بارے میں کیا کہتی ہو۔ آنے دوں یا نہ آنے دوں۔ زینب نے کہا بلوا لیجئے۔ کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ اس مشورے کے بعد لونڈی کو بلا لانے کا حکم دیا۔

چند منٹ بعد اس لونڈی کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین صاحب مگر فلاکت زدہ اور شکستہ حال عورت شریف زادیوں کے انداز سے آئی۔ مگر خیزران کا سامنا ہوتے ہی دروازے سے دونوں چوکھٹوں کے درمیان ٹھٹھک کر رہ گئی۔ اور وہیں سے کہا۔ "اے ملکۂ عالم۔ آپ کی خدمت میں آداب عرض کر کے التماس ہے کہ میں بنی امیہ کے آخری تاجدار مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہوں"۔ یہ نام سنتے ہی خیزران کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ اور جھنجلا کر کہا۔ "تیرے لئے نہ مرحبا نہ سلام کا جواب۔ خدا تجھے غارت کرے۔ وہ گھڑی بھی تجھے یاد ہے۔ جب ابراہیم بن محمد عباسی کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی۔ اور بنی عباس کی بوڑھی عورتوں نے تیری خدمت میں حاضر ہو کر اتنی التجا کی تھی۔ کہ اپنے باپ سے سفارش کر کے اس کے دفن کرنے کی اجازت دلوا دے۔ لیکن بجائے ترس کھانے کے تو غصے میں انہیں مارنے کو دوڑی گالیاں دیں اور محل سے نکلوا دیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے اپنی نعمت تجھ سے چھین لی۔ اور تجھے ذلیل و خوار کر کے اس حالت کو پہنچایا۔

خیزران کی زبانی یہ طلبش کا جواب اور یہ کلمات غیظ و غضب سنکر مزنہ نے بجائے اس کے کہ ڈرے یا مرعوب ہو۔ زور سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور بولی "بہن آپے سے باہر نہ ہو۔ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ میری بدسلوکی پر خدا نے مجھے جو جو ایذائیں دی ہیں۔ ان میں سے تمہیں کونسی پسند ہے۔ جو میرا ہی سلوک تم بھی میرے ساتھ کر رہی ہو۔ تم جو کہتی ہو صحیح ہے۔ خدا کی قسم میں نے یہی کہا تھا۔ اور اس کی سزا یہ کی کہ مجھے ذلیل و خوار ننگا بھوکا کر کے تمہارے سامنے لایا ہے۔ اس وقت تم نے میرے اس سلوک پر جو صبر و شکر کیا۔ اس کا تمہیں یہ انعام ملا۔ کہ تم آج ملکۂ عالم ہو۔ اور میں تمہارے سامنے عاجز و خوار کھڑی ہوں"۔

اتنا کہتے ہی مزنہ نے کہا "لو بہن، خدا حافظ جاتے ہیں"۔ اور پیٹھ پھیر کر چلی کہ نکل جائے۔

ان باتوں کا خیزران کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا۔ کہ بے تحاشا دوڑی۔ لپک کے روکا اور چاہا کہ گلے لگائے۔ مگر مزنہ نے روکا اور دونوں ہاتھوں سے الگ کر کے کہا "میں اس قابل ہی نہیں کہ تمہاری جیسی ملکہ مجھے گلے لگائے۔ میرے کپڑوں سے ایسی تعفن آ رہی ہے کہ آپ کا دماغ خراب ہو جائیگا"۔

یہ سنکر خیزران نے لونڈیوں کو حکم دیا۔ کہ فوراً انہیں حمام میں لیجا کر غسل کراؤ۔ اور شاہانہ لباس پہنا کر میرے پاس لاؤ۔

حکم کی دیر تھی۔ کہ لونڈیوں نے لیجا کر مزنہ کو حمام کرایا۔ نہایت پر تکلف کپڑے پہنائے۔ اور عطر میں لسا کر لے آئیں۔ خیزران صورت دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ پھر اپنے برابر مسند پر بٹھا کر پوچھا۔ "دستر خوان بچھاؤں"۔ مزنہ نے صاف صاف کہا۔ "آپ پوچھتی کیا ہیں۔ شاید مجھ سے بھوکا سارے محل میں کوئی نہ ہوگا۔

فوراً دستر خوان بچھایا گیا۔ قسم قسم کے کھانے چن دئے گئے۔ اور مزنہ نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ جو اسوں نے ہاتھ دھلائے۔ جب ہر طرح کی خاطر داری سے فراغت ہوئی تو خیزران نے کہا بہن اب بتاؤ۔ "تمہارا خبر گیر کون ہے"۔ بولی خبر گیر اور کچھ قرابت ہے۔ یا یہی گھر سے ہے۔ اس کے سوا میں ساری دنیا میں کوئی عزیز قریبی نہیں رکھتی۔ یہ جواب سنکر خیزران بولی۔ "تو پھر تم یہیں رہو۔ چلو اپنے محل تمہیں دکھاتی ہوں۔ جو پسند ہوے لو۔

اس تجویز کے مطابق مزنہ کو ایک نہایت وسیع اور خوبصورت محل رہنے کو دے کر اور اس میں ہر طرح سامانِ زندگی فراہم کر کے کہا "بہن تم یہاں آرام سے رہو سہو۔ اور آج سے تم ہم میں بہنا پا ہو گیا۔ جب تک جیتے ہیں۔ ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ مزنہ نے شکریہ ادا کیا۔

خیزران اسے محل میں چھوڑ کر واپس آئی۔ اور دل میں کہنے لگی۔ ورکبھی اس عورت کی جو شان و شوکت تھی۔ وہ ایک دنیا جانتی ہے۔ لیکن زمانہ نے سرد مہری کی۔ اور یہ دل شکستہ ہو گئی۔ اب اس کے دل کی کلفت صرف دولت اور ہمدردی سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کر کے پانچ لاکھ درہم اس کے پاس بھجوا دئے۔

خیزران ان کاموں سے فراغت پا کر بیٹھی ہی تھی۔ کہ اس کا صاحب تاج و تخت شوہر مہدی آ گیا۔ اور حالات پوچھنے لگا۔ خیزران نے مسکرا کر مزنہ کے عجیب واقعہ کی داستان خلیفہ کو سنانی شروع کی۔ کہ میرے طعنے دینے پر وہ قہقہہ مار کے ہنسی اور بولی کہ میں نے تو جیسا کیا۔ خدا سے اس کا بدلہ پایا۔ اب تم بھی میرے جیسا سلوک کر کے خدا سے ایسا ہی بدلہ چاہتی ہو۔ یہ کہہ کر وہ چلی ......

خیزران یہیں تک کہنے نہ پائی تھی۔ کہ مہدی کو زیادہ سننے کی تاب نہ رہی۔ ... بات کاٹ کر بولا۔ افسوس کہ خدا نے تم کو ان نعمتوں کو شکر گذار ہونے کا موقع دیا تھا لیکن وہ موقعہ تم نے ہاتھ سے کھو دیا۔ اگر تم نے اپنی محبت سے میرے دل میں گھر نہ کر لیا ہوتا تو تم کو اس حالت میں سخت سزا دیتا۔ اور کبھی زندگی بھر تم سے بات نہ کرتا۔

خیزران نے کہا یا امیر المومنین آپ سنیں تو سہی۔ میں نے اس کی بے انتہا معذرت کی۔ اور حتی المقدور اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور پانچ لاکھ درہم اس کے اخراجات کے لئے بھیجے۔ اور اب وہ شریف محل میں خوش و خرم مقیم ہے۔

یہ سنتے ہی مہدی نہایت خوش ہوا۔ خیزران نے حسن سلوک کی تعریف کی۔ اور اسی وقت اپنے خادم کو بلا کر حکم دیا۔ کہ اسی وقت سو اشرفیوں کے توڑے میری طرف سے بھی دے آؤ۔ میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ تمہاری خدمت کر کے جس قدر میں آج خوش ہوا ہوں کبھی زندگی بھر نہ ہوا تھا۔ تمہاری قدر و منزلت کرنا امیر المومنین پر فرض ہے۔ اور اگر تمہاری ناراضگی کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو خود تمہارے پاس اپنا ناچیز ہدیہ لے کر حاضر ہوتا۔ جب مزنہ کو یہ پیام ملا۔ خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ادب سے سلام کیا۔ خیزران کے حسن سلوک اور نیک نیتی کی تعریف کی۔ اور کہا۔ بھلا میں اپنے شریف النفس آقا سے کیسے ناراض ہو سکتی ہوں۔

اگر آپ مجھے اپنی لونڈیوں میں تصور فرمائیں۔ تو میرے لئے باعث فخر ہے۔
مہدی اس بات پر بہت خوش ہوا۔ اور نہایت عزت کیساتھ
اس کو اس کے محل میں پہنچا آیا۔

اس کے بعد مزنہ ہمیشہ خیزران کے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ
مہدی کے سفر آخرت کے بعد اس کے بیٹے ہادی کے زمانہ خلافت میں
بھی اس سے وابستہ تھی۔ پھر جب خیزران کے دوسرے اقبال مند فرزند
ہارون رشید کا عہد شروع ہوا۔ تو رشید بھی مزنہ کی بڑی خاطر داشت
کرتا رہا۔ جو عزت تمام ہاشمیہ اور عباسیہ خاتونان کی تھی۔ وہی مزنہ
کی بھی تھی۔ اور خلافت رشید کے اوائل میں جب مزنہ کا انتقال
ہوا۔ تو رشید اس کے جنازے پر زار و زار رویا۔ اور اس کو نہایت
کروفر سے شاہی قبرستان میں دفن کیا۔

انقلابات عالم نے صدہا ایسے واقعات پیش کئے ہیں۔ جو
مایہ عبرت ہیں۔ اور جن کو دیکھ کر بڑے بڑے سنگدل لوگوں کے
دل بھر آتے ہیں۔ مگر افسوس ہمارے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں۔
کہ ہمیں کسی چیز سے عبرت حاصل نہیں ہوتی"

"مسلم"

بچوں کی پرورش و تعلیم
قومی نقطہ نظر سے

(از جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب حقا)

یہ ایک مسلم مسئلہ ہے۔ کہ ہر عمل کے کامیاب ہونے اور بالارادہ
نتائج پیدا کرنے کے واسطے عامل اپنے عمل تشریح اور معمول کی ماہیت کی
تفصیل سے بخوبی واقف ہو۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو نتائج حسب دلخواہ مرتب
نہ ہو سکیں گے۔ اور اگر ہو بھی گئے۔ تو محض اتفاقات پر محمول کئے جائیں گے۔
جن سے آئندہ طرز عمل کی رہنمائی کے واسطے اصول قائم کرنے میں کوئی
امداد نہ مل سکے گی۔ اس عام نظریہ کی وقعت عمل کی نوعیت اور نتائج
کی اہمیت کے موافق زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ لیکن اتفاقات کی عجب
ستم ظریفی ہے۔ کہ بنی نوع انسان کی توجہ نظریوں تخیلات اور تشریح عمل
کی جانب بیشتر اوقات مدت مدید کے بعد مبذول ہوتی ہے۔ باوجودیکہ
انہیں پر جملہ اعمال کا دارومدار ہے۔ تھوڑے ہی غور سے ظاہر ہو جائیگا
کہ اس بدقسمتی کی ذمہ دار ایک حد تک فطرت انسانی ہے۔ جہاں تک
ہم کو علم ہے۔ انسان کو دنیا اور کائنات کا علم بچپن کے زمانہ میں حاسہ
کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ اور اس علم کی زیادتی کے ساتھ وجود انسانی
میں ترقی ہوتی ہے۔ بلکہ علم کی زیادتی ہی بالیدگی کا باعث ہوتی ہے۔
اگر حواس خمسہ انسانی زندگی سے علیحدہ کرلئے جائیں۔ تو کوئی صورت کائنات
سے علم کی ایسی معلوم نہیں ہوتی جس پر استدلال کیا جا سکے جو اس خمسہ
اشیا کے ظاہری پہلو سے ملوث ہوتے۔ اور سطحی کیفیت سے دماغ اور
نفس کو آگاہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بنی نوع انسان کو شائستگی
کیفیت سے دماغ اور نفس کو آگاہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنی نوع
انسان کو شائستگی کے پہلے زینہ پر کائنات کے سطحی پہلو سے واقفیت
ہوئی ہے۔ زمانہ کے گذرنے اور تجربات کا ذخیرہ جمع ہونے کے ساتھ
ساتھ انسان کی نظر سطح سے اصول کی جانب مائل ہوتی ہے۔ چھوٹے
بچوں کی تعلیم و پرورش کے مسئلہ نے مندرجہ بالا مدارج طے کئے ہیں۔
چنانچہ وحشی اقوام میں والدین کے فرائض بچے کے جسم کی پرورش
پرداخت تک محدود ہیں۔ ان کی نفسی کیفیات کی تفصیل سے نہ وہ
واقف ہیں۔ اور نہ ان کی ترقی کی جانب کسی قسم کی بالارادہ
کوشش کرتے ہیں۔ جو کچھ دماغی ترقی بچہ کو نصیب ہوتی ہے۔
وہ محض رجحان اتباعی اور رجحان تحقیقات سے عمل کا نتیجہ ہوتی ہے
اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ گو یہ دونوں رجحانات بچہ کے ماحول
پر عمل کرتے اور اس کے لحاظ سے ترقی کر سکتے ہیں۔ چونکہ ماحول
میں بچہ کی ضروریات کے مطابق ترتیب نہیں ہوتی۔ اس لئے ترقی
بھی اس نسبت سے ہوتی ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے۔ کہ قوم کی

شائستگی کا بہترین معیار چھوٹے بچوں کی تعلیم و پرورش کا انتظام ہے اگر اس معیار سے ہماری شائستگی کا اندازہ کیا جائے۔ تو بہت ہی ناخوشگوار نتائج برآمد ہوں گے۔ اس سے کوئی اہل نظر انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ہم ہندوستانیوں میں چھوٹے (یعنی ۵ برس کی عمر تک) بچوں کی دماغی ترقی کی جانب کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اور کسی قسم کا انتظام نہیں ہوتا۔ جاہل ماں اور دایہ کی صحبت اور رذیل بچوں کی ہمراہی میں عموماً ہندوستانی شرفا کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔ ہر قسم کے ناپسندیدہ نقوش ان کے صفحۂ دل و دماغ پر جاگزیں ہوتے ہیں۔ جن سے ان کی آئندہ زندگی پر اَمِٹ اثر پڑتا ہے۔ قوت مشاہدہ قوت ایجاد اور دیگر قوتیں جن کے نمونہ کا سنگ بنیاد اس عمر میں رکھا جاتا ہے۔ کما حقہ ترقی نہیں کر سکتیں۔ بلکہ سلب و ضائع جاتی ہیں جن کی تلافی ساری عمر نہیں ہو سکتی۔ دراصل یہی وجہ ہے۔ کہ باوجود اس کثیر آبادی کے ایسے افراد جن میں سچا ایثار خود فراموشی بے غرضی دوسروں کے ساتھ کام کرنے کی قابلیت۔ اور اسی قسم کے اوصاف حمیدہ ہوں شاذ و نادر نظر آتے ہیں۔ اس کمی کا الزام عموماً مروجہ ناقص تعلیم پر رکھا جاتا ہے۔ یہ رائے اگر کلیتہً نہیں تو ایک حد تک ضرور غلط ہے۔ حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ بچپنے میں ناپسندیدہ ماحول کے اثر سے ان رجحانات فطری کو جو بچہ کی ذات خاص سے متعلق اور اس سے وابستہ ہیں بے اندازِ ضرورت ترقی ہو جاتی ہے۔ اور دیگر رجحانات جن کا تعلق حق العباد سے ہے۔ ماحول کی نااہلیت کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں عمر کے زیادہ ہو جانے پر یہ بھی رجحانات ترقی کرتے چلتے ہیں اور تعلیم کا اثر ان پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے بیشتر اوقات ہندوستانی نوجوان از حد خود غرض ثابت ہوتا ہے یہ خود غرضی اس کی جملہ قابلیتوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ اور بجائے ایک قابل قدر فرد قوم ہونے کے چھٹی انگلی کی طرح تکلیف دہ اضافہ ہوتا ہے جس کے علیحدہ کرنے میں درد اور قائم رکھنے میں نہ صرف بدنمائی بلکہ ضرر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ عملی قابلیت کی کمی کی جانب بہ نظر غائر ملاحظہ کیا جائے تو وہ بھی ابتدائی پرورش کے نقائص کا نتیجہ ثابت ہوتی ہے۔ اول تو ہندوستانی بچہ کے ماحول میں کسی ایسے انتظام کا پتہ نہیں چلتا جس سے رجحان عمل کی ترقی ہو۔ بلکہ بچہ کی فطری خواہش حرکت اور دوڑ دھوپ کرنے کو شرارت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اور ہر وقت کوشش کی جاتی ہے کہ وہ بزرگوں کی طرح چپکے بیٹھے۔ حالانکہ بچہ کے واسطے خاموش بیٹھنا نہایت مضر ہے۔ ضرورت تو اس کی تھی کہ رجحان عمل کو ترقی کا پورا موقع دیا جاتا۔ اور اس کی افزائش کی باقاعدہ کوشش کی جاتی۔ بچہ کے ماحول میں اس قسم کی ترتیب ہوتی کہ جس سے عادات عمل قائم ہو جاتے۔ لیکن بجائے اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ کام کرنے کی بالکل تعلیم نہیں دی جاتی۔ بلکہ تعلیم کی شروعات اس وقت سمجھی جاتی ہے۔ جب بچہ حروف تہجی سے آشنا کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اب تک بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ پانچسو برس پہلے تھا۔ صرف اس قدر کمی ہو گئی کہ تربیت کا جزو علیحدہ ہو گیا ہے۔ ہمارے ملک میں اب تک اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ سائنٹفک نقطۂ نظر سے مسئلہ تعلیم و پرورش کی جانب غور کیا جائے اور ترکیبی[1] طریقہ تعلیم کے علاوہ تحلیلی[2] طریقہ پر بھی نظر ڈالی جائے۔ اب تک سے اور ان تجربوں سے جو بچہ کے صفحۂ دماغ پر ماحول کے اثر سے منقوش ہوتے رہتے ہیں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کو کسی قسم کی دلچسپی ان حروف سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کی توجہ اندرونی شوق سے اس جانب مائل ہوتی ہے بیرونی دباؤ یا لالچ کی وجہ سے بری یا بھلی طرح جس نہج سے ممکن ہوتا ہے بچہ ان مجردات محض سے آشنا کیا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تک اس غریب کے واسطے بجز اس کے کہ بیٹھے بیٹھے کاغذ پر تحریر شدہ الفاظ کو رٹے۔ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد قصہ کہانیوں کی نوبت آتی ہے جو ناقص تعلیم کی وجہ سے کتب ہی تک محدود ہوتی ہیں۔ اور جن کی نوعیت بجز اس کے کہ تخیلات کی ترقی کا باعث ہوں۔ اور کسی طرح مفید نہیں ہوتیں۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ کی پرورش و تعلیم سے رجحان عمل کی کوئی ترقی نہیں ہوتی بڑے ہونے پر دماغی کثرت کے عادی ہو جانے کے باعث ہندوستانی نوجوان منصوبوں اور تخیلات میں الجھا رہتا ہے۔ لیکن ان پر عمل کرنے کی قابلیت بالکل غائب ہوتی ہے۔ ان جملہ کیفیات کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس غریب پر خود غرضی و بے عملی کا الزام عبث ہے۔ اس کے عادات و ساخت دماغی کی حالت ہی ایسی ہوتی ہے جو اسے عملی پہلو کی جانب راغب نہیں ہونے دیتی۔ وہ عملی نقطۂ نظر سے قریب قریب نابلد ہوتا ہے

---

[1] یعنی وہ طریقہ تعلیم جس میں اول الذکر کی مختلف ہیئتوں اور ان صورتوں سے جو ہمارے طرز تحریر میں ان کو دکھائی ہیں بچہ کو مانوس کیا جاتا ہے۔ بعد ازیں کر کے حروف اور حروف جمع کر کے الفاظ اور الفاظ کے بعد فقرے اور عبارت سکھلائی

[2] اس طریقہ تعلیم میں عبارت سے تعلیم شروع ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے قصے بچے کو سکھا جاتے ہیں۔ ان کی تشریح کر کے الفاظ اور اس کے بعد حروف کی باری آتی ہے۔ یہ طریقہ بہت مشکل ہے لیکن ماہران فن تعلیم کی رائے میں بچے کے واسطے آسان اور مفید ہے۔ استاد کی قابلیت کی اس میں بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے

اور اسی وجہ سے بیشتر اوقات ایسے طرز عمل پر مجبور ہے۔ جو ناپسندیدہ ثابت ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا دلائل سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ کہ اگر واقعی قوم کی ترقی مقصود ہے۔ تو چھوٹے بچوں کی پرورش تعلیم و ترتیب کی جانب توجہ کی جائے۔ درحقیقت یہی اصلی پالٹکس ہے۔ اگر یورپ اور امریکہ کی تعلیمی حالت پر سرسری نظر ڈال کر اس ملک کا موازنہ کیا جائے۔ تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ان کی عظمت چھوٹے بچوں کی پرورش و نگہداشت پر مبنی ہے۔ ان ممالک میں پورے طور پر محسوس کیا گیا کہ گلزار قومی کی خوشنمائی اور شادابی کے واسطے نونہالانِ چمن کا مضر اثرات سے تحفظ اور ان کی ما یحتاج زندگی کی فراہمی نہایت ضروری ہے وہ محض افراد کے نور بصر و لخت جگر نہیں سمجھے جاتے بلکہ قوم ان کو آئندہ امید اور حنائے وطن کی روشنی سمجھتی ہے۔ یہ محبت محض الفاظ تک محدود نہیں۔ بلکہ کوئی کوشش ان کی ترقی و بہبود میں اٹھا نہیں رکھی جاتی۔

(۱) چھوٹے بچوں کے ہسپتال الگ ہیں۔ جن میں بڑوں کا علاج نہیں۔ معالج ان میں وہ اشخاص ہیں۔ کہ جنہوں نے ساری عمر بچوں کے امراض یا کسی خاص مرض کے اسباب و انسداد کی تحقیقات میں صرف کر دی ہے۔ بچہ ہسپتال میں داخل ہوتے ہی اس ڈاکٹر کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جو اس خاص مرض کے علاج میں کامل ہے۔ اسی وجہ سے ان ممالک میں بچوں کے اموات بہت کم ہوتے ہیں۔

(۲) بچوں کے واسطے ایوان اطفال قائم کئے گئے ہیں۔ جہاں ہر چیز ان کی دماغی اور جسمانی ضرورت کے لحاظ سے مہیا کی گئی ہے۔ درحقیقت یہ ایک چھوٹے پیمانہ پر دنیا ہوتی ہے۔ جس میں بچہ بڑا ہوتا ہے۔ اور معلم کی نگرانی میں مدارج کو طے کرتا ہے۔ دو یا ڈھائی سال کا بچہ ایوانِ اطفال میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ جہاں اس کے اعضائے جسمانی و دماغی کو پورا موقع بالیدگی کا ملتا ہے۔ یہ اسکول ہمارے یہاں کے مکتبوں اور درسگاہوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ مارپیٹ ڈانٹ ڈپٹ بالکل غائب ہوتی ہے۔ زبانی ہدایات بہت کم کی جاتی ہیں۔ جو کچھ اس کو سکھلانا مقصود ہوتا ہے۔ معلم اسے عملی طریقہ سے بتلاتا ہے یعنی وہ خود عمل کرنے لگتا ہے۔ اور بچہ رجحان اتباعی کی مدد سے خود نقل کرتا ہے محض طرز برتاؤ سے بچہ کے ارد گرد ایسی کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے۔ کہ وہ خود بخود استاد کی آرا کے موافق عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

(۳) بچوں کے واسطے گورنمنٹ کی جانب سے سیرگاہیں تیار کی گئی ہیں۔ جہاں وہ سیر و تفریح کرتے ہیں۔ ان میں ماہران فن پرورش کی ہدایت کے موافق واشیا فراہم کر دئے گئے ہیں۔ جن میں بچوں کو دلچسپی اور جو ان کی دماغی ترقی کا باعث ہوتی ہیں۔

(۴) بچوں کا علم ادب بالکل علیحدہ ہے۔ قوم کا فاضل ترین علماء اس نازک فرض کو انجام دیتے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے قصص اور نظموں کے ذریعہ سے بچوں کی دنیا میں ایسی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ جن سے بچے ہمدردانِ قوم اور فدایانِ وطن کے خیالات کی ساخت ہوتی ہے۔ یہ اسی لٹریچر کا نتیجہ ہے۔ کہ مقامی و قومی خیالات نے مذہب کی جگہ لے لی ہے۔ اور مغربی اقوام "حب الوطن من الایمان" پر لفظ بلفظ کاربند ہیں۔ ہم لوگوں میں ابھی تک وطن کا عشق درحقیقت پیدا نہیں ہوا ہے۔

(۵) بچوں کے قوانین علیحدہ ہیں۔ اگر کوئی بچہ کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس ماحول کی تحقیقات ہوتی ہے۔ جس میں اس نے پرورش پائی ہے۔ اور جہاں وہ رہتا ہے۔ اور والدین یا دائی کو بچے کے جرم میں سزا دی جاتی ہے۔

(۶) بچوں کے قید خانے بالکل علیحدہ ہیں۔ وہ اصلاح خانوں کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ اور ان میں اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ بچے کے عادات نیک ہو جائیں۔ اور وہ مفید فرد قوم بن سکے۔

رہنمایانِ خیال اور قوم سازانِ ہند کو اپنا فرض اسے محسوس کرنا چاہئے۔

تعارف

(جناب القائے نامی کوہ مسوری نظامی کے قلم سے)

انسان کی ہستی عالم موجودات میں ایک معروف ہستی ہے۔ وہ ہر حیثیت سے ادراک و تحقیق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ غور سے دیکھا جائے۔ تو وہ آپ خود اپنا مہمان ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے کو پہچانا۔ بس اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اسلئے عرفیت ایک شئے ہے۔ تعارف کے معنی ایک دوسرے سے شناسائی کرانا۔ جسے انگریزی میں انٹروڈیوس کہتے ہیں۔ تعارف و معرفت سے انسانی جذبات و محبت میں ایک دوسرے کے اختلاط و میل جول

کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ معارف و معرفت دانوں کی یکجہتی سے ہزاروں
کام دینی و دنیوی انجام پاتے ہیں۔ جبتک انسان اپنے ہمجنس کیساتھ سلسلۂ
تبادلۂ خیالات نہ کرے۔ اسکے ملکی و ملی دونوں کام ادھورے رہجاتے
ہیں۔ جان پہچان عجب چیز ہے۔ جس کی بدولت انسانی اخلاق و ہنر اتفاق
محبت، رنج و غم، معیشت و طلبیت میں ایکدوسرے کا ہمدرد و یاور ہوتا ہے۔
جبتک کسی کا کسی سے تعارف نہیں ہوتا۔ تو جانبین کی زندگی ایک بیگانہ طور پر
بسر ہوتی ہے۔ اور ایکدوسرے کے جذبات و معلومات سربستہ کیطرح
اپنے اپنے سینوں میں چھپے رہتے ہیں۔ کیا نہیں معلوم خدا نے سب سے
پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو سماوی و ارضی مخلوقات سے تعارف کرایا۔
جس علم سے فرشتے تک عاجز تھے۔ گویا علم عرفیت سب سے پہلے حضرت انسان
ہی کو حاصل ہوا۔ دنیا میں بڑی کمیٹیاں و سوسائیٹیاں بھی انجمن تعارف
و تعاون ہیں۔ کوئی آدمی ایسا نہیں۔ جس کے دو چار دس پانچ دوست
احباب مخلص ہمدم نہ ہوں۔ اسیطرح ایکدوسرے سے سلسلہ تعرف و توصل
سے تعارف و تعلق کی داغ بیل پروان چڑھنے لگتی ہے۔ ہمارا تجربہ
خود شاہد ہے۔ کہ ہم نے بچپن میں اشاروں پر اشیاء کی ماہیت حاصل
کی۔ رفتہ رفتہ ان کے اسماء معلوم ہوئے۔ پھر ان کے خواص خصائل استدلال
سے واقفیت پیدا کی۔ جوان ہوئے تو مشاہدے سے ہر ایک چیز میں ا
حاصل کی۔ استادوں کی بیجا یا مرشدوں کی تلقین و تادیب نے اثر کو
دل میں جگہ دیا۔ ماں باپ کے حدود مراتب عالیہ کا کافی لحاظ رکھا اور
ان کے ہر واجبی حکم کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ لیکن معرفت کے طریقوں پر
غور کیا جائے۔ تو متعدد طریقے معرض شہود میں آسکتے ہیں۔ دو شخص
کا آپس میں شناسائی حاصل کرنا ایک شکل ہوئی۔ دوسری شکل اس سے
جداگانہ ہے۔ یعنی خط و کتابت کے ذریعہ بیرونی صورت ہے۔ لیکن معرفت
انسانی کا معیار اس سے بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے تجربات اس
ثبوت کیلئے کافی ذخیرہ ہیں۔ جب کسی ناآشنا کی خدمت میں اس کے مدارج
و قابلیت کو ملحوظ رکھکر کوئی نامہ و پیام بھیجا جاتا ہے۔ اس طرف سے نہایت
محبت و ارتباط آلود جواب ملتا ہے۔ جس سے جانبین کے دل اخلاص،
صدق و صفا سے موج پذیر ہوتے ہیں۔ اگر اس کا سلسلہ عرصہ تک
جاری رہا۔ یقین مانئے دونوں کی یگانگت کا پلہ عشق کی حد تک پہنچ جا
اقصائے عالم میں ان کی فضائے محبت لاثانی شناختہ و تعریف قرار پائیگی
ہر ایک ملک کے طریق جدا اور راہ و رسم مختلف ہوتے ہیں۔ اسیطرح انکے
اصول تعارف بھی ایک ہیں۔ کوئی کسی اسلوب سے رسائی کرتا ہے۔
اور کوئی کسی ایک ڈھنگ سے باریابی پاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ
دونوں کا مطمح نظر ایک ہے۔ تعرف اپنے میں منجملہ خوبیوں کے ایک اور خوبی رکھتا ہے۔
وہ یہ کہ اس کی بدولت کثیر التعداد دوست پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں بلا مبالغہ
عرض کرتا ہوں۔ اکثر شیدائے محبت اور بیشتر وارفتہ تعرف ہوتے ہیں۔ وہی
اس کو خوب جانتا ہے۔ جو ان مراحل تعارف کی تفریح کیا ہے۔ انسان اپنے
تعلقات کو خوشگوار اور استوار بنانے کے لئے دنیا میں ارتباط و محبت پیدا کرتا
ہے۔ اس سلسلہ محبت کے قیام کے لئے پہلے اسے تعارف کی ضرورت پڑتی
ہے۔ جس کا اسے ہر آئینہ کوشش کرنی ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اسطرح
اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ بقائے حیات انسان و تمدن کے واسطے
تعرف ایک کارآمد آلہ ہے۔ جس کے وسیلے میں ملکی و ملی اور تمدنی و معاشرتی
کاروبار سرانجام پاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آجکل ترقی یافتہ اقوام اس تعارف
و تبادلہ خیالات کی بدولت کہاں سے کہاں تک پہنچ چلی ہیں۔ جس قوم میں
اس کا جوہر فنا ہو چکا ہو۔ وہ معرض التواء میں پڑے فضائے تنزل کی
سیر کرتی رہیگی۔ اس کی نشو و نما میلان طبع کا محتاج ہے۔ اکثر اوقات اس
کا بیجا عمل کرنے سے جنگ و فساد کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنیوالا
دانشمندی اور معاملہ فہمی سے کام لے تو اس کے نتائج بہتر سے بہتر مترتب
ہونگے۔ غرض عرفیت ہر متنفس کے لئے ہر ایک شعبہ میں معاون خاص ہے
ہر ایک فن میں ترقی اگر چاہتے ہیں۔ تو اس معجز نما "تعارف" کی قدر کرو۔
اور اس کے دستور العمل پر من حیث الکل عمل ہوتا رہے۔ تو اس کی بدولت
ہر جگہ اتفاق و اتحاد کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ آپس کی یکجہتی
اطمینان ہوگا۔ جس نے اس کو نفرت کی نظر دیکھا۔ وہ اوج ارتقائے بلند
سے نیچے گرا دیا گیا۔ غور سے دیکھا جائے۔ تو تعرف و عرفیت کے لئے
انسان میں کوئی نہ کوئی کمال و ہنر ہونا لازمی ہے۔ جیسا مولانا غالب
نے فرمایا ہے ؎

سیکھے ہیں مہ رخوں کیلئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے

بات میں بات نکل آئی۔ دیکھئے تعرف و ملاقات حاصل کرنا
ہو۔ تو کن ذرائع ممکن الحصول کی کوشش کرنا پڑتا ہے۔ گو اس
مضمون سے سامع کو تسلی نہ ہوگی۔ لیکن گونہ توقع تو بندھ جائیگی
سب ہی کامیابی تعارف کا خاص گہر ہے والسلام

جن خریداران کی خدمت میں "افزائش نمونۃً" ارسال ہوتا ہے
ان سے عرض ہے۔ کہ وہ براہ بیرنگ ڈاک منشائے خریداری سے مطلع فرما کر
مشکور فرمائیں۔
(منیجر)

جذبۂ ایمان

(از مولانا وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی، پروفیسر اُردو جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

بند اوّل

قیامت خیز جذبہ ہے بلندی کا جو پستوں میں تو کیسی کھلبلی برپا ہے ان دولت پرستوں میں
یہی ہمت ہے گر زوشِ زمیں پر رہنے والوں کی تو جا پہنچینگے بام عرش پر دو چار جستوں میں
تڑپتے ہیں مظلوموں کے نہاں تم یقیں جانو وہی طاقت نظر آتی ہے جو خونیں کے دستوں میں
حوادث بادو باراں کی طرح آ کر گذر جائیں پہاڑوں کی توانائی تری ہے زیردستوں میں
قدم رکھتے ہی اُڑ جائینگے بادل جو گھٹا ہو کر ثمرنگیں جن نے انکے بچھا دی ہیں وہ رستوں میں
شکستیں کھائی ہیں مشرق نے مغرب سے بہت لیکن چھپا بیداریِ مشرق کا نظارا ان شکستوں میں
قریب آیا ہے شاید وقت ہشیاریِ مغرب کا کہ اک طوفان محشر ہے بپا غفلت کے مستوں میں
نہیں ممکن کہ یہ آندھی تھمے اور تھم کے رہ جائے
در و بامِ جہاں پر گرد سی اک جم کے رہ جائے

بند دوم

مسلماں تھے جو سوئے غفلتوں کی چادریں تانے ہلائے ہیں ایام نے انکے بھی اب شانے
اُمنگیں جن کی بجھ کر رہ گئی تھیں یاس و حرماں سے لگی پھر آتشِ غیرت دلوں کو انکے گرمانے
صدا ہاتف نے دی انکو کہ اے توحید کے متوالو یہ کیوں آباد مغرب میں ہیں گمراہی کے میخانے؟
مساواتِ اسود و احمر میں کہتے نہیں جائز عدالت سے ہیں بیگانے ملوکیت کے دیوانے
زبان و رنگ کی توڑی ہی تھیں زنجیریں کبھی تم نے وہی مشرق کے [illegible] تم کو یہ آئے ہیں بہکانے
نہ ہونا شیفتہ نسل و وطن کے دیوتاؤں پر اگر دورِ خلافت کے تمہیں ازبر ہیں افسانے
نہ کرنا تم طوافِ پیکرِ جذباتِ حیوانی وہی اک شمع ہے اسلام تم جسکے ہو پروانے
نہیں جائز ہو فرق ابیض و آں توحید مطلق میں
ہوس کی گرد اُڑنے دو نہ راہِ دینِ برحق میں

بند سوم

کرو باطل پہ حملہ حق کی تم شمشیر ہو جاؤ مصافِ عدل میں فاروق کی تصویر ہو جاؤ
فدا ہونا ہے تم کو کعبۂ دیں کی حمایت پر اٹھو اور خوابِ ابراہیم کی تعبیر ہو جلد
صدا آئے فاستقم [illegible] تو پھر اس آیتِ محکم کی تم تصویر ہو جاؤ
[illegible] گردش میں [illegible] تم اب ان مسجدوں کے درپے تعمیر ہو جاؤ
نہ ہونے پائیں ظلم ناروا کی ظلمتیں حائل اگر تم آفتابِ عدل کی تنویر ہو جاؤ
نمائش عظمتِ حق کی اگر فرض ہے تمہارا تو پھر [illegible] تم نعرۂ تکبیر ہو جاؤ
خدا کا آخری پیغام کہتا ہے تمہیں عالم تو پھر تم شرق سے تا غرب عالمگیر ہو جاؤ
خدا کو ایک مانا ہے تو پھر یکتا تمہیں تم ہو
دلوں میں ہے اگر ایمان تو پھر اعلیٰ تمہیں تم ہو

بند چہارم

یہی ضو تھی کہ جب اقصائے مغرب میں ہوئی پیدا گری اسپین کی فوجوں پہ برق [illegible]
سبق بھولا ہوا طارق کا پھر یاد آ گیا انکو لیا سامان چھین انکا جو تھے فرعونِ سامانی
شتر بانوں پہ چڑھ کر آئے تھے [illegible] ایمان لیکر دکھایا انکو وہ جوہر کہ ہوش انکے ہوئے پراں
حریفوں کو دکھائے رزم کے تیور [illegible] کہ تھے صیدوں کی طرح خاک [illegible] غلطاں
صدا احسنت کی وہ سمجھے سپاہِ طارق کی جوانی مراکش کے [illegible] ہو گئے ملت [illegible]
عرب کے [illegible] جو کبھی یہ نسل ولادت ہے کہ ساحل پر پہنچا ابتک ہے لاکھوں بھیل کر طوفاں
تمدن اس نے ٹکرا کر ہوا لیس پایا ہے یورپ کا وہ سدِ آہنی ہے اس دلاور نسل کا ایماں
رہے ثابت قدم انکے ہمت تنہا کی رکابوں میں
کبھی لرزے نہ قلب انکے فلک کے انقلابوں میں

بند پنجم

یہی قوت تھی جسنے دل کو افغانوں کے گرمایا جہاں گرمی تھی برف اس جا تنور آتش کا دہکایا
پڑے تھے قافلے سے ملت بیضا کے دور ابتک لٹیروں کا تھا غول آہ انکو بہکایا
نظر آتا نہ تھا نور اتحادِ اہلِ ملت کا اندھیرا غفلتوں کا وادی کابل پہ تھا چھایا
فنا ہونے کو تھی موجِ خطر سے ملتِ افغاں لیا یکبار حق نے پکڑ امان اللہ خاں آیا
اٹھا انگڑائی لیکر جب وہ شیرِ بیشۂ غیرت تو اسکے نعرۂ ایماں نے دل غیروں کا دہلایا
دیا توڑ اسنے زنجیرِ فریب اہلِ مغرب کو عطا منشورِ آزادی کا افغانوں کو فرمایا
نکالا قوم کو اس خضر نے ظلماتِ غفلت سے پھر اُن کو چشمۂ آبِ بقا کے پاس پہنچایا
جوان اس قوم کے سیکھینگے اب آتش سے برکاتے
کہ غیرت کا سبق سیکھینگے ان سے ایشیا والے

بند ششم

یہی جذبہ تھا جسنے روح پھونکی آلِ عثماں میں سفینہ رہ گیا تھا آسکے باقی جس کا طوفاں میں
خدا نے ناخدا جسکو دیا تھا مصطفیٰ کا سا سفینہ غرق وہ کسطرح ہوتا بحرِ عماں میں
ہلالِ آلِ عثماں از سرِ نو اسطرح چمکا کہ نور ایسا نظر آتا نہیں [illegible] میں
ہلالی تیغ جب ترکوں کی چمکی صاعقہ بن کر تو اسکے عکس سے لرزہ تھا جسمِ فوجِ یوناں میں
ہوئی ترکی تمام انکی جو تھے یونان حامی کمال ایسا دکھایا لشکرِ ترکی نے میدان میں

مسیحی جب سمجھتے تھے کہ میں بیمار عثمانی — چھپے ہیں خنجر ملت تشخیص ان کے گریباں میں
زمانہ دیکھنے کو ترکوں کی جیرت سے یہ کہتا ہے — "نہنگ ایسے نہ دریا میں نہ شیر ایسے نیستاں میں"
شجاعت کا تم آگے انکے دشمن ٹھہر نہیں سکتے
جو یوں مرنے پہ ہوں آمادہ وہ ہرگز نہیں سکتے

بند ہفتم

یہ جوہر ہو اگر شاخوں میں وہ تیغ رواں بنجائیں — یہ جرأت کمر یوں میں ہو تو وہ شیر ژیاں بن جائیں
یہ وارد ناتوانوں کو اگر دو ہوں توانا وہ — یقیں ہے گر اس دل میں تو افتیں کے جواں بنجائیں
بلطافت عورتوں میں ہو تو مردانہ ہنر ہوں — غلاموں میں ہو یہ جذبہ تو پھر وہ حکمراں بنجائیں
رواداری یہ طبیعت میں ہو جنکی اسیل ہو جائیں — حرارت یہ ہو جنکے خوں میں برق تپاں بنجائیں
یہ قوت جنکے دل میں ہو وہ کچھ بنتا ہے نشانِ(؟) — یہ دولت پاس جنکے ہو وہ گنج شائگاں بنجائیں
غرض یہ ہے کہ حق دل میں ہو روشن نور ایماں — عجب کیا ہے کہ وہ فطرت کے گہرے راز داں بنجائیں
بنجائیں وہ اگر چاہیں جہاں کو اک تماشا گاہ — تو قوی فطرت کے انکے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں بنجائیں

یقین جانو کہ ان ہاتھوں میں ہے زور ید اللٰہی
انہیں کی انگلیوں میں ہے کلید مخزن شاہی

بند ہشتم

مسلمانو! اگر ملت کے ہو تم جاں نثار ونہیں — تو کیوں پھر کس لئے ہو زندگی کے کارزار میں
تمہارے دل میں بھر دی ہے خدا نے روشنی ایسی — کہ جس کا اسکا رہتا ہے شب روز ان میں ہو نہیں
رگوں میں ہے تمہاری وہ ترا خون غیرت کا — یہ سرعت اور یہ بیتابی نہیں دیکھی شرار میں
دکھاؤ معرکہ میں جنگ کے دوڑ دھوپ ایسی — کہ ہو مشتاق نام آور جہاں شہسوار میں نہیں
سمندر میں بھی گھوڑے ڈالکر جو تیرنے والے تھے — تمہارا ہے نشاں ان فاتحوں کی یادگار میں نہیں
نہیں ممکن یہ اسکو ملے تم جیسے شیر دل — کہ ساگر جستجو ہندوستان اپنے کچھار میں نہیں
تمہارے دل کی بھٹی میں بھڑکتے ہیں عزم صادق کے شعلے — لگا دو آگ ظلم و جبر کے خاشاک زار میں نہیں

تغافل تا بکے یاراں! ز دریست تنگ ما ز آئید
نشانِ فتح بر سر از قضائے جنگ باز آئید
[علیگڈھ میگزین]

انجام بے احتیاطی

(۱)

مجھ کمترین کو زمانہ طالب علمی سے موشگافی کا جنون ہے۔ ہر بات کو غور سے دیکھتا ہوں۔ اور جہاں تک میری عقل مدد دیتی ہے۔ ہر معاملہ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ جنون میرے دماغ میں ایسا مسلط ہے کہ بعض اوقات چلتے چلتے ٹھہر جاتا ہوں۔ بولتے بولتے خاموش ہو جاتا ہوں۔ اور ہنستے ہنستے رونے لگتا ہوں۔ اگر میں کسی شخص کو کنگرہ ترقی پر دیکھتا ہوں۔ تو ہفتوں اس کی ترقی کے اسباب تلاش کرتا رہتا ہوں۔ اور اگر کسی کو قعر پستی میں افتادہ پاتا ہوں۔ تو اس کی افتادگی کی وجوہ جبتک معلوم نہ کر لوں چین نہیں آتا۔ چنانچہ ذیل میں جو سطور بصورت افسانہ میں قلمبند کر رہا ہوں۔ اسی جنون کا نتیجہ ہے۔ کل میں اپنے ایک کلاس فیلو کی عیادت کو گیا تھا۔ ان صاحب کا نام باضافہ "منشی" و "صاحب" امیر علی ہے۔ ان کی زندگی علم النفس تماشائیوں کیلئے صد ہا عجائب و نوادر اور فطرت کے طلسموں سے لبریز ہے۔ میں انہیں بائیس سال سے جانتا ہوں کیونکہ یہ میرے پرانے کلاس فیلو ہیں۔ انہوں نے آٹھویں نویں جماعت تک انگریزی پڑھ تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن میں نے انٹرنیس پاس کر کے قانون پڑھا اور اب وکالت کرتا ہوں۔ جہانتک مجھے معلوم ہے

منشی امیر علی کی زندگی ہمیشہ تکالیف و مصائب اور تفکرات میں بسر ہوئی۔ اور کبھی انہیں ۱۲ گھنٹے بھی اطمینان و سکون کے نصیب نہیں ہوئے۔ منشی امیر علی کے والد کلکٹریٹ میں اہلمد تھے۔ اور اپنی نیک مزاجی اور تدین کی وجہ سے تمام شہر میں مشہور تھے۔ منشی صاحب ماں باپ کے اکلوتے فرزند تھے۔ اور اس لئے ان کی دلداری اور خوشنباشی کا زیادہ خیال رہتا تھا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ آٹھویں نویں درجہ تک پہنچ جانے کے باوجود وہ انٹرنیس پاس نہ کر سکے۔ اور کشاکش حیات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے یہ ذریعہ موہوم کبھی نہیں نصیب نہ ہوا۔

(۲)

جن دنوں منشی صاحب میرے سکول ہمراہ پڑھتے تھے۔ ان کی لت عجیب تھی۔ ان کی شیر دانی سے دو تین بٹن غائب ہوتے تھے۔ کرتے کا گریبان ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ کپڑوں پر روشنائی کے دھبے لازمی تھے۔ ایک درجے کا کورس انہیں سال میں دو تین بار خرید مول لینا پڑتا تھا۔ کیونکہ ان کی ایک نہ کتاب آئے دن گم ہوتی رہتی تھی۔ یہی حالت رومال چھتری اور چھڑی بلکہ گھڑی کی تھی۔ منشی صاحب نے بیس سال کی عمر تک بڑی فارغ البالی اور بےفکری کیساتھ زندگی بسر

لیکن اس کے بعد ایک ہی سال میں یکے بعد دیگرے والدین کا سایہ سر سے اٹھا تھا۔ اور ان پر مصائب کا نازل ہونا۔ ایسے وقت منشی صاحب کی ایک بیوہ پھوپھی تھیں۔ جنہوں نے ان کی سرپرستی اور خبرگیری اختیار کی۔ چونکہ منشی صاحب کے والد شیخ وزیر علی مرحوم سے کچہری کے تمام اہلکار خوش تھے۔ اس لئے انہوں نے منشی امیر علی کو پندرہ روپیہ ماہوار کا نوکر رکھا دیا۔ لیکن ان میں ترقی کا مادہ بالکل نہ تھا۔ نہ کام میں چستی چالاکی اور صفائی، نہ حاضری کی پابندی نہ حکام اور افسروں کی خوشنودی کا خیال۔ نتیجہ یہ ہے کہ تین سال کی ملازمت میں نہ ان کو کوئی مستقل جگہ مل سکی۔ اور نہ تنخواہ میں کچھ اضافہ ہوا۔ منشی صاحب کی پھوپھی کو ان کا بہت خیال تھا۔ اور آخر کار برادری میں ایک مناسب لڑکی تجویز کر کے انہوں نے اس فرض سے سبکدوشی حاصل کی بے پروائی میں اور ترقی ہو گئی۔ کیونکہ زندگی میں ایک قسم کی بے فکری پیدا ہو جانے سے انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ ہماری مشکلات اور ذمہ داریاں نصف رہ گئیں۔ جہاں تک معاملات خانہ داری کا تعلق تھا۔ ان کی بے پروائیاں خطرناک نہ تھیں۔ لیکن ملازمت اور اپنے فرائض منصبی کی جانب سے ان کی بے پروائی نہایت مضر ثابت ہوئی۔ چنانچہ اپنی اس عادت بد کی بدولت وہ ایک ضروری مثل کھو بیٹھے۔ مثل پر مال کے ایک بڑے مقدمہ کا انحصار تھا۔ اور کوئی شخص یہ باور نہیں کر سکتا تھا۔ کہ اہلکار نے کافی رقم لئے بغیر ایسی بے ضابطگی کا ارتکاب کیا ہو۔ الغرض منشی صاحب سے جواب طلب ہوا۔ اور جواب ناقابل اطمینان سمجھا گیا۔ اس لئے ان پر باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا۔ یہاں بھی باپ کی نیکیاں کام آئیں۔ اور منشی صاحب کو اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ کہ وہ ایکدم برخاست کر دئے گئے۔

(۳)

ملازمت جانے کے بعد منشی صاحب کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے پاس کوئی اندوختہ نہ تھا جس سے وہ گذر اوقات کرتے۔ چھ ماہ کی مدت انہوں نے بیوی کا زیور فروخت کر کے بسر کی۔ زیور بہت معمولی اور کم قیمت تھا آخر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ان کے ایک کلاس فیلو نے جو دہلی میں ملازم تھے۔ ایک سوداگر کے ہاں روزنامچہ نویسی کے کام پر ان کے لئے ملازمت کا انتظام کیا۔ چنانچہ منشی صاحب باوجود موسم بارش بیوی اور پھوپھی کو تنہا مکان پر چھوڑ کر اور ضروری زاد سفر لے کر دہلی روانہ ہو گئے۔ منشی صاحب صبح کے وقت گاڑی میں کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ داہنا ہاتھ کھڑکی کے بند ہونے کی جگہ پر تھا۔ یکایک ایک مسافر نے بے تحاشا کھڑکی کھولی جس سے ان کے ہاتھ کا انگوٹھا اور انگشت شہادت سخت زخمی ہوئی۔ اور کئی تولہ خون خارج ہو گیا۔ ریل میں جو کچھ مرہم پٹی ممکن تھی کی گئی۔ اور آخر کار شام کے ۴ بجے منشی صاحب دہلی پہنچ گئے۔ بارش کا زمانہ تھا۔ دوا بھی مناسب وقت پر نہیں پہنچی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہاتھ پک گیا۔ دوکان پر روزنامچہ لکھنا ایک تیز دست آدمی کا کام تھا۔ اور یہ لکھنے سے بالکل معذور تھے۔ خدا ان کے کلاس فیلو دوست کا بھلا کرے۔ کہ انہوں نے تین ماہ تک اپنا مہمان رکھا۔ اور سوداگر نے بھی یہ مہربانی کی کہ اتنے عرصہ تک ان کی جگہ کا مستقل انتظام نہیں کیا۔ تین ماہ کے بعد جب انہیں صحت ہوئی۔ تو کام شروع ہوا۔ دوکان پر فروخت خاصی ہوتی تھی۔ اور منشی صاحب اتنے تیز دست نہ تھے۔ اور نہ باوجود تیز دستی کی کوشش کرتے تھے۔ کہ روزنامچہ لکھنے میں ناکامیاب ثابت نہ ہوں۔ بہرحال تین ماہ تک منشی صاحب نے سوداگر کے ہاں کام کیا۔ لیکن حساب ہو گیا۔ تو آمد و خرچ قریب قریب برابر تھا۔ آخر کار انہوں نے تجویز کیا کہ پھوپھی اور بیوی کو بھی لے آئیں۔

(۴)

متعلقین کو ہمراہ لاتے وقت منشی صاحب نے رات کی گاڑی لی۔ عورتوں کو زنانہ درجہ میں سوار کر دیا۔ اور خود مردانہ میں بیٹھ گئے۔ اسباب بھی اپنے ساتھ رکھ لیا۔ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ بدقسمتی سے آنکھ لگ گئی۔ اور ہاپوڑ کے اسٹیشن بیدار ہوئے۔ تو دونوں بستر اور ٹرنک غائب پائے۔ روح نکل گئی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر سے کہا تار دلوا دیا۔ مگر سب بے سود۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی۔ کہ ٹکٹ بھی بکس ہی میں تھے۔ دہلی پہنچ کر بڑی مشکل سے اور کئی روپے بابو لوگوں کو دینے پر اسٹیشن سے باہر نکلے۔ ایک چھوٹا سا مکان تین روپے ماہوار پر پہلے سے لے رکھا تھا۔ متعلقین کو اس میں اتارا۔ لیکن مکان میں نہ چارپائی تھی نہ چٹائی اور نہ بستر۔ منشی صاحب کی بیوی کے پاس جو برقع تھا۔ اسے زمین پر بچھا کر سب بیٹھے اور جب تک منشی صاحب نے سوداگر سے کچھ روپیہ پیشگی لے کر دو تین چٹائیاں خرید نہ لیں۔ اسی طرح فرش زمین پر گرمی کی تکلیف اور راتیں بسر کیں۔ ایک دن چٹائیوں پر سب پڑے سو رہے تھے۔ کہ منشی صاحب کی پھوپھی دو بجے کے وقت بے چین ہو کر اٹھیں۔ منشی صاحب کو جگایا۔ کہ میرے کان میں کوئی چیز گھس گئی۔ اور دماغ کو بڑھ رہی ہے۔ منشی صاحب اس وقت کہاں جا سکتے تھے۔ اور کیا تدبیر کر سکتے تھے۔ بیچارہ نے کانوں میں پانی ڈالا پھر پان تمباکو کا عرق ٹپکایا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور تکلیف بڑھتی گئی

علی الصباح منشی صاحب نے دوڑ دھوپ شروع کی۔ اتنی مقدرت نہ تھی۔ کہ کسی بڑے ڈاکٹر یا حکیم کو گھر پر بلاتے۔ پھوپی کو زنانہ ہسپتال میں لیجا کر دکھایا۔ لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ سہ پہر کو یہ حال تھا۔ کہ وہ دیواروں سے ٹکراتی تھیں۔ شام ہوتے ہوتے کانوں سے رطوبت بہنے لگی۔ اور دوسرے دن صبح کو راہی ملک بقا ہوئیں۔ پھوپی کی بے گور و کفن نعش ایک چٹائی پر میلے کچیلے کپڑوں میں پڑی ہوئی تھی۔ منشی صاحب کی بیوی دوسری چٹائی پر بیٹھی رو رہی تھیں۔ اور منشی صاحب خود سرگرداں تھے۔ کہ مرحومہ کی تجہیز و تکفین کا کیا انتظام کریں۔ آخر اس مصیبت میں بھی انہیں وہی کلاس فیلو دوست یاد آیا اور اسی کی امداد سے انہوں نے اپنی پھوپی کی تجہیز و تکفین کی۔

(۵)

منشی صاحب پہلے ہی تہی دست تھے۔ اس مصیبت نے انہیں اور بھی مضمحل کر دیا۔ اور وہ ہر وقت مخبوط و مبہوت رہنے لگے۔ سوداگر جس کے یہ ملازم تھے بڑا رحمدل تھا۔ وہ ان کے کام سے تو ناخوش تھا لیکن ان کے حالات اور واقعات نے بہت متاثر کر رکھا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ روزنامچہ لکھنے کا کام ان سے نہیں ہو سکتا۔ تو متفرق کاموں پر انہیں رکھ لیا۔ لیکن تنخواہ میں کوئی کمی نہیں کی۔ اسی اثنا میں سوداگر کا ایک مقدمہ مراد آباد میں دائر ہوا۔ اور اس نے پیروی کے لئے مختار نامہ خاص تصدیق کرا کے اور جملہ کاغذات منشی صاحب کو روانہ کئے۔ رات کے ۱۲ بجے گاڑی جاتی تھی۔ اس سے منشی صاحب دوکان سے رخصت ہو کر گھر چلے آئے۔ اور پھر گھر سے اطمینان کے ساتھ ۱۱ بجے اسٹیشن کو روانہ ہوئے۔ صبح کو مراد آباد پہنچ گئے۔ جب کچہری میں پہنچے اور وکیل کے پاس گئے۔ تو معلوم ہوا کہ مقدمہ کے کاغذات بدقسمتی سے مکان ہی پر بھول آئے۔ اب کیا ہو سکتا تھا کئی دفعہ مقدمہ کی پیشی بدلوائی جا چکی تھی۔ حاکم پہلے ہی سے آشفتہ ہو رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ عدم پیروی سے خارج ہو گیا اور بیچارے سوداگر کو آٹھ سات سو روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔ منشی صاحب جیسے گئے تھے۔ ویسے ہی واپس آ گئے۔ اپنے دل میں سخت نادم تھے لیکن مجبور تھے کہ سوداگر سے من وعن حال بیان کریں۔ سوداگر اس واقعہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور اس نے منشی صاحب کا حساب کر دیا۔ چار پانچ روپے کہ جو واجب الادا نکلے تھے۔ منشی صاحب لے کے گھر چلے آئے۔ گھر پہنچے تو بیوی کو درد ولادت میں مبتلا پایا۔ اب منشی صاحب کی پریشانی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ انہیں پھر اپنا کلاس فیلو دوست یاد آیا تھا۔ لیکن مصیبت یہ تھی کہ وہ ان دنوں دہلی میں موجود نہ تھا۔ منشی صاحب کے پاس پانچ چھ روپے تھے۔ جب تک وہ موجود رہے انہوں نے بیوی کی تیمارداری میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اس کے بعد وہ مجبور تھے۔

(۶)

منشی صاحب کے پڑوس میں کئی دولتمند گھر تھے۔ ان گھروں میں فضول اور لایعنی طور پر روزمرہ اتنا اٹھ جاتا تھا۔ کہ منشی صاحب کی تمام ضرورتیں رفع ہو سکتی تھیں۔ لیکن آجکل ایک مسلمان پڑوسی کے ہاں محفل رقص منعقد ہوتی ہے۔ اور دوسرا مسلمان پڑوسی تیسرے فاقہ سے ہوتا ہے۔ خرچ ختم ہونے کے بعد تین دن تک منشی صاحب معہ اپنی بدنصیب بیوی بچہ کے بے آب و دانہ پڑے رہے۔ لیکن کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوا۔ تیسرے دن جب وہ انتہائے مایوسی کی حالت میں خدا کو اس کی تمام رزاق صفتوں کے ساتھ یاد کر رہے تھے۔ اُن کے کلاس فیلو دوست نے آواز دی۔ جو اسی دن دہلی میں وارد ہوا تھا۔ منشی صاحب نے تمام واقعات کہہ سنائے۔ اور اس نے حسب معمول منشی صاحب کو امداد دی۔ چونکہ زچہ خانہ میں بے احتیاطیاں ہوتی تھیں۔ منشی صاحب کی بیوی سخت علیل ہوئیں۔ منشی صاحب نے ایک رحمدل اور غریب نواز ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ ایک دن ڈاکٹر نے دو نسخے تجویز کئے۔ ایک عمل دینے کا اور ایک پینے کا۔ منشی صاحب نے دونوں شیشیاں ایک طاق میں لا کر رکھ دیں۔ چونکہ علاج مفت تھا۔ عمل دینے والی عورت بے پروائی کی وجہ سے اس دن نہ آئی۔ رات کو منشی صاحب غلطی سے عمل کی دوائی پلا دی۔ اور جب اس سے شکایات میں اضافہ ہوا تو بدقسمتی سے ایک خوراک اور پلا دی۔ اتنی مقدار ہلاکت کے لئے کافی تھی چنانچہ بدقسمت عورت نے تڑپ تڑپ کر جان دی اور اگلی صبح کا اسے دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ اب محلہ والے منشی صاحب کے حالات سے واقف ہو چلے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس مصیبت میں ان کا ساتھ دیا۔ اور بیوی کی تجہیز و تکفین کے لئے انہیں اپنے کلاس فیلو دوست کو تکلیف نہیں دینی پڑی۔ پندرہ بیس دن کا بچہ ماں کے بغیر کیا زندہ رہتا۔ ماں کی وفات کے چوتھے یا پانچویں دن وہ بھی جان بحق تسلیم ہوا۔

(۷)

منشی صاحب جب یکہ و تنہا رہ گئے۔ تو انہیں دہلی میں سخت وحشت ہوئی۔ اور آخر کار اہل محلہ نے انہیں پریشان دیکھ کر گمٹ کا

انتظام کر دیا اور وہ اپنے گھر چلے آئے۔ مصیبتیں انسان کے دل میں جذبات کی دنیا پیدا کر دیتی ہیں۔ گھر پہنچکر انہیں اور بھی تکلیف ہوئی۔ انہیں یاد آیا انہوں نے اپنے ماں باپ کے زیر سایہ کسطرح پرورش پائی تھی۔ اور پھر اس کے بعد وہ بیوی کے ہمراہ کیونکر رہتے تھے۔ اور خیالات نے انہیں اپنے مکان سے متوحش کر دیا۔ وہ موقع کے منتظر تھے۔ اور ایک خریدار کو آمادہ پاکر انہوں نے اپنا مکان سات سو روپیہ کو فروخت کر دیا اتنی بڑی رقم منشی صاحب کے قبضہ میں آئی۔ تو انہیں اور بھی دکھ پہنچا۔ اور دہلی میں انہوں نے جس بے سرو سامانی کے ساتھ زندگی بسر کی تھی۔ پھوپی کی وفات اور بیوی کی زچگی و موت میں افلاس و تہیدستی کی وجہ سے مجبور و بیکس ہونا وغیرہ تمام باتوں نے یکے بعد دیگرے یاد آکر انہیں خوب رلایا۔ منشی صاحب کے احباب نے انہیں رائے دی۔ کہ وہ اس روپے سے کسی کاروبار کا سلسلہ چھیڑ دیں۔ اور رفتہ رفتہ دنیا میں از سر نو آباد ہونے کی کوشش کریں۔ منشی صاحب میں ہجوم مصائب کی وجہ سے خود تو قوت فیصلہ باقی نہ رہی تھی۔ انہوں نے احباب کے کہنے پر عمل کیا۔ ان دنوں کھدر کی تجارت بہت کامیاب سمجھی جاتی تھی۔ اور تھوڑے سرمایہ سے یہ کام اچھی طرح شروع کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے منشی صاحب نے خدا کا نام لے کر بازار میں ایک دوکان کرایہ پر لے لی۔ اور مختلف مقامات سے گاڑھا خرید کر کام شروع کر دیا۔ لیکن چونکہ ہاتھ کے کتے ہوئے سوت کے کھدر کی زیادہ مانگ تھی۔ اس لئے انہوں نے روئی خرید کر اپنی دوکان میں رکھ لی تھی۔ اور شہر کی بیوہ عورتوں سے کتوا کر جولاہوں سے بنوا کر فروخت کرتے تھے۔ چند روز میں دوکان چل نکلی۔ اور منشی صاحب کے احباب کو امید بندھی بلکہ اب وہ عنقریب اپنے مصیبت زدہ دوست کو کامیاب و خوشحال دیکھیں گے۔

(۸)

منشی صاحب اپنا مکان فروخت کر چکے تھے۔ اور ایک دوست کے ہاں رہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دوکان ہی میں قیام اختیار کیا تھا۔ جاڑوں کے دن تھے۔ دن بھر دوکان میں خرید و فروخت رہتی تھی۔ رات کو دروازہ اندر سے بند کر کے فرش پر سو جاتے تھے۔ منشی صاحب کو حقہ کی سخت عادت تھی۔ اور اس لئے وہ دوکان کے ایک گوشہ میں آگ ضرور رکھتے تھے۔ رات کو جب دن بھر کی محنت سے چور ہو کر لیٹتے تھے۔ تو حقہ بھر کر پاس رکھ لیتے تھے۔ اور پیتے پیتے سو جاتے تھے۔ یہ حالت بہت مخدوش تھی۔ لیکن بے احتیاطی اور بے پروائی ان کے خمیر میں تھی۔ بعض واقفکار دوستوں نے منع بھی کیا۔ لیکن انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ چنانچہ اپریل کی ۴ تاریخ کو وہ حادثہ رونما ہوا۔ جس کا سب کو اندیشہ تھا۔ منشی صاحب حسب معمول حقہ بھر کر پاس رکھ لیا۔ اور ابھی دو چار کش بھی نہ پئے تھے کہ نیند آ گئی۔ یہ مثل کہ سوتا اور مرا برابر ہوتا ہے۔ منشی صاحب پر صادق آئی۔ انہوں نے اچانک کروٹ بدلی۔ اور لحاف کے الجھاؤ میں حقہ گر پڑا۔ اور آگ منشی صاحب کے بچھونے پر الٹ گئی۔ تھوڑی دیر میں لحاف اور گدا دھڑ دھڑ جلنے لگا۔ دوکان میں دھواں بھر گیا۔ منشی صاحب گھبرا کر اٹھے۔ لحاف اتار کر پھینکا جو روئی کے بوروں پر جا کر گرا۔ اور وہ مشتعل ہو گئے۔ ان کا دم گھٹ رہا تھا۔ بمشکل دروازہ کھولا۔ باہر نکلنا چاہتے تھے کہ چکر آ گیا۔ سر کے بل گہری نالی میں جو دوکان کے نیچے جا رہی تھی گر پڑے۔ جب دوکان کا مال جل چکا۔ اور چھت میں آگ لگ چکی۔ تو لوگوں کو خبر ہوئی۔ منشی صاحب بدستور بے ہوش پڑے تھے۔ صبح کو جب لوگوں نے انہیں دیکھا۔ تو اسپتال بھجوا دیا۔ ڈاکٹر دماغ کی حالت بہت نازک بتاتا ہے"۔

راقم الحروف منشی صاحب کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ اور ابھی ان سطور کو ختم نہیں کر چکا تھا۔ کہ ان کی وفات کی اطلاع موصول ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اطلاع

جنوری کا ''الفرقان'' جن معاونین کرام کی خدمت میں سال آئندہ کا وی پی ہونا چاہیے تھا۔ ان کی خدمت میں ماہ فروری کا الفرقان بدستور ارسال ہوتا ہے اور وصولی زر چندہ ۱۹۲۲ء کے لئے ایک قابل دید کتاب بعینہ وی۔ پی ارسال کی جاتی ہے۔ کتاب کا وی۔ پی ''الفرقان'' وی۔ پی سمجھا جائیگا۔ گویا کتاب مفت بلاقیمت ہدیۃً دفتر کی طرف سے پیش ہوتی ہے۔ جن احباب کو اپنے قومی اخبار سے دلچسپی ہے۔ اور قوم کے اصلاحی امور سے دلچسپی ہے۔ وہ وہ وصولی وی۔ پی سے شکر گذاری کا موقع دیں۔ (مینیجر)

شہریار دکن (ادام اللہ اقبالہٗ) کی تقریر

آصف جاہ اولیٰ بانی سلطنت دکن کے اعلانِ خود مختاری کی دو سالہ یادگار میں ۲۹ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ کو جو منلائی دربار میں منعقد ہوا تھا۔ اور اس میں اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی نے جو اسپیچ ارشاد فرمائی تھی۔ وہ معہ فرمان مبارک مؤرخہ غرۂ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ عوام کی اطلاع کے لئے ذیل میں شائع کی جاتی ہے۔ فقط

مہدی یار جنگ۔ معتمد سیاسیات

فرمان

میں نے ۲۹ ماہ رجب کو منلائی دربار میں جو بمقام خلوت منعقد ہوا تھا اسپیچ پڑھی تھی۔ اس کی نقل بغرض اطلاع عوام جریدۂ غیر معمولی میں اس فرمان کے ساتھ طبع کر دیجائے۔

غرۂ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ

شرحِ دستخط مبارک اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی

نقل اسپیچ

حضار دربار کو غالباً معلوم ہوگا۔ کہ ہماری آج جمع ہونے کی غرض یہ ہے۔ کہ ہم ایک ایسے عظیم الشان اور دلچسپ تاریخی واقعہ کی دوسری صدی کی یادگار منائیں۔ جو خاص میرے خاندان سے نیز اس ملک سے متعلق ہے۔ جس پر سلاطین آصفیہ نے دو سال تک حکمرانی کی ہے۔ نظام الملک اولیٰ کو اللہ تعالےٰ نے عجیب اوصاف ودیعت کئے تھے۔ یعنی ان میں ذاتی شجاعت اور اعلیٰ تدبر کے جوہر موجود تھے۔ اس کے سوا انہوں نے فن سپہ سالاری میں درجۂ کمال حاصل کیا تھا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے ان کی پر رعب شخصیت اٹھارہویں صدی عیسوی میں نمایاں تھی۔ اس زمانہ میں مغلیہ سلطنت دہلی سرعت کے ساتھ رو بزوال تھی لیکن یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ اگر کوئی قوت اس کے زوال کو روکنے اور از سر نو استحکام پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ تو وہ نظام الملک اولیٰ کی قوت ہے۔ ہندوستان اور دکن میں دور دراز کے صوبہ جات نے ان کی زور شمشیر کو مان لیا تھا۔ اور وہاں ان کی شجاعت و سخاوت کی شہرت پھیل گئی تھی۔ جہاں کہیں وہ گئے۔ وہاں فساد اور بغاوت کی کالی گھٹائیں منتشر ہو گئیں۔ اور سلطنت کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا۔ جس نے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری میں سر تسلیم خم نہ کیا ہو۔ مگر باوجود ان باتوں کے ان کا دل دکن نے لبھا لیا تھا کیونکہ اس ملک سے اپنے پیارے بچہ کی طرح محبت کرتے تھے۔ ان کی حکومت ہمہ وجوہ مطلق العنان اور خود مختارانہ تھی۔ تاہم انہوں نے کل ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھکر اس وقت تک تخت دہلی سے قطع تعلق نہیں کیا۔ جبتک کہ شہنشاہ اکبر کے عہد اور ان کے خاندان کی اصلی شان و شوکت کے از سر نو قائم ہونے کی موہوم سی امید باقی تھی۔ اس مقصد کی تکمیل میں وہ ایسے منہمک ہوئے۔ کہ انہوں نے بڑے ایثار نفس سے کام لے کر دکن کو ایک عرصہ کے لئے خیرباد کہا۔ اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ وہاں کے مہام سلطنت کو اپنے قوی ہاتھوں میں لیں۔ وہ شرافت و شجاعت کے روحِ رواں تھے۔ لیکن وفاداری کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی ہوتے ہیں۔ ان کو جلد معلوم ہوگیا۔ کہ سلطنت کا مرکز عمل بگڑ رہا ہے اور بابر و تیمور کی نسل کی حالت اس قدر خراب ہوگئی ہے۔ کہ ان میں وفاداری کی قدر کرنے کا مادہ زائل ہوگیا ہے۔ اور وہ اپنی وقعت بھی کھو بیٹھے ہیں۔ شاہی دربار میں اپنی حالت کو مایوس کن پاکر انہوں نے پھر جنوب کا رخ کیا۔ اور دکن کو جس سے انہیں پہلے ہی اُنس تھا واپس آئے۔ ان کی خود مختاری میں کسی کو کلام نہیں تھا۔ مگر جبتک استحکام سلطنت کی امید تھی۔ وہ اپنے پرانے تعلق منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس دفعہ جب وہ دکن کو واپس آئے۔ تو ان کو خیال ہوا کہ خاندان مغلیہ معدوم ہوگیا ہے۔ اور شاہی شجر جس کی ڈالیاں ہندوستان میں اتنا سایہ افگن تھیں۔ وہ جڑ تک پژمردہ اور خشک ہوگیا ہے۔ تاریخ ہم کو

بتلاتی ہے۔ کہ ان کا یہ اندازہ کس قدر صحیح تھا۔ تخت دہلی پر یکے بعد دیگرے بادشاہ تخت نشین ہوتے گئے۔ اور غیر وفادار فریقوں کی باہمی سازشوں نے ان کو اپنی خواہش پر معزول بھی کر دیا۔ ذاتی وقعت اور خودداری اس امر کو روا نہیں رکھ سکتی تھی۔ کہ ایک ایسے تخت و تاج کے ساتھ تعلق قائم رکھے جو قعر مذلت میں گر چکا تھا۔ اور آصف جاہ اول کے لئے مقتضائے شرافت یہی تھا۔ کہ وہ اپنے خاندان اور ملک کے مفاد کی غرض سے جس پر وہ حکمرانی کر رہے تھے۔ خود مختاری کا اعلان کر دیں۔ انہوں نے اس کام کو خلوص نیت کے ساتھ کیا۔ کوئی اتحاد مکمل تر نہیں ہو سکتا۔ اور استحکام صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ باہمی فرائض اور ذمہ داریوں کا طرفین سے اعتراف کیا جائے۔ تاریخی واقعات نے ان کو اس منصب پر پہنچایا تھا لیکن مشیت ایزدی نے اس کی تکمیل کر دی۔ دکن کی خود مختاری کے اعلان کے ساتھ گورنمنٹ بھی مستحکم بن گئی۔ جس میں دہلی کے سازشوں کا شائبہ نہیں تھا۔ اور نظام الملک کی رعایا کے لئے دوامی طور پر فلاح و بہبود کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس وقت سے اب تک دو صدیاں گذر چکیں۔ اور دکن کی بادشاہت پر میرے خاندان کا اقتدار قائم ہوتے ہوئے۔ اب تیسری صدی آغاز ہو رہی ہے۔ یہ بات میرے لئے کچھ کم باعث فخر و مباہات نہیں ہے کہ سلاطین آصفیہ ہی نے صرف اس خیال سے حکمرانی کی ہے۔ کہ اس ملک کی رعایا کو خوشحالی اور قناعت حاصل ہو۔ آصف جاہ اول کے اعلان خود مختاری سے وفاداری کی زنجیر میں اور کڑیوں کا اضافہ ہو گیا۔ جنہوں نے حاکم اور محکوم دونوں کو آپس میں حب الوطنی میں جکڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ میری عزیز رعایا کو اس اعلان کے متعلق ایسا ہی فخر ہے۔ جیسا کہ مجھے ہے۔ اس واقعہ کی یاد ہم سب کو عزیز ہے۔ کیونکہ وہ حب الوطنی کی علامت اور نشانی ہے۔ ممالک محروسہ کی سرسبزی اور تہذیب کو درجہ کمال کو پہنچانے کے لئے ہم سب کا ایک ہی نصب العین ہے۔ اگر ہم اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ تو ہم کو نظام الملک اول کا ممنون ہونا چاہیے۔ جنہوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ و مامون کر کے خود مختار بنایا۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد اس قابل ہے۔ کہ ہم اس کو دائماً تازہ رکھیں۔ اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوششیں عمل میں لائیں۔ چونکہ مملکت سرکار عالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے۔ اس لئے اس کو زریں موقع حاصل ہے۔ کہ رعایا کو خوشحال اور مطمئن بنائے۔ مجھے اپنی عزیز رعایا پر کامل اعتماد ہے۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں ہے۔ کہ ان کی عقیدت فرمانروا کے تخت اور اس کی ذات کے ساتھ پختہ اور غیر متزلزل ہے۔ لہذا اس موقع کی جتنی زیادہ قدر و منزلت کی جائے۔ کم ہے۔ کیونکہ حب الوطنی حاکم اور محکوم کے لئے ایک عام ورثہ ہے۔ باہر کے اجنبی و بدخواہ۔ خواہ کتنا ہی یہاں کے نظم و نسق پر نقطہ چینی کریں۔ مگر جب تک ہم اپنے مسلک پر ثابت قدم ہیں۔ اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں۔ ان کی ایسی خردہ گیری ہم پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ بقول

قطعہ

سزاوار محبت بوالہوس نیست — کہ ہر تنگ گل از خار و خس نیست
بود پروانہ ہر عشق ورنہ — بر آتش سوختن کار مگس نیست

آخر میں میری دعا ہے۔ کہ خدا اس ریاست کو دنیا کے شر و فساد سے محفوظ رکھے۔ اور اس کو روز افزوں ترقی و سرسبزی نصیب ہو۔

اور دوست شاد اور سرخرو رہے۔ و بدخواہ ناشاد و سیاہ رو

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین فقط۔

اعلیحضرت بندگانِ عالی متعالی مد ظلہم العالی

شرف دستخط مبارک

تنقید و سوط

موقت الشیوع رسائل

اسرار تصوف:- قدوۃ السالکین حضرت سید جین شاہ صاحب نقشبندی مجددی آلو مہاروی کی یادگار میں صوفیانہ مضامین کا یہ ماہوار رسالہ ملک جیون دین صاحب نے اپنی ادارت لاہور سے جاری کیا ہے۔ پہلا نمبر جو ہمارے سامنے ہے۔ نہایت قابلیت اور جگر سوزی سے ایڈٹ کیا گیا ہے۔ اسرار تصوف کی فہرست سرپرستی میں قریب قریب تمام پنجاب و ہندوستان کے سجادہ نشینان کے اسمائے گرامی دیئے گئے ہیں۔ جو اسے مدارج ترقی پر پہنچانے کی ایک بین دلیل و ضمانت ہیں۔ مضامین منظوم و منثور بہترین شان لئے ہوئے ہیں۔ کاغذ و طباعت و کتابت کے لحاظ سے بھی اسرار تصوف دیدہ زیب ہیں۔ تقطیع ۲۰x۲۶/۸ مع سرورق ۴۴ صفحات قیمت ۱۲/ فی پرچہ ۴/ منیجر اسرار تصوف کشمیری بازار لاہور سے منگوا لیں۔

الفیض:- مولانا مولوی نور احمد صاحب مفتی امرتسر کی زیر نگرانی اور محمد سلیمان صاحب بی اے کی ادارت میں حنفیہ حال کا یہ ماہوار رسالہ حال ہی میں امرتسر سے جاری ہوا ہے۔ جن مقاصد عظیمہ کی تکمیل کی ذمہ داری الفیض نے اپنے ذمہ لی ہے۔ وہ نہایت اہم اور ضروری ہیں۔ ذرا استقلال اور ہمت کی ضرورت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ فاضل مدیر کی محنت اور مولانا کی توجہ سے الفیض اپنے مخصوص اور بہترین مقاصد کی تکمیلات میں بوجہ احسن کامیاب ہوگا۔ مع سرورق ۴۸ صفحات تقطیع ۲۰x۲۶/۸ قیمت سالانہ ۳/ منیجر رسالہ الفیض امرتسر سے طلب کیجئے۔

مسلمان:- یہ ماہوار رسالہ ہمارے غائبانہ مگر دیرینہ کرمفرما مولانا عبدالمجید صاحب خادم سوہدروی کی ادارت میں جاری ہوا ہے۔ جلد اول کا ساتواں نمبر ہمارے سامنے ہے۔ شعر مندرجہ سرورق

دکھا دیں گے زمانے کو جو توحید براہیمی
تو ہم بزنا مسلماں کو مسلماں کر کے چھوڑیں گے

اس رسالے کے مقاصد کی کھلی ہوئی تفسیر ہے۔ مگر حضرت خادم نے اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے۔ علمی۔ ادبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ مذہبی تاریخی۔ طبی۔ صنعتی۔ معاشرتی اور تنزیحی ذمہ داریوں کو بھی اپنے ذمہ لیا ہے۔ حالانکہ رسالہ کا مجوزہ نام "مسلمان" ان اہم فرائض اور ذمہ داریوں کا اظہار کرتا ہے۔ جو ایک خالص اسلامی اور مذہبی نمائندہ کے لئے ضروری و لابدی ہونی چاہئیں۔ رسالہ کی صوری و معنوی حالت بہترین اور عمدہ ہے۔ ہم اس کی ترقی کے دل سے متمنی ہیں۔ خدائے عزوجل خادم صاحب کو ان اہم مقاصد کی تکمیل کی توفیق دے قیمت سالانہ عہ نمونہ ۴/ شائقین منیجر صاحب رسالہ "مسلمان" قصبہ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کے پتہ سے خط و کتابت کریں۔

کتب

ہندو دہرم کی حقیقت:- تبلیغ و اشاعت اسلام میں مبلغان حال نے اسلام کے مقابلہ میں بلاشبہ بہت زور مارا اور ہر موقع و میدان میں مرتدین و کفار کو زک دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ایڈیٹر اخبار نور قادیان کی مساعی حمیدہ اس بارہ میں قریب قریب قابل ستائش ہیں۔ آپ نے نور کے علاوہ مختلف کتب سوانحعمری باوا نانک (۲) باوا نانک کا مذہب (۳) ست ایدیش (۴) رامدیو کے چھ سوالوں کا جواب (۵) قرآن مجید اور وید (۶) رد تناسخ جیسی کئی کتابوں کی اشاعت سے اسلام و اسلامیان کی بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ کتاب زیر تنقید جو دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کی دماغ سوزی کا بہترین نتیجہ ہے۔ "ہندو دہرم کی حقیقت" کی اشاعت نے ایک اہم تبلیغی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ فہرست مضامین پر ایک نظر ڈالنے سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ کتاب کس محنت سے مرتب کی گئی ہے۔ اور کتاب کو پڑھتے انسان کو خود یقین ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام کے ظہور پر نور کے قبل ہندوستان کی روحانی تمدنی اور اخلاقی حالت کیا کیا تفتہ تھا۔ اور اسلام کی نورانی شعاعوں نے واقعی ہندوستان تیرہ خاکدان کو منور کر دیا۔ اور بیلر سوسائٹی آخر صداقت اسلام پر ہندوؤں کے اکابرین کی شہادت نے کتاب کی ترتیب اور بھی چار چاند لگا دئے ہیں۔ قیمت فی جلد عہ مندرجہ بالا پتہ سے منگائیے

جذبات احمق: حضرت علامہ امام الاحرار امام مصطفیٰ علی خاں صاحب حسن چپھوندی کا نام کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ علمی دنیا آپ سے خوب واقف ہے۔ مولوی محی الدین حسن صاحب قدوائی قادری آنریری سکرٹری انجمن خدام المسلمین حیدرآباد (دکن) کے ارشاد کے مطابق دارالاشاعت احمقیات دریاباد ضلع بارہ بنکی نے آپ کے چیدہ کلام مجموعہ حال میں شائع کرادیا ہے۔ جو ۰ ے صفحات پر مشتمل ہے۔ کاغذ طباعت دیدہ زیب قیمت فی نسخہ ۸/ علاوہ محصولڈاک۔ ملنے کا پتہ ایس۔ ایم حسن بذریعہ پوسٹ ماسٹر اورنگ آباد (دکن)

مپنسل کے نب:- قریشی عبدالرشید جنرل سپلائر لاہور و گجرات کے بنے ہوئے۔ دو قسم کے مپنسل کے نب ہمیں بغرض ریویو موصول ہوئے ہیں۔ جو بلحاظ خوبصورتی۔ مضبوطی خصوصاً روانی میں ولائتی نبوں سے عمدہ اور بہتر ہیں۔ ہم تقریباً بیس روز سے ایک ہی نب سے کام لے رہے ہیں۔ جو ہر روز اور ہر وقت نئے نب کی طرح کام دے رہا ہے ہم قریشی صاحب کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین سے پرزور سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے اور احباب کے استعمال کے لئے قریشی صاحب سے نب منگوائیں۔ کیونکہ قیمت کے لحاظ سے بھی وہ ولائتی نبوں سے سستے اور پائدار ہیں۔ دیسی صنعت ہے۔ اس کی قدر کرنا بھی ہمارا فرض اولین ہے۔ قیمت اربن پن فی پیکٹ ۱۴۴ نب ۱۲/ سوفٹ پن فی پیکٹ ۱۴۴ نب ۱۲/
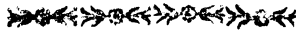
ملنے کا پتہ
قریشی عبدالرشید منو فیکچرو جنرل سپلائر
گجرات (پنجاب)

اسرار صدری المعروف خزینۃ الاطبا

(مرتبہ عالیجناب حکیم مولوی علم دین صاحب بہاگو والیہ ایڈیٹر رسالہ المعالج امرتسر)

یہ وہ قابل دید کتاب ہے۔ جس کا چرچا ناظرین المعالج میں عموماً اور طبی دنیا میں خصوصاً بڑی گرمجوشی کے ساتھ عرصہ تین چار سال سے ہو رہا ہے اور جس کے دیکھنے کے لئے اکثر مشتاق لگا ہیں۔ بڑی بے صبری سے انتظار میں تھیں۔ خدا کے فضل و کرم سے مکمل چھپکر تیار ہو گئی ہے۔ اس میں

دو سو مایۂ ناز مشہور و معروف زندہ اور موجودالوقت طبیبوں و یدوں اور ڈاکٹروں

کے وہ خاص الخاص اسراری راز و نکات اور تجربہ سے مسیحائی اثر رکھنے والے مجربات درج ہیں۔ کہ جن کو بہت کم ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور جو اس سے پہلے یا تو صاحب نسخہ کے سینے ہی میں مدفون چلے جایا کرتے تھے۔ یا سوائے اپنے خاص خاندانی افراد کے دوسرے پر ظاہر کرنا معیوب اور گناہ کبیرہ خیال کئے جاتے تھے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان بہتر اور زود اثر وقت پر فوری اثر دکھانے والے بالخاصہ صدری مجربات کو آپ سینکڑوں روپے خرچ کرکے اور ہزارہا تکلیفیں برداشت کرکے بھی حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

پونے دو ہزار سے زیادہ کی تعداد میں بالخاصہ اکسیری مجربات درج ہیں

اور قریباً ہر ایک مرض کے کئی کئی نسخہ جات ایک سے ایک بڑھکر ملسکتے ہیں۔ ہر قسم کے کشتہ جات بنانیکا بھی اتنا کافی ذخیرہ موجود ہیں۔ ایک ایک کشتہ کی کئی کئی ترکیبیں خاص تجربہ میں ہوئی درج ہیں۔ کتاب ۱۸×۲۲ سائز کے سات سو صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ اور نفیس ٹائٹیل لگایا گیا ہے۔ جلد نہایت خوبصورت اور ولائتی کپڑے کی اور ولائتی فیشن کی بنائی گئی ہے۔ جس کی پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔ قیمت بلاجلد چار روپے مجلد چار روپے بارہ آنہ محصولڈاک علیحدہ ہوگا۔

رموز صنعت معروف بہ اشتہاری ادویہ کے خفیہ راز اس کتاب کے تین حصہ کئے گئے ہیں۔ پہلے حصہ میں قریباً ان تمام اشتہاری تجارتی ادویات کے نسخے بہ ہدایات اسراری و سینہ کے نسخہ جات کو کمال دریا دلی سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جو سینکڑوں روپے لیکر بھی کوئی نہ بتلاتا تھا جب آپ اس حصہ کے تمام نسخہ جات کو آزمائینگے تو آپ خوش ہونگے۔ دوسرے حصہ میں عام ہونیوالی تمام امراض کے مجرب اور معمول مطلب نسخہ جات کو درج کردیا گیا ہے تیسرے حصہ میں صنعت و حرفت کی مجربہ اکسیر لکھی گئی ہیں۔ جن کے ذریعہ سے ایک مستقل مزاج انسان ہزاروں روپے کما سکتا ہے۔ بیشمار معززاصحاب نے عموماً اور ایڈیٹران اخبار نے خصوصاً عمدہ الفاظ میں اظہار فرمایا ہے ایکبار دیکھنے سے اگر نہ رجحان سے عاشق نہ ہو جائیں۔ تو ہمارا ذمہ (اسکی چھپائی سب نفیس ہوگئی ہے) قیمت فی جلد ۱۲/ **ملنے کا پتہ:- منیجر کتب خانہ دائرۃ العلوم رفیق منزل امرتسر (پنجاب)**

نواب ستطاب والیٔے ریاست بہاولپور کی تاجپوشی کے مبارک اور مسعود موقع پر بحیثیت قومی اور اسلامی انجمن ہونے کے مبارکبادی کا حسب ذیل برقی پیغام مورخہ ۸ مارچ کو بھیجا تھا۔

یور ہائنس کی تاجپوشی کے مبارک موقعہ پر انجمن القریش گوجرانوالہ تہنیت اور تبریک کا ہدیہ پیش کرتی ہے۔ اور جناب والا کی دوام عمر اور ترقی دولت کے لئے صدق دل سے دعا کرتی ہے۔

جس کے جواب میں ہز ہائنس نواب ممدوح کے سکرٹری صاحب نے ذیل کا تار ارسال کیا ہے۔

مجھے ہدایت ہوئی ہے۔ کہ میں آپ کے مبارکبادی کے تار کا شکریہ ادا کروں۔

از طرف ڈاکٹر محبوب الہی صدیقی آنریری جنرل سکرٹری
انجمن قریش گوجرانوالہ

ایران میں انقلاب کے آثار

ایران میں سیاسی انقلاب ہو رہا ہے۔ اور شاہ ایران پیرس کی گلیوں میں رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ روس میں افواہ گرم ہے۔ کہ شاہ ایران کو معزول کر دیا گیا ہے۔ اور ایران میں سپہ دار اعظم نے جمہوریہ کا اعلان کر دیا ہے۔ مقدم الذکر خبر غلط ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ شاہ کی بے اعتنائیاں رنگ لانے والی ہیں۔ اور جمہوریت کا اعلان ہونیوالا ہے۔ اسلام میں ایک جمہوری مذہب ہے۔ اور امید ہے کہ جمہوریہ ایران اگر روس کے پنجہ میں گرفتار نہ ہوگی تو ضرور کامیاب ہوگی۔ یہ امر کسقدر افسوسناک ہے۔ کہ جبکہ دنیا بھر کے تاجدار اپنی اپنی حکومتوں کی ترقی و کامرانی میں ساعی ہیں۔ تاجدار ایران اپنے شباب کے نشہ کی ترنگ میں پیرس میں مصروف عیش ہے۔ اس نے ایک جام شراب کے بدلے گویا اپنی سلطنت بیچ دی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اسلئے ایران میں ایک محب وطن پیدا کر دیا ہے۔ جس میں امور سلطنت کے سنبھال لینے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ جو ایک معمولی سپاہی سے ایران کا سب سے بڑا آدمی بنگیا اور جو شاہ ایران کے بعد یقیناً تاج و تخت کا مالک ہوگا۔ اگرچہ یہ اغلب ہے کہ وہ کسی اور شخص کا صدر رہنا پسند کریگا۔

جمہوریت اور خلافت

مولانا یعقوب حسن نے انگورہ کے فیصلہ کے متعلق اخبارات میں ایک بیان شائع کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ جہانتک میں سمجھا ہوں۔ اسوقت مجلس عالیہ ملیہ کی توجہ اس امر کیطرف مبذول ہو رہی ہے۔ کہ شاہی خاندان کے تمام افراد کو ہمیشہ کیلئے ملک سے خارج کر دیا جائے۔ جمہوریہ ترکیہ اسوقت تک مطمئن نہیں ہو سکتی۔ جبتک کہ کوئی ایسا متنفس ملک میں موجود ہے۔ جو تخت عثمان کا دعویدار ہو سکے۔ ترکی کی جماعت عوام نے ایسا زبردست اقدام کرنے میں غیر دانشمندی کا کام نہیں کیا۔ کیونکہ اسکے مدنظر ہر ممکن خطرہ سے جمہوریت کی حفاظت کرنا ہے۔ شاہی غدار کو مٹانے کیلئے شاہی خاندان کے افراد کو باہر نکالنا نہایت ضروری امر ہے۔

ترکی کی مختلف اوقات میں مسلمانان عالم کیطرف سے محض اسلئے امداد ہوتی رہی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسلمین ترک تھے۔ اور قسطنطنیہ دار الخلافت تھا۔ اسلئے ترکی اسقدر حماقت آمیز فعل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ کہ خلافت ہی کو منسوخ کر دے۔ آجتک خلافت اور جمہوریت کی یکجائی کا مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوا۔ اسلئے مصطفی کمال پاشا اور ان کے مشیروں کی قابلیت اور تدبر زندگی کے امتحان کا موقعہ ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ کو کسطرح حل کرنا چاہتے ہیں۔ اب ہم ترکوں سے صرف اس امر کی توقع کر سکتے ہیں۔ کہ وہ ایسا نظام حکومت قائم کریں جسمیں خلیفۃ المسلمین کو ایسا عہدہ ملے۔ کہ دنیائے اسلام کے مسلمان انہیں خلفائے راشدین کا صحیح جانشین تسلیم کرنے لگیں۔ اور اپنے آپکو ان کے زیر سیادت سمجھیں۔

ہندوؤں کا قومی نعرہ

مسلمان فرط جوش سے "اللہ" کہہ اٹھتے ہیں۔ سکھ "ست سری اکال" پکارتے ہیں۔ یہ دونوں نعرے خدا کی عظمت و بزرگی کی شہادت دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے پاس اس قسم کی کوئی شے نہیں ہے۔ کوئی "جے مہابیر" کہتا ہے کوئی "ہندو دھرم کی جے" کوئی "مالوی کی جے" کوئی "بندے ماترم" راہ حقیقت سے بھٹکے ہوئے۔ اسی طرح بے ٹھکانا پھرا کرتے ہیں۔ جہاں مذہب خاموش ہو تاریخ چپ ہو۔ وہاں کوئی کتنا ہی ایجاد و اختراع سے کام لے کام نہیں بنتا سیدھی راہ تو یہی ہے کہ یہ لوگ خدا کے دین میں آئیں۔ خدا کی رسی کو مضبوط پکڑیں اور "اللہ اکبر" کہنے کا استحقاق حاصل کریں۔ صرف یہی ایک نعرہ ہے جو دنیا بھر کا نعرہ بننے کا حق رکھتا ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ بھی کہا جائیگا تصنع اور بناوٹ ہے۔

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف؛

منیجر

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادران گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے۔ ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے اپنے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و عزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی قوم کی اصلاح و فلاح ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ قومی اخبار کے حلقۂ اثر کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور رہوں۔ تو انہیں چاہئے۔ کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادۂ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی کا خرچ ان پر باری کا موجب نہ ہو۔ خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بتعینہ وی۔ پی روانہ ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ/ متوسط اصحاب سے چار/ طلباء سے عا/ فی پرچہ ۴ر امتیازی قیمت سے ۳ر

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو سال بھر مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے علی التواتر عمدہ و جیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل فہرست بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ کے لئے بلاقیمت۔

مینیجر القریش

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے ۔ نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اسلامی ۔ تاریخی ۔ قومی اور اصلاحی ماہوار رسالہ

القریش

امرتسر

(جلد ۱) (نمبر ۱)

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت ہز اگزالٹیڈ ہائینس سہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے لیے

خرید فرمائے جانے کا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

قریشی محمد علی رونق صدیقی

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی عبداللہ صاحب منیجر

قریشی محمد علی رونق پبلشر و مالک کیلئے چھپ کر دفتر القریش امرتسر سے شائع ہوا

مقاصد

افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ناتبعدی، صلہ رحمی، ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا اور قومی شیرازہ بندی اسکے خاص مقاصد ہیں

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنے اور اپنی قوم کیلئے ان کی تکمیل مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت۔ ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے کی کوشش میں کارپردازان القریش کو بطریق ذیل ساتھ دیں (۱) قلمی اعانت یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی تحریر سے جو قوم کو قعر مذلت سے نکال کر اوج ترقی پر پہنچانے کیلئے مفید ہوں (۲) ترقی و اشاعت میں امداد و کوشش یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر اور (۳) القریش کی آواز پر کان دھرنے سے کہ جو کچھ اور جو بذریعہ نصیحت پہنچائے اس پر عمل کریں کیونکہ کسی بھی اخبار و قوم کی بہتری و شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی آرگن کی قدر کرے۔ اور کوئی ہاتھ اس سے خالی نہ ہو۔

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپریل ۱۹۲۴ء — رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

القریش

جلد ۱ ۔ نمبر ۴

یارب رہے ابد تک قائم نشان ہمارا

یثرب میں سو رہا ہے روحِ روان ہمارا
عالم جگا گیا ہے جانِ جہان ہمارا

قسمت ہے نیک جن کی اس پر عمل ہیں کرتے
قرآن دے گیا ہے صاحبقرآن ہمارا

دل پاک صاف ہو کر قرآن پر عمل ہو
اسلام کا ہو شیدا پیر و جوان ہمارا

تعظیم کو زمانہ تیار ہو رہا ہے
نکلا حجاز سے ہے کیا کاروان ہمارا

غفلت کی نیند سے ہم ہوشیار ہو چلے ہیں
گو جاگتے ہیں لیکن ہے سرگران ہمارا

دولتکدے ہیں دل کے ہو دو جہان کی دولت
یادِ خدا کا در پر ہو پاسبان ہمارا

اسلام کی محبت عظمت اگر ہو دل میں
سر جھکتے ہوں جہاں کے ہو آستان ہمارا

توحید کی صدائیں عالم میں گونجتی ہیں
دیتی ہے ساتھ جائیں جس جا اذان ہمارا

اسلام نے جہاں میں جھنڈے لگا دیئے ہیں
یارب رہے ابد تک قائم نشان ہمارا

ہر علم کی کتابیں سانچے میں اس کے ڈھالیں
احسان مانتی ہے اردو زبان ہمارا

اسلام کو جہاں میں اب یک کہہ رہے ہیں
ایمان لائے بسمل ہندوستان ہمارا

مسئلۂ خلافت

بین الملّی اسلامی مجلس کی ضرورت

مسلمانانِ ہند کا فرض

خلیفہ و خلافت کے متعلق غازی مصطفی کمال پاشا اور اس کے ہمخیال ترک نوجوانوں نے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے۔ بہر نوع اس کی تہ میں کتنا ہی فائدہ کیوں نہ مستور ہو۔ دنیائے اسلام کے ہیجان و اضطراب کا باعث ضرور ہے کیونکہ خلافت اسلامیہ کا حیں سے اسلام و اسلامیان ایک دلبستگی ایک تعلق اور ایک خاص موانست رکھتے ہیں کسی اہم اور زبردست مجلس اسلامیہ کے بغیر منسوخ ہونا مسلمانانِ عالم کے خیال میں روایات اسلامیہ کی تحقیر و تذلیل کا موجب ہے۔

غازی مصطفی کمال پاشا کے گذشتہ قومی و ملی اور ملکی کارنامے مسلمانانِ ہند کے دلوں پر منقش و مرتسم ہیں۔ وہ ہر وقت ان کو دعائے خیر سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن تنسیخ خلافت کے مسئلہ میں وہ ان سے اختلاف رائے رکھتے ہوئے۔ ان کی اس فوری کارروائی کو اصول جمہوریت اور اصول اسلام کے خلاف تعبیر کرتے ہیں۔ اور چونکہ اس سے

(۱) اتحاد بین المسلمین کے پامال اور

(۲) مخالفین اسلام اور مرتدین ... کے لئے مسلمانوں کے جاہل طبقہ میں ارتداد کا ایک حیلہ ہوگا۔

اس لئے اس کارروائی کو مسلمان اپنی پریشانیوں میں ایک سخت ترین پریشانی کا اضافہ سمجھتے ہیں۔

غازی ممدوح کی اس کارروائی نے مسلمانانِ ہند جو خلافت سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ کی توجہ یکدم اپنی طرف مبذول کرلی ہے۔ اور وہ اس مسئلہ کو بطریق احسن طے کرنے کے لئے بے قرار ہیں۔ مختلف دماغ کے لوگ مختلف خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ لیکن طبقہ علماء جنہیں اس مسئلہ کے حل میں سبقت کرنی چاہیئے تھی۔ اس وقت تک خاموش ہے۔ مگر عامۃ المسلمین ان کے فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اس وقت تک جن خیالات کا اظہار ہو چکا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) سابقہ حالت بحال کیجائے۔

(۲) منصب خلافت صدر جمہوریہ ترکیہ کے سپرد کیا جائے۔

(۳) شریف مکہ خلیفہ مقرر کئے جائیں۔

(۴) امیر امان اللہ خان غازی کو خلیفہ تسلیم کیا جائے۔

(۵) اعلیحضرت حضور نظام خلیفہ ہوں۔

(۶) علمائے مصر شاہ فؤاد کو پیش کرتے ہیں۔

قطع نظر اس کے بعض کا خیال ہے۔ کہ عالم اسلام کے لئے اس وقت ایک خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں۔

ان حالات اور مختلف النوع خیالات کو پیش رکھتے ہوئے۔ اس مسئلہ کے بوجہ احسن طے ہونے کی کوئی امید نہیں ہوسکتی۔ بلکہ الجھنوں اور پریشانیوں کے بڑھنے سے دنیائے اسلام کو مصائب و نوائب گوناگوں کا سامنا ہوگا۔ لہذا ضرورت ہے۔ کہ علمائے اسلام اور بزرگانِ احرار ... باہمی مشاورت سے ایک بین الملی اسلامی مجلس کے انعقاد کا فیصلہ کریں۔ تاکہ اس عقدۂ لاینحل کے حل میں آسانی ہو۔

مسلمانانِ ہند کا فرض ہے۔ کہ وہ مختلف آرائے کا اظہار اور اخبارات کے کالم سیاہ کرنے کی بجائے۔ ایک مقررہ تاریخ پر کسی خاص مقام پر جمع ہوں اور مبادلہ خیالات سے اس اہم اسلامی مسئلہ کو ایک ایسی جماعت کے سپرد کردیں۔ جو دینی و دنیوی حیثیت سے اس کے حل کی قابلیت و اہلیت رکھتی ہو۔ وما علینا الا البلاغ۔

تذکرۂ برادری

قریشی برادری ضلع جالندھر اطلاع موصول ہوئی ہے کہ قریشی برادری ضلع جالندھر کا ایک خاص اجلاس "عام اجلاس" کے انعقاد کے غور و فکر کیلئے ۲۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو منعقد ہوا۔ اکثر احباب جن پر امید کی گئی تھی۔ شامل نہ ہو سکے اس لئے حاضرین کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکے مولوی محمد شاہ صاحب پنشنر کی مساعی جمیلہ مشکور ہو رہی ہیں۔ اور وہ اس اہم فرض کی انجام دہی کے لئے بہتر اور موزوں سمجھے گئے ہیں۔ یقین واثق ہے کہ عنقریب "اجلاس عام" کی تاریخ تعین ہو کر احباب کو اطلاع دیجائیگی۔

مجھے برادران و بزرگان قریش جالندھر کی حمیت قومی سے توقع ہے۔ کہ اصلاح برادری میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ بلکہ پیش پیش چلنے کے لئے کوشاں ہوں گے۔ خدا توفیق دے۔ آمین!

انجمن قریش گوجرانوالہ شب برات کی تقریب پر انجمن قریش گوجرانوالہ نے اپنے اہتمام سے پبلک جلسہ منعقد کیا۔ کارروائی ہنوز موصول نہیں ہوئی۔ کارکنان انجمن مذکور اسلامی و قومی خدمات میں بعض بڑی بڑی انجمنوں سے پیش پیش ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔

برادران قریش کیلئے ایک اور تازیانہ قوموں کی زندگی کا انحصار افراد قوم کی اجتماعی جدوجہد اور غور و فکر پر منحصر ہے۔ زمانہ کے حالات اور کوائف نے اقوام عالم پر ظاہر کر دیا ہے کہ قوم اس وقت تک اپنی ہستی قائم نہیں رکھ سکتی جب تک کہ وہ اس کے لئے کوشاں نہ ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (قرآن کریم)

سکھوں کی موجودہ جدوجہد اور قومی بیداری کا لوہا دیگر قومیں تسلیم کر رہی ہیں۔ حکومت ان کے مطالبات ماننے کے لئے مجبور ہو رہی ہے۔ ارائیں برادری جس کے افراد دس سال قبل دوسری برادریوں میں شامل ہونا فخر و عزت کا موجب سمجھتے تھے۔ مودت و محبت و اتحاد و یگانگت کی بدولت آج دیگر کو اپنے میں جذب کرنے کی طاقت و قوت پیدا کر چکی ہے۔ راجپوتوں نے قلیل ترین مدت میں جو شاندار ترقی کی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ علاوہ از این ہر وہ اقوام جس میں ذرا بھی صلاحیت کا مادہ موجود ہے۔ میدان عمل میں اور حریفوں سے سبقت لیجانے میں ساعی و کوشاں ہے۔

۲۷ مارچ کو باشندگان شہر امرتسر جو قومی اصلاح کے لئے بے چین تھے اور کئی روز سے ان امور پر غور و فکر کر رہے تھے کا ایک عام اجلاس منعقد ہوا کم و بیش دو ہزار افراد برادری شریک جلسہ تھے۔ جنہوں نے نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے اپنی قوم کی شیرازہ بندی کی تجاویز پر غور کرتے ہوئے۔ قیام انجمن کی تجویز پاس کی۔ ان کی ابتدائی کارروائی اس قدر شاندار اور دلچسپ تھی۔ کہ ان کے خوش آیند مستقبل کا نقشہ آنکھوں میں پھر رہا تھا۔ دنیا میں اس وقت ماسوائے قریش کے کوئی قوم نہیں جو بیدار نہ ہوئی ہو۔ کیا برادران قریش گریبان میں منہ ڈالکر بتا سکتے ہیں۔ کہ وہ کس خیال میں مست ہیں۔

(فضل حق قریشی)

(اقوام عالم کی حالت خفتہ بخت قریشیوں کو متاثر نہیں کر سکتی۔ یہ اس نیند سوئے ہی نہیں۔ جس سے صبح ہوتے ہی بیدار ہونے کی امید ہو۔ دردمندان قوم نے جسقدر کوششیں کیں۔ آج تک وہ سب بے سود ثابت ہوئیں۔ ہم تو کہیں گے کہ

اللہ ہی ہے کہ بیڑا اپنا بھنور سے نکلے
لنگر کے ساتھ ٹوٹا ہے بادبان ہمارا

اب دیکھیں قریشی برادران جالندھر خواب راحت سے کب بیدار ہوتے ہیں مارچ تو گذر گیا خدا فضل کرے (ایڈیٹر)

پیر علی اصغر صاحب ضلعدار قوم کا سچا درد آپ کے دل میں ہے۔ انجمن قریش کے وظائف فنڈ میں آپ نے بیشقدر رقم سے امداد فرمائی۔ اور آپ ہمیشہ سے قوم کے یتیم طلبا کے لئے مالی امداد کرتے رہے ہیں۔ القریش کے آپ قدیم مربی و محسن ہیں۔ موجودہ خریداران میں سے بہت سی تعداد ایسی ہے جن کے نام آپ نے اپنی گرہ سے زر چندہ کی ادائیگی سے القریش جاری کروایا۔ چنانچہ ابھی آپ نے تین خریداروں کے نام اپنی جیب خاص سے زر قیمت ادا کر کے القریش جاری کرا دیا ہے۔ اگر اس قسم کے چند ہی خواہ اور علمدوست احباب القریش کو مل جائیں۔ تو یقیناً قومی آرگن مالی مشکلات سے نجات پا کر ظاہری و باطنی حالت میں بہترین تبدیلی کے قابل ہو سکتا ہے۔

ہم یاران قریش کو آپ کے ایثار کی تقلید پر توجہ دلاتے ہوئے۔ آپکا بصدق دل شکریہ ادا کرتے ہیں۔

قریشی عبد الرشید صاحب لاہور اور گجرانوالہ میں آپ نے ایک وسیع پیمانہ پر دیسی سامان کی درآمد برآمد کی ایجنسی کھول رکھی ہے۔ جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے اپنا فرض انجام دیتی ہے۔ برادران قریش کو اپنی ضروریات کے

سامان کی آپ سے فرمائش کر کے آپ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ قومی فدائیت کے لئے آپ اپنا قیمتی وقت بیدریغ صرف کرنے کو تیار ہیں۔ آپنے بھی القریش کو خود فخر اعانت بخشنے کے علاوہ دو خریدار دئے ہیں۔ اور بہت سے معاونین کے پیدا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہم آپ کی توجہ فرمائی کے دل سے مشکور ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب سکرٹری انجمن قریش گوجرانوالہ کو القریش کی اشاعت کا خاص خیال ہے۔ انجمن کے گذشتہ سالانہ اجلاس میں آپنے اعانت القریش فلم کی تحریک سے کارکنان میگزین کو شکرگذاری کا موقع دیا۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ آپ جیسے احباب کی توجہ فرمائی سے القریش کی حالت تسلی بخش ہو جائیگی۔

احباب ذیل نے براہ راست اپنے قومی میگزین کی اعانت قبول فرما کر مشکور فرمایا۔ جناب ایم مولا محمد صاحب رنگون۔ جناب میاں سلطان محمد فیروز الدین صاحب عالم گڑھی۔ جناب مخدوم محمد مظفر شاہ صاحب ساہی وال۔ جناب قاضی محمد امین صاحب خورشید منزل گوجرانوالہ۔ جناب خواجہ نصیر الدین صاحب حیدر آباد دکن۔ جناب قریشی مہر الدین صاحب مفقور۔ جناب منشی فضل کریم صاحب امرتسر۔

قریشی احمد جان نثار فاروقی خاندان کا ایک ہونہار اور شریف الطبع نوجوان ہے۔ حافظ عبدالحلیم صاحب ملک التجار کا نپور نے اس کی یتیمی اور بیکسی پر رحم کھا کر انٹرنس تک تعلیم دلائی۔ امسال سیکنڈ ڈویژن میں انٹرنس پاس کیا ہے۔ ٹائپ رائٹری کے کام سے بخوبی واقف ہے۔ چونکہ وہ کالج کے تعلیمی اخراجات متحمل کرنے کے قابل نہیں۔ اس لئے اس کی خواہش ہے۔ کہ کوئی قریشی بزرگ حصول ملازمت میں اس کی مدد کرے۔ چونکہ برادران قریش میں اکثر احباب اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ اور وہ ایک غریب و مفلس کی اس بارہ میں مدد کرنے کی طاقت وقوت رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم بزور سفارش کرتے ہیں۔ کہ کوئی صاحب اس کی حصول ملازمت میں مدد کر کے سعادت ابدی حاصل کر کے ہمیں شکرگذاری کا موقع دیں۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست

ماخدا داریم

مارا ناخدا درکار نیست

(کشاف کے قلم سے)

از منہ قدیمہ سے یہ دستور چلا آیا ہے۔ کہ جب کبھی کسی مصلح یا جماعت دعوت حق کی تبلیغ کرنی۔ اور خدا کے بندوں کو خدا سے ملانی ہے۔ اور زمین والوں کو آسمان کا پیغام پہنچاتی ہے۔ تو اسی جگہ سے چند گروہ اس تحریک کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اور دعوت حق کو روکنے کے لئے سعی بلیغ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو راستی پر سمجھتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام ۹۵۰ سال تک حق تبلیغ کرتے رہے۔ اور بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر چونکہ وہ منجانب اللہ مامور ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمت نہ ہاری جب ان کی قوم کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو وہ ایسی بری طرح ہلاک ہوئی کہ اب ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح تمام مبلغان حق کے سامنے بیشمار رکاوٹیں حائل ہوتی رہیں۔ مگر انہیں ان کی مطلق پرواہ نہیں ہوئی۔ اور بالاخر اپنی سعی میں کامیاب ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ تو سب سے پہلے ان کے والد اور رشتہ داران کے مخالف ہوئے۔ مگر انہوں نے سب سے رشتہ قطع کر کے فقط اللہ ہی سے رشتہ جوڑا اور دعوت کرتے رہے یہاں تک کہ بابل کے مشرک حکمران نے انہیں آگ میں ڈلوا دیا۔ مگر وہ آگ گلزار بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب یہود کو فراعنہ مصر کے دست ظلم سے نجات دلانے کے لئے مامور کئے گئے تو وہ اپنی قوم کو جزیرہ نمائے سینا میں لائے۔ فرعون باوجود اپنی وسیع جمعیت اور بیشمار سامان کے حق پرستوں کی قلیل جماعت سے مقابلہ نہ کر سکا۔ اور غرق آب ہوا۔ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ تم سرزمین شام کے وارث ہو گئے۔ اور تمہیں اعدا سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ جس میں بالآخر تمہیں کامیابی ہوگی۔ مگر یہود چونکہ فراعنہ کی غلامی میں عرصہ دراز تک رہ کر اپنے تمام قویٰ کو مضمحل کر چکے تھے۔ اور غلامی ان کی سرشت میں اثر کر چکی تھی۔ کہنے لگے کہ ہم تو نہیں لڑیں گے۔ کیونکہ عمالقہ بڑی بہادر قوم ہے۔ حضرت موسیٰ کے اصرار پر کہنے لگے۔ کہ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو۔ ہم تو نہیں لڑ سکتے۔ فاذہب انت وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون۔ یہ بات انہوں نے کیوں کہی؟ محض اس لئے کہ فراعنہ کے ظلم و ستم سہتے سہتے وہ خودداری و احساس قومی تو ضائع کر چکے تھے۔ اور انہیں یقین نہ آتا تھا۔ کہ کس طرح ہم کامیاب

ہو سکیں گے۔ جب ان کی سرکشی بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک جزیرہ نمائے سینا میں سرگرداں رکھا۔ یہاں تک کہ تمام وہ لوگ جو مصر سے آئے تھے۔ ضائع ہو گئے اور ان کی اولاد باقی رہ گئی جس نے غلامی کی صورت بھی نہ دیکھی تھی۔ اور جس نے آزادانہ آب و ہوا میں پرورش پائی تھی۔ اس نئی پود کو لیکر پیغمبری اسرائیل آگے بڑھے اور کفار پر غلبہ حاصل کیا۔ دعوت حق کا ظہور ہمیشہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب تاریکی تمام دنیا پر چھا جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے تمام دنیا پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ضرورت تھی کہ دنیا کے وسط میں سے دعوت حق کا ظہور ہو۔ جو توحید کی صدا کو فضائے عالم میں نمودار کر دے۔ عرب منتخب کیا گیا۔ اور رسول صلعم معبوث ہوئے۔ ان کے خدا نے انہیں بتا دیا۔ کہ تم حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کی طرح صرف مخصوص قوموں کے لئے نہیں ہو۔ بلکہ تم رحمۃ للعالمین ہو۔ یہ نئی دعوت نہ تھی۔ بلکہ یہ وہی پیغام تھا۔ جو مدت سے مرسل پہلے لے کر آئے تھے۔ مگر اب دنیا کے کسی حصہ میں اس کا نشان باقی نہ تھا۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے کے بعد وہی مقدس گھرانا جس میں رسول خدا پیدا ہوئے تھے۔ ان کا مخالف اور ہر طرح کی ایذادہی پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن حضور انور نے دعوت الی الحق اور تبلیغ صداقت کے فرائض بجالانے میں مخالفوں کی ترغیب و تحریص کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنے کام میں برابر مشغول رہے۔ چنانچہ حضرت ایک دفعہ درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے۔ اور تلوار ایک شاخ پر آویزاں کر رکھی تھی۔ اسی اثنا میں ایک مشرک آیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر کہنے لگا اے محمدؐ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ اس وقت حضرت کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ اپنی جان کی خاطر عارضی طور پر اپنے عقیدہ کو چھوڑ دیں۔ اور کہدیں کہ تو بچا سکتا ہے۔ یا یہ کہ صاف طور پر اپنا عقیدہ ظاہر کر دیں۔ لیکن حضرت نے دوسری صورت کو ترجیح دی۔ اور بے ساختہ کہدیا کہ مجھے میرا خدا بچا سکتا ہے۔ مشرک کے ہاتھ سے فوراً تلوار گر گئی۔ پھر رسول اللہ نے تلوار اٹھا کر وہی سوال اس سے سوال کیا۔ اس کے جواب نہ دینے پر اس نے کہا کہ کہہ مجھے بھی وہی خدا بچا سکتا ہے۔ جس نے آپ کو بچایا"۔ یہی مشرک بعد میں اسلام کا زبردست حامی ہو گیا۔ رسول خدا نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ جب تم اپنے ایمان و عقاید کو ظاہر نہ کر سکو۔ تو ہجرت کر جاؤ اور غلبہ اسلام کے بعد واپس آؤ۔ ماابتدائے دعوت اسلام میں یہ حالت تھی۔ کہ پیغمبر خدا کو خفیہ تبلیغ کرنی پڑتی تھی۔ اور جب کافی جماعت ہو گئی تو اعلان حق کیا۔ بسا اوقات رسول اللہ کو کفار کی ایک جماعت سے ایک وقت میں صلح اور ایک سے مقابلہ کرنا پڑا۔ حاطب ابن ابی بلتعہ نے جب اسلامی رموز کو مشرکین مکہ پر ایک قاصد کے ذریعہ ظاہر کرنا چاہا تو وحی الہی نے فوراً اطلاع دیدی اور اگرچہ تمام ان لوگوں کی سزا جو مسلمانوں کی مخبری کفار سے کریں۔ قانون اسلام نے موت رکھی تھی۔ مگر چونکہ بدری اصحابہ میں سے تھے۔ اس لئے جان بخشی کی گئی۔ کعب ابن اشرف یہود کا ایک زبردست شخص تھا۔ جس نے پرستاران صداقت کو بیحد پریشان کر رکھا تھا۔ اور اسلام کے نشوونما کے لئے ضروری تھا کہ یہ کانٹا راستہ سے ہٹا دیا جائے چنانچہ فدایان اسلام کی ایک جماعت نے اس دشمن اسلام کو خاموشی سے خاموش کر ڈالا۔ ایسی بہت سی مثالیں رسول اللہ کی زندگی ملتی ہیں۔ جو اس وقت بھی ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ بالآخر وہ دن آیا جب فتح مکہ نے اسلام کو مستحکم کر دیا۔ اور اس طرح اس قلیل جماعت نے جو بظاہر بے سروسامان اور ذلیل تھی۔ دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اور مخالف ناکام رہے۔ اور ان کی زبردست جمعیت خیل و حشم زر و بیہ فرعون کی طرح ان کے کسی کام نہ آیا۔ قرآن کریم نے اس مخلص جماعت کی شان میں فرما دیا تھا۔ کم من فیئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اللہ کے حکم سے بسا اوقات چھوٹی چھوٹی جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں۔

ریویو

معجزہ قرآنی مولانا احمد الدین صاحب مصنف رسالہ ہذا نے اس کتاب میں مسئلہ میراث پر باعتماد قرآن محض عقلی دلائل سے ثابت کر کے میراث کے اصول بیان کئے۔ جس میں یتیم پوتے کا حصہ اپنے اعمام کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کے علاوہ مروجہ شریعت کے خلاف بجائے ⅓ وصیت کے کو حسب قدر چاہے وصیت ثابت کرنے کا حق ثابت کرنا چاہا ہے۔ بہر حال اس رسالہ میں بعض ایسے مسائل درج ہیں۔ جن کا پتہ سلف صالحین سے نہیں چلتا۔ اس لئے عملدوست اور اہل شریعت اصحاب سے توقع ہے۔ کہ وہ اس کتاب کو منصفانہ طریق پر مطالعہ کر کے مصنف کے خیالات کا موازنہ کریں گے۔ ۸؍ کا ٹکٹ ڈاک بھیجکر یا ۱۰؍ میں وی پی۔ منیجر اخبار اعجاز القرآن امرتسر سے طلب کریں۔

اصلاح الرسوم

میلا

مذہبی نقطہ خیال سے مسلمانوں میں کوئی میلا نہیں ہوتا۔ مگر اس پر آشوب زمانہ میں جہاں مسلمانوں میں ہزاروں قبیح و واہیات رسوم جاری ہوگئی ہیں۔ وہاں چند میلے بھی ہونے لگے ہیں۔ جیسے "دلسی کا میلا" یہ میلا اس طرف اکثر شہروں و قصبوں میں بہ ایام عرس جناب شاہ مدار صاحب قدس سرہ الشریف ہوتا ہے۔ اس میں مسلمان اپنے بچوں کو منت کی بدھی پہناتے ہیں۔ شاہ مدار صاحب کے نام کی چوٹی اپنے لڑکوں کے رکھتے ہیں۔ اور وہ چوٹی اس میلے میں کٹواتے ہیں۔ بہت سے مسلمان اپنے بچوں کا بجائے عقیقہ کرنے کے اس میلے میں سر منڈواتے ہیں جس کو دسے منڈنا کہتے ہیں۔ پتنگیں اڑائی جاتی ہیں۔ اور اس طرح اپنے باپ دادا کے گاڑھے پسینہ کی کمائی کاغذ و ڈور کی شکل میں اڑتے ہیں۔ غرضیکہ اسی قسم کی واہیات مذموم و ممنوع رسوم کرتے ہیں۔ مگر زیادہ حیرت و استعجاب کا باعث یہ امر ہے۔ کہ مسلمان کفار کے میلوں میں بڑے شوق و ذوق سے حصہ لینے لگے ہیں جہینوں پیشتر سے کپڑے سلواتے ہیں۔ خصوصاً رام لیلا میں شرکت تو نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔ اس بلا میں صرف جہلا ہی مبتلا نہیں۔ بلکہ بہت سے لکھے پڑھے باوجود منع کرنے کے اس قسم کے میلوں کی شرکت سے باز نہیں آتے کاش حدیث شریف من تشبہ بقوم فہو منہ۔ یعنی جو جس قوم کی مشابہت کرتا ہے۔ وہ انہی میں سے ہے۔ پر غور کرتے اہل ہنود کے میلوں میں علاوہ اضاعت و تضیع اوقات تتبع کفار ہے۔ جس کی شناعت سے کتب دینیہ مملو ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس مذہب کو ہم نے طاق نسیان میں رکھ چھوڑا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیم و ترمیت کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اسی کا نتیجہ بھگت رہے ہیں کہ میدان ترقی سے کوسوں دور پڑے ہیں۔ ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ مگر ہے بیخودی کے متوالے نہیں سنبھلتے خواب غفلت سے جگائے جاتے ہیں۔ مگر کروٹ نہیں لیتے۔ اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ تو ہماری کشتی کا خدا حافظ آخر میں ایک فتویٰ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا مولوی مفتی قاری شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مدظلہ بریلوی کا ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جس میں معتبر دلائل شرعیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ کفار کے میلوں کو دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے۔ وہو ہذا

ان کا میلا دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے۔ اگر ان کا مذہبی میلا ہے جس میں وہ اپنا کفر و شرک کریں گے۔ کفر کی آوازوں سے چلائیں گے۔ جب تو ظاہر اور یہ صورت سخت حرام و منجملہ کبائر ہے۔ پھر کفر نہیں۔ اگر کفری باتوں سے نافر ہے۔ ہاں معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرے۔ یا ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے۔ اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائیگی۔ اور یہ اسلام سے ورنہ فاسق ہے۔ اور فسق سے نکاح نہیں جاتا۔ پھر بھی وعید شدید ہے۔ اور کفریات کا تماشا بنانا ضلال بعید ہے۔ حدیث میں ہے۔ من کثر سواد قوم فہو منہم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ۔ جو کسی قوم کا جتھا بڑھائے وہ انہی میں سے ہے۔ اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے۔ وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے۔ رواہ ابو یعلی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورواہ الامام عبد اللہ بن المبارک فی کتاب الزہد عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ وہو عند الخطیب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلفظ من سود مع قوم فہو منہم اور اگر مذہبی میلا نہیں لہو و لعب کا ہے۔ جب بھی ناممکن کہ منکرات و قبائح سے خالی ہو اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں۔ رد المحتار میں ہے کرہ کل لہو والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعہ طحطاوی صدر کتاب بیان علوم محرمہ ذکر شعبدہ میں ہے۔ یظہر من ذالک حرمۃ التفرج علیہم لان الفرجۃ علی المحرم حرام یعنی شعبدہ بازی بہان متی بازیگری کے افعال حرام ہیں۔ اور اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ کہ حرام کو تماشا بنانا حرام ہے۔ خصوصاً کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جاننا تو اشد ہے۔ تو اس وقت تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم کیا جائیگا غمز العیون میں ہے۔ اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندہم حال الحیض حسن فہو کافر۔ اور اگر تجارت کے لئے جائے۔ تو اگر میلا ان کی کفر شرک کا ہے۔ جانا ناجائز و ممنوع ہے۔ کہ اب وہ جگہ ان کا معبد ہے۔ اور معبد کفار میں جانا گناہ۔ یتیمیہ پھر تاتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے۔ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ وانما یکرہ من حیث انہ مجمع الشیاطین۔ بحر الرائق میں ہے۔ والظاہر انہا تحریمیۃ لانہ المراد عند اطلاقہم۔ بلکہ رد المحتار میں ہے۔ فاذا حرم الدخول فی الصلوٰۃ اولیٰ۔ اور اگر لہو و لعب کا ہے۔ اور خود اس سے بچے اور نہ اس میں شریک ہو۔ نہ اسے دیکھے نہ وہ چیز بیچے جو ان کے لہو و لعب ممنوع کے ہوں۔ تو جائز ہے۔ پھر بھی جائز نہیں کہ ان کا مجمع ہر وقت محل لعنت ہے۔ تو اس سے دوری ہی میں خیر و سلامتی ہے۔ ولہذا علماء نے فرمایا کہ ان کے محلے میں ہو کر نکلے تو جلد نکلتا ہوا گذر جائے۔ غنیہ ذوی الاحکام پھر فتح اللہ المعین پھر طحطاوی میں ہے۔ ہم محل تنزل اللعنۃ

فی کل وقت ولا شک انہ یکرہ السکون فی مجمع یکون کذالک بل ان یمرفی المکنتھم الا ان یہرول ولیسرع وقد وردت بذلک اٰثار۔ اور اگر خود شریک ہو یا تماشہ دیکھے۔ یا ان لہو ممنوع کی چیزیں بیچے۔ تو آپ ہی گناہ دنا جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ فقد منا منعوا للنہران ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب للتجارۃ وبعہ فرسہ وسلاحہ وہو لا یرید بیعہ لہم یمنع ذالک منہ۔ ہاں ایک صورت جواز مطلق کی ہے۔ وہ یہ کہ عالم المومنین ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جبکہ اس پر قادر ہو۔ یہ جانا حسن ومحمود ہے اگرچہ ان کا مذہبی میلا ہو۔ ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہے۔ مشرکین کا موسم حج بھی اعلان شرک ہوتا

تلبیہ میں کہتے۔ لا شریک لک الا شریک ہو لک تملکہ وما ملک۔ جب وہ سفہا شریک لک تک پہنچتے۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ویلکم قط قط خرابی ہو تمہارے لئے بس بس یعنی آگے استثنا نہ بڑھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

مقام غور وافسوس ہے۔ کہ ایسی وعید شدید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان میلوں میں جانے سے باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ حیا دے۔ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

آمین ثم آمین

موت چاہتے ہو یا زندگی

(از مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس)

نمبر ۲

انگلستان کی ابتدائی سرکاری مدارس میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے جس میں یہ واقعہ درج ہے:۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اسپارٹا پر کوئی دشمن حملہ آور ہوا۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مگر اسپارٹا والے کبھی ہمت ہارنے والے نہیں تھے۔ وہ مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ میدان جنگ میں گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ اور دن بھر خون کے دریا بہتے رہے۔ ایک شریف عورت گھر سے نکلی۔ اور راستے میں آکر بیٹھ گئی۔ صبح سے شام تک انتظار کرتی رہی۔ کہ دیکھیں کیا خبر آتی ہے۔ اسی انتظار میں سارا دن کٹ گیا۔ دو گھڑی رات گئے فوج کی آمد آمد ہوئی کچھ دیر بعد ہراول کا ایک سپاہی جو اتفاق سے اسی عورت کے محلہ کا تھا۔ قریب پہنچا۔ اور عورت کو دیکھ کر بڑے افسوسناک لہجے میں گویا ہوا۔ مجھے نہایت افسوس ہے۔ کہ تمہارے پانچوں لڑکے میدان جنگ میں مارے گئے۔ قومی جذبات میں ڈوبی ہوئی خاتون نے اس دردناک خبر کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اور کہا میں یہ جاننا چاہتی ہوں۔ کہ جنگ کا کیا نتیجہ نکلا۔" سپاہی نے کہا۔" شکر ہے۔ کہ کامیابی کا سہرا ہماری قوم کے سر بندھا ہے"۔ عورت کا خوشی سے تمتما اٹھا۔ اور قوم کی عزت وسربلندی کے خیال خوشی کے ترانے گانے لگی"۔

اس قسم کے بیشمار واقعات تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ مگر ہماری درسگاہوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں ان کا ذکر تک نہیں ہے۔ اس نیک نہاد عربی خاتون کا واقعہ ہمارے نوجوانوں میں سے کتنوں کو معلوم ہے جس کا شوہر۔ بھائی اور بیٹے سب لڑائی میں شہید ہو چکے تھے۔ مگر اس نے وحشت اثر خبر کو سنکر پوچھا۔ تو یہ پوچھا۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا حالت ہے۔ اور جب اس کو یہ بتایا گیا کہ "حضور سلامت ہیں"۔ تو وہ چلا اٹھی۔" ہماری قوم کے سردار اور ہمارے نجات دہندہ زندہ وسلامت ہیں۔ تو کیا غم ہے۔ اگر میرا شوہر اور میرے بھائی اور میرے بیٹے لڑائی میں کام آئے ہیں"۔

ہمیں ایسی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا چاہئے۔ جس سے طلبا میں قومیت کے جذبات ابھریں۔ اور پھلیں پھولیں۔ یہ نہیں کہ ان کے حوصلے پست۔ دماغ کمزور جسم نحیف اور عقلیں کند ہوں۔ نہ سوچنے کی طاقت نہ کام کرنے کی ہمت اور نہ ایثار کی عادت ان میں پیدا ہو۔ ہر ماں باپ کا فرض ہے۔ کہ اپنے بچوں میں قومیت کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ ہر قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے بچوں کے لئے ایسا انتظام کرے۔ اور ہر گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی رعایا کے بچوں کے لئے قومی تعلیم کا بندوبست کرے۔ ہمارے گھروں کے اندر اور گھروں کے باہر سبق۔ ہر کھیل اور ہر بات میں یہ خیال پیش پیش رہنا چاہئے۔ کہ قومیت کے جذبات بچوں میں کیونکر پیدا کئے جائیں۔ ہماری انجمنوں ہماری محفلوں ہمارے جلسوں میں بھی یہی روح نمایاں رہنی چاہئے۔ کیونکہ ہماری قومی زندگی اور موت کا سوال انہی باتوں سے وابستہ ہے۔

شکایتی خطوط:۔ اسکی تعمیل نہیں ہوگی تاوقتیکہ خریدار اپنا نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر بائیں طرف چھپا ہوتا ہے۔ مطلع نہیں کریں گے (مینجر)

اسلام اور عدل

لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی

مسلمانو! ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی عداوت تمہیں اس بات پر برانگیختہ کر کے تم اسکے ساتھ انصاف نہ کرو تمکو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ ہر حالت میں انصاف کرو۔ اسلئے کہ شیوۂ انصاف تقاوی پرہیزگاری سے قریب تر ہے

اسلام کا یہ آسمانی قانون تیرہ سو سال سے تہذیب انسانی کا شیرازہ بند کو دلایا جاوے۔

چلا آیا ہے۔ اس نے قوموں کے جان مال اور عزت و ناموس کی حفاظت کی ہے۔ اس نے انسان کو قول کا سچا اور بات کا پورا ہونا سکھایا ہے۔ اس نے اختلاف عقائد کی بنا پر ایک ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر سختی کرنے سے روکا ہے۔ اس نے کفر و دین کا جھگڑا چکا دیا ہے۔ اور ضمیر کی آزادی کی باگیں یہاں تک ڈھیلی چھوڑ دی ہیں۔ کہ جو لوگ اس قانون کے سب سے زیادہ پابند تھے وہی یہ کہتے ہوتے سنے ہیں کہ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں
وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں

جب حضرت فاروق اعظم نے اپنے مسیحی غلام استق کو بار بار اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ اور اس نے ہر دفعہ یہی جواب دیا۔ کہ آپ میرے مذہب میں دخل نہیں دے سکتے۔ آپ کا اسلام آپ کو مبارک رہے مجھے میری مسیحیت ہی اچھی ہے۔ تو حضور ممدوح کو **لا اکراہ فی الدین** (مذہب میں جبر نہیں ہو سکتا) فرما کر خاموش ہو رہنے پر اسی قانون نے آمادہ کیا تھا۔

جب قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے مسلمان ہونے کے زعم میں حیرہ کے ایک عیسائی کو ناحق و ناروا جان سے مار ڈالا۔ تو دنیائے اسلام کے پشت و پناہ حضرت فاروق اعظم کو اس کے قصاص میں قاتل کے قتل کا فتویٰ دینے پر اسی قانون نے مجبور کیا تھا۔

جب اموی تاجدار ولید کے عہد میں مسلمانوں نے دمشق کا ایک گرجا اپنی جامع مسجد کی توسیع کی غرض سے ڈھا دیا اور محبت اسلام حضرت عمر بن عبد العزیز کے دورِ خلافت میں عیسائی فریاد لے کر آئے۔ تو حضرت اقدس کے اس فرمان کے صدور کی تہ میں بھی یہی قانون چھپا ہوا تھا۔ کہ مسجد کا جو حصہ کلیسا کو منہدم کر کے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا قبضہ مستغیثوں کو دلایا جاوے۔

جب قرطبہ میں بزمانۂ عبد الرحمٰن ثانی پری فلکس نامی ایک پادری کا شہر کے مسلمانوں کا مذہبی مباحثہ ہوا۔ اور پری فلکس نے فریق ثانی سے جان کی امان کا وعدہ لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگرامی پر سب و شتم کا ناپاک جھاڑ باندھ دیا۔ تو باوجودیکہ مسلمانوں کے دل خون ہو رہے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کی طرف سے نقض عہد نہ ہو۔ اور پری فلکس مناظرہ کے دنگل سے جان سلامت لے گیا۔ مسلمانانِ قرطبہ کی عدیم النظیر بردباری اور رواداری اور پاس عہد میں بھی یہی قانون کرشمہ سنج تھا۔

جب شیر شاہ شہنشاہ ہندوستان نے آگرہ کے ایک بنئے کی بی بی پر پان کی گلوری پھینکنے کی پاداش میں ولیعہد سلطنت کی بیگم کو حرم سرائے شاہی سے دربار میں پکڑ وا بلانے کی دھمکی دی تھی۔ کہ اس کے ساتھ بھی بنیا ویسا ہی سلوک کرے۔ تو اس دھمکی کا باعث بھی یہی معدلت گستر یہی نصفت پرور اور یہی مساوات نواز قانون تھا۔

اس قسم کے ہزارہا روشن و درخشاں واقعات سے مسلمانوں کی تاریخ جگمگا رہی ہے۔ اور ارباب ذوق سلیم کو اس حقیقت کبریٰ کے سامنے گردن اعتراف جھکاتے ہی بنے گی۔ کہ اگر مذہب ہی جان مال۔ آبرو ہو یا ایمان غرض ہر اس چیز کی پاسداری کا ضامن ہو سکتا ہے۔ جو انسان کو عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا نامسلمان عزیز و محبوب ہے۔ تو کم از کم اسلام کے کسی حلقہ بگوش کو ایسی ضمانت پیش کرنے کے لئے کسی نئے قانون کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (ماخوذ)

کلام نامی

(از جناب مولانا نامی کرہ سوار نظامی)

قال کے ساتھ جس میں حال بھی ہے — وہی دنیا میں بے مثال بھی ہے
لن ترانی ترا جواب سہی — رب ارنی میرا سوال بھی ہے
طرز اکبرؔ میں ریختہ کہنا — سخت دشوار کیا محال بھی ہے
میرے حسن بیان پہ اس نے کہا — مرحبا نازش مقال بھی ہے
غم و شادی ہیں لازم و ملزوم — ہجر کے بعد جوں وصال بھی ہے
جذبہ دل کا امتحاں کیجئے — ان کا آنا اگر محال بھی ہے
وہ ترقی پہ بھول بیٹھے ہیں — کیا نہیں جانتے زوال بھی ہے
دل تو چاہے ہے ان سے ملنے کو — لیکن اک بیچ میں ملال بھی ہے
تو نے قبلہ جنوب کو سمجھا — دیکھئے پیچھے ترے شمال بھی ہے
ہر عمل کا یہاں عوض ہے ضرور — کہ ہر اک کام کا مآل بھی ہے
نیکنامی ہے باعث شہرت — جس میں عزت بھی ہے کمال بھی ہے
ذکر مئے پر کہا یہ واعظ نے — کہ حرام اور کچھ حلال بھی ہے
جس کے دل میں ہو خوف حق پنہاں — اہل دل ہے وہ اہل حال بھی ہے
ہنس پڑے میری بات کو سنکر — گویا یہ خواب بھی ہے خیال بھی ہے

معتدل ہے مزاج نامی کا
کچھ جمال اور کچھ جلال بھی ہے

تذکرۃ الصالحین

حضرت حسین بن منصور حلاج رضؓ

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

بنی عباس کی سلطنت نے ساتوں ولایت میں کھلبلی ڈالدی تھی۔ بغداد زینت اور رونق میں بہشت شدادی کا حکم رکھتا تھا۔ لم تخلق مثلہا فی البلاد۔ اہل علم اہل ہنر کاریگر صناع ہر کام اور ہر پیشہ کے استاد ڈہلے چلے آتے تھے۔ حسب حیثیت رتبہ اور عہدہ انجام پاتے تھے۔ حضرت حسین بن منصور حلاج بھی اپنے وطن بیضا کو چھوڑکر بغداد میں آئے۔ مگر انہیں اصلا اس کی خبر نہ تھی ؎

چلا ہے اودل راحت طلب کیا شادماں ہوکر
زمین کوئے جاناں رنج دے گی آسماں ہوکر

ان کے لئے بغداد کی زمین کوفہ وکربلا بن گئی۔ ما اصاب من مصیبت فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں مسلمانوں کے گھر کی لونڈی باندی تک محدث اور فقیہ اور حکیم ہوتی تھیں۔ اور مشکل سے مشکل مسئلوں کو چٹکیوں میں حل کردیتی تھیں۔ حلاج بھی ظاہری علم وکمال میں اپنے ہمعصروں سے کم نہ تھے۔ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ مگر آپ نے دار پر چڑھ کر بتا دیا۔ کہ کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ اوائل میں آپ کی زندگی بہت تقوے اور طہارت کے ساتھ تھی۔ شریعت کا نام سنکر سر جھکا دیتے تھے۔ بقضاء قدر کی نیرنگی دیکھیے۔ ایکدن بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے۔ نہ سوتے تھے نہ جاگتے تھے۔ جو آپ نے دیکھا ایک محبوب خورشید دش چھم چھم کرتا ہوا آیا اور ٹہٹک گیا۔ منہ پر اس کے نقاب تھی۔ مگر معشوقوں کے لئے نقاب بھی ایک زیور ہے۔ شکل نہ دکھائی دی تو کیا ہوا۔ اس کے جوبن کا ابھار ہی مست کردینے کے لئے کافی تھا۔ پلنگ پر پڑے پڑے خود تصویر بن گئے۔ اور اپنے دل میں کہنے لگے۔ کیا اچھا ہوتا کہ کبھی صورت اس حورجنت کی نظر آجاتی۔ یہ خطرہ ان کے دل میں ادہر آیا۔ ادہر اس فتنہ قیامت نے اپنے چہرہ پر سے نقاب سرکادی۔ حسین بن منصور نے اس جمال بالشانہ دیکھ لیا۔ اور طبیعت دماغ میں اس نے تاثیر کی۔ آنکھ کہولی تو طبیعت بیقابو تھی۔ مزاج میں وحشت پیدا ہوئی۔ نماز روزہ سب چھوڑ دیا۔ اور دیوانہ وار بغداد کی گلیوں میں پھرنے لگے۔ آپ کے برابر والوں نے پوچھا۔ کہ حسین کیا حال ہے۔ اور آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ آپ نے کہا۔ میں خود حیران ہوں۔ کہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میری مثال اس نوجوان کی جیسی ہے۔ جو بادشاہی محلوں کے نیچے سے گذرا۔ شہزادی محل کا جہروکہ کھولے بیٹھی تھی۔ اسے نوجوان کی صورت پسند آگئی۔ اور ہزار جان سے اس پر عاشق ہوگئی۔ شہزادی کے خواصوں میں ایک ڈومنی تھی۔ جس سے اس کا دل ملا ہوا تھا۔ اتفاقاً وہ بھی اس وقت حاضر تھی۔ شہزادی بولی تو اس نوجوان کو دیکھ لے کسی دن اسے میرے پاس لانا پڑیگا۔ ڈومنی نے کہا بیوی کیا بڑی بات ہے۔ میں تو آپ کے لئے چرخ سے تہتا توڑکر لاسکتی ہوں۔ الغرض ڈومنی نے مکر کا جال پھیلایا۔ اور اس نوجوان سے راہ ورسم پیدا کی۔ جب نوجوان اس کے گھر آنے جانے لگا۔ تو ایکدن شراب میں دارو بیہوشی ایسی گھول کر اسے دی۔ کہ نوجوان کو اپنے آپے کی سدھ نہ رہی۔ پھر اسے پینس میں ڈال شہزادی کے پاس لے پہنچی۔ نوجوان کو افاقہ ہوا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ میں ایک ایسے محل میں ہوں۔ جس کے در و دیوار سونے کے ہیں۔ اور جواہر کی آب وتاب سے آنکھ خیرہ ہوئی جاتی ہے۔ عیش ونشاط کے سب سامان موجود ہیں۔ اور ایک حورزادی سنواری عطر میں ڈوبی ہوئی۔ چھپر کھٹ میں لیٹی ہے۔ اور میں اس کے پہلو میں ہوں۔ ذوق وشوق نے نوجوان کو اتنی فرصت نہ دی۔ کہ وہ یہ سوچتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ یہ محل کس کا ہے۔ خدا جانے شہزادی نے اسے کبتک اپنے پاس رکھا۔ اور کب اسے اپنے محل سے اسی طرح بیہوش نکلوا دیا۔ جس طرح بلایا تھا۔ جس وقت نوجوان کی عقل ٹھکانہ ہوئی۔ تو اس نے دیکھا وہی ڈومنی کا مکان ہے۔ اور میں ہوں طلسماتی خواب اس کی نگاہوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ اور ڈومنی چڑیل سے بدتر اسے دکھائی دیتی تھی۔ بہت کچھ عقل دوڑائی کہ یہ کیا ہوا۔ اور میں کہاں گیا تھا۔ خواب تھا یا بیداری تھی۔ لوگوں کے سامنے اس قصہ کو دہراتا تھا۔

اور روتا تھا۔ آخر کار دیوانہ ہو گیا۔ اور اسی وحشت میں اس کی جان گئی۔ اسی طرح میں نے بھی ایک جھلک دیکھ لی ہے۔ جس نے میرے عقل و شعور کو کھو دیا ہے۔ جس قدر سوچتا ہوں۔ اتنا ہی الجھتا ہوں۔ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اور میرا کیا حشر ہوتا ہے۔ اسی حال میں چکر کاٹتے پھرتے تھے۔ جو خلیفہ معتضد باللہ کے نو عمر لڑکے سے آنکھ لڑ گئی۔ اور اس پر فریفتہ ہو گئے کچھ دن حسین بن منصور اس کا نام لیتے تھے۔ اور چاروں طرف روتے پھرتے تھے۔ مگر پھر ان کے منہ سے انا الحق نکلنے لگا۔ بغداد محدثین مفسرین فقہا اور اولیا اللہ سے پرستوں کے جام کی طرح ابل رہا تھا۔ پھر بنی عباس کا دور سلطنت سب کام قاعدہ اور قرینہ سے ہوتے تھے۔ مفتی اور قاضیوں کے ہاتھ میں حکومت تھی۔ ان کے قلم کے ساتھ جلاد کا تیغہ چل جاتا تھا۔ حسین بن منصور کے انا الحق کہتے ہی بغداد میں دھوم ہو گئی۔ حسین بڑا گستاخ ہے۔ بے دین ہو گیا ہے۔ اسے جیتا زمین میں گاڑ دو۔ اس کا سر کاٹ لو۔ اسے پھانسی دیدو۔ ہوتے ہوتے خلیفہ کے کان تک بھی یہ بات پہنچی۔ اور یہ بھی خبر لگی کہ حسین بن منصور شہزادہ پر عاشق ہے۔ غیرت اور شاہی نخوت نے تر بتر کر دیا اور حکم ہوا۔ کہ علماء کی مجلس بیٹھے اور حسین بن منصور پر ضابطہ کے ساتھ جرم ثابت کیا جائے۔ بے بصیرت آستینیں چڑھا کر بیٹھ گئے۔ اور فتوے لکھدیا کہ حسین بن منصور ایک سال تک جیلخانہ میں رکھا جائے۔ قید کی مشقت اور مصیبت غالباً اس کے حواس ٹھکانہ کر دے گی۔ اور کفر بکنا چھوڑ دے گا۔ اور اگر اس سزا پر بھی اس کی یہی ڈھٹائی رہے۔ تو دار پر چڑھا دیا جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ حسین بن منصور جیلخانہ میں داخل ہو گئے۔ اور آپ کے باطن فیضان نے سارے قیدیوں کو خدا آگاہ کر دیا۔ آنے جانے والوں کے لئے روک ٹوک نہ تھی۔ اس لئے ہر روز بغداد کے ہزاروں آدمی آپ کے پاس آتے اور آپ کی معرفت آمیز باتیں سنکر حیران ہوتے۔ اور مزہ لے کر چلے جاتے۔ سال ختم آیا مگر بقول حضرت ذوق۔ ع

یاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے

جیلخانہ کی ساری کڑیاں جھیل گئے۔ اور انا الحق بدستور کہتے رہے۔ علی بن عیسٰے آپ سے بغض رکھتا تھا۔ اس لئے خلیفہ کو آپ کی طرف سے ہر وقت برہم کرتا رہتا تھا۔ اس نے جب یہ سنکر جیلخانہ میں بھی حسین بن منصور کی وہی شان کرامت ہے۔ اور سال بھر میں لاکھوں آدمی آپ کا معتقد ہو گیا ہے۔ تو وہ اور جلا اور اس نے یہ حکم جاری کر دیا۔ کہ حسین بن منصور کے پاس کوئی آدمی جانے نہ پائے۔ کیونکہ وہ عوام الناس کو بہکاتا ہے۔ اور گمراہ کرتا ہے۔ پانچ مہینہ آپ کو تنہائی میں کاٹنے پڑے۔ ایکدن موقع پاکر ابن عطار اور شیخ عبد اللہ حنیف رحمہا اللہ تعالےٰ آپ کے پاس جیلخانہ میں پہنچے۔ اور آپ کو سمجھایا کہ خدا کے لئے اس حکم کو زبان سے نہ نکالئے خلیفہ آپ کو قتل کر ڈالے گا۔ اور ہم لوگ آپ کے غم میں مر جائیں گے۔ آپ نے ہنس کر کہا حضرات نصیحت اور دوستی کا کام اب باقی نہیں رہا۔ آپ میرا ہرج نہ کیجئے اور تشریف لیجائیے۔ یہ کہکر اس زور سے انا الحق کا نعرہ مارا کہ جیلخانہ کے در و دیوار لرز گئے۔ اور اینٹ اینٹ ذرہ ذرہ سے انا الحق کی صدا آنے لگی۔ دونوں صاحب چیخیں مارتے اور روتے چلے آئے۔ دار پر چڑھنے سے تین دن پہلے جیلخانہ کے داروغہ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت بتائیے عشق کسے کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ کل اور پرسوں اور اترسوں تک تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ عشق کسے کہتے ہیں۔ آخر ذیقعدہ سنہ ۱۹۳ھ کی صبح آ گئی۔ اور آپکو مقتل میں لے گئے۔ بغداد کیا ایک جہان امنڈ پڑا اور تماشائی کوسوں تک پھیل گئے۔ دستور کے موافق ان سے پوچھا گیا۔ کہ اگر اس آخری وقت میں کوئی آرزو ہو تو کہو۔ آپ نے فرمایا یہی آرزو باقی ہے۔ کہ دوات قلم مجھے دی جائے۔ اور میں اپنے اس یار بے وفا۔ غافل۔ بے رحم کو ایک خط لکھکر بھیج دوں۔ دوات قلم فوراً دی گئی۔ آپ نے برجستہ یہ اشعار تحریر فرمائے ؎

واللہ ما طلعت شمس ولا غربت ‏ الا ذکرک مقرون بانفاسی

خدا کی قسم کبھی سورج نہ نکلا نہ ڈوبا ‏ کہ تیرا ذکر میں نے ہر سانس کیساتھ نہ کیا ہو

ولا ذکرک محزوناً ولا فرحاً ‏ الا انت منی قلبا و سواسی

میں چاہے غمگین رہا یا خوش تیرا ذکر کرتا رہا ‏ اور تو میرے قلب اور دھیان میں رہا

ولا جلست الی قوم احدثہم ‏ الا وانت حدیثی بین اجلاسی

اور میں کہیں نہیں بیٹھا کہ تیرا ذکر درمیان نہ آیا ہو ‏ یا تیرا ذکر نہ سنا ہو

ولو قدرت علی الدنیا رزلکم ‏ محبا علی وجہ او شیا علی الراسی

اگر مجھے قدرت ہوتی تو میں تیری زیارت کیلئے آتا ‏ منہ کے بل اور سر کے بل

جب شہزادہ کے پاس یہ نظم پہنچی۔ تو آپ کے عشق نے اس کے دل میں تیر و نشتر کا کام کیا وہ تڑپ گیا۔ اور ننگے سر اور ننگے پاؤں مقتل میں دوڑ آیا۔ مگر اسکے آنے سے پہلے جلاد کے ہاتھوں نے حسین بن منصور حلاج کا کام تمام کر دیا تھا۔ دربار خلافت نے حکمدیا کہ حسین بن منصور کی لاش دار پر لٹکی رہے۔ تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ اور پھر کبھی کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نہ نکل سکے۔ مگر عشق کا معجزہ دیکھئے۔ لاش بے جان سے انا الحق کی صدا آ رہی تھی۔ دوسرے دن جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو دربار خلافت نے پھر یہ حکم دیا۔ کہ مجرم کی لاش کو آگ میں جلا دو۔ کیونکہ یہ ایک اور فتنہ پیدا ہوا۔ لاش جلا کر خاک کر دی گئی۔ مگر خاک میں سے انا الحق کی آواز برابر آتی رہی۔ تیسرے دن حکم ہوا کہ منصور کی خاک کو ہوا میں اڑا دو۔ نہ خاک رہے گی۔ نہ آواز آئے گی۔ مگر اس خاک کے ذرے جدھر جاتے تھے۔ ادہر ادہر سے انا الحق کی آواز آتی جاتی تھی۔ یہ کرشمہ دیکھکر جیلخانہ کا داروغہ سمجھا کہ حضرت حسین بن منصور حلاج نے جو فرمایا تھا کہ عشق کے معنے تجھ پر کل اور پرسوں اترسوں تک کھل جائیں گے۔

تو اس سے یہی مراد تھی کہ ایک دن مجھے پھانسی دی جائے گی۔ دوسرے دن میری لاش جلائی جائے گی۔ تیسرے دن میری راکھ اڑائی جائے گی۔ افسوس! افسوس!! آپ کے رتبہ کو کسی نے پہچانا نہیں۔ حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میرا اور حسین بن منصور کا ایک مشرب ہے۔ مجھے دیوانے پن نے بچا لیا۔ اور اسے اس کی عقل و ہوش نے دار پر چڑھا دیا۔ خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو منصور نے کہا وہ میں بھی کہتا ہوں۔ مگر اس نے ڈنکہ کی چوٹ کہا۔ میں منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوں۔ حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں۔ پیڑ کے اندر سے انی انا اللہ کی آواز آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے خدا کی آواز سمجھا پیڑ کو نہ کاٹا نہ پھاڑا۔ حیف ہے کہ منصور نے انا الحق کہا۔ تو ساری دنیا چوکنی ہو گئی۔ اور تیغ و تبر سے کر کھڑے ہو گئے۔ یہی سمجھنا چاہئے تھا۔ کہ جس طرح پیڑ انا اللہ بولنے سے مجبور تھا اسی طرح منصور انا الحق کہنے سے معذور تھا۔ ایک دن مولانا جلال الدین رومی گھوڑا پر سوار چلے جاتے تھے۔ جو حضرت شمس تبریز دیوانہ وار آئے اور آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہنے لگے۔ بھلا صاحب یہ تو کہئے منصور حلاج کا مرتبہ بڑا ہے۔ یا محمد الرسول اللہ صلعم کا آپ نے منہ سکر کہا۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ کہاں شان محمدی کہاں بیچارہ منصور۔

حضرت شمس تبریز:- یہی بات ہے تو پھر منصور نے انا الحق اور جنید بغدادی نے سبحانی ما اعظم شانی کیوں کہا۔ اور محمد الرسول اللہ صلعم نے ما عرفناک کس لئے ارشاد فرمایا۔

مولانا روم:- اپنا اپنا ظرف جنید اور منصور کا اتنا ہی حوصلہ تھا۔ انہوں نے توحید کی ایک جھلک دیکھ لی۔ تو پکار اٹھے محمد الرسول اللہ کا ایسا ہی مقام عالی تھا۔ کہ جس قدر خدا کا قرب حاصل ہوا۔ اتنا ہی آپ کا شوق بڑھا۔ اور انہوں نے ما عرفناک بار بار فرمایا۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ افسوس ہے کہ حلاج میرے زمانہ میں نہ ہوا۔ نہیں میں اس کی دستگیری کرتا۔ اور جس مقام پر وہ الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس سے آگے بڑھا دیتا۔ میرے جد حضرت خواجہ محمد ناصر محمدی دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ لوگوں کی بے باکی دیکھئے۔ منصور نے کہا کچھ اور سمجھے کچھ وہ بیچارہ کہتا تھا۔ انا الحق یعنی میں راستی پر ہوں۔ سمجھے یہ کہ میں خدا ہوں کہتا ہے۔ یہ نہ خیال کیا کہ انا الحق کے معنی انا اللہ کے نہیں ہیں۔ اگر انا اللہ کہتا تو ضرور واجب القتل ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں۔ ایسے بہت سے مقام کے فقیر سامنے آتے ہیں۔ اور وہ فقیر کو پکڑ لیتے ہیں۔ منصور اگر میرے عہد میں ہوتا تو میں اس کی مدد کرتا۔ اور انا الحق کی منزل سے آگے بڑھا دیتا۔ ہندی میں ایک مثل ہے۔ کہ چھاج بولے تو بولے مگر چھلنی کیوں بولے جس میں ستر سے بہتر چھید ہیں۔ یہ حضرات جو کچھ فرمائیں زیبا ہے۔ فراقؔ گنہگار کو کیا ضرورت تھی۔ جو اس نے منصور حلاج کی نسبت اپنی ایک رائے لگا دی۔ فراقؔ اپنی ایک غزل میں کہتا ہے ؎

انا الحق روح کہتی ہے تعلق کیا عناصر کو
کئے جاتے ہیں ناحق جسم بے تقصیر کے ٹکڑے

اچھا ہے کہ علمائے نسبی ہاتھ فراق کے گریبان تک نہیں پہنچتے ہیں۔ ورنہ اس کی دیوانگی قیس سے کم نہیں ہے۔ تو اس کے عشق کی شورش فرہاد سے پہلو مارتی ہے۔ اور کفریات میں تو بالکل حسین بن منصور حلاج کے ساتھ ہے۔ اس میں کیا شک ہے ؎

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم با خلق عالم کار نیست

حررہ فقیر حقیر سید ناصر نذیر فراقؔ دہلوی محلہ رودگران مدرسہ ارادت مند خاں مکان میر ظریف خاں صاحب مرحوم

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مکرمی قریشی منظور حسن صاحب صدیقی جوائنٹ سکرٹری انجمن قریش گوجرانوالہ نے ذیل کی روح فرسا اطلاعات ارسال کی ہیں جن سے ہمارے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل!

ناظرین کرام کی واقفیت کے لئے مراسلہ بلفظہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

مکرمی ایڈیٹر صاحب سلام علیکم! (۱) آپکو یہ سنکر از حد رنج ہوگا کہ ہمارے قابل سکرٹری جناب ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب صدیقی کا اکلوتا فرزند عزیز سلطان محمود جسکو بیچارے باپ نے اسکی والدہ کے فوت ہو جانیکے بعد نہایت محنت اور کاوش سے پالا تھا۔ تذراجل ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدائے حی و قیوم ڈاکٹر صاحب کو صبر اور نعم البدل عطا کرے۔ اور عزیز مرحوم کو جنت میں اپنے والدین کی شفاعت کا وسیلہ بنائے۔

(۲) انجمن قریش گوجرانوالہ کا ایک نہایت مخلص و سرگرم کارکن پیر غلام رسول صاحب صدیقی آڈیٹر (محاسب) انجمن بعارضہ پلیگ تیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے ہیں۔ مرحوم کے دم سے انجمن کو بہت استواری تھی۔ مرحوم کو حساب کی جانچ پڑتال میں خاص مہارت تھی۔ اور علاوہ اس کے زبان اور قلم بھی زور حاصل تھا۔ مرحوم کے تین فرزند اور ایک بیوی ان سے پہلے جنت کو سدھار چکے تھے۔ اور اب یہ خود بھی اپنے بال بچوں کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ اور اب پسماندگان تک کبھی نہ چھوڑ گئے مرحوم کے بدبخت پیر سال والد مولوی محمد الدین صاحب صدیقی مالک ملکی پریس گوجرانوالہ بہت ہمدردی کے مستحق ہیں۔

(۳) انجمن قریش گوجرانوالہ کے سابقہ صدر جناب مولوی غلام علی صاحب صدیقی کا فرزند عالم جوانی میں اس دار فانی سے مقام جاودانی کو سفر پذیر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاثیر دکھا تقریر نہ کر

(از جناب محمود اسرائیلی خمسہ بر قطعہ حضرت لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم)

تو عزم کا تیشہ ہاتھ میں لے اور طبع کو یوں دلگیر نہ کر ــ اعمال میں کچھ تاثیر دکھا اقوال میں یوں تشہیر نہ کر

تدبیر کئے جا آخر تک تغییر منشیٔ تقدیر نہ کر ــ تو وضع پہ اپنی قائم رہ پر قدرت کی تحقیر نہ کر

دے پائے نظر کو آزادی خود بینی کو زنجیر نہ کر

جو غیر معبود ہے بیکار ہے بے سود ہے ــ گر دل میں طلب موجود ہے اور حرص ہوا مقصود ہے

کیوں رحمتِ حق مسدود ہے ناشاد تو کیوں محمود ہے ــ گو تیرا عمل محدود ہے اور اپنی ہی حد مقصود ہے

رکھ ذہن کو ساتھی فطرت کا بند اس پہ در تاثیر نہ کر

رکھ حسرت دل دل ہی میں نہاں یہ راز کسی پر ہو نہ عیاں ــ کر اس کو کسی صورت نہ بیاں تشہیر سے ہو جاتا ہے زیاں

الفاظ میں یہ تاثیر کہاں کر قاصد جذبۂ دل کو رواں ــ باطن میں ابھر کر ضبط و فغاں لے اپنی نظر سے کام زباں

دل جوش میں لا فریاد نہ کر تاثیر دکھا تقریر نہ کر

اس راہ میں لاکھوں اہلِ ہمت گو صبح چلے یا شام چلے ــ پر آہ! انہوں نے کچھ نہ کیا اور آخر سب ناکام چلے

ہستی کو مٹا گر چاہتا ہے ایوانِ جہاں میں نام چلے ــ تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے

ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

رزم عرب

(سلسلہ کے لئے القریش اگست ۱۹۲۳ء ملاحظہ ہو)

(از جناب شیخ محمد نذیر صاحب رضا فاروقی)

عزرائیل بزدلانہ وار سیف اللہ کے مقابل آیا لیکن خالد کا رعب اسے مردہ بنا رہا تھا۔ اس نے یہ چال کی۔ کہ خالد جو گھوڑے سے اتر پیادہ کھڑا تھا۔ اس کے ارد گرد اپنے گھوڑے کو چکر دینا شروع کیا۔ اور خالد کے وار کو صفائی سے بچاتا رہا۔ خالد بھی طفل مکتب نہ تھا۔ اس نے موقع پا کر عزرائیل کے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ گھوڑے کا گرنا تھا کہ عزرائیل زمین سے گرا۔ اور شیر اپنے شکار کو غرایا۔ اور ایک ہی جھپٹ میں جا دبوچا۔ گرفتار کر کے کشاں کشاں لشکر میں لے گیا۔ جب بہادر خالد بزدل عزرائیل کو کھینچ کر لشکر اسلام میں لئے جا رہا تھا۔ عین اسی وقت ابو عبیدہ معہ فوج کثیر لشکر اسلام میں پہنچ گیا۔ جنرل ابو عبیدہ نے اپنے جنرل کمانڈنگ آفیسر خالد کو دیکھ کر گھوڑے سے اترنا چاہا۔ لیکن شریف آفیسر کمانڈنگ نے حکم دیا۔ کہ گورنر ہز میجسٹی امیر المومنین کی طرف سے میں کمانڈ انچیف ہوں۔ اور آپ میرے لفٹنٹ ہیں۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ شہنشاہ دو جہاں سالار عرب فخر کائنات آپ کو اپنی چادر پر بٹھایا کرتے تھے۔ آپ خیمہ میں تشریف لیجائیں۔ اور آرام فرمائیں۔ آج کا رزلٹ بفضل خدا ہمارے حق میں ہے۔ دونوں رومی سردار گرفتار ہو چکے ہیں۔ کل پھر دیکھا جائے گا۔ شام ہوئی۔ ہر دو لشکر اپنے اپنے خیموں میں گئے۔ اسلامی لشکر میں امروزہ فتح کی خوشی میں نفل ادا ہو رہے تھے۔ حوصلہ اور دل بڑھے ہوئے تھے۔ دعا کا طالب کمانڈنگ آفیسر ہز میجسٹی امیر المومنین کی خدمت بابرکت میں اپنی فتح کے کارنامے تحریر کر رہا ہے۔ ابو عبیدہ کے آجانے سے فوجی طاقت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ غرض ہر طرح سے خوشی و خورمی کا اظہار ہو رہا ہے۔

دوسری طرف لشکر روم میں یہ حالت تھی۔ گرفتاروں کی آزادی کا فکر۔ نئے کمانڈر کی جستجو۔ شہنشاہ سے ملامت کا فکر دامنگیر تھا۔ مشوروں میں مشغول تمام رات آنکھوں میں بسر کی۔ شہنشاہ ہرقل کے داماد کو جو ایک بہادی تجار ہوتا اور جس کا نام توما تھا سالار مقرر کیا گیا۔

ادھر سورج نے آنکھ دکھائی۔ ادھر وہی بہادر خالد گھوڑے کو جولان دیتا ہوا۔ میدان جنگ میں آموجود ہوا۔ جب بہت دیر تک انتظار کیا گیا۔ اور کوئی مقابلہ کو نہ آیا۔ تو ابو عبیدہ نے مشورہ دیا۔ کہ بہتر ہے کہ لشکر اسلام یکبارگی حملہ کرے۔ خالد نے اس رائے کو نظر عزت سے دیکھا۔

اور سخت حملے کا حکم دیا۔ رومی حواس باختہ ہو کر بھاگنے لگے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اور خون کی ندیاں بہ نکلیں۔ رومی قلعے میں گھس گئے۔ اور دروازے بند کر دئے۔ فتحمندوں نے محاصرہ کیا۔ غربی دروازہ پر خالد اور شرقی پر ابو عبیدہ متعین ہو گئے۔ محصورین نے اپنی ذلت کا کچا چٹھا شاہ ہرقل کے دربار میں لکھکر گذارش کی۔ کہ امداد کے منتظر عربوں کے پھندے میں گرفتار ہیں۔ جہانتک ممکن ہو جلدی کمک بھیجی جائے۔ بصورت دیگر سوائے موت کے چارہ نہیں۔

جونہی ہرقل نے یہ منحوس خبر سنی۔ نہایت مغموم اور پریشان ہوا۔ جس طرف نگاہ دوڑاتا تھا۔ ادبار سوا نظر آتا تھا۔ خیر وردان کو جو حاکم حمص کا تھا اپنے حضور طلب کیا۔ اور کلوص کی طرح انعام و اکرام کا وعدہ دے کر اہل دمشق کی امداد کو روانہ کیا۔

وردان کو شہنشاہ ہرقل نے اس کی روانگی کے وقت حکم دیا۔ کہ سرداران فوج روم جو بغداد ہن میں جمع ہیں۔ انہیں تاکید کرتے جانا۔ کہ خبردار السیانہ ہو۔ کہ فلسطین کا لشکر اسلام دمشق کے اسلامیوں سے جا ملے۔ ورنہ سلطنت روم کا نام و نشان صفحۂ روزگار سے مٹ جائیگا۔ وردان حسب الحکم تعمیل کرتا گیا۔

ہفتہ عشرہ سے زیادہ ہو گیا۔ محصورین چپ چاپ قلعہ میں بند ہیں۔ جب محاصرین حملہ کرتے ہیں۔ تو معمولی اینٹ پتھر سے اس کا جواب دیتے ورنہ چشم براہ امداد کے منتظر وقت ٹال رہے تھے۔

اہل محاصرہ مصمم ارادہ کئے پڑے تھے۔ کہ جہانتک ہو سکے۔ اہل قلعہ کو امداد نہ پہنچ سکے۔ اور انہیں یوں ہی بھوکوں سے ہلاک کیا جائے۔ ایک دن اسلامی کمانڈرانچیف نے اپنے اسسٹنٹ ابو عبیدہ بن جراح کو کہا۔ کہ نہیں معلوم دمشق کے محاصرے میں کتنے دن لگیں۔ اور کیا کیا واقعات پیش آئیں، اس لئے بہتر ہے۔ کہ ہم اضیا دین رومی لشکر پر حملہ کریں۔ اگر اسے ہم نے شکست دی۔ تو اہل روم کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اور دمشق کا فتح ہونا آسان ہو جائیگا۔ لیکن ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ کہ اہل دمشق اس وقت گھبرا رہے ہیں۔ محاصرہ اٹھانے پران کی ہمت بڑھ جائے گی۔ اور ہر قسم کا سامان مہیا کر سکیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ قلعہ کے دونوں طرفوں سے ہم ان پر حملہ کریں۔ کیا عجیب ہے کہ بھوک سے لاچار ہونے والے دروازہ کھول دیویں۔ امیر خالد نے اس رائے کو منظور کیا۔ اور دو تین روز لگاتار سخت حملے کئے گئے۔ اہل قلعہ فی الواقع گھبرا نکلے۔ اور بدیں مضمون صلح کا پیغام بھیجا۔

"اگر خالد بن ولید محاصرہ اٹھالیوئے۔ تو ہم عربوں کو ایک بھاری رقم بطور زرِ عمال دینے کے لئے تیار ہیں"۔

ترتما

(باقی آئندہ)

گور غریباں

(از حافظ محمد یعقوب صاحب آرج گیاوی)

ایک دن نکلا جو میں گور غریباں کی طرف
کچھ عجب عبرت فزا منظر وہاں آیا نظر

اک طرف تھی یاس و حسرت کی گھٹا چھائی ہوئی
اک طرف تھی بے کسی بیٹھی ہوئی باچشم تر

اک طرف تھی ناامیدی اک طرف اندوہ و غم
اک طرف افسردگی چھائی تھی ہر اک قبر پر

سونے والے ہائے کس غفلت میں تھے سوئے ہوئے
خلق میں ہوتا ہے کیا اس کی نہیں مطلق خبر

جن کا باغ دہر بجتا تھا ڈنکا کل تلک
آج بے نام و نشاں ہو کر پڑے ہیں خاک پر

چند قبروں کو شکستہ دیکھ کر میں تھا اداس
بولی عبرت! تجھکو حیرت کیوں ہے لیئے شوریدہ سر

میں بتاتی ہوں تجھے ان پائمالوں کا پتہ
یہ وہی ہیں جن کا قبضہ تھا ہر اک اقلیم پر

اس میں دارا اور سکندر اس میں ہیں جمشید و کے
اس میں ہے نوشیرواں اس میں ہے خسرو نامور

اس میں سعدی اس میں حافظ اور نظامی انوری
اس میں جامی اس میں ہیں فردوسی والا گہر

اس میں ملٹن اس میں ہومر اس میں بیکن فلسفی
اس میں ہے متنبی سن ہے اس میں مور اس میں کاؤپر

اس میں انشا اس میں جرأت اس میں سودا اسمیں میر
اس میں غالب اس میں ذوق اسمیں امیر اس میں ظفر

کیسے کیسے ذی حشم پوشیدہ زیر خاک ہیں
آج کوئی نوحہ گر جن کا نہیں آتا نظر

یاس و حسرت کی گھٹا ہے چار سو چھائی ہوئی
بیکسی عبرت برستی ہے در و دیوار پر

سن چکا جب داستانِ رفتگان پُر الم
ہو گئے بے چین سینے میں مرے قلب و جگر

کچھ نہ پوچھو اوج کیا اس وقت حالت ہو گئی
حضرت تسلیم کا جاری تھا لب پر شعر تر

خشک گل افسردہ سبزہ شمع چپ بالیں اداس
جی بھر آیا عالم گور غریباں دیکھ کر

القصص

فاقصص القصص لعلھم یتفکرون

لوگوں کو قصے سنایا کرو تاکہ وہ غور و فکر کرنے لگیں

زیدی و احمدی

(۱)

ابو صادق زیدی جسے ہم آئندہ صرف "زیدی" کے نام سے یاد کریں گے۔ ایک بڑے معزز گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ زیدی کے والد ایک عالم متبحر ہیں۔ پبلک میں ممتاز و ہر دلعزیز ہیں۔ ہر وقت جوق در جوق لوگ آکر مولانا ئے ممدوح کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور زمانہ ہے۔ اور آپ نہایت سادگی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زیدی ماں باپ کا اکلوتا بیٹا اور ان کے بڑھاپے کی آس ہے۔ لاڈ پیار سے پل رہا تھا۔ اگر کبھی انگلی میں بھی درد ہوا۔ تو والدین بے چین ہو گئے۔ ادھر بچہ نے مسکرایا اور ماں باپ خوش ہو گئے۔

(۲)

زیدی نے ماشاء اللہ پانچویں سال میں قدم رکھا ہے۔ گندمی رنگ۔ بڑی بڑی آنکھیں، دبلا پتلا جثہ، بھولی بھولی صورت، شوخ طبیعت، ہر شخص کو پیارا ہے۔ مولانا بچہ کو دیکھ کر نہال ہوئے جاتے ہیں۔ اور شکر خدا بجا لاتے ہیں۔ پانچویں سال یوم و تاریخ سعید دیکھ کر ایک پر تکلف دعوت احباب میں بچے کی بسم اللہ ہو جاتی ہے۔ اور درازیٔ عمر کی دعائیں ہوتی ہیں۔ بچہ ہے لاڈلا۔ ماں باپ نے کبھی ترچھی نظر سے بھی نہ دیکھا۔ استاد کا رعب نہ ماں باپ کا لحاظ زیدی ایک شوخ بچہ کہا جانے لگا۔

(۳)

زیدی کی سوانح عمری لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مختصراً سلسلۂ واقعات کا ذکر کرنا ہے۔ دسویں ہی سال سے جب یہ اسکول میں داخل کیا گیا۔ بری صحبتوں نے اپنا رنگ جمایا۔ آزادی مزاج میں کافی موجود تھی۔ اسکول کی صحبت میں اور چار چاند لگ گئے۔ مولانا بیچارے پرانے زمانے کے آدمی، ذرا خیال بھی نہ کر سکتے تھے۔ کہ لڑکا کس انتہا کو پہنچ رہا ہے۔ دو ہی سال میں زیدی ہر سمت و ہر گوشہ میں زیدی کے چرچے ہونے لگے۔ عام طور سے لوگ اسے ناخلف، غیر مہذب، بد تہذیب، خودرائے اور نافرمان فرزند کہتے تھے۔ اکثر مولانا سے بحث کرنے لگتا۔ لوگ اس کی تیز زبانی اور مولانا کی کمزوری کا خیال کرتے تھے۔ زیدی کی آزادی کی یہ حالت تھی۔ کہ اکثر دور دور مقامات پر بلا اطلاع والدین چلا جاتا۔ اور کوئی نہ کوئی بات بنا کر ان کی تشفی کر دیا کرتا۔ یہ چھپنے والی باتیں کب تھیں۔ مگر لوگوں نے چھپایا۔ اور مولانا کے کان عرصہ تک ان سے آشنا نہ ہونے پائے۔

(۴)

مس "احمدی" ایک طرز جدید کے دلدادہ نوجوان کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اور ناز و نعم میں پلی ہے۔ کسی معزز گھرانے کی خاتون کا حلیہ لکھنا خلاف تہذیب ہے۔ مگر ہاں اتنا عرض کیا جائیگا۔ کہ احمدی نہ تو کوہ قاف کی پری ہے۔ اور نہ اندر کی دیوی مگر "لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید" احمدی کے شباب کا زمانہ ہے۔ پندرہ برس کا سن۔ بوٹا سا اور چھریرا قد، کمر پتلی، بھولی بھالی باتیں، مستانہ الھڑ چال سریلی آواز، سادہ پوشاک یہی باتیں تھیں۔ اکثر نظریں اس پر پڑیں اور ناکام پلٹیں۔ احمدی نے کسی کی طرف نظر اٹھا کر کبھی کسی خیال سے نہ دیکھا۔ مگر ہاں خلیق تھی۔ اور اس کے اخلاق پر لوگ گرویدہ ہوتے تھے۔ وہ بالکل ناواقف تھی کہ اس کی ادائیں کس نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ اور لوگ اس سے کیا لطف اٹھاتے ہیں۔ احمدی کے والد اگرچہ اپنی کسی رائے پر مستقل نہ تھے۔ مگر "تعلیم نسواں" کے زبردست حامی اور "پردہ سسٹم" کے مخالف ضرور تھے۔ یہی وجہ تھی کہ احمدی کبھی پردہ میں نہ بٹھائی گئی۔ اور ہر سوسائٹی میں آتی جاتی رہی اس کے لئے تین فصلوں کے جداگانہ ٹائم ٹیبل بنتے تھے۔ اس میں موسم گرما کا جبکہ یہ واقعات پیش آئے۔ تھوڑا سا اقتباس ناظرین کی معلومات کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

صبح ۵ بجے سے ۷ بجے تک ہوا خوری۔
۸ بجے سے ۱۱ بجے تک بالاخانے پر کتب بینی۔
۲ بجے سے ۵ بجے تک سبق وغیرہ۔
۷ بجے شام سے ۱۰ بجے تک تفریح و موسیقی۔

اس سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ احمدی کو کس قدر آزادی دی گئی ہے۔ ہندوستان کا سا ملک جس میں مختلف مذاہب و مختلف خیالات کے لوگ بستے ہیں۔ اس میں جوان بیٹی کی یہ بیباکیاں اکثر نظروں میں بھلی نہ معلوم ہوتیں۔ اور اکثر اوباشوں کی محبت بھری نظریں پڑنے لگیں۔ احمدی بھی انسان تھی۔ پتھر نہ تھی۔ جوان تھی۔ شباب کا زمانہ تھا۔ ان باتوں سے عرصے تک بےخبر اور بےحس نہ رہ سکی۔

(۵)

اب زیدی مولانا کے ساتھ ایک سٹیٹ میں رہنے لگا ہے۔ آزادی بڑھتی جاتی ہے۔ بزرگوں کا ادب، اعزا کا پاس و لحاظ نام کو نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اگر کچھ خیال ہے تو مولانا کے غصہ کا مگر وہ زیدی کی شرارتوں سے بالکل ناواقف ہیں۔ نوبت یہ آگئی ہے۔ کہ تین سال تک متواتر امتحان میں ناکامیاب ہونے کی وجہ سے اسکول سے خارج کر دیا گیا ہے۔ مولانا نے اپنے ساتھ ہی کچھ دنوں کے لئے رکھ لیا ہے۔ مگر زیدی سے آزاد شخص کو ہر وقت مولانا کے پاس رہنا۔ اور حتی الامکان مودب رہنا کب پسند آ سکتا تھا۔ اس کے لئے یہ باتیں طوق سلاسل سے کم نہ تھیں۔ اسے مجبوراً صبح اٹھ کر نماز کے لئے مسجد جانا پڑتا ہے۔ صبح اٹھا ہاتھ منہ دھو مسجد کی طرف چلدیا۔ مسجد تک گیا یا نہیں۔ مگر ہاں مسجد سے سات بجے کے قبل کبھی واپس نہیں آیا۔ مسجد کے سامنے ہی ایک پرلطف پارک ہے۔ جس میں اکثر مس احمدی بیٹھی ہوئی گلدستے بنایا کرتی ہے۔ اور زیدی مسجد سے ہوکر پارک میں پھرتا ہوا اس کے قریب ہی بنچ پر بیٹھ کر شمع پر دانہ نثار ہوتا ہے۔

(۶)

مس احمدی اور مسٹر زیدی کا مکان بالکل ہی قریب واقع ہے۔ درمیان میں ایک کمبخت سڑک حائل ہو گئی ہے۔ ورنہ دروازے بالکل سامنے ہی ہیں۔ اس کا شباب، ان کا شوق، ایک ہی مہینے میں احمدی اور زیدی کے چرچے ہونے لگے۔ آتش محبت نے دونوں کو جلا ڈالا تھا۔ ادھر صبح ہوئی اور احمدی اٹھی۔ پہلے سڑک پر اس وقت تک آہستہ آہستہ ٹہلی کہ نمازی مسجد سے واپس آجائیں۔ پھر یہ بھی ٹھٹکتی ہوئی مسجد کی طرف چلدی۔ جہاں اس کا عاشق زار زیدی کا اس کے لئے منتظر یا اکثر پھول چنتا ہوا ملتا۔ اور بےاختیار گلے سے لگ جاتا تھا۔ ۷ بجے تک یہ عاشق و معشوق یکے بعد دیگرے واپس آتے مگر زیدی کی تمنائیں کب پوری ہونے والی تھیں۔ ۸ بجے جونہی احمدی اپنے کوٹھے پر سبق یاد کرنے گئی۔ زیدی بھی پہنچ گیا۔ اور میز کے سامنے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ احمد کتاب دیکھ رہی ہے۔ مگر یہ بھی کسی کی ادائیں دیکھنے میں مصروف ہے۔ اگر کبھی احمدی نے سر اٹھا کر ذرا مسکرا دیا۔ تو بس زیدی فوراً گلے کا ہار بن گیا۔

(۷)

ان دونوں کی کارستانیاں ایسی نہ تھیں۔ کہ چھپ جاتیں۔ اس پر طرہ یہ کہ دونوں معزز گھرانے کے نور نظر تھے۔ ہر شخص ایک عمیق نظر ان پر ڈالتا تھا۔ اکثر احباب نے زیدی اور احمدی کو علیحدہ علیحدہ کر کے سمجھایا۔ مگر سچ تو یہ کہ وہ دیوانہ ہی کیا۔ جو سمجھانے سے سمجھ جائے۔ ان پر خاک اثر نہ ہوا۔ بلکہ آتش محبت اور بھڑک اٹھی۔ مولانا کے بہی خواہ اور زیدی کے ایک سچے ہمدرد بہت نشیب و فراز زیدی کو دکھلائے۔ کچھ سمجھایا کچھ ڈرایا۔ پہلے تو وہ چپکا سنتا کیا۔ اس کے بعد ایک دفعہ چونکا۔ اور کہنے لگا۔ "کہیں آپ ساور (انگور کھٹے ہیں) آپ میرے رقیب بننا چاہتے ہیں؟ دیکھئے ایسی حرکت نہ کیجئے گا۔ اور یہ خیال خام دل سے [illegible] نکال ڈالئے۔" ان بیچارے نے تو ہمدردی سے کہا تھا۔ مگر زیدی نے ان کا منہ ہی نوچ لیا۔ یہ غصہ میں اٹھے اور چاہا کہ جا کر مولانا سے کل حالات کہدیں۔ مگر پھر رکے اور ان باتوں کو اس کی بدتمیزیوں پر محمول کر کے چپ ہو کے بیٹھ رہے۔ زیدی اب تمام بدنامیوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار تھا۔ جب تنہا گھر پر رہتا۔ چپ بےحس پڑا رہتا۔ اگر کوئی پکارتا تو چونک اٹھتا۔ گویا اس عالم ہی میں نہ تھا۔ اس کے سمجھانے کی تمام کوششیں بیکار ہو گئیں۔ صبح کو پارک شام کو سیرگاہ اور دن کو احمدی کے بالاخانے پر صحبتیں گرم رہتیں۔ مگر زیدی کے لئے اب یہ بھی ناکافی تھا۔ کتنا ہی مجمع ہو۔ احمدی زیدی کی اور زیدی احمدی کی خبر سنکر وہاں پہنچ جاتا۔ دور ہی سے سہی مگر آنکھوں اور اشاروں سے باتیں ہو جاتیں۔ اور لبوں پر مسکراہٹ آجاتی۔

(۸)

جس روز کا دھڑکا تھا وہ آگیا۔ احمدی کے والد کسی قدر مشکوک ہو گئے۔ بالاخانے سے احمدی کی میز وغیرہ منگا کر اندر رکھوا دی۔ اور بالاخانے پر جانے کی قطعاً ممانعت کر دی اب زیدی سے ملنے کے صبح اور شام کے صرف دو وقت احمدی کے لئے رہ گئے تھے۔ خاموشی اور اطمینان کا وقت دن کا تھا۔ جسے خود ہی انہوں نے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ مگر محبت ہو تو ایسی۔ الفت ہو تو ایسی ہو۔ اکثر دوپہر کو احمدی گھر سے نکل کر زیدی کی خوابگاہ تک کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتی تھی۔ اور آدھ گھنٹہ تک اس کے

پہلو میں رہ کر دیکھتے ہوئے شعلے کو سرد کر تی تھی۔ ان چالوں کو بھی لوگوں نے دیکھا۔ اور سمجھے۔ مگر اب وہ بالکل بے شرم ہوگئے تھے۔ اور بدتر سے بدتر بدنامیاں سہنے کے لئے تیار تھے۔

(۱۱)

ایک شام کو مجلس گرم تھی۔ مولانا لوگوں کو پند و نصائح کر رہے تھے ناگاہ ایک تار مولانا کے نام آیا۔ مولانا نے لفافہ کھولا' زیدی کو بلا کر پڑھنے کے لئے دیا۔ اس پڑھا اور کہا" والدہ کی طبیعت سخت ناساز ہے۔ فوراً بلایا ہے" مولانا نے اسی وقت روانگی کا انتظام کر کے زیدی کو حکم دیا کہ وہ بھی ساتھ چلے۔ زیدی کو یہ سنتے ہی سکتہ سا ہوگیا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ مولانا اسے چھوڑ کر تشریف لیجائیں گے۔ اور وہ بالکل آزاد رہے گا۔ مگر بدبخت زیدی کا خیال غلط نکلا۔ اب وہ بالکل خاموش ہے۔ اس کے لئے یہ بڑا سخت اور امتحان کا وقت ہے۔ ادھر ماں کی بیماری۔ ادھر احمدی کی عارضی جدائی۔ بیچارہ ایک آدمی اور دو اہم مرحلے۔ ماں باپ کی حالت شنیدہ نہ تھی۔ خود ہی تار پڑھ چکا تھا۔ ایک دفعہ ماں کا تصور کیا۔ اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ رومال سے آنسو پونچھ کر تہیۂ سفر کیا۔ اور احمدی کے دروازے پر پہنچا۔ یہ تو غیر ممکن تھا۔ کہ بغیر احمدی سے رخصت ہوئے۔ وہ ایک روز کیلئے باہر بھی جاتا۔ احمدی اس وقت اندر تھی۔ اور اس کی بدقسمتی سے سخت درد سر میں مبتلا تھی۔ ہر چند کوشش کی مگر ناکامیاب رہا۔ اور احمدی سے ملاقات نصیب نہ ہوئی۔ اس نے فوراً ارادہ تبدیل کر دیا۔ اور مولانا کو اسطرح سمجھا دیا۔ کہ انہوں نے حکم دے دیا۔ کہ" تم کل صبح کی گاڑی سے اسباب لے کر آؤ۔ میں تنہا جاتا ہوں" مولانا اسی وقت شب کی ٹرین سے زیدی کو بالکل آزاد چھوڑ کر روانہ ہوگئے۔

(باقی دارد)

تہنیت سالگرہ مبارک

اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

(نواب فصاحت جنگ بہادر حافظ جلیل الحسن صاحب جلیل)

گرہ کا جشن بھی ہے موسم بہار بھی ہے
صدائے چنگ بھی ہے نغمۂ ہزار بھی ہے

شگفتہ دل ہیں جو غنچے تو گل تبسم ریز
خوشی کا رنگ نہاں بھی ہے آشکار بھی ہے

شمیم گل کا جو سرمایہ ہاتھ آیا ہے
نسیم عطرفشاں بھی ہے مشکبار بھی ہے

مئے دور نشاط کا اس دورِ کامرانی میں
نیا اثر ہے کہ سرمست ہوشیار بھی ہے

بچا نہیں کوئی تاثیر موسمِ گل سے
جو دن کو شیخ ہے وہ شب کو بادہ خوار بھی ہے

اگرچہ زہد پہ زاہد کو ناز ہے لیکن
رہینِ منتِ صہبائے خوشگوار بھی ہے

زہے شکوہ زہے بارگاہِ سلطانی
ادب بھی حاضر دربار ہے وقار بھی ہے

یہ اس کی سالگرہ کی ہے جلوہ آرائی
جو آج تخت نشیں بھی ہے تاجدار بھی ہے

حشم میں جاہ میں دانش میں علم و حکمت میں
فرید عصر بھی ہے فخر روزگار بھی ہے

حضور آصف سابع شہِ دکن جن پر
نبیؐ کی مہر بھی ہے فضل کردگار بھی ہے

بھلے برے پہ برابر ہے پرورش کی نظر
وہ جانتے ہیں کہ پہلوئے گل میں خار بھی ہے

ڈرے ہوئے ہیں سیاست سے اہل شر ایسے
کہ منہ چھپائے ہوئے سنگ میں شرار بھی ہے

ہوا ہے شمع کے ہاتھوں جو خون پروانہ
گھلی بھی جاتی ہے دہشت سے اشکبار بھی ہے

نگاہِ قہر ہے وہ تیر بے خطا جس سے
شکستہ دل بھی ہے دشمن جگر فگار بھی ہے

دراز عمر ہو دولت سوا ہو اس کی جلیل
جو سب کا شاہ بھی ہے سب کا غمگسار بھی ہے

اصلاح معاشرت

تربیت اطفال

غلطی

غلطی انسان کے حس مدرکات میں ایک عنصر غالب ہے جس کا اثر اس سے سرزد ہوکر اس کے اندرونی و بیرونی خصوصیات کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان موٹی موٹی غلطیوں سے دماغی و جسمانی عوارض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جس کا مداوا بجز تنبیہ و معافی غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ غلطی ایک ایسی قوت کا نام ہے۔ جو ہر ایک وجود میں اتفاقی صورت سے تولید پاتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ بعض نامی طاقتوں کی مصروفیت کی وجہ سے ایک حس غیر مستقل کا وقوع پذیر ہونا لازمی ہے۔ جیسے دو ہاتھوں کے تصادم سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح..... ایک عضو کے دوسرے عضو سے رگڑ کھانے میں ایک طرح کی سوزش محسوس ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی حال "غلطی" کا بھی ہے۔ مگر غلطی بھی اپنے میں دو اقسام ضرور رکھتی ہے۔ (۱) بالارادہ (۲) غیر ارادہ اول الذکر تو صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ انسان کی ذات کا ایک ارادتی فعل ہے۔ اور ثانی الذکر قابل غور کیفیت کا وقوع۔ جس سے واضح ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا فاعل کسی اور تخیل و افعال کا متصرف ہوگا۔ جس کی وجہ سے اس کی قوت عاملہ نے اس غلطی کا ارتکاب کیا۔ دراصل اس قوت ارادی سے خارج از امکان ضرور تھا۔ مگر پھر بھی روز روشن کی طرح بلا کسی تحریک کے قوت عمل میں آئی۔ تو ایسی غلطی قابل عفو و درگذر ہوا کرتی ہے۔ اسی غلطی کی قرآن و حدیث بھی تائید فرماتے ہیں۔ اگر کسی مسلمان سے سہواً صوم و صلوٰۃ میں کوئی نقص واقع ہو جائے۔ تو اس کا مواخذہ نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ یہ بالارادہ نہ تھی۔ جو ارادتاً وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اس کا احتساب و مواخذہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ بات عیاں ہو گئی۔ کہ "غلطی" انسانی افعال حاضرہ میں دو متضاد و متباین حیات کا نام ہے۔ جس کا وقوع و ظہور لازمہ بشریت ضرور ہے جب بمشکل اس کے وجوہ ممکن الوقوع کو تسلیم کر لیا گیا۔ تو اس کے استیصال کی فکر بھی کرنی انسان کے لئے ہی لازمی ہے۔ اس کے لئے صحت کار کی عادت ہونی چاہئے۔ جو کام کہ ہماری ذات سے انجام پائے بس اس میں خصوصیت سے اسکی احتیاط برتی جائے کہ کام کے وقت سوچ لیا جائے۔ کہ ہم ایک خاص کام کیلئے مصروف ہیں۔ اس وقت لاکھ بھی ضرورت سے کوئی کیوں نہ آئے متوجہ نہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ باپ اور شیخ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی یکسوئی راسخ الاعتقادی کا جزو اہم بنجائیگی۔ پھر اسے اپنے کام میں دوسرے کی نشست و برخاست متخارج نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کہ وہ بالکل صحیح الخیال رہے گا کوشش کرے کہ اس کی پابندی کرتے ہوئے یک نظری و ردعمل مصروفیت سے خود کو پورا پورا پابند و خاموش ثابت کرے۔ پھر ہمیں بتلا دے کہ وہ کیسی غلطی ہوتی ہے۔ جو درمیان میں آ سکتی ہے۔ لوگ خود کو انواع و اقسام کے خیالات اور نوع بنوع کا وشنات میں مشغول رکھ کر پھر زبان و قلم دست و پائے ایک کام و عمل کے ساتھ ساتھ اور بھی وسواس و حیدہ افکارات و تفنورات سے کام لیتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ہر بار ایک نہ ایک غلطی کا شکار بھی ہو جاتے ہیں جس کی جانب وہ بہت کم راغب آتے ہیں۔ پہلے تو محسوس ہی نہیں کرتے کہ ہم نے ایسی غلطی کو موقعۂ صدور کیوں دیا۔ اور دوبارہ اس کی روک تھام کی طرف خاص توجہ سے کیوں کام نہیں لیگی غرض غلطی، غلطی کہی جائے گی۔ وجہ وقوع یا محل وقوع پر کچھ بھی دل نہ دیں گے۔ اچھا ہوگا کہ طلباء اپنی کمسنی ہی سے اس بات کی کوشش کریں گے۔ کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔ اگر احیاناً ایک یا دو ایسے مواقع و معاملے ہو چکے ہیں۔ تو اس کو اپنا تجربہ عمل قرار دیں۔ جسکی بدولت انہیں ادنی اسی بھی غلطی کرنیکا امکان نہ ہوگا۔ تسلیم کی ہوئی بات ہے کہ کمسنی عالم طفولیت ہی ہر ایک غلطی کا واحد ذمہ دار قرار دئے جا سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "بچپن کی عادت بڑھاپے تک ہاتھ سے نہیں جاتی" تو ہونہار لڑکو! خود کو اسی وقت سے سنبھالنے کی عادت ڈالو۔ ابھی سے متنبہ ہو جاؤ۔ کہ تم میں کوئی غلطی گھر نہ کرے۔ جس کی وضاحت ہم نے اپنے تجربے کے حوالے سے پوری پوری کر دی ہے۔ خدا کرے میرے پیارے بچوں کو کسی غلطی کے ارتکاب کا موقع نہ ملے۔ جس سے وہ اپنی خوشگوار زندگی آرام سے گذار دیں۔ فقط۔

از نام/کو م سواد

صدارتی تقریر

جو عالیجناب قاضی نذیر حسین صاحب قریشی الفاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست (قلات) نے انجمن قریش گوجرانوالہ کے گذشتہ سالانہ اجلاس میں پڑھی
ناظرین القریش کے استفادہ کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔ ایڈیٹر

بزرگان ذی شان وحاضرین باتمکین!

۱۔ کسی رسم مستمرہ کی تقلید میں نہیں۔ بلکہ درحقیقت جب میں اپنی عملی کمزوریاں اور علمی تہی دستیوں پر نگاہ کرتا ہوں۔ تو حالات نفس الامری کی رو سے مجھے لامحالہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس اجلاس کی کرسئ صدارت کیساتھ بہت بڑی حد تک ناقابل تلافی بے انصافی روا رکھی گئی ہے۔ کیونکہ میں عزت اور فخر کے اہل ہونے کی قابلیت اپنے پاس نہیں پاتا۔ اور کہہ سکتا ہوں۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام بیچارہ زدند

میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اس انتخاب کی علت غائی اور باعث تحریک اولاً تو قحط الرجال ہے۔ اور ثانیاً اکابر قوم کی نہایت نیک دلی اور تلطف ہر کیف میں اس کو ان کے حسن ظن پر محمول کرتا ہوا۔ الامر فوق الادب کے ماتحت کمال تشکر و امتنان کے ساتھ قوم کے قوم اس عطا کردہ افتخار کو قبول کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی اس قدر کہہ دینے کی بھی جسارت کرتا ہوں۔

امانت غم کے سونپنے کی قضا نے لے کے جو فال کھولی
جو سب سے عاجز تھے اس گلی میں انہیں غریبوں کا نام نکلا

۲۔ حضرات! جہاں تک آپ کے اخلاقی فرض کا تعلق ہے۔ اس کے رو سے میں آپ صاحبان کو وسعت قلبی وعالی ظرفی پر بھروسہ کرتا ہوا۔ آپ سے خواہش کرتا ہوں۔ کہ آپ میری ان مشکلات کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اپنی متانت اور سنجیدگی اور وسیع الاخلاقی سے کام لے کر فرض کی ادائیگی میں عہدہ برآ ہونے کے لئے میری طرف دست تعاون بڑھائیں۔ کیونکہ بر عائت اسباب ظاہر اس کے بغیر

ما بریں مقصد عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

۳۔ اب میں نہایت خوشی کیساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ گوجرانوالہ کی تاریخی سرزمین کے لئے آج کا یہ عدیم النظیر دن نہایت ہی مبارک ہے۔ جبکہ یہاں کی انجمن قریش کا وجود اس نقطہ نگاہ سے بہت سی دلچسپیاں اپنے اندر موجود رکھتا ہے۔ کہ خلافت وامامت کے مدعیوں عرب نژاد اقوام وقبائل کے سپوتوں۔ جبار حکومت کے عا... داروں اسلام کے ... سے دنیا کو منور کر ... الوں اور

اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان میں سرکف آنے والوں کی ذریت اس تاریخی شہر میں آج اس لئے مجتمع ہوئی ہے۔ کہ قوم کے اجزائے منتشر کو متحد کرنے اور ان کی فلاح وبہبود کے وسائل بہم پہنچانے کے متعلق مناسب تدابیر و ذرائع پر غور کر سکے۔ اور تبلیغ تحفظ اسلام جیسے اہم اور نہایت ضروری مسئلہ کے متعلق اپنے امکانی امکانات کو لا سکنے کی تجاویز پر غور کرے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں سلامت رہنے والی اور زندہ کہلانے والی قوم کے لئے ضروری ہے۔ کہ قومیت کا صحیح نصب العین ہر وقت اس کے پیش نظر ہو۔ کیونکہ قومیت ہی سے وہ حقیقی معنوں میں قومیت کہلا سکتی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہی وہ طاقت ہے۔ جس کے بغیر کوئی روح فی الحقیقت زندہ نہیں کہلا سکتی۔ مگر کسی خوابیدہ قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اس کے منجمد اور افسردہ خون میں زندگی اور حیات کی سپی رو دوڑانے کا جو کچھ بہترین طریق ہو سکتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ اس کے سامنے ان عظیم الشان ہستیوں کو سوانح حیات رکھی جاویں۔ جن کی زندگی کے قابل قدر ایام کا ایک ایک لمحہ فلاح قوم میں اور ایک سانس خدمت اسلام میں بسر ہوا ہو۔ اور ان کی اعلیٰ زندگی کے ایک ایک عمل نے ایثار اور ہر ایک فعل نے بلند نظری کا قابل ناز سرمایہ آنے والی نسلوں کے لئے بطور یادگار ورداثت میں باقی چھوڑا ہو۔ کیونکہ تاریخ شہادت دیتی ہے۔ کہ کسی قوم کی خواب کو بیداری اور افتادگی کو سرفرازی میں بدل دینے کی بہترین صورت اور موزوں سبیل سوا اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔

پس اس مقصد عظمیٰ کی تکمیل اور حصول کے لئے موجودہ زمانہ کی روش کے مطابق گامزن ہونا چاہئے۔ کیونکہ قسمت اور تقدیر کا گلہ کرتے۔ مدتیں گذر چلیں ہیں۔ اب عہد حاضرہ کے انقلاب نے ہوا کا رخ تبدیل کر دیا ہے۔ جس سے صدیوں کی خوابیدہ قومیں بیدار ہو رہی ہیں۔ اور حقوق طلبی مساوات کا تلاطم بپا ہے۔ پس ایسی صورت میں قریش کی ذمہ داریاں بھی سہ چند ہو چکی ہیں۔

اولاً اس اعتبار سے کہ آپ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اضافت خاندان کا شرف رکھتے ہیں۔ میں الائمۃ من القریش کے مطابق احباب قریش کو ایک طرح سے ہندوستان کی قریباً سات کروڑ مسلم نفوس کی اخلاقی رہنمائی کا بہت بڑی حد تک کفیل تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ اور دیگر مسلم اقوام کے درمیان مدت سے ... امامت ... قریشی نہیں ... کا ... قائم ... ہوا ہے

القریش امرتسر ... عدد ہے۔ اس لئے

ثانیاً اس لحاظ سے کہ آپ مناسب اور جائز ملکی مسائل میں کسی دیگر ... ہیں۔ اور بادِ مخالف کے ہر ایک تیز اور تند حملے سے اپنے آپ کو بچانے کا فرض پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ پر عائد ہے۔

ثالثاً اس حیثیت سے کہ مذہب کے متعلق آپ کا اور دیگر تمام مسلم اقوام کا مذہبی حیثیت میں منتہائے نظر ایک ہی ہے۔ اور سب کی حد نگاہ اس ایک ہی نقطہ پر آ ٹھیری ہے۔ کہ اسلام کا بول بالا ہو (آمین) مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس میں بھی آپ کی حیثیت پیش رہنے ہی کی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف مسلم سے ظاہر ہے۔ الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔ یعنی لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں۔

اب یہ کہنا کہ قریش اپنی ان ذمہ داریوں کے متعلق کس حد تک عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ ہر ایک مد کا خانہ کیفیت خالی نظر آتا ہے۔ اور تمام پہلوؤں میں نگاہ امید مایوسی کے ساتھ واپس آتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ڈھارس بندھانے والی کوئی بات ہو سکتی ہے۔ تو صرف یہ کہ اب یہ ایک اظہر من الشمس بات ہے۔ کہ تازہ واقعات نے بحیثیت مجموعی تمام مسلمانوں کی حسیات کو بہت بڑی حد تک زندہ اور بیدار کر دیا ہے۔ اور ان کو از یاد رفتہ خواب یاد دلایا ہے۔ جس سے ان کی رگوں میں بیداری اور ارادوں میں ہمت کی ایک برقی رو دوڑنے لگ گئی ہے۔ اور وہ اس امر کو محسوس کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ کہ ان کی مذہبی ملکی اقتصادی اور سیاسی حالت کو قابل اطمینان درجہ تک پہنچنے کے لئے ہنوز بہت بڑے ایثار استقلال اور متفقہ جد و جہد کی بغایت ضرورت ہے۔ چنانچہ اس ضرورت سے قریش بھی مستغنیٰ نہیں اور نہ مستثنیٰ ہی ہیں۔ پس میں خیال کرتا ہوں۔ کہ جد و جہد کا یہ سلسلہ اگر اسی طرح سرگرمی سے جاری رہا۔ اور متفقہ کوشش سے کام لیا گیا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بہت دور نہ ہوں گے جبکہ ادیانِ باطل پر مذہب اسلام غالب ہوگا۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد (آمین)

۴۔ برادران قریش۔ کشمکشِ حیات کے اس موجودہ دور میں جبکہ اقوامِ عالم ترقی کے میدان میں اڑتی ہوئی جا رہی ہیں۔ اور سالوں کی مسافت اور مہینوں کی منزلوں کو دنوں اور ساعتوں میں طے کر رہی ہیں۔ تو آپ کو اپنی اس موجودہ حالت پر کسقدر افسوس ہونا چاہئے کہ ۱۹۱۱ء کے رپورٹ مردم شماری مظہر ہے۔ کہ صوبہ پنجاب میں قریشیوں کی کل تعداد ستر ہزار نو سو دس ہے۔ جس میں سینتیس ہزار چار سو ایک مرد اور تینتیس ہزار پانچسو ۹ عورتیں ہیں۔ کل تعداد میں پانچ ہزار چار چھتیس خواندہ ہیں۔ جن میں پانچ ہزار بانوے مرد اور تین سو چوالیس عورتیں ہیں۔ کل تعداد سے تینسٹھ ہزار چار سو چھتر ان پڑھ ہیں۔ جن میں سے بتیس ہزار تین سو نو مرد اور پچیس ہزار اکیسو پینسٹھ ۴ عورتیں ہیں۔ پانچ ہزار چار سو چھتیس پڑھے لکھے میں سے انگریزی جاننے والے چھ سو بانوے جن میں سے چھ عورتیں ہیں۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے اور بتلائیے۔ کہ کن الفاظ میں تعلیمی غفلت اور بے توجہی کے متعلق قوم کی اس ناقابل عفو غفلت اور ناقابل تلافی کوتاہی کا ماتم بپا کیا جائے۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں۔ کہ اس حساب سے دیگر اقوام کے بالمقابل تعلیم میں بلحاظ تناسب اکائی کی کوئی کسر بھی آپ کے حصے میں آسکتی ہے! ہرگز نہیں۔

فغاں فزیادہ کرلے دل کہ بخت خفتگاں جاگے
اسی بانگ دراسے کاش اپنا کارواں جاگے

حضرات سادات۔ جو سید القریش بھی کی کل تعداد پنجاب میں دو لاکھ چھیالیس ہزار ۹ سو سینتالیس ہے۔ جس میں ایک لاکھ اکتیس ہزار سات سو چالیس مرد اور ایک لاکھ پندرہ ہزار دو سو سات عورتیں ہیں۔ پڑھے لکھے مرد اننتیس ہزار ایک سو بتیس اور پڑھی لکھی عورتیں ایکہزار تین سو اکاون ہیں۔ ان پڑھ مرد ایک لاکھ بارہ ہزار چھ سو آٹھ اور ان پڑھ عورتیں ایک لاکھ تیرہ ہزار آٹھ سو چھپن ہیں۔ پڑھے لکھے اشخاص سے صرف دو ہزار آٹھ سو اسی انگریزی دان ہیں۔ جن میں سے سینتیس عورتیں ہیں۔ یہ نچوڑ ہے اس تمام تر تعلیمی ترقی کا جو قریباً چہتر سال کے لمبے عرصہ میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ کیونکہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء عیسوی کو پنجاب تصرفِ انگریزی میں آیا تھا۔ مگر یہ روح فرسا اور جگر پاش نتیجہ سب ہے۔ ہماری اپنی ہی غفلتوں۔ کوتاہیوں اور لاپرواہیوں کا جس کے متعلق۔

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پر شور کا
توں صریرے میں کام بانگ صور کا

اس لئے مختصراً کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر ہمارے کان سن سکتے۔ اور ہماری دیکھ سکتی ہیں۔ تو ہم کو اپنے حال و مستقبل کے لئے جس زبردست اور تیز تر حربہ کی ضرورت ہے۔ وہ فقط حربۂ تعلیم ہی ہے۔ کیونکہ زمانہ حال کے مشاہدات اور گردو پیش کے حالات اس امر کے متقاضی ہیں۔ کہ تعلیم ہی ایک ایسی کلید ہے۔ جو تمام مشکلات کے لئے مراۃ الاشکال کا کام دے سکتی ہے۔ اگرچہ بحالت موجودہ پستی کا کوئی حد سے گذر نا دیکھیے۔ اس قوم کا گر کر نہ ابھر نا دیکھیے۔ مگر اس بات کا انصاف آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ کہ کیا افراد قوم کی اس قدر تعداد کثیر کا بے علم رہنا۔ قوم کی تمدنی۔ معاشرتی اور امتیازی حیثیت کے لئے نقصان عظیم کا موجب نہیں ہے؟ کیا ان کو بدستور جہالت میں پڑے رہنے دینا۔ سوسائٹی اور حقوق انسانی کی پائمالی نہیں ہے؟ بحالیکہ ضرورت تعلیم کے متعلق یہ کہ ایک بدیہی اور صاف امر ہے۔ کہ

بے علم نتواں خدا را شناخت

(باقی آئندہ)

ترک اور خلافت اسلامی

انگورہ کے فیصلہ تنسیخ خلافت نے اسلامی دنیا میں ایک ہلچل مچا دی ہے۔ ایک طرف شریف مکہ مدعی خلافت ہے۔ اور عراق اور یردن اس کے موئید ہیں۔ مصر اور مراکش اپنی جگہ دعویدار ہے۔ امیر افغانستان کا نام بھی ہندوستان میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی بات وہ طریق عمل ہے۔ جو غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور ترکوں کے متعلق یہاں ہندوستان میں اختیار کیا گیا۔ کسی طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ وہ مرتد ہیں کوئی ان کو دشمن اسلام قرار دیکر یہ کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کا دشمن ہونا چاہئے۔ کوئی خلافت کو اصول اسلام قرار دیکر انہیں منکر اسلام بتا رہا ہے۔ اور وہی ترک جن کی تعریف میں کل تک تمام زبانیں رطب اللسان تھیں۔ آج بدترین مخلوق قرار پائے ہیں۔ میں ترکوں کے اس فعل کا حامی نہیں۔ اور نہ اسے صحیح سمجھتا ہوں۔ لیکن ان کی اس غلطی سے جو انہوں نے کی ہے۔ بدتر یہ غلطی ہے۔ کہ جو کچھ اتحاد اسلامی اس وقت موجود ہے۔ اسے بھی توڑ کر برباد کیا جائے۔ اور ہندوستان کے جذبات ترکوں کے خلاف ابھار کر ترکوں کے جذبات ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف اس حد تک اکسائے جائیں۔ کہ کل جو لوگ بھائی بھائی تھے۔ آج وہ سخت ترین دشمن بن جائیں۔ اور اخوت اسلامی کا رہا سہا شیرازہ پاش پاش ہو جائے۔ اور ہم مسلمان بلکہ نقصان مایہ و گر شماتت ہمسایہ کے مصداق ہوں جسطرح انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ اسی قوموں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ہمارا یہ طریق عمل کہ کسی ایک خوبی پسند آئی۔ تو سر پر اٹھا لیا اگر غلطی اس سے سرزد ہوئی تو اس کی گردن پر چھری چلانے کے لئے تیار ہو گئے۔ کتاب مجید کی ہدایت کے خلاف ہے۔ ہمیں اپنی تعریف اور مذمت دونوں میں حالت اعتدال میں رہنا چاہئے۔ اور امتہً وسطاً کے خطاب کا اپنے آپ کو مستحق ثابت کرنا چاہئے۔

اسلام کو یہ فخر حاصل رہا ہے۔ کہ مشرق سے مغرب تمام روئے زمین کے مسلمان اصول دین میں متحد ہیں۔ اور ان کے اختلافات فروعی اور اجتہادی مسائل میں ہیں۔ اس غرض میں دنیا کا کوئی دوسرا مذہب اسلام کا شریک نہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے جو اتحاد کا رنگ اپنے پیروؤں میں پیدا کیا ہے۔ وہ اتحاد دوسرے کسی مذہب کے پیروؤں میں نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلام کا اتحاد مذہبی رنگ میں ہے۔ اور دوسرے لوگوں کا اتحاد عموماً اغراض قومی یا اغراض ملکی کے لئے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اصول اسلام جن پر ایمان لانا مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ان میں خلافت کا ذکر نہیں۔ خلافت ایک انعام تھا جو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو ایمان اور اعمال صالح پر دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب کہ آیت استخلاف میں یہ بات صراحت سے موجود ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔ اور اس انعام سے اتحاد اسلامی کو عظیم الشان قوت ملی لیکن میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں۔ اسلام کے اتحاد کی اصل بنیاد اصول اسلامی پر ہے۔ دوسرے امور میں اگر ہمارے اتحاد کو نقصان بھی پہنچے۔ تو اس نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اور اس نقص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن اصول دین میں اگر اختلاف واقع ہو۔ تو اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ خلافت بلاشبہ اسلام کے اتحاد اور بنا بریں اسلام کی قوت کا ایک زبردست ذریعہ ہے لیکن اسلام کا اتحاد خلافت سے بھی بالاتر ہے۔ اور اگر ترکوں نے خلافت کی تنسیخ سے اتحاد اسلامی کو نقصان پہنچایا ہے۔ تو دوسرے مسلمانوں کا یہ کام نہ ہونا چاہئے۔ کہ انہیں مرتد اور دشمن اسلام قرار دیکر جس قدر اتحاد باقی ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیں۔ اور جن ذریعوں سے اس نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔ ان کو خود ہمیشہ کے لئے دور کر دیں۔ اگر کوئی ہتھیار ہمیں اسوقت کام دے سکتا ہے۔ تو وہ ایک ہے کچھ غور و فکر سے کام لیں۔

میں اسوقت کچھ مفصل لکھنا نہیں چاہتا۔ عنقریب ان خیالات کا اظہار ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ اور اس سے پیشتر جب خلافت پر بحث چھڑی۔ تو میں نے میں اپنے خیالات کا اظہار اس وقت بھی ایک رسالہ کی صورت میں کیا تھا۔ جس سے جہاں تک مجھے علم ہے کسی مسلمان نے اختلاف رائے نہیں کیا۔ بلکہ اس کی کاپیاں بکثرت اور بار بار چھپ کر جگہ جگہ تقسیم ہوتی رہیں۔ وہی اب بھی میرا خیال ہے۔ وعدہ خلافت ایک عظیم الشان سلطنت کا وعدہ ہے۔ جس میں ملک عرب جو آنحضرت صلعم کے زیر اقتدار آ گیا تھا۔ ایک ضروری عنصر ہے۔ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے۔ کہ خلافت کا منصب اسی قوم کے لئے رہا ہے۔ جس کی حکومت میں عرب رہا ہے۔ اور اس حقیقت سے کسی مسلمان کو انکار نہ ہو گا۔ کہ یہی امر عیسائی طاقتوں کا مدنظر تھا۔ جب انہوں نے ملک عرب کو سلطنت ترکی سے اپنی مخفی تدابیر اور سازشوں سے بالکل الگ کر دیا۔ حقیقت خلافت تو ترکی کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ اور آج جس چیز کو ترکوں نے چھوڑا ہے۔ وہ محض ایک لفظ ہے۔ جس کے نیچے ان کے لئے کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ البتہ ان کی اس غلطی کو ہمیں ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ منصب خلافت سے بالکل ہی اپنے آپ کو الگ کر کے انہوں نے اپنے اس حق کو چھوڑ دیا ہے۔ جو ازروئے انصاف اور مسلمانان عالم کے فیصلہ کے مطابق ان کا تھا۔ یہ سچ ہے کہ وہ حق اسی وقت عملی رنگ میں ان کو حاصل نہ تھا۔ لیکن اگر وہ انتظار کرتے تو شاید اللہ تعالیٰ یہ حق انہیں واپس دلا دیتا۔

بہر حال سلطان کی معزولی کے سوال کو الگ رکھ کر خلافت کو ترک کرنے میں ترکوں نے ایک غلطی کی ہے لیکن اس پر بڑھکر غلطی یہ ہے۔ کہ اس پر ہم ترکو برا بھلا کہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ترکوں نے خلافت کو اسلام یا مسلمانوں کے فوائد کیلئے ضروری نہیں سمجھا۔ مگر ان کے اس قدر انکار سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ انہیں دشمن اسلام یا مرتد قرار دے۔ وہ اصول اسلام کے قائل ہیں۔ اور اسلام اور مسلمانوں کیلئے سچی غیرت و حمیت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ اگر مسلمانانِ ہندوستان ان کے متعلق محبت کے رویہ کو اختیار کریں۔ تو شاید وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر کے لفظ خلافت کو قائم رکھیں۔ ہاں اگر ترکی یورپ کی حکومت کے خلافت کے منصب پر تھی۔ تو وہ حکومت اب بھی موجود ہے۔ اور یہی تشریح مصطفیٰ کمال پاشا نے اسمبلی کے فعل کی کی ہے۔ اور اگر اس حکومت کا جزو ملزوم ملک عرب تھا۔ تو خلافت عملی رنگ میں ترکوں کے ہاتھ

شریف مکہ کی غداری اور یورپین طاقتوں کی تدابیر اور سازشوں کی وجہ نکل چکی تھی۔ مسلمانانِ ہند اگر قرآن اور حدیث کے احکام کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ٹھنڈے دل سے ان امور پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ تو مسلمانانِ عالم کی ان حالات سے بہتر ہمنائی [illegible] کر سکتا۔ کیونکہ انہیں عربوں یا مصریوں کی طرح اپنی کوئی غرض مدنظر نہیں اور اگر جوش دلانے والے اور اشتعال انگیز الفاظ استعمال کریں۔ تو خلافت کی خدمت کی بجائے اتحاد اسلام کو پاش پاش کر کے خلافت کو بھی الٹا نقصان پہنچائیں گے۔ یہ جو مصیبت آج خلافت پر آئی ہے۔ اس قسم کے مصائب کا یہ بھی نشانہ ہوتی رہی ہے۔ لیکن خدا کے فضل سے از سر نو اٹھ کر پہلے سے بھی زیادہ آب و تاب سے چمکتی رہی ہے۔ اب بھی ہمارے لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں لیکن ضروری ہے کہ ہم اپنے آپکو الذین آمنوا وعملوا الصالحات کا صحیح مصداق بنائیں۔ اگر ہم خلافت سے محروم کئے گئے ہیں۔ اور اگر ہم انہیں درست کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کا [illegible]

مراسلات

اہلحدیث کی کسی گذشتہ اشاعت میں ایک قرشینی بھائی کی پریشان حالی کا ذکر کرتے ہوئے صاحب ثروت احباب سے ہم نے امداد و اعانت کی سفارش کی تھی۔ کیونکہ جائز اور واجبی طریق پر کسی پریشان حالی کی پریشانی رفع کرنے میں حصہ لینا۔ انسان کا فرض اولین ہے۔ چونکہ غریب کی ضرورت پوری نہ ہوئی۔ اور تکلیف بڑھتی گئی۔ اس لئے آج انہوں نے یاران قریش اور برادران اسلام سے بذریعہ کھلی چٹھی جو ذیل میں درج ہے۔ امداد کی خواہش کی ہے۔ اگر دولتمند طبقہ سے کوئی بزرگ ان کی امداد کریں۔ تو سعادت ابدی کا موجب ہوگا۔

مکرم بندہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حالات زمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور بالخصوص اسلامی اور دینی معاملات میں آپکی خاص دلچسپی اور دلسوزی پاتے ہوئے ایک تجویز منسلکہ خدمت عالیہ میں بدیں غرض پیش کی جاتی ہے۔ کہ آپ اسمیں اپنی توفیق کے مطابق حصہ لیکر ضرور شریک ہونگے اور یقینی امر ہے کہ یہ قرضہ بکفالت جائداد ہوگا۔ اور معقول جائداد بذریعہ اقرار نامہ قرضہ دہندگان کے حق میں مکفول رہیگی۔ ہمیں امید واثق ہے کہ آپ اپنی توفیق کے مطابق حصص یا ایک حصہ سوا سو روپیہ کی رقم عطا فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

اطمینان خاطر کے لئے آپ محکمہ رجسٹری سے رہن نامہ مورخہ ۲۰ / جون سنہ ۱۹۲۲ء منجانب مقرآن بحق محمد شریف صاحب ضلعدار نہر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اور مزید براں جائداد کا ملاحظہ بھی فرما سکتے ہیں۔

العارضان: حکیم خلیفہ محمد عبد اللہ۔ سراج الدین خلف حکیم مولوی خلیفہ چراغدین صاحب مرحوم سکنائے لاہور موچی دروازہ کوچہ لوہاراں۔

قرضہ حسنہ کے ذریعہ ساتہزار سودی قرض کی ادائگی کا طریق اور اخوت و حمیت اسلامی کا عمدہ سبق

ہم مقران قریشیان حقیقی مسمیان حکیم خلیفہ محمد عبد اللہ وسراج الدین پسران مولوی حکیم خلیفہ چراغدین مرحوم اقوام قریشی ہاشمی سکنائے لاہور موچی دروازہ کوچہ لوہاراں کا تعمیر شدہ وسیع مکان بلا شراکت غیرے رہن ہے جسکا سود ماہانہ مبلغ معقول روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے اور جسکا آئندہ کیلئے ادا کرنا بہت مشکل نظر آتا ہے اس مصیبت لقمیا آرد سے رہائی حاصل کرنے کیلئے ہمارے محبان نے اس رقم خطیر مذکورہ بالا کی ادائگی کی تجویز مندرجہ ذیل پسند کی ہے جس سے امید بندھتی ہے۔ کہ اللہ جل جلالہ فرمید کامیابی عطا فرمائیں گے۔ اور اس نیک تجویز میں ہمارے عزیز اور احباب نہایت حوصلہ اور فراخدلی سے اپنی اپنی توفیق کے مطابق حصہ لیکر خوشنودی دارین حاصل فرمائیں گے۔ اور ہمیں ممنونیت کا موقع دینگے۔

شرائط اقرار نامہ:- (۱) اس قرضہ حسنہ کے کل ۵۶ حصص ہونگے۔ ہر ایک حصہ سوا سو روپیہ کا ہوگا۔ (۲) حصہ دار ایک سے زیادہ حصص میں اپنی توفیق کے مطابق شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر اکیلے صاحب سالم رقم عنایت کریں۔ تو مقران پانسو روپیہ ماہانہ کی ادائگی کے ذمہ دار ہونگے۔ (۳) ہم مقران کا دستخطی تحریری رقعہ معہ اس اقرار نامہ مطبوعہ مصدقہ کے ہر قرضدہندہ کے پاس بطور رسید ادائگی موجود رہیگا۔ (۴) ۵۶ حصص کا روپیہ ساتہزار روپیہ جمع ہونے پر ایک اقرارنامہ قرضدہندگان کے حق میں باضابطہ رجسٹری کرا دیا جائیگا کہ تا ادائگی مقران جائداد مذکور کو کسی طریق سے کسی کے پاس منتقل کرنے کے مجاز نہ ہونگے اور تا ادائگی کل زر قرض حسنہ جائداد مذکورہ قرضدہندگان کے حق میں مکفول رہیگی۔ بصورت خلاف ورزی قرضدہندگان کو ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا (۵) رجسٹری اقرار نامہ کی معاً بعد رقم مذکورہ سابق مرتہن کو ادا کر کے جائداد فک الرہن کرا لی جائیگی (۶) تاریخ ادائگی زر رہن سے ہر سہ ماہی کے اختتام پر ایک حصہ سوا سو روپیہ کا بذریعہ قرعہ اندازی ادا کیا جائیگا جسکی ادائگی کے ہم پابند ہونگے۔ (۷) قرعہ اندازی سے جس حصہ دار کو ادائگی ہوگی رسید باضابطہ حاصل کی جائیگی۔ اور ہم مقران کی دستخطی رسید واپس لی جائیگی۔ (۸) ہر سال کے اختتام پر چار قسطوں کی ادائگی کی اسمواریٰ فہرست ہر قرضدہندہ کو بھیجا ہم مقران کا فرض ہوگا (۹) ادائگی کے دوران میں اگر فریقین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسکے جانشین بھی شرائط بالا کے پابند رہینگے (۱۰) اگر اس تجویز میں کسی قسم شرعی یا قانونی نقص پایا جائے جس سے وصولی متعذر ہو جائے تو تمام بار جائداد مکفولہ پر قرضدہندگان کا پڑیگا۔ قرضدہندگان کو اختیار ہوگا۔ کہ وصولی کے لئے جونسی صورت چاہیں اختیار کریں (۱۱) شرائط بالا احکام خداوندی کو ملحوظ رکھ کر صرف سود کی مصیبت اور تباہی سے بچنے کیلئے لکھی گئی ہیں۔ وکفی باللہ شہیدا۔

گواہ شد — العبد مقر ۱ — العبد مقر ۲ — گواہ شد

اقتباسات

مدعیانِ تہذیب کی تہذیب دار العوام انگلستان کے ایک رکن نے مسٹر "لندن ٹائمز" کی تازہ ترین اشاعت میں ایک اور ثبوت پیش کیا ہے جسے ہم قارئین کی آگاہی کے لئے درج کرتے ہیں۔

مانٹی نیگرو کا ایک باشندہ جس کا نام پیٹرز سوٹرز ہے۔ سرویہ کے چند حکام سے لڑ پڑا۔ اور بھاگ کر پہاڑوں میں اپنے اہل وطن کے ساتھ جا ملا۔ گھر میں اس کی ایک ضعیف و سن رسیدہ ماں۔ ایک حاملہ بیوی اور تین چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے۔ سرویہ کے فوجی افسر اس کے مکان پر پہنچے۔ اور انہوں نے پیٹرسوٹرز کا پتہ دریافت کیا۔ عورتوں کو یا تو اس کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ یا انہوں نے دیدہ دانستہ اس سے لاعلمی ظاہر کی۔ اس پر چند رامہ کے سپاہیوں نے پیٹرسوٹرز کی ماں کو گھر سے باہر نکال دیا۔ اور اس کی بیوی کو اور تین بچوں اور اس کی بہن کے ہمراہ دروازہ بند کر کے آگ لگا دی۔ اور بدنصیب بوڑھی عورت کی آنکھوں کے سامنے سب کو جلا ڈالا۔ یہ معاملہ حکومت بلغراد کے روبرو پیش ہوا۔ مگر اس نے مجرمین کو سزا دینے کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ بلکہ اسے نظر انداز کر دیا۔ پیٹرسوٹرز جنگ عظیم میں اتحادیوں کی طرف سے بہادرانہ لڑتا رہا تھا۔

مضمون نگار واقع نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ کیا انسانیت اس چھوٹے سے ملک کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ جس نے دوران جنگ عظیم میں اپنی ساری قوت ہماری تائید و اعانت میں وقف کر دی اس قسم کے واقعات کا سدباب حیز امکان سے خارج ہو چکا ہے؟ لیکن ہم حیران ہیں۔ کہ اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ اس قسم کے واقعات قابل توجہ اسی وقت سمجھے جاتے ہیں۔ جبکہ یہ کسی غیر یوربی طاقت سے سرزد ہوں۔ اور یورپ کا منشا اس غیر یوربی طاقت کو تباہ کرنے کا ہو۔ اگر یورپ میں اس قسم کے واقعات پیش آئیں۔ تو ان کے متعلق کون باز پرس کر سکتا ہے؟ "تہذیب" جہالت سے سوال کر سکتی ہے لیکن "تہذیب" سے کیا پوچھ سکتی ہے؟

یورپ نے جمعیۃ الاقوام کا ڈھانچہ تیار رکھا ہے۔ اور امن عالم کے نام پر ایک گوسالہ بنا کر اس کی پرستش کی دعوت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ لیکن حالت یہ ہے۔ کہ زبان انسانیت کے کسی ادنے اسے حق کی کبھی نگہداشت نہیں کیجاتی۔ اگر کسی ایشیا کے ملک میں ایسا واقعہ پیش آتا ہے۔ تو سارے یورپ میں تہلکہ مچ جاتا۔ لیکن اب سب خاموش ہیں۔ کسی کی زبان متحرک نظر نہیں آتی۔ معلوم نہیں یورپ کی نام نہاد تہذیب کا یہ عجیب دور کب ختم ہوگا۔

(زمیندار)

دنیا کی دولت حال ہی میں ماہرین نے دنیا کی دولت کا اندازہ کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف ممالک کے بنکوں میں اس وقت (۲) ارب پونڈ سنہری سکے اور (۴۰) کروڑ پونڈ روپہلی سکے۔ ان کے علاوہ کاغذی سکے یا نوٹ بھی ہیں جن کی مجموعی تعداد اس وقت (۱۲) ارب پونڈ ہے۔ ان میں روس کے روبلوں اور جرمنی کے مارکوں کے نوٹ شامل نہیں ہیں۔

سکوں کے علاوہ بھی دنیا میں سونے کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ گذشتہ چار سو سال کی مدت میں کانوں وغیرہ سے جو سونا نکالا گیا ہے۔ اس میں سے نصف کے قریب سونا سنہری اشیا کی شناخت میں صرف ہوا۔ دندان ساز دانتوں کے لگانے میں خرچ کر رہے ہیں۔ مثلاً امریکہ میں ہر سال صرف دانتوں پر پچاس لاکھ پونڈ سونا خرچ ہوتا ہے۔ اور دس لاکھ پونڈ کے قریب سنہری ورقوں کے بنانے میں صرف ہو جاتا ہے۔

آج سے ستر سال بیشتر دنیا میں سونے کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی۔ سنہ ۱۸۵۷ء سے لیکر سنہ ۱۸۶۰ء تک تمام ممالک میں سونے کی تعداد (۵۰) پونڈ سے یکا یک (۳) کروڑ پونڈ تک پہنچ گئی۔ تنہا شمالی امریکہ سے اس وقت (۹۴) کروڑ کا سونا برآمد ہو چکا ہے۔ کچھ مدت سے امریکہ میں سونے کی برآمد کم ہو گئی ہے۔ اور اس بار افریقہ سب سے آگے نکل گیا ہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں افریقہ سے اس قدر سونا نکلا۔ کہ وہ دنیا بھر کے سونے کی مجموعی برآمد سے نصف کے برابر تھا۔ جمہوریہ امریکہ سے ایک کروڑ پونڈ کا سونا نکلا۔ کنیڈا سے (۵۰) لاکھ کا۔ میکسیکو سے (۳۰) لاکھ کا اور جنوبی امریکہ آسٹریا اور یورپ سے بہت کم۔

شاہ حسین کی خلافت شاہ حسین (شریف مکہ) نے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے باشندگانِ مکہ کے علمائے دین اور خارجہ اسلامی ممالک کے رہنماؤں کے جو وہاں رہتے ہیں۔ خلافت کی مجلس مشاورت بنانے کی دعوت دی اس مجلس میں تمام ملل اسلامیہ کے ذمہ دار نمائندے رکن ہو سکیں گے۔

مصارفِ حج "مسلم آؤٹ لک" میں ایک سرکاری اطلاع شائع ہوئی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ہر حاجی کو مصارف حج کے لئے کم از کم (۶۰۰) روپے کی رقم کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اس خرچ کی تفصیل یہ ہے۔ کہ کھانے اور پانی کے مصارف کے علاوہ حجاز میں (۲۸۱) روپے صرف ہوں گے۔ جہازوں کی آمد و رفت کا کرایہ کم از کم (۱۰۵) روپے ہے۔ ان رقوم میں ریل کا کرایہ۔ ساحلی مقامات کے

مسافر خانوں کا کرایہ۔ پانی اور کھانے کا خرچ اور دوسرے چھوٹے موٹے ضروری مصارف کو شامل کر لینے سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ (۴۰۰) روپے سے کم میں حج نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ حج کے لئے جانے کا ارادہ رکھتے ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ ان ضروری مصارف کا انتظام فرمالیں۔ اور جب تک کم از کم (۴۰۰) روپے کی رقم کا انتظام نہ ہو جائے حج کا ارادہ نہ فرمائیں۔

مسئلہ استرداد برار پر بحث اکولہ ۲۲ مارچ۔ ۲۳ مارچ کو امراوتی کے مقام پر صوبہ برار کی مسلم جماعت کے قوم پرست اور اعتدال پسند نمائندوں کا متفقہ اجلاس منعقد ہوا۔ سید عبدالرؤف اجار دار صدر تھے۔ استرداد برار کے مسئلہ پر بحث و تمحیص ہوئی۔ قریباً ایک سو اشخاص نے جن میں خطاب بردار۔ قاضی۔ جاگیردار اور انعام دار شامل تھے۔ نہایت متانت سے اس مسئلہ پر بحث کی قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ کہ ایک زبردست مجلس بنائی جائے۔ جو بوقت ضرورت برار کی دوسری انجمنوں کے نمائندوں سے معذرت اور استرداد برار کے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیالات کرے کیونکہ حضور نظام نے صوبہ کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے حصول کے لئے ضروری رویہ اختیار کرنے کے بعد متفقہ طور پر اپنے حاکم کے منصفانہ اور جائز مطالبات کی حمایت کی جائے۔ اور ساتھ ہی صوبہ کی آئندہ آئینی حکومت میں اسلامی مفاد کی حفاظت کیجائے۔

برار میں مسلم پریس بورڈ کا قیام ایک اور اہم ریزولیوشن متفقہ طور پر منظور ہوا۔ کہ ذی اثر اشخاص کا ایک مسلم پریس بورڈ قائم کیا جائے۔ متعدد فیاضانہ وعدے کئے گئے۔ اور مسٹر مظفر حسین اور خان بہادر سید عظمت حسین نے اپنا لیتھو پریس بورڈ کے حوالہ کر دیا۔ قرارداد کی تحریک و تائید میں مسٹر عبدالستار خاں۔ سید مظفر حسین مسٹر مبین الرحمٰن اور مسٹر شیر گل خاں نے تقریریں کیں۔

پٹواریوں میں تخفیف ۱۰ مارچ کے اجلاس پنجاب کونسل میں بجٹ کی بعض ترمیموں کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ رائے بہادر سیوک رام نے ایک ترمیم پیش کی کہ پٹواریوں کی سالانہ تنخواہ ۵۰۵۳۱ ۲۴۲ میں سے ½ حصہ کم کر دیا جائے۔ اور ان کے حلقے پہلے کی نسبت ½ اور بڑھا دئے جائیں۔ اس سے ½ پٹواری فارغ ہوں گے۔ اور تین لاکھ روپیہ بچ رہیگا لیکن پٹواریوں کی خوش قسمتی سے یہ ترمیم پاس نہ ہو سکی۔ البتہ ان کے سفر خرچ ۲ فی میل میں ۲۵ فیصدی کی ترمیم پاس ہو گئی۔

قلمرو دکن میں تعطیلات رمضان حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے حسب سابق اب کے بھی رمضان المبارک کی تقریب پر تمام دفاتر ریاست کو مہینہ بھر کے لئے بہ سلسلہ تعطیلات رمضان بند کرنے اور جملہ ملازمین سرکار عالی کو پیشگی تنخواہ عطا کئے جانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

منصب خلافت اور حضور نظام مولانا محمد حسین صاحب عباسی ایم۔ اے چڑیا کوٹی نے چند اور وجوہ پیش کرتے ہوئے۔ منصب خلافت کے لئے حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا نام نامی پیش کیا ہے۔

گذشتہ دنوں دہلی اور بدایوں کے مابین پانچ ریلگاڑیاں رام گنگا میں گر گئیں۔ لاشیں نکالنے کے موقعہ پر زن و شوہر کی مردہ لاش کیساتھ تین سال کا ایک بچہ لپٹا ہوا زندہ برآمد ہوا۔ خدا کی شان!

ایک منجم کی پیشین گوئی ہے۔ کہ مہاراجہ نابھہ اکتوبر میں بحال ہو کر عنان نابھہ اپنے ہاتھ میں لیں گے۔

پنجاب کونسل نے تلوار کو ایکٹ اسلحہ سے مستثنیٰ کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

مہاراجہ کپورتھلہ نے اپنی قلمرو میں بذریعہ خاص قانون ۱۵ سال کی عمر سے کم لڑکے اور ۱۳ سال کی عمر سے کم لڑکی کی شادی ممنوع قرار دی ہے۔

سرکار انگریزی نے ریاست کپورتھلہ کا سالانہ خراج معاف کر دیا ہے

اخبار زمیندار نے ۱۵ ہزار کی ڈگری کے خلاف جو اپیل دائر کر رکھا تھا۔ افسوس ہے۔ کہ عدالت عالیہ سے وہ خارج ہو گیا۔

انجمن قریش گوجرانوالہ نے علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے فرزند کی وفات پر حسب ذیل پیغام ارسال کیا تھا۔

انجمن قریش گوجرانوالہ علیا حضرت جناب بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے فرزند ارجمند نبیرہ حافظ محمد عبید اللہ خانصاحب کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج اور گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ مسلمانان ملک کو اس حادثہ جانکاہ سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ نہایت خلوص سے دعا ہے۔ کہ خدائے غفور الرحیم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ممدوحہ کے زخمی دل کو [illegible]

جوابی تار کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

ہز ہائی نس کی مصیبت کبریٰ میں آپ کی مہربانی اور ہمدردی کا شکریہ ہے۔

(۱۰ اپریل۔ د سکریٹری)

عریضۂ نیاز

بخدمتِ گرامی افاداتِ حکمت پناہ عالیجناب فیض انتساب جناب ڈائرکٹر صاحب پبلک انسٹرکشن سرکارِ عالی ادام اللہ اقبالہ

مخدومی

بعد از ہدیہ سلام مسنون الاسلام نیازمند جناب کی عنانِ توجہ امین الدولہ و یمین السلطنۃ عالیہ آصفیہ نواب مہدی یار جنگ بہادر ایم اے آکسن معتمد محکمہ سیاسیات کے اس مکتوب گرامی نمبری (۵۰۸۲ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء) کیطرف معطوف و مبذول کرانیکی عزت چاہتا ہے جسکے جواب میں آپ ممدوح کیخدمت میں انگریزی مراسلہ نمبری (۲۶۹ محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۴ء) ترسیل فرما چکے ہیں۔

نیازمند کی دلی خواہش و تمنا اس عریضہ نیاز کے خدمت عالیہ میں گذارنے کی یہ ہے۔ کہ حضور بہ تفقدات و تلطفات بزرگانہ معاملہ معلومہ کو بعجلتِ ممکنہ روبراہ فرما کر کرم گستری فرمائیں۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست

نیازمند
منیجر القریش امرتسر

مسلمان رہنماؤں کے مشاغل

رب العزت عزاسمہ نے مسلمانوں کو اپنی کلام پاک (قرآن کریم) میں کفار و مشرکین سے رشتۂ اتحاد جوڑنے کے خلاف بار بار وعید فرمائی ہے۔ لیکن موجودہ مسلمانوں اور پھر ان میں سے لیڈری کے مدعیوں کا طرز عمل اس کے خلاف ہے۔ مسجدوں کی بے حرمتی قرآن پاک کی تکذیب اور غریب مسلمانوں کی تباہی و بربادی جو دشمنان اسلام کے ہاتھوں ہو رہی ہیں۔ ان کی نظروں میں کوئی بڑی بات نہیں۔ علی برادران اور کچلو وغیرہ لیڈر اسلام و اسلامیان کے خلاف ہندوؤں کی چیرہ دستیاں دیکھتے ہوئے بھی ناعاقبت اندیشی سے ہندو پرستی سے باز نہیں آتے۔ سکھوں کی شورش و فتنہ انگیزی جو حکومت تو درکنار مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔ اور اسلام کے خلاف سوراج کی آڑ میں کھلے جہاد کا پیش خیمہ ہے۔ دیہات میں ان رجس و نجس لوگوں کے ہاتھوں میں جو غریب مسلمانوں کی حالت ہو رہی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ فریضۂ نماز کی ادائگی کی پاداش میں ان کے گھر لوٹے جاتے ہیں۔ ان کی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ طرح طرح کے ظلم اور ستم روا رکھے جاتے ہیں۔ مگر لیڈر ہیں کہ سوراج کے خواب میں بدمست اور بے پرواہ ہیں۔ کیا ایک مسلمان اور لیڈری کے مدعی کا یہی فرض اور مشغلہ ہونا چاہیئے۔ صد افسوس! مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ (جس کو گمراہ کرے اللہ اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔

انشاء اللہ تعالےٰ مضامین کے سلسلہ میں ہم بدلائل قاطع یہ ثابت کریں گے۔ کہ سوراج مسلمانوں کے لئے ایک وبال جان اور مصیبت ہوگی۔ لہذا مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچکر صراط مستقیم تلاش کرنا چاہیئے۔

اللہ شوق دے تو کتابیں پڑھا کرو

حمائل شریف مترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی سوا نو قلم کشادہ بین السطور۔ نقرئی بیل دالی پائدار۔ خوشنما چرمی جلد۔ کتابت وطباعت دیدہ زیب۔ حواشی و فوائد موضع القرآن۔ سائز ۲۰×۲۶/۲۶ کاغذ سفید۔ حاشیہ شدہ ہدیہ پانچ روپیہ محصولڈاک ۸ر

جنگ ترکی و یونان بالتصویر معہ نقشہ جات یونانی فوج کا بڑے ساز و سامان اور فرعونی دعووں کے ساتھ غازیان ترک پر حملہ آور ہونا۔ اور قسطنطنیہ پر قبضہ کی دھمکیاں دینا۔ ترکان احرار کے باوجود بے سرو سامانی کے فاتحانہ یلغار یہ یونانیوں کا نوکدم فرار نہایت دلچسپ حال کی جنگ کے سچے واقعات معہ نقشہ جات محاذ جنگ قیمت معہ محصول ۱۲؎

ترکانِ احرار یعنی ۱۷ ترکوں کے سوانح حیات غازیانِ انور پاشا۔ کمال پاشا۔ طلعت پاشا۔ محمود شوکت پاشا حقی بے۔ احمد مختار پاشا۔ محمود مختار پاشا۔ شکری پاشا حسین حلمی پاشا۔ حاجی عادل بے غازی فتحی بے۔ شوکت بلقیس خانم (زوجہ محترمہ فتحی بے) رؤف بے عثمان پاشا۔ خالدہ خانم کے علاوہ زاغلول پاشا۔ عزیز بے علی المصری کے حالات ہیں قیمت ۱۰؎

کمال پاشا تیسرا اڈیشن باضافہ حجم و مضامین مصنفہ منشی وجاہت حسین صاحب بالتصویر حجم قریباً پونے دو سو صفحات سرورق خوشنما۔ قیمت ۱۲؎

انور پاشا بالتصویر حجم پونے دو سو صفحات تیسرا ایڈیشن .... قیمت ۱۲؎

ڈرامہ بیداری پنجاب کے باشندے مارشل لا کے ایام میں کیسے کیسے ناگفتہ بہ مظالم و مصائب کا شکار ہوئے۔ پرامن شہریوں کی پیٹھ کر سزائے تازیانہ کی مشق پڑھ کر کلیجہ اور دل ٹکڑے ہوتا ہے۔ قیمت ۱۲؎

موتیوں کا جزیرہ ناول تو آپ نے اکثر پڑھے ہونگے۔ مگر بدقسمتی کے سوائے شاید ہی کبھی خوشی حاصل ہوئی ہو کیونکہ وہ عموماً مخرب اخلاق اور نالائق مصنفین کے قلم سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ کتاب تاریخی سچے فسانوں کا بہترین مجموعہ ہے جسے غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی نے انگریزی سے اردو ترجمہ کا قالب پہنا کر مقبول بنا دیا ہے۔ نپولین بوناپارٹ فاتح اعظم کی فتوحات کا تذکرہ (جس کے ضمن میں عشقیہ فوٹو کے اعلیٰ ترین مرقعے ہیں۔ حجم سات سو صفحے قیمت ۱۲؎

فتح قسطنطنیہ عروس البلاد جس کے سقوط و فتح سے مسلمانان عالم ایک وقت مضطرب اور دوسرے وقت شادکام ہوئے کے دلچسپ حالات مع واقعات حسن و عشق کے جس کے ضمن میں ترکی تمدن اور معاشرت پر بھی روشنی ہوتا ہے آپ بھی اس کے مطالعہ سے مسرت حاصل کریں۔ قیمت ۱۲؎

انوار سہیلی اخلاقی اور سبق آموز نتائج کے لحاظ سے اس مشہور کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دیا گیا۔ قیمت ۱۲؎

بیربل نامہ اکبر بادشاہ کے مشہور ظریف ملا دو پیازہ اور بیربل کی مذاقیہ نوک جھونک قیمت ۶ر

فلورا فلورنڈا ایک دوشیزہ مسلمان لڑکی عیسائی مشنریوں کے پھندے میں۔ نہایت دلچسپ اثر قیمت ۱۲؎

آرائش محفل یا حاتم طائی کا مشہور و مقبول عام اور دلچسپ فسانہ قیمت ۱۲؎

محاصرہ پیرس گذشتہ جنگ عظیم کے محاذ پر حسن و عشق کی کار فرمایاں ۱۰؎

ملک العزیز ورجنا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی کا مشہور دلچسپ ناول قیمت ۱۰؎

عروس مصر ایک دوشیزہ ڈاکوؤں کے پھندے میں پھنسی ہوئی کن کن مصائب کا شکار ہوئی تھی۔ قیمت ۱۰؎

حیرت انگیز شہر مزدوروں کی پارٹیاں اور چار عورتوں کے حسن و عشق کے فسانے قیمت ۸ر

عبد الرحمن ناصر اس نادر روزگار ناول کی خوبی و دلچسپی کی حلاوت کچھ مطالعہ کرنے والوں کے دلوں سے پوچھئے ۱۲؎

دنیا کی گوری و رنگین قومیں ایک امریکن کی تصنیف کا اردو ترجمہ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ایشیا کی سلطنت یورپین قوموں سے کر نکل آئندہ کن ہاتھوں میں پہنچے گی۔ آپ بھی ضرور مطالعہ کیجئے۔ قیمت صرف ۸ر

شارل و عبد الرحمن۔ مشہور ناول ہے۔ قیمت ۱۲؎

دربار صاحب امرتسر سکھوں کے مشہور و قابل دید گوردوارہ امرتسر کے تاریخی حالات قیمت ۱۰؎

منگانے کا پتہ:
مینیجر اخبار الجلیل بک ایجنسی (یو - پی)

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایماء سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے۔ ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے اپنے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اسے اپنے احباب وغیرہ کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی قوم کی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرضِ محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے۔ کہ مہربانی کر کے وہ اپنے لاارادۂ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی کا خرچ زیر باری کا موجب نہ ہو۔ خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بعینہٖ وی۔ پی روانہ ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ متوسط اصحاب سے عہ طلبا سے عہ فی پرچہ ۴ر امتیازی قیمت سے ۱۰ر

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو سال بھر مفت (۲) تعلیمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے۔ علی التواتر عمدہ مفید مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل فہرست بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ کے لئے بلاقیمت۔

منیجر القریش امرتسر

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۸ر

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی، ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسوماتِ بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا۔

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے۔ کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کو بطریق ذیل ساتھ دیں۔

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو)

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقۂ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر۔ (کسی پس افتادہ قوم کی بہتری و شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر

القریش

امرتسر

فہرست مضامین

القریش امرتسر جلد ۱ نمبر ۵ بابت ماہ مئی ۱۹۲۴ء

ہائے اب کچھ بھی نہیں

غیرت قومی کا اب ہم میں نشاں کچھ بھی نہیں — گم ہوئے علم و ہنر وہ خوبیاں کچھ بھی نہیں
کچھ خبر ہم کو نہیں کیا تھے اور کیا ہو گئے — نام پر ہے ناز فضل خانداں کچھ بھی نہیں
دیکھو غیر اقوام کرتی ہیں فدا جاں قوم پر — ہم کو اپنی قوم سے ہمدردیاں کچھ بھی نہیں
قومی عزت کے تفکر میں گھلا کرتے ہیں جو — وہ فدائی قوم ہم میں اب کہاں کچھ بھی نہیں
جھیلتے ہیں سختیاں با ہمت و مردانگی — ہم میں غیر اقوام کی سرگرمیاں کچھ بھی نہیں
باعث توقیر و عزت ہوں وجود ایسے کہاں — قوم پر یاں صرف ہیں فیاضیاں کچھ بھی نہیں
ہو گیا قحط الرجال اب عقل و دیں کا کیا پتہ — دولت و عزت کیا تذکرہ یاں کچھ بھی نہیں
ہم مخالف ہیں کرے جو قوم سے نیکی کا قصد — گر کریں تائید تو دشواریاں کچھ بھی نہیں
ناتواں کمزور ہیں ہم اپنے ہی اعمال سے — متفق ہوں گر تو پھر کمزوریاں کچھ بھی نہیں
ہم میں مدہوشی ہے اور واں زندگی ہے ورنہ ہم — کامیاب ہو کر رہیں ناکامیاں کچھ بھی نہیں

ہم سلف کے کارناموں سے نہیں لیتے سبق
سن کے کہتے ہیں یہ ہے اک داستاں کچھ بھی نہیں

میر صدرالدین حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

القریش کے کاتب کی چند روزہ غیر حاضری کے باعث رسالہ کی کتابت بھی بہت دیر سے شروع ہوئی۔ اشتہارات کے حصہ میں کمی کر کے میٹر کو اگرچہ پورا کرنے کی کوشش کی گئی تاہم "القصص" کا سلسلہ نظر انداز کرنا پڑا کیونکہ قلت وقت سے حجم میں ہم صفحہ کی کمی کے لئے ہم مجبور تھے امید ہے کہ قارئین کرام ہمیں معذور سمجھیں گے۔

بحمد اللہ کہ القریش کے مضامین پسندیدہ نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ "تذکرۃ الصالحین" اور "باب التاریخ" کا سلسلہ خصوصیت سے پسند کیا گیا ہے جن ارباب ذوق و شوق نے ترتیب و تنظیم کی تعریف سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہم ان کے دل سے مشکور ہیں۔ تذکرہ برادری میں ہمارے بعض احباب زیادہ وسعت کے خواہاں ہیں۔ ہمیں اس میں عذر نہیں۔ مگر مواد ہی نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ ہم نے اس موضوع کی تکمیل میں امداد دینے والے حضرات کے لئے مراعات خصوصی کا اعلان کر رکھا ہے۔ مگر بے حسی کا کوئی چارہ کار نہیں!

القریش گذشتہ سہ ماہی سے بہترین صورت میں گونا گون دلچسپیاں لئے ہوئے شائع ہو رہا ہے۔ مگر ہماری دلی خواہش یہ ہے۔ کہ [illegible] پسندیدہ اضافہ سے شکل ظاہری و صورت معنوی میں یک گونہ تغیر کر دیا جائے۔ مگر یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ قوم کے دردمندان

بہی خواہان قوم توسیع اشاعت سے اپنے قومی آرگن کی مالی مشکلات رفع کرنے میں ہمارا ساتھ نہ دیں۔ سوء اتفاق سے صیغہ تعلیمات حیدرآباد سے دو سال کی امدادی رقم معرض التوا میں ہے۔ اور اسی لئے القریش اس وقت سخت ترین مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ اس نازک حالت میں ناظرین کرام نے اگر خاص توجہ سے کام لے کر دو دو خریدار پیدا کرنے کی بھی کوشش نہ کی۔ تو کچھ عجب نہیں۔ کہ اس کی اشاعت روک دینے پر ہم بہت جلد مجبور ہو جائیں۔ کیا یاران قریش، القریش کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے۔ دست اعانت بڑھائیں گے؟

مخدومی میر علی احمد صاحب جن کا ذکر گذشتہ اشاعت میں بھی توسیع اشاعت کے ضمن میں شکریہ کے ساتھ ہو چکا ہے نے ایک اور خریدار دے کر شکر گذاری کا موقع دیا۔ اگر دیگر احباب بھی آپ کی تقلید میں چار چار خریدار دے دیں۔ تو یقیناً القریش کی مشکلات بہت کچھ [illegible] آسان ہو سکتی ہیں۔

احباب ذیل نے اس دفعہ توسیع اشاعت میں مدد فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

(۱) جناب مولوی قریشی نواب علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (۲) جناب پیر فیروز شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس (۳) جناب مولوی

محمد الیاس صاحب دولت پور (۴) جناب قریشی رفیق شاہ صاحب کلرک ملتان چھاؤنی (۵) جناب قریشی شاہ محمد صاحب منشی ضلعداری نہر (۶) جناب حکیم عصمت اللہ صاحب عرائض نویس (۷) فاضی والے مہدی صاحب فاروقی سب انسپکٹر پولیس بوساطت مولانا حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات۔

جن برادران کے ذمہ القریش کا زرچندہ واجب الادا اور جنکی میعاد خریداری اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ وہ بعنایت برادرانہ زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے ہمیں مشکور فرمادیں۔

اس دفعہ بوجہ قلت گنجائش ریویو نہیں کئے گئے۔ انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں کتب (۱) حضرت بہاء الدین کی تعلیمات (۲) عمدۃ النصیح (۳) برہان صریح وغیرہ اور رسائل جات (۱) علی گڈھ میگزین (۲) رفیق صادق (۴) القاسم وغیرہ پر تنقید کی جائیگی۔

تذکرۂ برادری

حقوق زراعت اور قریشی اس عنوان کے تحت مارچ کے رسالہ میں جو کیفیت شائع ہوئی تھی۔ اس کے متعلق چند خطوط بدین مضمون دفتر میں موصول ہوئے ہیں کہ

"تجویز مجوزہ سے ہمیں پورا پورا اتفاق ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ قوم کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے صائب الرائے اور [illegible] احباب کا اجتماع ہو۔"

کرمی پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی نے ایک طویل مراسلہ میں اس پر مبسوط روشنی ڈالی ہے۔ ضلع فیروزپور کے قریشی اور ان کی شاخوں پر [illegible] ایک دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہاں ضلع فیروزپور میں اسدیقی فاروقی وغیرہ یعنی قریشی کی شاخیں تو زراعت پیشہ ہیں۔ مگر مجموعی حیثیت میں "قریشی" کے لفظ کو یہ رعایت حاصل نہیں ہے

اس موضوع پر بار ا قلم اٹھایا گیا ہے حقیقت میں ایک افسوسناک غلطی ہے جو تشخیص اقوام کے وقت سے چلی آتی ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی صحت پر پورا زور نہیں دیا گیا نہ باقی جمع خرچ یا ایک کارڈ پر یہ الفاظ لکھ دینا کہ "ہمیں اس تجویز سے کلی اتفاق ہے" کوئی مفید نتیجہ مترتب ہونے کی امید [illegible] ہم خیال اتفاق والے کے ساتھ عملی جدوجہد کی جائے۔ ہمارے خیال میں اس امر کی سخت ضرورت ہے۔ کہ اپنے اپنے ضلع کے قریشیوں کو یہ بات عام طور پر سمجھا کر شرکت جلسہ کا وعدہ لے لیا جائے۔ اور ایسے برادران کی ایک مکمل فہرست دفتر میں بھجوادی جائے تاکہ پوری انتظامات سے اجلاس کے بعد عملی مراسلات کے اجراء میں آسانی ہو۔ اور ان براہ راست خط و کتابت کا موقعہ ملے۔

انجمن کے متعلق مراسلات کا استفسار بجواب محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات مخدومی پیر علی اصغر صاحب ضلعدار اور دیگر کئی احباب۔ اس استفسار کے جواب میں [illegible] "انجمن قریشیان ہند کا سالانہ جلسہ کب ہوگا۔" التماس ہے کہ گذشتہ سالانہ اجلاس منعقدہ ٹبالہ کے بعض واقعات سے اراکین انجمن کی کچھ ایسی حوصلہ فرسائی ہوئی۔ کہ آج تک مذبذبین ہیں [illegible] کے مصداق بنے ہوئے ہیں اگرچہ کاروبار جاری ہے۔ اور خاموشی سے قوم کی توجہ ادھر معطوف کرائے جانے کی کوششیں جاری و ساری ہیں۔ اور اس کے بہترین نتائج عنقریب ظہور پذیر ہونے کی امید ہے۔ مگر حالات میں کچھ نمایاں تغیر واقع نہیں ہوا۔ اور اگر قوم میں احساس ہو۔ اور وہ تندہی سے اس کار خیر میں حصہ لینے لگے۔ تو عجب نہیں کہ کوئی صورت نکل آئے۔

خاص یادداشت انجمن قریش گوجرانوالہ کی سالانہ رپورٹ میں

"خطبہ صدارت" (صدارتی تقریر) جو القریش میں شائع ہو رہا ہے۔ اس قدر غلط چھپا ہے۔ کہ مطالب و معانی کے الٹ پھیر سے اس کا اصلی مطلب فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات (صدر جلسہ) تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"یہ تحریر جو پہلے ہی تنگ وقت میں لکھی گئی تھی۔ کاتب کی بے احتیاطی اور پریسگساز کی سنگدلی نے اسے کند چھری سے ذبح کیا۔ اب آپکے رسالہ میں بھی اسی طرح اس کی نقل شروع ہو گئی ہے۔ اس کی درستی کر دیں۔ میں اس کے متعلق ایک خاص یادداشت بھیجتا ہوں اسے کسی جگہ شائع کر کے مشکور کریں۔ اور وہ یہ ہے۔

"خاص یادداشت" تقریر صدارتی کے فقرہ نمبر ۹ میں القریش میں سطور نمبر ۱۶ و ۳ و ۲۱ و ۲۲ بقرار ذیل شائع ہونے چاہئیں۔

"برادر عزیز قاضی فتح حسین صاحب فاروقی مرحوم و مغفور انسپکٹر پولیس کوئٹہ بلوچستان۔ برادر عزیز قاضی محمد سعید صاحب فاروقی مرحوم امیدوار سب۔ انسپکٹری۔ عزیز الطاف حسین مرحوم (خلف برادر) عزیز قاضی طالب مہدی صاحب فاروقی سب انسپکٹر پولیس متعینہ بھی بلوچستان، اور عزیز قاضی منظور حسن حسیب فاروقی مرحوم سب انسپکٹر پولیس مستونگ وڈ بلوچستان کے صدمات و فات وغیرہ وغیرہ پھر وہی سلسلہ من۔ رعہ روئداد شروع ہو یعنی فقط الطاف مرحوم کا نام بقرار بالا القریش کی اشاعت میں درج کیا جانا ہے۔

مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی قوم کا سچا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ انجمن قریشیانِ ہند کی بارہ سالہ جدوجہد کے باوصف قوم قریش کا ایک سٹیج پر مجتمع نہ ہونے کا آپ کو کمال رنج ہے۔ اگر فی ہزار پانچ آدمی بھی اسی دل گردہ اور احساس کے ہوتے تو یقیناً اساطیر الاولین کے نقش قدم پر چلنے کی راہ و رسم سے قرون اولیٰ کا دورہ ایک دفعہ آنکھوں میں ضرور پھر جاتا۔ آپ نے انجمن مذکور کی کارگذاری پر نہایت متانت و خوبی کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے۔ اپنے مراسلہ گرامی میں اراکین انجمن کو مفید مشورے دیئے ہوئے ہیں۔ ہم نے اسی اشاعت میں آپکے مکتوب کو درج کرنے کی کوشش کی مگر افسوس کہ اس کا ایسے وقت میں وصول ہونا۔ جبکہ کاپیاں تکمیل پا کر طبع جا چکی تھیں۔ مانع ہوا انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ اشاعت میں یہ مراسلہ من و عن شائع کیا جائیگا۔

احباب کی خاص توجہ کے قابل

القریش بحالت مجموعی روزافزوں بہتر سے بہترین شکل و صورت اختیار کر رہا ہے۔ کارپردازان اسے اور بھی زیادہ مفید اور شاندار بنانے کے خواہاں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آپ توجہ نہیں دیتے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کمی اشاعت اور مالی کمزوری سے یہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر رہجائیگا۔ اگر آپ کی قومی حمیت کا یہی اقتضا ہے۔ اور اگر آپ دوسری قوموں کی جدوجہد کو دیکھتے ہوئے بھی ظلمتکدہ گمنامی میں اپنی عمر کی قیمتی گھڑیاں یوں کاٹ دینا چاہتے ہیں اگر آپکو قومی سود و زیان سے سروکار نہیں۔ تو پھر خدا حافظ مگر یاد رہے۔ کہ

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تذکرۃ الصالحین

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

(از جناب حاجی معین الدین صاحب ندوی)

صحابہ کرام میں بڑے بڑے ارباب فضائل اور بڑی بڑی خوبیوں کے بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت خالد سیف اللہ تھے۔ حضرت علی اسد اللہ تھے۔ حضرت ابن عباس حبر الامہ تھے۔ حضرت ابو ذر مسیح الاسلام تھے۔ حضرت ابو عبیدہ امین الملۃ تھے۔ لیکن جن بزرگ کا نام میں نے سر عنوان پر لکھا ہے۔ ان کے محاسن کا سر عنوان پر لکھا ہے۔ ان کے محاسن کا سر عنوان صرف ایک ہے۔ یعنی یہ کہ وہ یثرب کے معلم اول تھے۔

سلہ نبوی میں سرزمین یثرب کے صرف ۱۲ آدمیوں نے حضرت داعی اسلام علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے ایک سال بعد یہ تعداد بہتر تک پہنچ گئی۔ اور چند مہینے کے بعد جب آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ تو شہر یثرب کا کوئی گھر ایسا نہ تھا۔ جو پرتو اسلام سے منور نہ ہو۔ یہ حیرت انگیز انقلاب صرف ایک تربیت یافتہ نبوت کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ ان کا نام مصعب کنیت ابو محمد باپ کا نام عمیر ہاشم کے پوتے اور عبد مناف کے پرپوتے تھے۔ مکہ وطن تھا۔ نہایت حسین و خوشرو۔ اور ماں باپ کے بہت لاڈلے تھے۔ خدا نے گھر میں دولت بھی دی تھی۔ دونوں نے لخت جگر کو آغوش محبت میں نہایت ناز و نعمت سے پالا تھا۔ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ میں میسر آسکتی تھی۔ وہ ان کے لئے مہیا ہوتا تھا۔

ناز و نعمت کے پلے ہوئے بچہ نے جب شباب کی منزل میں قدم رکھا۔ آوازۂ اسلام کانوں میں آیا۔ خدائے پاک نے حسن ظاہری۔ سلامت ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ ان کے آئینہ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا۔ صرف ایک عکس کی دیر تھی۔ کہ لیلائے حقیقت کے خط و خال نے فریفتہ کر لیا۔ اور آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر شیدایان اسلام میں داخل ہو گئے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلعم ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں پناہ گزین تھے۔ اور فدا کاران اسلام کے لئے مکہ کی سرزمین مصیبتوں کی آسمان بن رہی تھی۔ اس بنا پر حضرت مصعب نے ایک عرصہ تک اپنے عقیدہ کو مخفی رکھا۔ اور چھپ چھپ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور جمال مبارک سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔ ایک روز اتفاق سے عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ ان کی ماں اور اہل خاندان کو خبر کر دی۔ اس کفرستان میں اس وقت معبود حقیقی کے آگے۔ سرنیاز خم کرنا کوئی خفیف جرم نہ تھا۔ والدین نے سنا تو تمام مادرانہ محبت اور پدرانہ شفقت دفعۃً غیظ و غضب اور بغض و انتقام سے مبدل ہو گئی۔ اور بالآخر اپنے لاڈلے اور ناز پروردہ فرزند کے لئے قید تنہائی کی سزا پسند آئی۔ اسلام کے شیدا نے یہ گوارا کیا۔ لیکن ایک کو دو نہ کہا۔

مزاج قدرتاً لطافت پسند تھا۔ حضرت مصعب اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے۔ حضرمی جوتا جو اس زمانہ میں صرف امرا کے لئے مخصوص تھا۔ وہ ان کے روزمرہ کام میں آتا۔ غرض ان کے وقت کا اکثر حصہ آرائش و زیبائش اور زلف مشکیں کے سنوارنے میں بسر ہوتا تھا۔ لیکن جب اسلام لائے۔ تو نشۂ توحید نے کچھ ایسا مست کر دیا۔ کہ تمام تکلفات بھول گئے۔ ایک روز دربار نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے۔ کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف ایک کھال کا ٹکڑہ تھا۔ جس میں جا بجا سے پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام نے دیکھا۔ تو سب نے عبرت سے گردنیں جھکا لیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ الحمد للہ اب دنیا اور تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہئے۔ یہ وہ نوجوان ہے۔ جس سے زیادہ مکہ میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا۔ لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا رسول کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔

ہجرت حبش حضرت مصعب ایک عرصہ تک قید کے مصائب سے تنگ آکر بالآخر ترک وطن پر آمادہ ہوئے۔ اور متلاشیان امن و سکون کے ساتھ سرزمین حبش کی راہ لی۔ اس ناز پروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم و نازک کپڑوں کی حاجت تھی۔ نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش و تنعم کی فکر۔ جلوہ توحید کے صرف ایک نظارہ نے تمام فانی سازو سامان سے بے نیاز کر دیا۔ ایک مدت کے بعد حبش سے پھر مکہ واپس آئے۔ تو خود ان کی ماں کو اپنے نور نظر کی اس پریشان حالی پر رحم آگیا۔ اور گذشتہ مظالم کے اعادہ سے باز آگئی۔

تعلیم دین و تبلیغ اسلام اس اثناء میں خورشید اسلام کی ضیا افگن شعاعیں کوہ فاران کی چوٹیوں سے گذر کر وادی یثرب تک پہنچ چکی تھیں۔ اور مدینہ منورہ کے بارہ معززین نے موسم حج میں داعی توحید کو لبیک کہا تھا۔ چونکہ رسم بیعت ایک گھاٹی کے اندر ادا ہوئی تھی۔ اس لئے تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بیعت عقبہ اولےٰ کے نام سے مشہور ہے۔

مدینہ کی اس نومسلم جماعت نے دربار نبوت میں درخواست بھیجی کہ ان کی تعلیم و تسکین اور گمراہان یثرب کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی معلم دین و ہادی باخبر کا تقرر فرمایا جائے۔ حضرت سرور کائنات کی نگاہ جوہر شناس اس خدمت کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ اور چند اسرار و نکات کی تعلیم کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس وقت تک تبلیغ واشاعت اسلام کا کام مہبط وحی و الہام علیہ السلام کے سوا اور کسی نے انجام نہیں دیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ نفس پاک فدایان نبوت میں سے ایک کو نیابت کا شرف عطا کیا جا رہا تھا۔ مصعب اب مصعب نہ تھے۔ وہ نائب رسول تھے۔ اور اسلام کے سب سے پہلے داعی بنکر سرزمین یثرب کو سدھار رہے ہیں۔ آؤ دیکھیں۔ کہ وہ اس نیابت کا فرض کسطرح انجام دیتے ہیں۔ اس سرزمین میں جو موسیٰ کی شریعت کا مرکز اور بنی اسرائیل کی حکومت تختگاہ ہے۔ نوائے محمدی کسطرح بلند اور آسمان کی ایک نئی کا اعلان کرتے ہیں۔

حضرت مصعب مدینہ پہنچکر حضرت اسعد بن زرارہ کے گھر جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ فروکش ہوئے۔ یہ خیال فضول تھا کہ تمام یثرب استماع حق کے لئے کسی مجمع میں خود جمع ہو سکیں گے حضرت مصعب نے پر ورد اور اثر پذیر قبولیت کی گھر گھر تلاش شروع کی۔ دعوت و تبلیغ کے لئے انہوں نے پرزور دلائل کا انتخاب نہیں کیا۔ توحید کی سچائی پر انہوں نے فلسفیانہ براہین کی جستجو نہ کی۔ قرآن کی حقانیت پر اس کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ رسالت کی تصدیق کے لئے انہوں نے معجزے نہیں گنائے۔ صرف ایک ہی چیز ان کے پاس تھی۔ قرآن حکیم کی چند سورتیں جو اس وقت نازل ہو چکی تھیں۔ جہاں جاتے پڑھ کر سناتے یہی ان کے دلائل کا ذخیرہ فلسفیانہ براہین کا سرمایہ اور معقول معجزات کا خزینہ تھا۔ مخالفت کے مادہ ہائے فاسد پہاڑ بن کر سامنے آئے لیکن ان کی تاثیر سے چند منٹ میں ذرات بن کر اڑ جاتے ہیں۔

اس طرح جب یثرب میں اسلام نے گھر کر لیا۔ تو تلاوت قرآن اور تبلیغ کے لئے حضرت اسعد کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے محلہ میں لوگوں کو جمع کرتے ایک روز وہ حسب معمول بنی ظفر کے محلہ میں چند مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ کہ قبیلۂ عبد الاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے رفیق اسید بن حضیر نے جو قبیلہ کے سردار اور معزز تھے کہا "اس اسلام کے واعظ کو جو یہاں آکر ہمارے ضعیف الاعتقاد عزیزوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اپنے محلہ سے نکال دو۔ اگر اسعد سے مجکو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا۔ تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا۔ یہ سنکر اسید نے نیزہ اٹھایا۔ اور حضرت مصعب اور حضرت عمر کے پاس آکر خشم آلود لہجہ میں کہا "تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے۔ کہ بیوقوفوں کو گمراہ کرو۔ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں۔ تو بہتر ہے کہ ابھی یہاں سے چلے جاؤ"۔

حضرت مصعب نے اس آگ کو آگ سے نہیں روکا۔ انہوں نے اس پر پانی کے چھینٹے دئے۔ اور نرمی کیساتھ کہا "اسید تم پہلے بیٹھ کر ہماری باتیں سنو۔ اگر پسند آئے قبول کرو۔ ورنہ ہم خود چلے جائیں گے"۔ اسید نے کہا۔ "ہاں یہ سچ ہے کہو کیا کہتے ہو" یہ کہہ کر اپنا نیزہ زمین پر گاڑ کر بیٹھ گئے۔

حضرت مصعب جب نے حسب دستور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ سننا تھا کہ پتھر کا دل موم تھا۔ بیتاب ہو کر بولے کیسا اچھا مذہب ہے! کیسی بہتر ہدایت ہے! مجھے جلد بتاؤ کہ اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

حضرت مصعب نے کہا۔ پہلے نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہنو۔ پھر صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔ انہوں نے فوراً اس ہدایت کی تعمیل کی۔ اسلام زندگی کا سرچشمہ ہے۔ ابھی حضرت اسید کے اسلام کو چند منٹ بھی نہ گذرے تھے۔ کہ فرض تبلیغ کا احساس خود ان کے دل میں بھی آ پیدا ہوا۔ بولے میرے بعد ایک اور شخص ہے جس کو راہ راست پر لانا ہوگا۔ اگر وہ اس دائرہ میں داخل ہو گیا۔ تو تمام قبیلہ عبد الاشہل اس کی پیروی کریگا۔ میں ابھی اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔

حضرت اسید اب بزم احباب میں واپس آئے۔ تمام مجمع نے دیکھا۔ کہ غیظ و غضب کی جگہ چہرہ پر عشق و محبت کا نور تاباں ہے۔ اسعد بن معاذ نے دور ہی سے دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم اس شخص کی حالت میں ضرور کچھ انقلاب ہو گیا ہے۔ اور جب قریب آئے تو پوچھا کہو کیا کر آئے؟ حضرت اسید نے جواب دیا۔ خدا کی قسم وہ دونوں ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے۔ میں نے منع کیا تو بولے ہم وہی کریں گے۔ جو تم پسند کرو گے۔ لیکن میں نے سنا ہے۔ کہ بنی حارثہ تمہارے خالہ زاد اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے نکلے ہیں۔ تاکہ اس طرح تمہاری تذلیل ہو۔

چونکہ بنی حارثہ اور عبد الاشہل میں دیرینہ عداوت تھی۔ اس لئے حضرت اسید کا افسوں کارگر ہو گیا۔ سعد بن معاذ جوش غضب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تخالف مذہبی کے باوجود اسعد کی مدد کے لئے روانہ ہو گئے۔ لیکن یہاں بالکل امن و سکون تھا۔ سمجھ گئے۔ کہ اسید ان دونوں سے بالمشافہ گفتگو کرنے

کرنے کے لئے ایک موقع پیدا کیا یعنی ترحم فوراً مذہبی تعصب سے بدل گیا۔ اور
خشمگین لہجہ میں بولے۔ ابو امامہ اسعد کی عظمت اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا۔
تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ تمہیں کیونکر ہمارے محلہ میں
ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت ہوئی جس کو ہم سخت ناپسند کرتے ہیں۔

حضرت مصعب پھر آگے بڑھے۔ اور کانوں میں وہ افسوں پھونکا
جو بارہا تجربہ سے کامیاب ہو چکا تھا سننے کے ساتھ حضرت سعد محو اسلام
تھے۔ اسی وقت اسلام کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوئے۔ اسلام نے
پھر اپنا کام کیا۔ اور وہی تبلیغ کا نشہ اب ان کے سر میں بھی تھا۔ جوش اور
ولولہ سے لبریز اپنے قبیلہ میں آئے۔ اور سوال کیا "اے عبد الاشہل ابناؤ
میں تمہارا کون ہوں! سب نے بیک آواز کہا "تم ہمارے سردار اور ہم سب سے
زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو"۔ بولے خدا کی قسم تمہارے مردوں اور عورتوں
سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے۔ جب تک تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ
لاؤ"۔ یہ الفاظ ابھی ہوا میں گونج رہے تھے۔ کہ عبد الاشہل کا تمام قبیلہ دائرہ
اسلام میں داخل تھا۔

حضرت مصعب ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان رہے
لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا۔ ہاں وہ بنی نجار چند ہی روز کے
بعد اسلام کے دست و بازو اور خیر مقدم رسول کے لئے سب سے زیادہ بے تاب
تھے۔ تو حضرت سعد بن معاذ کے مکان پر اٹھ آئے۔ اور وہیں سے خورشید
اسلام کی آمد آمد کا مژدہ سناتے رہے۔ یہاں تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے
چند گھروں کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر اس نور سے روشن ہو گئے۔

مدینہ میں جمعہ قائم کرنا یثرب میں مسلمانوں کی معتد بہ جماعت پیدا ہو گئی۔
اور اب دوسرا فرض بھی عائد ہو گیا حضرت مصعب نے دربار نبوت سے اجازت
حاصل کر کے حضرت سعد بن خیثمہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نماز کی بنیاد ڈالی
پہلے کھڑے ہو کر ایک نہایت موثر خطبہ دیا پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھائی
نماز کے بعد حاضرین کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی۔ اس طرح
وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک دفعہ برادران اسلام
کو باہم بغلگیر ہونے کا موقعہ دیتا ہے۔ حضرت مصعب بن عمیر کی تحریک سے
یثرب میں قائم ہو گیا۔

یثرب مدینۃ النبی بنتا ہے مکہ کی سرزمین جس ودیعت کے بار گراں اٹھانے
سے ۱۳ برس تک عاجز رہی یثرب کی ارض مقدس نے ایک سال میں اس کو
اٹھا لیا۔ اسلام امن و امان کے آشیانہ کا ایک جویاں تھا۔ جو ابراہیم خلیل کے
مسجد میں میسر نہ آیا۔ خدا وند ذو الجلال نے اس کے لئے یثرب کی خاک کو تاکا
آنحضرت صلعم کے رویائے صادقہ نے کو ایسے مرکز کی بشارت دی تھی۔ جو
گو ہمارے گراں بار سے محیط ہے۔ تاہم اس خواب کی تعبیر حضرت مصعب کے دست
سعی میں پنہاں تھی۔ انہوں نے صرف ایک برس کی کوشش میں اسلام کے لئے
ایسا مرکز تیار کر دیا جس کا کہ تاریخ اسلام میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ اور
اب یثرب میں مدینۃ النبی بن رہا ہے۔

عقبہ کی بیعت ثانیہ پہلے گذر چکا ہے کہ عقبی کے اولی میں صرف بارہ
انصار شریک تھے لیکن حضرت مصعب نے اپنے قلیل زمانہ تبلیغ میں تمام اہل
یثرب کو اسلام کا فدائی بنا دیا۔ چنانچہ دوسرے سال موسم حج میں ۷۲ اکابر
واعیان یثرب کی جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدید بیعت اور شاہ امم کو
مدینہ میں مدعو کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ اس کے رہبر حضرت مصعب بن عمیر
بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے حضور میں حاضر ہو کر
اپنی حیرت انگیز کامیابی کی مفصل داستان عرض کی۔ حضور نے نہایت
شوق کے ساتھ تمام واقعات سنے۔ اور ان کی محنت اور جانفشانی پر غیر معمولی
مسرت ظاہر فرمائی۔

عدیم النظیر استقامت حضرت مصعب کی ماں نے بیٹے کے آنے کی
خبر سنی تو کہلا بھیجا "اے نافرمان فرزند! کیا تو ایسے شہر میں آئے گا جہاں میں
تیری موجود ہوں۔ اور تو اس سے پہلے ملنے نہ آئے"۔ انہوں نے جواب دیا
کہ "میں رسول خدا صلعم سے پہلے کسی سے نہ ملنے جاؤں گا"۔

وہ جب رسول اللہ صلعم سے شرف ملازمت حاصل کر چکے تو اپنی ماں
کے پاس آئے جس نے کہا کہ میں سمجھتی ہوں۔ کہ تو اب تک ہمارے مذہب
سے برگشتہ ہے۔ بولے "میں رسول صلعم کے دین برحق اور اسلام کا پیرو
ہوں جس کو خدا نے خود اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے پسند کیا ہے"۔
ماں نے کہا "کیا تم اس مصیبت کو بھول گئے۔ جو تم کو ایک دفعہ سرزمین حبش
میں برداشت کرنی پڑی۔ اور اب یثرب میں سہنا پڑتی ہے۔ افسوس دونوں
دفعہ تم نے میری غمخواری کا شکریہ ادا نہ کیا۔ حضرت مصعب سمجھ گئے کہ پھر مجھکو
قید کرنے کی فکر میں ہے۔ چلا کر بولے تم بہر کسی کو اس کے مذہب سے
پھیر سکتی ہو۔ اگر تمہارا منشا ہے۔ تو پھر مجھکو قید کرو۔ تو پہلا شخص جو میری طرف
بڑھے گا۔ اس کو یقیناً قتل کر ڈالونگا"۔ ماں نے یہ تیور دیکھے تو کہا "بس
تو میرے سامنے سے چلا جا" اور یہ کہہ کر رونے لگی۔ حضرت مصعب اس
کیفیت سے متاثر ہوئے۔ اور کہنے لگے "اے میری ماں! میں تمہیں خیر
خواہی اور محبت سے مشورہ دیتا ہوں۔ کہ تم گواہی دو کہ "خدا ایک ہے
اور محمد صلعم اس کے بندہ اور رسول برحق ہیں"۔ اس نے کہا "چمکتے ہوئے
تاروں کی قسم میں اس مذہب میں داخل ہو کر اپنے آپ کو احمق نہ بناؤں گی۔
جا میں تجھ سے اور تیری باتوں سے باز آئی ہوں۔ اور اپنے مذہب سے

وابستہ رہیں گی۔

مستقل ہجرت حضرت مصعب نے مکہ آنے کے بعد ذی الحجہ محرم اور صفر کے مہینے آنحضرت صلعم ہی کی خدمت میں بسر کئے۔ اور پہلی ربیع الاول کو سرور کائنات صلعم سے بارہ دن پہلے مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی۔ ۱۲ روز کے بعد مرکز اسلام مکہ سے یثرب کو منتقل ہو گیا۔ اور اب یثرب کا نام مدینۃ النبی تھا۔

غزوات اس مرکز نے جب رفتہ رفتہ تمام فرزندان توحید کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا اور نونہال اسلام مدینہ کی آزاد آب و ہوا میں حیرت انگیز نشو و نما پانے لگا۔ تو مشرکین قریش جو اب تک اس پودے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بزور اس کی بیخ کنی پر آمادہ ہوئے۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے ہی برس سے حق و باطل میں خونریز معرکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت مصعب بن عمیر میدان فصاحت کی طرح عرصہ وغا میں بھی نمایاں رہے۔ غزوہ بدر میں جماعت مہاجرین کا سب سے بڑا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ احد میں بھی علمبرداری کے تمغائے شرف انہیں کو نصیب ہوا۔

شہادت اس جنگ (یعنی جنگ احد) ایک اتفاقی غلطی نے جب فتح و شکست کا پانسہ پلٹ دیا۔ اور فاتح مسلمان ناگہانی طور سے مغلوب ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ تو اس وقت بھی یہ علمبردار اسلام یکہ و تنہا مشرکین کے نرغہ میں ثابت قدم رہا کیونکہ لوائے توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائے ملت کے لئے سخت عار تھا۔ غرض اسی حالت میں مشرکین کے شہسوار بن گئے۔ قمیہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ شہید ہو گیا۔ لیکن بائیں ہاتھ نے فوراً قائم مقامی کی۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ محمد ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا۔ تو بایاں ہاتھ بھی قلم تھا۔ لیکن اس دفعہ دونوں خون آلود بازوؤں نے حلقہ کر کے علم کو سینہ سے چمٹا دیا۔ اس نے جھنجلا کر تلوار پھینک دی۔ اور اس زور سے نیزہ تاک کر مارا کہ انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی۔ اور اسلام کا سچا فدائی اسی آیت کا اعادہ کرتے ہوئے فرش خاک پر دائمی راحت کی نیند سو رہا۔ لیکن اسلامی پھریرا سرنگوں ہونے کے لئے نہیں آیا تھا۔ ان کے بھائی ابو الروم بن عمیر نے بڑھ کر اس کو سنبھالا اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے۔

رسول کی تعزیت اختتام جنگ کے بعد آنحضرت صلعم حضرت مصعب بن عمیر کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ (مومنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے کچھ عہد کیا تھا۔ اسے سچا کر دکھایا) پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں نے تجھکو مکہ میں دیکھا تھا۔ جہاں تجھ سا حسین اور خوش پوشاک کوئی نہ تھا۔ لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تیرے بال الجھے ہیں۔ اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔" پھر ارشاد ہوا۔" بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے۔ کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گے۔" اس کے بعد غازیان دین کو حکم ہوا کہ کشتگان راہ خدا کی آخری زیارت کر کے سلام بھیجیں۔ اور فرمایا۔" قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ روز قیامت تک جب کوئی ان پر سلام بھیجے گا۔ وہ اس کا جواب دیں گے۔

تجہیز و تکفین اس زمانہ میں غربت و افلاس کا یہ حال تھا۔ کہ شہید ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا۔ آہ! حضرت مصعب بن عمیر جن کا جسم نورانی کبھی دیبا و حریر کا عادی تھا۔ وہ اس طرح رخصت ہوتے ہیں۔ کہ صرف ایک خونناب چادر ان کے لئے دنیا کا آخری تحفہ ہے۔ اور وہ بھی اس قدر مختصر کہ اس سے سر چھپایا جاتا ہے تو پاؤں کھل جاتے ہیں۔ اور پاؤں چھپائے جاتے ہیں تو سر کھل جاتا ہے۔ بالآخر حضرت خیر الانام کے ایما سے پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈالی جاتی ہے۔ اور ان کے بھائی حضرت ابو الروم بن عمیر حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت سعد بن ابی سعد کی مدد سے اس پیکر قدس کو سپرد خاک فرماتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تصویر عبرت جن آنکھوں نے عسرت و ناداری کا یہ دردناک نظارہ دیکھا تھا۔ وہ عہد تمول و فراغ حالی میں بھی اس تصویر عبرت کو یاد کر کے اشک حسرت سے لبریز ہو جاتی تھیں۔ خلافت راشدہ کی فاتحانہ ابتداء نے گو قیصر و کسریٰ کے خزانے فرزندان توحید کے قبضہ میں دیئے تھے۔ اور روم و ایران کے زر و جواہر ریگستان عرب کے خزف ریزے تھے۔ تاہم جن ہاتھوں نے شہدائے ملت کو گھاس کا کفن مہیا کیا تھا۔ وہ زخارف دنیاوی کو مس کر کے کانپ اٹھتے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف ایک متمول صحابی تھے۔ ان کا تجارتی قافلہ جب مدینہ میں داخل ہوتا تھا۔ تو تمام شہر میں غلغلہ برپا ہو جاتا تھا۔ لیکن آغاز اسلام کی عسرت و تنگ حالی نے مرقع عبرت بنکر ان کو کبھی اس دولت بے پایاں سے لطف اندوز نہ ہونے دیا۔ وہ ایک دفعہ روزہ سے تھے۔ شام کے وقت کھانا سامنے آیا۔ تو بے اختیار عسرت ماضیہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ بولے مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے۔ وہ شہید ہوئے تو کفن میں صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہو جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا حمزہ بھی اسی طرح شہید ہوئے جو مجھ سے اچھے تھے۔ لیکن اب دنیا ہمارے لئے کشادہ ہو گئی ہے۔ ہم کو ڈر ہے کہ شائد ہماری نیکیوں کے معاوضہ میں عجلت کر دی گئی۔ اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

ادبیات

قطرات اشک

(از جناب مولانا نیاز محمد خانصاحب نیاز فتحپوری)

اے مسلمان! نکل خون کا محضر لے کر — گرم فریاد ہو پھر ہاتھ میں خنجر لے کر
ہاں نکل سینہ میں امیدوں کا محشر لے کر — یہ سکوں ہستی ہیں ظالم دل مضطر لے کر

کھینچ وہ نالہ کہ پیدا ہو شرر دامن میں
آگ لگ جائے تری شمع کے پیراہن میں

سینۂ کوہ جسے سنکے دہل جاتا تھا — لے کے وہ بار امانت تو سنبھل جاتا تھا
لن ترانی کی صدا سن کے مچل جاتا تھا — ایک جلوہ کے لئے آگ میں جل جاتا تھا

جستجو کی وہ مگر تیری ادائیں نہ رہیں
ذوق آلودہ پر درد صدائیں نہ رہیں

ساز توحید کا اک نغمہ بے تاب تھا تو — تھا گہر لیک زمانے میں نہ کمیاب تھا تو
شل نرگس نہ کبھی شیفتہ خواب تھا تو — سرعت برق تھا تو، ہستی سیماب تھا تو

نہ ہوا جس کے لئے اُف درِ خیبر بھاری
نظر آتا ہے اسی ہاتھ میں خنجر بھاری

کیا ترا بیعت رضواں میں یہی پیماں تھا — کیا یہی درس علی و عمر و عثماں تھا؟
یہی اسلام تھا پہلے بھی، یہی ایمان تھا؟ — کیا شہِ یثرب و بطحا کا یہی فرمان تھا؟

جا نکل تو ہے ذلت کا اگر متوالا
تیرا محتاج نہیں گنبدِ اخضر والا

منتشر میری نوا صورت نکہت ہو جائے — ہر جراحت کا نشان دیدہ عبرت ہو جائے
دل بیتاب مری زیست کی لذت ہو جائے — کلفت درد مجھے مایۂ عشرت ہو جائے

خط تقدیر مٹا دوں ترے در پہ گھس کر
خاک ہو جاؤں تری راہ گلی میں پس پس کر

حکمت و موعظت

تدبیر منزل

(از جناب سلطان القلم مرزا سلطان احمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر)

حکمت کی دو قسمیں ہیں:-

(الف) حکمت نظری۔

(ب) حکمت عملی۔

حکمت عملی کے تین اقسام ہیں:-

(۱) تہذیب اخلاق

(۲) تدبیر منازل

(۳) سیاست مدن۔

جو لوگ حکمت عملی کی ان اقسام سے واقف نہیں ہیں۔ وہ تدبیر منازل کا نام سن کر یہ سوچتے ہیں۔ یا یہ خیال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کہ یہ بھی کوئی انوکھی بات ہے۔ حالانکہ یہ وہ قسم حکمت ہے۔ کہ جو ہر ایک گاؤں، بستی، قصبہ، شہر، خاندان اور گھر میں وجود پذیر ہے۔ اور ہر جاہل اور عالم واقف او نا واقف اس سے شب و روز کم و بیش کام لیتا ہے۔ اور اس کے بغیر گذارہ ہی نہیں ہوتا۔ بڑا ہی اور ہر لحظہ منطق بولتے اور اس سے اپنے اپنے رنگ میں کام لیتے ہیں لیکن جب قطبی میر قطبی اور ایسا غوجی کا نام سنتے ہیں۔ تو ان کی طبیعت ایک پیچیدگی میں پڑ جاتی ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ باتیں مدارس و مکاتب میں ہی ہوا کرتی ہیں۔ اور عوام الناس سے ان باتوں کا کوئی واسطہ اور ربط نہیں ہے۔ اخلاق جلالی۔ اخلاق محسنی وغیرہ وغیرہ کتب اخلاق اور فلسفہ اخلاق میں تدبیر منازل کا ذکر ہوتا ہے۔ اور اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ صیغہ کتابوں تک ہی ختم ہو جاتا ہے۔

یہ ایک غلطی اور ناواقفیت ہے۔ یہ صیغہ شب و روز ہر گھر اور ہر خاندان میں مربوط اور جاری ہے۔ کوئی گھر اور کوئی خاندان اس سے خالی نہیں صرف فرق یہ ہے۔ کہ منطق کے قواعد اور ضوابط کی طرح اس کی ضوابط اور اصطلاحات سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ ورنہ کچھ نہ کچھ ان سے کام لیتے ہی ہیں۔ تدبیر منزل سے مراد کیا ہے۔

”انسان کا اپنی زندگی کی ضروریات عامہ اور خاصہ کے لئے بطور ایک انفرادی اور اجتماعی سلسلہ کے عملی رنگ میں کوشش کرنا ایسی کوشش کا اس کے اس کی ذریات اور اس کی سوسائٹی کے حق میں جائز اور مفید ہونا۔

گھر و گھر بار کے کام کو ایسے طور پر چلانا۔ کہ جس سے گھر اور گھر والوں کی آسائش اور راحت ضروری حد تک حاصل ہوتی ہے۔

فلسفہ اور قوت تمیز ہی سے کام لیا جائے“۔

جو تدبیر منزل اختیار کی جائے۔ وہ اگر ایک طرف خود اپنے واسطے مفید اور آسائش دہ ہو۔ تو دوسری طرف دیگر منازل کے معاملہ میں بھی مضر اور تکلیف دہ نہ ہو۔

منزل یا منازل سے مراد گھر ہے۔ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ خواہ امیر کا گھر ہو خواہ بادشاہ کا گھر ہو۔ اور خواہ غریب کا گھر خواہ اس گھر میں صرف ایک ہی آدمی رہتا ہو۔ اور خواہ زیادہ۔ تدبیر منازل کا سب سے پہلا یہ سبق تھا کہ کنبہ دار یا شخص وار گھر جدا جدا بنائے جاویں۔ اور ہر خاندان یا شائع خاندان جداگانہ بود و باش رکھے اور یہ تقسیم ضرورتاً تھی۔ اگر ایسی تقسیم نہ کی جاتی۔ تو تدبیر منازل میں دقت ہوتی۔ گو ایک صورت میں اجتماعی رنگ کی بھی ضرورت ہے۔ مگر جب تک انفرادی پہلو نہ اختیار کیا جائے۔ تب تک اجتماعی رنگ جو کہا نہیں ہوتا۔ اگر بازار میں صرف ایک ہی دوکان ہو یا گاؤں میں صرف ایک ہی گھر ہو۔ تو اسے بازار یا گاؤں نہیں کہا جائیگا۔

چونکہ طبائع میں قدرتاً تباین اور اختلاف ہوتا ہے۔ اور ہر طبیعت مواد آسائش اور ضروریات جداگانہ کی خواہش رکھتی ہے۔ اس واسطے لازمی تھا۔ کہ جداگانہ رنگ میں ہی کام لیا جائے۔

تدبیر منازل کا دوسرا سبق یہ تھا۔ کہ جدا ہو کر اکٹھے رہیں۔ اور ایک ہی موقع پر اجتماعی صورت میں سکونت پذیر ہوں۔ اور وہ [illegible] صورتیں متفرق اور مختلف مواقع پر بھی ہوں۔ اسی تدبیر سے گھروں کے مقابلہ میں دیہات قصبات اور شہروں کی ہستی ہستی پذیر ہوئی۔ انفرادی صورت سے یہ اجتماعی رنگ اختیار کیا گیا۔ اور یہی تمدن اور کامرانی تدابیر انسانی کا جامع موجب ثابت ہوا۔ انسان انفرادی حالات کے تحت اجتماعی حالات کے تہیہ کرنیکا طلبگار و متمنی ہے۔ نہ صرف انسان ہی بلکہ دیگر حیوانات سے بھی اکثر حیوانات اجتماعی رنگ رکھتے ہیں۔ اس میں قطع نظر اتحاد ضروریات مختلفہ کے ایک قسم کی تسکین اور آسائش بھی متصور ہے۔ اور خصوصیات زندگی کی یہ بھی

ایک لطف خیز صورت ہے۔ اور اس لطف و سرور سے انسان باوجود ایک مستعار زندگی رکھنے کے بھی ایک دائمی امید میں بسر کرتا ہے۔

جس طرح ممالک کی آب و ہوا میں فرق ہے۔ اسی طرح اقوام کی طرز معاشرت اور تدبیر منازل میں بھی گونہ فرق ہے۔ جو ممالک سرد ہیں۔ ان کا رنگ تدبیر منازل بہ نسبت ان ملکوں کے جو گرم ہیں کچھ طرز رکھتا ہے۔ اور جو معتدل ممالک ہیں ان کا طرز کچھ اور ہوتا ہے۔

اگرچہ بعض امور میں تدبیر منازل ایک ہی قسم کی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی گونہ تفاوت ہوتا ہے۔ اور ایسا تفاوت بعض اوقات قریباً لازمی ہی ہوتا ہے۔ تدبیر منازل میں سونا اور جاگنا اور کھانا اور پینا اور لباس بھی کسی حد تک شامل ہے۔ یہ سب چیزیں آب و ہوا کے تحت میں نشوونما پاتی ہیں۔ انگلستان میں وہ بعض باتیں برداشت نہیں کی جاسکتیں۔ جو ہندوستان میں کی جاسکتی ہیں۔ ہندوستان میں عموماً جس قسم کے مکانات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور رفع گرمی کے لئے جو کچھ ہندوستان کے مکانات میں بود و باش رکھ کر کرنا پڑتا ہے۔ وہ انگلستان میں ضروری نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی ضرورت ہی پڑتی ہے۔

تدبیر منزل کا پہلا حصہ یہ ہے۔ کہ مکان کیسے ہوں۔ اور ان میں رہ کر کسطرح آسائش حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور کس طرح کوئی مکان اور اس کی بود و باش صحت کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ گھر اور مکان کی صفائی کی ضرورت کہاں تک ہے۔ اور طبی نقطہ خیال سے اس امر کے لئے کن کن امور کی ضرورت ہے۔ غریب تو بعض حالات میں ایسے سامان پیدا کرنے کے واقعی قابل نہیں ہوتے۔ لیکن بعض آسودہ حال لوگ بھی بعض اوقات اس کا تہیہ نہیں کرسکتے۔

تدبیر منزل میں لباس بھی شامل ہے۔ کیونکہ ملبوس انسانی ہی ایک گھر کی خوش آئیند آبادی کا پہلا ثبوت ہے۔ اگر سارے گھر کے لوگ برہنہ تن ہی بیٹھے ہوں تو اسے گھر نہیں کہا جاوے گا۔ بلکہ ایک جنگل کا کونہ۔

طعام اور طعام کا تہیہ اور طریق خورد و نوش اور طرز پخت و پز بھی تدبیر منزل میں داخل ہے۔ اگر ایک عورت گھر میں ہی ضرورت پر کھانے کا سامان بہ سہولت تیار نہیں کرسکتی۔ اور ہمیشہ نان بائی کی دوکان یا کسی باورچی کی محتاج رہتی ہے۔ تو کہا جاوے گا۔ کہ تدبیر منزل کے ذرائع سے ناواقف محض اور پھوہڑ ہے۔

کفایت شعاری بھی تدبیر منزل میں داخل ہے۔ جو کنبہ اور خاندان آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے کے عادی ہیں۔ ان کی روش تدبیر منازل سے خلاف ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمیشہ بوجہ فضول خرچی اور عدم کفایت شعاری بے وقت پر ضروری رسائل آسائش منازل کا تہیہ مشکل سے ہوسکتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ قرضہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور قرضہ تدبیر منازل کی خوبی میں فرق ہی نہیں ڈالتا۔ بلکہ ایک آفت ثابت ہوتا ہے۔

معاملات کی درستی اور وقت پر ان کا فیصلہ کرنا بھی تدبیر منازل میں داخل ہو۔ جس گھر کے معاملات [illegible] نہ ہوں۔ اور جس گھر کے لوگ اس ضرورت سے ناواقف ہوں۔ یا ان کا طرز اچھا نہ ہو۔ وہ گھر اور اس کے ممبر ہمیشہ برائی سے یاد کئے جاتے ہیں۔ صفائی معاملات ہی خاندانوں اور کنبوں کی شہرت حسنہ کا موجب ہوتی ہے۔

تہذیب اخلاق اور عام برتاؤ۔ اور کاروباری زندگی کا نیک ہونا بھی تدبیر منزل کو زنجیر کی ایک موزون کڑی ہے۔ ہر منزل اور ہر گھر اکثر اوقات مختلف لوگوں کا مرجع ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کے ساتھ سلوک اور رویہ اچھا نہ ہو تو ایسا گھر رفتہ رفتہ بدنام ہو جاتا ہے۔ اور اس کی نیک شہرت بری شہرت سے بدل جاتی ہے۔ اور یہ مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ کہ تدبیر منزل میں نقص ہے۔

میزبانی اور مہمان داری بھی تدبیر منزل کی ضروری کڑی ہے۔ بیجا کشادہ دلی اور کنجوسی دونوں صورتوں میں تدبیر منزل باقی نہیں رہتی اس سلسلہ میں بعض وقت چھوٹی چھوٹی باتیں بھی زندگی تلخ کر دیتی ہیں۔ خدام خانہ کی خوراک اور عمدگی پر نظر رکھنا بھی تدبیر منازل میں داخل ہے۔ اور اس کی ضرورت ہے۔

میاں اور بیوی کی رفاقت اور صادق محبت تدبیر منازل کا ایک پہلا اور سنہرا اصول ہے۔ جس گھر میں نہیں وہ گھر باوجود نکھٹی ہونے کے بھی دوزخ ہے۔ میاں اور بیوی کی محبت اور سلوک کا اگر قوام درست نہ رہے۔ تو گھر کو کبھی قیام نصیب نہیں ہوتا۔ جہاں یہ قوام درست ہے۔ وہاں تنگدستی اور افلاس میں بھی دولتمندی اور بادشاہت ہے۔ اور جہاں یہ نہیں وہاں حکومت اور تمول بھی افلاس سے بدتر ہے۔

مرد کی نیک مزاجی اور کشادہ دلی اور بیوی کی غیرت اور عصمت تدبیر منزل کی کلید ہیں جس گھر میں یہ نہیں وہاں ہر ایک قسم کی دیگر ثروت اور برکت نحوست اور بدبختی ہے۔ عصمت بیوی اور عصمت عورات تدبیر منزل کا پہلا حصہ ہے اور اس پر دیگر سب خوشیاں موقوف ہیں۔

بزرگوں کا احترام اور اکرام بھی تدبیر منزل کا ایک حصہ ہے۔ بزرگ تدبیر منازل کے بانی ہوتے ہیں۔ ان کی ناقدری گویا حسن تدبیر منازل کے منافی ہے۔ وسائل آمدنی بھی تدبیر منازل کا ضروری حصہ ہیں ہر گھر کو ضرورت ہے کہ اس کے وسائل آمدنی کافی ہوں۔ اور گھر کے ذکور اور اناث کی ہمتیں بھی تہیہ میں ساعی رہیں۔ ان سب ذرائع تدبیر منازل کے واسطے علم و فن کی ضرورت ہے۔ اور علم و فن بھی تدبیر منازل کا ایک جزو اعظم ہے۔ کوئی گھر اس وقت تک حسن تدبیر پیدا نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ اس کے ممبر مختلف طور پر علم و فن سے وابستگی نہ رکھتے ہوں۔

علم ہی کی بدولت تدبیر منزل کا حسن اور عمدگی نشوونما پاتا ہے۔ اور علم ہی صحیح عمل کی تلقین کرتا ہے۔ تدبیر منزل حکمت عملی کا ایک حصہ ہے۔ یہ حصہ اس صورت میں صورت زیبا پا سکتا ہے جب اس کی تائید میں علم و فن بھی ہو۔ عمل ہمیشہ ایک تجربہ اور روشنی کا محتاج ہوتا ہے۔ ایسی روشنی شمع علم و فن ہی سے مل سکتی ہے۔ تدبیر منازل کا پہلا اصول حصول علم اور فنون ہے۔ اور اس کے بعد یا اس کے تحت دوسرے ذرائع لیکن علوم و فنون وہی مخصوص عورات کے زیب خانہ اور زینت منزل ہو سکتے ہیں۔ جو عورات کی عزت اور احترام کے قابل اور موید ہوں۔ نہ وہ جن کے حصول سے عورات کا ذاتی جوہر غیرت اور پاکیزگی اڑ جائے۔ یاد رکھو تدبیر منزل کی بڑی کلید اور بڑا جزو عورت ہی ہوتی ہے۔ مرد ایک گھر بناتا اور اس میں مختلف قسم کا سامان رکھتا ہے۔ اور عورت اس سے کام لیتی اسے سجاتی اور مفید ثابت کرتی ہے۔ عورت ہی کی تدبیر سے منزل بستی ہے۔ اور گھر آباد ہوتا ہے۔ اگر عورت گھر اجاڑنا چاہے۔ تو مرد کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ عورت کی خانگی زندگی دراصل تدبیر منزل کا ایک بنیادی پتھر ہے۔

ہر گھر دو ستونوں پر کھڑا ہے:۔

(الف) مرد پر۔

(ب) اور عورت پر۔

مرد گھر سے باہر بھی کام کرتا ہے۔ اور وسائل کا تہیہ بھی کرتا ہے۔ اور عورت مرد کی کمائی اور اندوختہ سے بسہولت اور بخوش اسلوبی کام لیتی ہے۔ جب عورت کے تصرفات موزوں ہوتے ہیں۔ اور ان سے وقت پر ایک خوبی کے ساتھ کام نکلتا جاتا ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ وہ تدبیر منزل مبارک اور مفید ہے۔ اور عملی رنگ میں قابل تعریف اور جب یہ صورت صورت پذیر نہیں ہوتی۔ تو کہا جاتا ہے کہ تدبیر منزل ناکارہ اور نکمی ہے۔ اور ایسے گھر کے لوگ گویا ایک ویرانہ میں رہتے ہیں۔ اور دنیا و مافیہا سے غافل اور لاپرواہ ہیں اور انکی زندگی برائے نام ہے۔ مختصر یہ کہ حسن انتظامی خانگی کا نام تدبیر منزل ہے۔ جو ہر گھر کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔

حیات تازہ

(از جناب سالک بٹالوی)

عظمتِ رفتہ جو چاہے، تو جگر پیدا کر — زورِ بازو میں، دعاؤں میں اثر پیدا کر

اِسی پانی سے ہری کشتِ تمنا ہو گی — ابرِ نیساں کی طرح دیدۂ تر پیدا کر

تابکے طوقِ غلامی میں رہے گی گردن — جس میں سودائے حکومت ہو وہ سر پیدا کر

روئے گا بے پر و بالی پہ قفس میں کب تک — ہے اگر خواہشِ پرواز تو پر پیدا کر

اُٹھ کے جو خرمنِ دشمن پہ گریں برق صفت — خاک میں اپنی وہ جان سوز شرر پیدا کر

راہبِ گوشہ نشیں خضرِ رہِ عشق۔ نہیں — رہنما کوئی مہیائے سفر پیدا کر

تیرے دل میں ہے اگر شوقِ جمالِ مطلوب — چشمِ بینا میں تجسس کی نظر پیدا کر

لے کے خورشید جہاں تاب سے مقراضِ شعاع — دامنِ شب میں گریبانِ سحر پیدا کر

رونقِ گلشنِ اسلام ذرا بالا کر دے
اس سیہ خانۂ عالم میں اجالا کر دے

باب التاریخ

رزم عرب

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب شیخ محمد نذیر صاحب فاروقی)

جب نوشتہ پیغام لشکر اسلام میں پہنچا۔ تو خالد نے جواب دیا۔ جب تک اہل دمشق مستقل طور پر ہماری حفاظت میں آنا منظور نہ کریں۔ اور ایک مقررہ رقم بطور جزیہ ادا نہ کیا کریں۔ محاصرہ کا اٹھانا مشکل ہے۔

یہ خشک جواب پاکر اہل دمشق خاموش ہو گئے۔ لیکن خلاف معمول قلعہ سے خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اسلامی لشکر سنکر متعجب ہوا۔

کمک کے سواروں نے رپورٹ دی کہ رومیوں کا ایک بھاری لشکر اہل دمشق کی مدد کو آ رہا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی امیر خالد ابو عبیدہ بن جراح کے کیمپ میں گئے۔ اور کہنے لگے بہتر یہ ہے کہ آپ بدستور محاصرہ کئے رہیں۔ اور میں نوواردوں کو روکوں۔ مگر ابو عبیدہ نے کہا کہ بہتر ہے ضرار بن ازور کو کچھ فوج دیکر ان کے روکنے کے لئے بھیجا جاوے۔ اور ہم برابر قلعہ پر حملہ کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ امدادی فوج کو آتے دیکھکر اہل قلعہ یکبارگی حملہ کریں۔ اور ہمیں نقصان اٹھانا پڑے۔ خیر اسی تجویز کو سالار جنگ امیر خالد بن ولید نے بہتر خیال کرکے پانسو سواروں کا دستہ ضرار کے ماتحت کر دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اگر کوئی نازک وقت تمہیں پیش آئے۔ اور تم تاب مقابلہ نہ لاسکو تو بہتر ہے کہ تم مجھے فوراً اطلاع دو۔ مقابلہ سخت جدوجہد سے کرو۔ اور خیال رکھو کہ تمہارے وطن مالوفہ کی نسبت بہشت اس جگہ سے بہت قریب ہے۔ اللہ سے فتح کی دعائیں مانگو۔ شیرانہ حملہ کرو۔ اور یقین رکھو۔ کہ صادق القول محمد رسول اللہ صلعم تمہاری پشت پناہ ہیں۔

ضرار بن ازور حکم پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ اور دشمن کے مقابلہ میں فوج کو جا کر کہلا بھیجا کہ اس وقت اہل قلعہ سے ہم دست و گریباں ہو رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم اس جگہ ٹھیر جاؤ۔ اور واں سے ہمیں فارغ ہو لینے دو۔ دشمن نے جواب دیا۔ کہ اہل قلعہ اور ہم دو نہیں۔ زبانی باتیں نہ بناؤ۔ اگر مرد میدان ہو تو سامنے فوج سے ٹکراؤ۔ ورنہ راستہ صاف کر دو کہ اہل قلعہ کو محاصرین سے رہائی دلا سکیں۔

ضرار بن ازور یہ شدت سے چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ مجھ سے الجھ جائیں۔ اور میں انہیں مزہ چکھاؤں۔ ضرار بن ازور رعد کی طرح کڑکا اور برق کی طرح گرا۔ ضرار کی شجاعت کو دیکھ کر رومی انگشت بدندان ہو گئے۔

وہ بہادر مسمی رافع بن عمیرہ کے مشغول کارزار تھا جب گھمسان کا رن پڑا۔ تو ضرار کی نظر ایک تنومند آدمی پر پڑی۔ جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ ضرار نے نعرہ مارا اور کہا۔ بزدل اور وہاں دیکھتا ضرار کا نیزہ تیرے سینہ کے کتنا نزدیک ہے۔ یہ سنکر وردان کا تیغ زن بیٹا حمران ضرار کے مقابلہ کو نکلا۔ اور [illegible] وار کیا۔ ضرار نے چکر کھا کر سینے پر ٹیکا۔ اور نیزہ کو سنبھال حمران کے سینہ کو نشانہ بنایا۔

نیزہ کی ضرب نے حمران کو گھوڑے سے گرا دیا مگر نیزہ ٹوٹ گیا اس کے سینہ سے باہر نہ آیا۔ اب ضرار بے ہتھیار ہو گیا۔

بہادر کو نہتا پاکر رومیوں نے گرفتار کر لیا۔ اسلامی دستہ فوج میں جو ضرار کے زیر کمان تھی کھلبلی مچ گئی۔ اور اگر رافع بن عمیرہ جوش نہ دلاتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ بھاگ نکلتی۔ مگر رافع نے کمان خود سنبھالی۔ اور ایک تیز رفتار قاصد [illegible] خالد کی طرف روانہ کیا۔ کہ ضرار گرفتاری سے اگرچہ [illegible] ہیں۔ اور امداد کی از حد ضرورت ہے۔ ورنہ یہ طوفان تھمنے [illegible] کی خیر خبر قاصد کی زبانی خالد نے سنی۔ اس نے میسرہ میں سردار کو ہزار جوان دیکر اپنی جگہ قلعے کے دروازے پر متعین کر دیا۔ اور خود آندھی اور بگولے کی طرح ضرار کو چھڑانے کے لئے

اٹھا جب خالد ضرار کی امداد کو جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک عرب نوجوان سرپٹ گھوڑے کو دوڑاتا تیر کی طرح نکل گیا۔ اور فوراً رومیوں کے لشکر میں گھس گیا۔ اب خالد بھی لشکر روم کے بہت قریب تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ نوجوان عرب ادہر سے اُدہر اور اُدہر سے ادہر رومی لشکر پر حملہ آور ہوتا ہے۔ کئی دفعہ دشمن کے نرغے میں بھی آجاتا ہے۔ مگر نہایت چالاکی سے صاف بچ جاتا ہے۔

اب رافع ابن عمیرہ اور خالد نے یکبارگی حملہ کیا۔ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ خالد جانباز کا دل بے قرار تھا۔ کہ معلوم کرے کہ وہ کون بہادر عرب ہے۔ جو اس تندہی سے رومیوں پر حملے کرتا تھا۔ اس نے اسے اپنے حضور طلب کیا اور اس سے مخاطب ہوا۔ اے بہادر سپاہی تیرا جرنیل تمہاری کارگذاری پر نہایت خوش ہے۔ تم اپنا نام تبلاؤ۔ اور بیان کرو۔ کہ تم عرب کے کس خاندان سے ہو۔ خالد کا سوال سنکر وہ عرب خاموش رہا۔ اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مغلوب رومی اپنے خیموں میں جا دبکے۔ بعض نے ارادہ کیا کہ بھاگ نکلیں۔ بعض نے چاہا کہ صلح کے ملتجی ہوں۔ بعض کی رائے تھی۔ کہ اپنے آپ کو خالد کے رحم پر چھوڑ دیں۔

لیکن وردان جو اپنے بیٹے کے انتقام کے لئے دانت پیس رہا تھا کچھ نہ مانتا تھا۔ مگر پھر بھی چند سرداران حمص نے اپنے آپ کو خفیہ طور خالد کے حضور پیش کیا۔ اور عرض کی کہ ہم امان چاہتے ہیں۔ مگر خالد نے جواب دیا۔ کہ چونکہ تا حال لڑائی کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ اس سے بہتر ہے کہ تم تا فیصلہ جنگ ہماری حفاظت میں رہو۔ لشکر روم سے تصفیہ ہونے پر تمہارے ساتھ صلح کیجائیگی۔

خالد نے ان سے دریافت کیا۔ کہ اے سرداران حمص کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ کل ایک مسلمان کرنل جو گرفتار ہوا ہے۔ وہ قتل کردیا گیا ہے۔

گر سرداران فوج کے مکرر کہنے پر کہ اپنے سپاہی اپنے سپہ سالار سے چہرہ کیوں نہیں دیتا۔ اس نے گردن جھکالی اور عرض کیا۔ کہ میں خولہ بنت ازور ہمشیرہ ضرار ہوں۔ اس کی گرفتاری مجھے کیمپ میں معلوم ہوئی۔ بھائی کی الفت نے جوش مارا۔ اور میں ایک زرہ میں میدان جنگ میں داخل ہوئی۔ لیکن اپنے معزز جرنیل مجھے اپنے بھائی کا کوئی سراغ نہ ملا۔

خالد اس کے کلمات سنکر متعجب اور کہا اے خولہ تیری ہمت پر آفرین ہے۔ تو نے آج مردوں کو نیچا دکھا دیا ہے۔ تو مطمئن رہ۔ میں بفضل خدا کل ضرار کو دشمن کے پنجے سے چھڑا لاؤنگا۔ اور اگر وہ شہید ہوچکا ہے۔ تو اس کے عوض بہت سے کفار داخل جہنم ہوں گے۔ تو صبر اور شکر سے کام لے یا زندہ گرفتار کیا گیا ہے۔ اور اگر قید ہے تو کہاں پر ایک بوڑھا سردار بولا۔ کہ ضرار زندہ ہے۔ اور پا بہ زنجیر آج شاہ ہرقل کے دربار میں بھیجا گیا ہے۔ اور غالباً ابھی چند میل کے فاصلے پر جا رہا ہوگا۔

دوسرے نے عرض کیا اے فتحمند جرنیل میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ کہ آپ کی حفاظت کے لئے صرف چند کس سردار ہیں۔ خالد نے یہ سنتے ہی اپنی نگاہ رافع بن عمیرہ پر گرائی۔ رافع نے عرض کیا کہ یہ خاکسار ان دشوار گذار راستوں سے خوب واقف ہے۔ چند سوار ہمراہ کئے جائیں۔ میں خاک چاٹ کر کہتا ہوں۔ کہ بفضل خدا ضرار کو چھڑا کر لاتا ہوں۔ خالد نے کہا شاباش جسطرح ہوسکے۔ ضرار کو چھڑاؤ۔ خولہ نے کہا کہ مجھے بھی اجازت دیجائے جسے خالد نے منظور فرمایا۔

رافع اور خولہ دم زدن میں کہیں کے کہیں نکل گئے۔ کہ راہگیر سے معلوم ہوا۔ کہ کچھ دور فاصلے پر چند اونٹ جا رہے ہیں۔ اور ایک مسلمان ایک اونٹ پر بیٹھا ہے۔ اور اس کے اردگرد چند محافظ جا رہے ہیں۔ یہ سنکر رافع اور خولہ کی باچھیں کھل گئیں۔ گھوڑوں کو تیز روی سے چلانا شروع کیا۔ اور لحظہ بھر میں اپنے مقصود کو جا لیا۔ ایک ہی حملہ میں مشکل آسان ہوگئی۔ بیقرار بہن بھائی سے ملی۔ جانثار دوست دوست سے ملا۔ ابھی ادہر کی سرگذشت سنئے۔ صبح ہوئی اسلامیوں نے حملہ کیا شکستہ دل رومی بھاگ نکلے۔ اور اپنا مال اسباب لشکر اسلام کے حوالے کیا۔

جب وردان کی شکست اور تباہی کی خبر شاہ ہرقل کو ملی۔ اس نے وردان کو لکھا۔ تیری خون آشام تلوار کیا ہوئی۔ کاش تو میرے روبرو بڑے بڑے دعوے نہ کرتا۔ اب کہ تو گذشتہ جنگ سے لشکر اسلام کے فنون اور طرز جنگ سے آشنا ہوچکا ہے۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ تو اجنادین میں عربوں سے بڑھ کر لڑنے کے لئے تیار رہے۔ اور اکثر روم کی سپہ سالاری کرے (باقی آئندہ)

مردوں کو نیچا دکھا دیا ہے۔ تو مطمئن رہ۔ میں بفضل خدا کل ضرار کو دشمن کے پنجے سے چھڑا لاؤنگا۔ اور اگر وہ شہید ہوچکا ہے۔ تو اس کے عوض بہت سے کفار

باب التاریخ

رزم عرب

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب شیخ محمد نذیر صاحب فاروقی)

جب نوشتہ پیغام لشکر اسلام میں پہنچا۔ تو خالد نے جواب دیا۔ جب تک اہل دمشق مستقل طور پر ہماری حفاظت میں آنا منظور نہ کریں۔ اور ایک مقررہ رقم بطور جزیہ ادا نہ کیا کریں۔ محاصرہ کا اٹھانا مشکل ہے۔

یہ خشک جواب پاکر اہل دمشق خاموش ہو گئے۔ ایک دن خلاف معمول قلعہ سے خوشی کے نعرے بلند ہوئے۔ اسلامی لشکر سنکر متعجب ہوا۔

کمک کے سواروں نے رپورٹ دی کہ رومیوں کا ایک بھاری لشکر اہل دمشق کی مدد کو آ رہا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی امیر خالد ابو عبیدہ بن جراح کے کمپ میں گئے۔ اور کہنے لگے بہتر ہے کہ آپ بدستور محاصرہ کئے رہیں۔ اور میں آنیوالوں کو روکوں۔ مگر ابو عبیدہ نے کہا کہ بہتر ہے ضرار بن ازور کو کچھ فوج دیکر ان کے روکنے کے لئے بھیجا جاوے۔ اور ہم برابر قلعہ پر حملہ کرتے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ امدادی فوج کو آتے دیکھکر اہل قلعہ یکبارگی حملہ کریں۔ اور ہمیں نقصان اٹھانا پڑے۔ خیر اسی تجویز کو سالار جنگ امیر خالد بن ولید نے بہتر خیال کرکے پانسو سواروں کا دستہ ضرار کے ماتحت کر دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اگر کوئی نازک وقت تمہیں پیش آئے۔ اور تم تاب مقابلہ نہ لاسکو تو بہتر ہے کہ تم مجھے فوراً اطلاع دو۔ مقابلہ سخت جدوجہد سے کرو۔ اور خیال رکھو کہ تمہارے وطن مالوفہ کی نسبت بہشت اس جگہ سے بہت قریب ہے۔ اللہ سے فتح کی دعائیں مانگو۔ شیرانہ حملہ کرو۔ اور یقین رکھو۔ کہ صادق القول محمد رسول اللہ صلعم تمہارے پشت و پناہ ہیں۔ ضرار بن ازور حکم پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ اور دشمن کے مقابلہ میں فوج کو جا کر کہلا بھیجا۔ کہ اس وقت اہل قلعہ سے ہم دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ تم اس جگہ ٹھیر جاؤ۔ اور ان سے ہمیں فارغ ہو لینے دو۔ دشمن نے جواب دیا۔ کہ اہل قلعہ اور ہم دو نہیں۔ زبانی باتیں نہ بناؤ۔ اگر مرد میدان ہو تو سامنے فوج سے ٹکراؤ۔ ورنہ راستہ صاف کر دو کہ اہل قلعہ کو محاصرہ سے رہائی دلا سکیں۔

ضرار بن ازور یہ سنا سے چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ مجھ سے الجھ جائیں۔ اور میں انہیں سبق سکھاؤں۔ ضرار بن ازور رعد کی طرح کڑکا اور برق کی طرح گرا۔ ضرار کی شجاعت دیکھکر رومی انگشت بدندان ہو گئے۔

وہ بہادر مسیرہ رافع بن عمیرہ کے مشغول کارزار تھا جب گھمسان کا رن پڑا۔ تو ضرار کی نظر ایک شیر قد آدمی پر پڑی۔ جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ ضرار نے نعرہ مارا اور کہا۔ بزدل دروال دیکھتا ضرار کا نیزہ تیرے سینہ کا کتنا محتاج ہے۔ یہ سنکر درداں کا تیغ زن بیٹا حمران ضرار کے مقابلہ کو نکلا۔ اور حملہ کیا۔ ضرار یا جب کر گھوڑے سے نیچے پر لیکا۔ اور نیزہ کو سنبھال حمران کے سینہ کو نشانہ بنایا۔

نیزہ کی ضرب نے حمران کو گھوڑے سے گرا دیا مگر نیزہ ٹوٹ گیا اس کے سینہ سے باہر نہ آیا۔ اب ضرار بے ہتھیار ہو گیا۔

بہادر کو نہتا پاکر رومیوں نے گرفتار کر لیا۔ اسلامی دستہ فوج میں جو ضرار کے زیر کمان تھی کھلبلی مچ گئی۔ اور اگر رافع بن عمیرہ جوش نہ دلاتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ بھاگ نکلتی۔ مگر رافع نے کمان خود سنبھال لی۔ اور ایک تیز رفتار قاصد کو امیر خالد کی طرف روانہ کیا۔ کہ ضرار کی گرفتاری سے اکثر سپاہی بے حوصلہ ہو گئے ہیں۔ اور امداد کی از حد ضرورت ہے۔ ورنہ یہ طوفان تھمنے والا نہیں۔ یہ خبر قاصد کی زبانی خالد نے سنی اس نے میسرہ میں مسروق کو ہزار جوان دیکر اپنی جگہ قلعے کے دروازہ پر متعین کر دیا۔ اور خود آندھی اور بگولے کی طرح ضرار کو چھڑانے کے لئے

مشرف باسلام ہوئیں۔ اور جن کے مزار پر انوار اسی خاک ہند میں موجود اور اب تک منبع فیوض خاص و عام ہیں۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ دنیوی حشمت و شوکت اور فرمانروائی میں بھی ہمارے نامور آبا و اجداد کو وہ قابل رشک عظمت حاصل رہی۔ کہ قضا یعنی عدالت کے جلیل القدر مناصب ہمارے لے مختص پیشوا یعنی امامت کے ممتاز عہدے ہمارے لئے وقف جاگیریں ہم پر نثار اور مواجب ہم پر نچھاور ہوئے علمی حیثیت میں ہماری علمدوستی مسلم۔ ہمارا حکم شرعی ناطق۔ اور ناقابل تنسیخ۔ ہماری ملکی مسلطنتیں قابل قبول۔ ہماری سیاسی حکمت عملیاں قابل پذیرائی۔ یہاں تک کہ بادشاہ وقت کو بھی ہمارے مشورہ کے بغیر حکم صادر کرنے میں اکثر تامل ہوتا اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بھی ہمارے ہی اشارے کا انتظار رہتا لاکن۔ آہ۔ بانقضائے مدت۔

تغیرات زمانہ اور دیگر وجوہات کے باعث

یہ تمام خصوصیتیں رفتہ رفتہ مفقود ہوتی گئیں۔

ہرچہ ہست از قامت ناساز بے اندام ما ست
ورنہ تشریف تو بر بالای کس کوتاہ نیست

اب اگر کچھ ہے۔ تو فقط یہ کہ اسلام کے نام لیوا۔ اور قریباً ایک ہزار برس سے ہندوستان کے متوطن ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جب تک آفتاب میں روشنی اور ماہتاب میں چاندنی موجود ہے۔ اس وقت تک مسلمان رہتے ہوئے ہی ہندوستان میں رہیں۔ جس کو کہ ہم اپنا مستقل وطن قرار دے چکے ہیں۔ قرآن مجید کی سب سے پہلی تعلیم یہ ہے۔ الحمدللہ رب العالمین یعنی یہ پہلا سبق ہے کتاب ہدیٰ کا کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا جس کے رو سے ہمارا مذہب ہم کو جائز صلح اور آشتی کی تعلیم دیتا ہے جس پر عمل پیرا رہنے کی خواہش رکھنے کے باوجود ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مذہبی نکتہ نگاہ سے مذہب اسلام کے لئے ہندوستان کے اندر اس وقت ایک نازک اور پیچیدہ صورت پیدا ہو چکی ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک طرف سے تو مذہب عیسوی اژدہا کی طرح منہ کھولے چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ اکا دکا کرکے ہندوستان سے دس ہزار کی تعداد میں محمد الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حلقہ غلامی سے نکلکر صلیبی مذہب میں داخل ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف یولب کی ہنگامہ آرایاں روز افزوں صورت اختیار کر رہی ہیں۔ اور اشدھی (فتنہ ارتداد) کی یورش چند ہزار ضعیف الایمان نام نہادوں کو داخل ارتداد کر چکی ہے۔ اور اسلام ہے کہ کفر اور شرک کے نرغے میں گھرا ہوا ہے۔

تاریخ اسلام بتلاتی ہے۔ کہ اس سے پیشتر باطل کی جو قوتیں اسلام کی دشمنی کے لئے اٹھیں۔ یا تو وہ مخالفت کی آگ ہی میں جلکر بھسم ہو گئیں۔ یا مشرف باسلام ہو کر اسلام میں جذب ہو گئیں۔ اس سنت اللہ اور مذہب اسلام کی صداقت حقہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگرچہ نتیجہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو پیشتر دنیا میں ظہور پذیر ہوا۔ اس لئے ہمیں مخصوص تشویش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مذہب اسلام پر ادیان باطل ہرگز قابو نہیں پا سکتے۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے رو سے کہ اب ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد ۲۱ کروڑ ، ۶ لاکھ ۴۳ ہزار ۲۰۳ ۵ ہے۔ اور مسلمان ۶ کروڑ ، ۸ لاکھ ۳۵ ہزار ۲۳۳ ہیں۔ جس میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مقابلہ میں ہندوؤں کی آبادی میں چار فیصدی کی کمی اور مسلمانوں کی تعداد میں ۱، ۳ فیصدی کی بیشی ہوئی۔ مگر ناموس توحید کی نگہداشت کے متعلق بحیثیت مسلمان ہونے کے ہماری جو ذمہ داری ہے۔ وہ بدستور قائم ہے۔ اور یہ اظہر من الشمس بات ہے کہ

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

چند دنوں کا واقعہ ہے۔ کہ وزیر جاپان نے کمال استہزا اور بیباکی کے ساتھ کہا کہ "خدا کبھی اس ملک میں نہیں آیا۔ اور نہ ہم آئندہ اس ملک میں گھسنے ہی دینگے"۔ مگر دیکھا کہ وہ غیور اور جبار قہار خدا اپنے غیض و غضب کی طاقتوں سمیت زلزلہ کی شکل میں کسطرح زبردستی جاپان میں جا گھسا۔ اور اسی خدا نے جاپان کی تباہی اور بربادی سے قوم لوط اور عاد کی بربادیوں کا نقشہ اس زمانہ میں بھی دنیا کو دکھلا دیا۔ پھر نہ معلوم اشدھی کی موجودہ تحریک نہ صرف ہندوستان بلکہ روئے زمین سے توحید کے مٹا دینے اور معدومیت تک پہنچا دینے کا تہیہ کر لینے میں غیرت خداوندی کو ایسا کھلا چیلنج دیکر خدا تعالیٰ کی قدرتوں کے ظہور کا نتیجہ دیکھنا چاہتی ہے۔ اگرچہ ہمیں تو انسانی ہمدردی کے لحاظ سے سب کی بھلائی ہی مقصود ہے۔ لیکن سنت اللہ کے رو سے ہمارے مٹانے والے نہ خود ہی مٹ جائیں آخر ایک دن۔

کہ بارہا ہم نے یوں بھی چرخ کا انقلاب دیکھا

بہرکیف تحفظ اسلام کے متعلق ہماری ذمہ داری ہم سے نہیں ٹل جاتی بلکہ اور بھی بڑھ جاتی ہے (باقی آئندہ)

۶۸۶

اصلاح الرسوم

عرسوں میں مستورات کی شرکت

آجکل عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ جن کے لئے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ گھروں میں بیٹھنے کی تاکید قادر قیوم نے اپنے مقدس کلام میں فرمائی ہے۔ بہ نیت عبادت و ثواب عرسوں میں شریک ہوتی ہیں۔ عمدہ عمدہ نفیس اور قیمتی دلفریب کپڑے پہنکر عطر و تیل لگا کر نہایت آراستگی کیساتھ بناؤ سنگار کے مردوں کے پہلو بہپلو چلتی پھرتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ محفل رقص و مجلس سرود میں شریک ہوکر نامحرم ڈوموں اور قوالوں کی قوالی و گانے سنتی ہیں۔ ناچ و رنگ کا حظ اٹھاتی ہیں۔ یہ عورتیں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب و غضہ اور ناراضگی کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتیں۔ ان پر غیر مردوں کی نظریں پڑتی ہیں۔ اور یہ بھی نہایت بے باکی سے نامحرموں کی دیکھتی ہیں۔ اور محض چند لمحے کے فانی حظ کی خاطر بے فائدہ عذاب خدا اور قہر الٰہی میں مبتلا ہوتی ہیں۔

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عین زانیۃ والمرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا (ترمذی ابوداؤد شریف) (حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ ہر آنکھ کہ جو نظر بد سے کسی اجنبی مرد یا کسی عورت کو دیکھتی ہے وہ) زانیہ ہے اور عورت خوشبو ملکر جب کسی مجلس پر گذرتی ہے تو وہ بھی ایسی (یعنی زانیہ) ہے۔

اس صحیح حدیث کے مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ عرسوں میں عورتوں کی شرکت ان کے لئے اور ان کے سرپرست ورثا کے لئے سخت عذاب اور گناہ کبیرہ کا باعث ہے۔ عرس کی شرکت عورتوں کے لئے کوئی مذہبی فریضہ یا اسلامی شعار میں داخل نہیں ہے۔ عرس کا فرض ہونا حتیٰ کہ واجب و سنت ہونا بھی کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ تو اس میں عورتوں کی شرکت کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔ فریضۂ خداوندی نماز جماعت کے لئے محلوں کی مسجدوں میں تو جا ہی نہیں سکتیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی پنج وقتہ عبادت کے مقابلہ میں عرسوں کی شرکت کی کیا وقعت و ہستی ہوسکتی ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا (ابوداؤد شریف) (حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اس کا تہ خانہ میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہتر و افضل ہے۔

عرس کی شرکت کو حج بیت اللہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً پر محمول کر کے عورتوں کے لئے عرس میں شریک ہونے کا فتویٰ دینا۔ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ بی بی ہاجرہ علیہا السلام کی بے سرسامانی تنہائی مصیبت کے حالت کے مسکن کی زیارتگاہ ہے۔ اللہ کے بندوں کی عبادت کا گھر ہے۔ خدا کے گھر کا سفر ہے۔ جو صرف عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنے سے اتر جاتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے مقدس گھر اس طرح کا فتنہ و فساد کا خوف نہیں نظر بازوں، بدقماش۔ شہوت پرست مکاروں اور عیاروں سے خدا کا گھر خالی ہے۔

شریف النفس لوگوں کی طرف سے نگرانی ہوتی ہے۔ زانی اور زانیہ دونوں بھوا۔[1] الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ درّے لگائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے عورت اسی وقت جا سکتی ہے۔ کہ جب اس کو حفاظت جان اور عزت کا پورا پورا اطمینان ہو بے اطمینانی خوف و ہراس کی صورت میں ذی محرم یا اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں حج کے لئے نہیں جا سکتی۔ لاتحجن امراۃ الا ومعھا محرم بغیر محرم کے عورت حج نہیں کرسکتی۔ کیونکہ محرم کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں یا اجنبی کے ساتھ سفر کرنے میں طرح طرح کے فتنوں کا خوف ہے۔

---

[1] زناکار عورت اور زناکار مرد دونوں میں سے ہر ایک سو درے مارو ۱۲ (نور ع پ)

یخاف علیہا فتنۃ۔

وفی حدیث لاتسافر امراۃ مسیرۃ یوم ولیلۃ الا ومعہا ذو محرم (مشکوۃ شریف)

ایک حدیث میں ہے۔ کہ عورت ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کیا کرے۔

پس جب حج جیسے عظیم الشان رکن کی ادائگی۔ جان و مال عزت و آبرو ریزی کے خوف سے یا محرم کی عدم موجودگی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی تو عورتوں کے لئے عرسوں میں شریک ہونا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ جو سراسران کے لئے آبروریزی کا مقام ہے۔ جہاں نیک و بد۔ برے بھلے۔ رذیل و شریف۔ خوش خصال و بدخصال سب قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ منہیات شرعیہ۔ لہو ولعب کے سامان خدا سے غافل کرنے والی چیزیں موجود رہتی ہیں۔ جو لوگ اپنی عورتوں کو بہو بیٹیوں کو عرسوں میں لیجاتے ہیں۔ یا ان کو شرکت کی اجازت دیتے ہیں۔ گویا کہ یہ لوگ ان کو معصیت کے ارتکاب کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور فرمان الہی لاتکرہوا فتیٰتکم علی البغاء[1] کے صریحاً خلاف کرتے ہیں۔

عرس میں شرکت کرنے والیاں اور ان کے وارثان دونوں گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض ملکوں کی عورتیں عرسوں کے موقعوں پر کھلے منہ پھرتی ہیں۔ نہ برقع اوڑھتی ہیں۔ نہ منہ چھپاتی ہیں۔ منت کے دہن میں بیخود ہو کر بکریوں کی طرح ادہر ادہر پڑی پھرتی ہیں۔ یہ بے حیائی اور خدا اور رسول کے احکام کی نافرمانی اور صریح ارتکاب گناہ نہیں تو اور کیا ہے۔

جو عورتیں بظاہر پردہ سے عرسوں میں شریک ہوتی ہیں۔ برقعہ اوڑھے یا چادر اوڑھے رہتی ہیں۔ مردوں کو دیکھ کر منہ چھپا لیتی ہیں۔ انبوہ کثیر کی وجہ سے ان کا بھی کسی پردہ قائم نہیں رہ سکتا۔ بھیر بھاڑ اور کثرت اژدہام اور وجد میں آنے والے بعض دغابازوں کی وحشیانہ حرکت سے مس تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بعض شریر النفس ناعاقبت اندیش عفیفہ پارسا نیک عورتوں کی مصنوعی وجد کے بہانے سے آبرو ریزی کا باعث بن جاتے ہیں۔ قاتلہم اللہ یوفکون[1]

شہدوں بدذات لوگوں کو جن کے شہوت پرستی کے امراض حرمت کی وجہ سے نہایت مضمحل ہو گئے ہیں۔ یہ اچھا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ فیطمع الذی فی قلبہ مرض[2]۔

بالغرض اگر برقعہ وغیرہ کی وجہ سے مردوں کی نظریں عورتوں کے چہرے اور مخصوص اعضا برہنہ پر پڑ سکیں۔ تو عورتوں کی نظریں برقعہ کی جالیوں میں سے غیر مردوں پر ضرور پڑتی ہیں۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے برقعہ میں جالی نہ ہو۔ تو چلنا دشوار ہو جائے۔

جسطرح غیر مردوں کا اجنبی عورت کو دیکھنا گناہ کا باعث ہے اسی طرح عورتوں کا غیر مردوں کو دیکھنا گناہ کا موجب ہے۔ ہم اسلامی پردے کے عنوان سے پردہ کے متعلق پچھلے نمبروں میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابیؓ کی حدیث نقل کر چکے ہیں۔ کہ باوجودیکہ حضرت ابن مکتومؓ نابینا تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین بی بی ام سلمہؓ اور ام المومنین بی بی میمونہؓ کو ان کے سامنے آنے سے روکدیا۔

الغرض جسطرح یغضوا من ابصارہم[3] سے مردوں کو آنکھیں نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی نص قطعی یغضضن من ابصارہن[4] موجود ہے۔

پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ پردہ کو صرف یہیں تک محدود رکھا جائے۔ کہ عورتوں کو غیر مرد تو نہ دیکھا کریں۔ لیکن عورتیں برابر عرسوں میں میلوں میں شریک ہوا کریں۔ کوٹھوں پر بیٹھ کر رام لیلا اور تعزیوں کی سیر کیا کریں۔

---

[1] اور اپنی چھوکریوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو ۱۲ (النور ع ۴)

[1] ان کو خدا کی مار ہو۔ کدہر بہکے چلے جا رہے ہیں (پ ۱۰ ع ۱۲)

[2] جس کے دل میں کھوٹ ہے وہ ضرور لالچ کریگا (احزاب پ ۲۲)

[3] مرد اپنی آنکھیں نیچے رکھیں (نور ۴)

[4] عورتیں اپنی نظریں نیچی رکھیں (نور ع ۴)

بعض احباب تبدیل مقام کے وقت دفتر کو اطلاع نہیں دیتے اور کچھ عرصہ بعد عدم رسی کی شکایت سے کارپردازان کو مطعون کرتے ہیں۔ یہ طریق عمل درست نہیں۔ اس سے دفتر کو دوگونہ نقصان ہوتا ہے۔ اس بات کا خاص خیال رہنا چاہئے۔ اور تبدیل پتہ کے وقت فوراً دفتر کو مطلع کر دینا چاہئے۔ تاکہ نئے ایڈریس پر ڈاک کی ترسیل کا انتظام کیا جاسکے۔

نکات نادرہ

تم دنیا بھر کا انتظام کرنا چاہتے ہو لیکن اپنے نظام ہستی سے بے خبر ہو۔ تم ہر شخص پر نکتہ چینی کرتے ہو لیکن کبھی اس نامراد کا محاسبہ نہیں کرتے۔ جو "میں" کہکر تمہارے اندر بولتا ہے۔ تم بچوں کی تربیت کے لئے بیتاب رہتے ہو۔ لیکن کبھی اس شریر و سرکش کی سرکوبی و سرزنش کا بھی خیال کرتے جسے "نفس" کہتے ہیں۔ نفس انسانی بالکل ایک بچے کی طرح ہے۔ اگر جو کی نگرانی نہ کی جائے۔ اور اس کی تربیت کا خیال چھوڑ دیا جائے۔ وہ آوارہ اور آزاد ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر نفس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ تو گناہ کی پستیوں میں جا گرتا ہے اور وہ انسان جس کے تقدس کے سامنے فرشتے ہیچ ہیں۔ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ بس نفس کی تربیت نہایت ضروری ہے۔ اسے کبھی آرام نہ دو۔ اسے کبھی خوش نہ ہونے دو۔ اسے کبھی چین سے نہ بیٹھنے دو۔ اگر تم نے اس دشمن پر فتح پائی تو اپنے وقت کے سکندر ثابت ہوگے۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ تم اسے اور اپنے آپ کو ایک سمجھ رہے ہو۔ اسے تکلیف دے کر خود تکلیف محسوس کرتے ہو۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ تم میں اور تمہارے نفس میں زمین و آسمان کا بُعد ہے۔ تم کچھ اور ہو اور یہ کچھ اور ہے۔ جس دن نفس کو تکلیف دیکر تمہیں آرام اور اسے رنج پہنچاکر تمہیں خوشی محسوس ہو۔ اس دن سمجھو کہ تم زندگی کی دشوار گذار منزلوں کو طے کرنے کے قابل ہو گئے (دین و دنیا)

قرآن مجید میں آپ جابجا اس مضمون کو پڑھیں گے کہ جب کسی قوم کی تباہی آتی ہے۔ تو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہاں کے امرا اور دولتمند لوگ فسق و فجور کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اور فسق و فجور کی زیادتی کا نتیجہ قوم کا ہلاک ہونا ہے۔ اسی کے ساتھ اگر آپ غور کریں۔ تو بہت سے نظائر آپ کو ایسے ملیں گے۔ کہ امرا کی اصلاح سے عوام کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے بادشاہوں اور امرا میں سے کسی کو نہیں چھوڑا قاصد بھیجے۔ فرامین روانہ کئے۔ اس میں ان کو جتلا دیا۔ کہ اگر دعوت اسلام قبول کی جاتی ہے۔ تو اس میں ان کی بھی سلامتی ہے۔ اور ان کی سلطنت و امارت کی بھی۔ اور اگر خلاف امر کام کیا گیا۔ تو خیر نہیں پھر ہر حاکم یا بادشاہ سے خطاب فرمایا جاتا ہے۔ تو اس کے مناسب حال طریقہ سے۔ نجاشی حاکم حبش نے فرمان مبارک پر سر تسلیم خم کر لیا۔ سلطنت برقرار رہی۔ دولت و دین حاصل کی۔ اور سرکشی کرنے والوں کا انجام برا ہوا اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوا۔ دنیا بھی گئی۔ اور آخرت بھی خراب ہوگئی۔ نعوذ باللہ منہ۔

(واعظ)

جذبات دل

دشوار ہو گئیں ہیں آسانیاں ہماری
کیونکر نہ ہوں زیادہ حیرانیاں ہماری
کچھ بھی جو رنگ لاتا اے سیف خون اپنا
بیکاریوں نہ جاتیں قربانیاں ہماری

جب حد سے بڑھ گئی ہیں بیکاریاں ہماری
پھر کیوں نہ بے اثر ہوں خونباریاں ہماری
اے سیف چارہ گر بھی کرتا ہے اتنو نفرت
محذوش اس قدر ہیں بیماریاں ہماری

بے سود ہے سیف گریہ و زاریٔ دل
جب ہو گئی لاعلاج بیماریٔ دل
کہتا ہے بگڑ کے یہ طبیب حاذق
اب موت ہے پاداش غلط کاریٔ دل

(مولانا اسیر عبدالحلیم صاحب اسیف شاہ جہان پوری)

اقتباسات

موتمر عالم اسلامی مسئلہ خلافت کے حل کے لئے تمام دنیائے اسلام میں ایک ایسی اسلامی کانفرنس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے جس میں جملہ ممالک اسلامیہ کے نمائندے شریک ہوں۔ اس کے متعلق مصر و ہندوستان میں خاص دلچسپی کا اظہار ہو رہا ہے۔

تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے مجلس عالیہ مرکزیہ خلافت ہند کو مولانا محمد فاروق صدر جمعیتہ العلما قاہرہ کی طرف سے ایک تحریری پیغام موصول ہوا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ شیخ الازہر کی صدارت میں موتمر اسلامی منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ اس کے بعد مولانا ابوالفضل شیخ جامعہ ازہر کی طرف سے ایک اور برقی پیغام موصول ہوا ہے۔ جس میں مسلمانانِ ہند کے اس خیال کی تائید کی گئی ہے۔ کہ ایک ایسی کانفرنس منعقد کی جائے جس میں تمام اسلامی ملکوں کے نمائندے شامل ہوں۔ موتمر عالم اسلامی کا اجلاس قاہرہ کے مقام پر مارچ ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوگا۔

ترکی اخبارات ایسی کانفرنس کے حق میں ہیں۔ اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ترک اس میں ضرور شریک ہوں گے۔ لیکن وہ ایسی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے جس سے ان کے داخلی معاملات میں خارجی مداخلت کا اندیشہ ہو۔ اس کا مطلب صاف ہے۔ کہ وہ اپنے ملک میں خلیفہ کے قیام اور بحالی خلافت کے حق میں نہیں۔ بہر حال ابھی مسلمانانِ عالم کو اس مسئلہ عظیمہ کے لئے ایک سال انتظار کرنا ہے۔ اور اس عرصہ میں دیکھئے زمانہ کیا رنگ بدلتا ہے۔

قادیان میں نوائے انقلاب جماعت قادیان ہمیشہ سے مسلمانوں کو کہا کرتی تھی۔ کہ مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں۔ ان پر ایمان لاؤ۔ آج خود قادیان میں ایسے چند نفوس پیدا ہو گئے ہیں۔ جو جناب مرزا صاحب کے بیانات مسلمہ پر کئی قادیان والوں سے کہتے ہیں۔ کہ غیاث[illegible] مہدی اور جناب بہاء اللہ مسیح موعود ہیں۔ ان پر ایمان لاؤ۔ لے احمدیو۔ دنیا کو ایمان کی تبلیغ و دعوت سے پہلے اپنے ایمان کی خبر لو۔ اور خود کو تبلیغ کرو۔ اس جدید جماعت کے متعلق اخبارات میں مضمون نکل چکے ہیں عنقریب کچھ لٹریچر شائع ہوگا۔ جو یقیناً ایوانِ قادیان میں تزلزل پیدا کر دے گا۔ مسلمانوں کو مبارک ہو کہ قادیان کے زہر کا تریاق اعظم نکل آیا (آغا حسن الوری)

قومی کاموں کے لئے ایک مسلمان رئیس کی ۳۵ لاکھ کی شاہانہ فیاضی مسلمان اور فیاضی اور پھر ۳۵ لاکھ کی اور وہ بھی قوم کے غریب افراد کے لئے بظاہر بالکل ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مفلس قوم فیاضی تو کیا کر سکتی ہے۔ اور پھر اتنی گرانقدر۔ اور پھر اس قدر احساس کہ قومی کاموں کے لئے لیکن۔ مصرع

توجہ داری کہ [illegible] گرد سوارے باشد

جن کو خدا نے دولت کے ساتھ دل اور دل میں قوم کا درد نمائشی نہیں بلکہ حقیقی دیا ہے۔ وہ اسلام کے نام پر اسلام کی عزت قائم رکھنے اور اسلام کے نام لیواؤں (مسلمانوں) میں تعلیم و تہذیب کی اشاعت کے لئے جان و مال قربان کر دینے کو تیار ہیں۔ گو ایسی مثالیں النادر کالمعدوم ہیں۔ اور برادرانِ ہنود کے ایثار و مقابلہ میں ان کا ایثار مفقود ہے۔ لیکن غنیمت ہے کہ کبھی کبھی باغ اسلام میں بھی اس قسم کی ہوائے خوشگوار آجایا کرتی ہے بمبئی کا اخبار لکھتا ہے کہ سیٹھ دادا بھائی فاضل بھائی نے قومی کاموں کے لئے ۳۵ لاکھ روپیہ کی جو گرانقدر رقم وقف کی تھی۔ اس میں سے ایک عالیشان سکول گھوڑ امنفصل پونہ اور ایک سکول (گونڈان، کاٹھیاواڑ میں جہاں، فوجوں کی کثیر آبادی ہے۔ کھولا جائیگا۔ ان کے علاوہ اخراجات کے دستور العمل بنانے والے اور بھی کئی ایسی تجاویز سوچ رہے ہیں۔ جن سے قوم خوجہ اور عام مسلمانوں کو اس وقف سے فائدہ پہنچ سکے۔

ہردوئی کی تباہی الہ آباد ۶ مئی اخبار پاؤنیر کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ

ہردوئی کے ضلع میں خوفناک بگولے سے تین گاؤں تباہ ہونے چھیالیس جانیں تلف ہوئیں۔ چالیس اشخاص کو ضربیں آئیں۔ ایک سو اسی مویشی ہلاک ہوگئے۔ انسان اور جانور ہوا کے زور سے کئی کئی فٹ اڑ گئے۔ تناور درخت کئی کئی سو قدم کے فاصلہ پر جا پڑے۔ جنگل کے ہرن بھی بگولے کی لپیٹ میں آکر ہلاک ہوگئے۔ چھ میل میں تباہی پھیلا کر بگولے کا زور کم ہوگیا۔ بعض انسانوں اور جانوروں کے جوڑ جوڑ علیحدہ ہوگئے۔ اس رقبہ میں سخت ویرانی کا نظارہ نظر آرہا ہے۔ جو درخت بچ رہے۔ وہ آگ سے جھلسے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

بہاولپور میں نظم و نسق ریاست کا جدید انتظام نواب صاحب بہاولپور نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنی توجہ کو ریاست کے جدید نظم و نسق کی طرف معطوف کیا ہے۔ انتظام نظم و نسق کے چلانے کے لئے راجہ میجر ملک طالب مہدی خاں صاحب او۔ بی۔ ای کو مشیر اعلیٰ یعنی مدار المہامی کا منصب عطا فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ چار دیگر مشیروں کا تقرر عمل میں آیا ہے جن میں سے خان بہادر چودھری محمد دین صاحب مشیر مستوفی (فنانشل منسٹر) اور مولوی غلام حسین صاحب مشیر امور داخلیہ (ہوم منسٹر) ہوئے ہیں۔ منسٹروں میں دو انگریز بھی ہیں۔ مسٹر ایف۔ ڈبلیو کنو سے جو۔ پی۔ ڈبلیو پبلک ورکس منسٹر مقرر ہوئے ہیں۔ دوسرے صاحب کرنل جی۔ ایم انیسکو فی ملٹری منسٹر نامزد کئے گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مندرجہ بالا مشیروں کے زیر انتظام ان کے حسن تدبیر سے ریاست کے نظم و نسق میں معقول ترقی عمل میں آئے گی۔ ریاست کو حال ہی میں گورنمنٹ پنجاب نے پچاس لاکھ روپیہ قرض دینا منظور کیا ہے جس کی واپسی کی ایک سال کے اندر ہی توقع کی جاتی ہے۔

عربی جناب ... میں ایک تار چھپا ہے۔ کہ انگورہ کی حکومت نے سخت ممانعت کردی ہے۔ کہ آئندہ ماہ رمضان میں مسجدوں میں بلا اجازت متعلقہ حکومت نماز ادا نہ کیجائیں۔ شاید اس سے وہ نفلی نمازیں ہونگی جو رات بھر مسجدوں میں ادا ہوتی ہیں تاہم یہ حکم ایک شرارت انگیز حکم ہے جس کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں۔ کمالی پارٹی والے کیا مذہب رکھتے ہیں۔ سنی حنفی تو قطعی نہیں ہیں۔ اگر سنی ہوتے تو منصب خلافت ہرگز نہ توڑتے۔ بعض کیا جبریہ قدریہ معتزلہ وہابیہ شیعہ خارجیہ ہیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا جنہوں نے سلطان عبدالمجید کو معزول اور خلافت کو شکست کیا ہے۔ کسی زمانہ میں ان کے ایڈیکانگ تھے۔ عبرت اور حیرت۔

گوجرانوالہ میں ۱۵ مئی بروز سوموار نماز عیدالفطر پڑھی گئی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ قرب و جوار کے مواضعات میں ہلال عید اتوار کی شام کو دیکھا گیا۔

برار میں مسلمان اخبار کی ضرورت مسئلہ استرداد برار پر غور کرنے کے لئے مسلمانان برار کا ایک جلسہ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۲۶ء بمقام امراؤتی زیر صدارت جناب سید عبدالرؤف شاہ صاحب اجارہ دار منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں تقریباً ایک سو دو سو برار نے شرکت کی۔ اور اس میں اکثر خطاب یافتہ اصحاب آنریری مجسٹریٹ۔ قاضی۔ خطیب جاگیردار و انعامدار نیز کارکنان خلافت غرض ہر طبقہ کے خیال کے لوگ موجود تھے۔ اس زبردست اسلامی جلسہ کو اکٹھا کرنے میں جناب خان بہادر سید عظمت حسین صاحب خطیب نے بہت کوشش فرمائی۔ حاضرین کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی۔ کہ برار میں مسلمانوں کا ایک اخبار بھی نہ ہونے کی وجہ سے کن کن دقتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اور ان کے مذہبی سیاسی و قومی حقوق کے تحفظ کے لئے اس کا اجرا کتنا ضروری ہے۔ یوں تو ہمیشہ سے برار کے مرہٹی اخبارات کی مخالفانہ تحریروں سے ناک میں دم تھا لیکن مسئلہ استرداد برار کے چھڑ جانے سے تو وہ قسم قسم کے زہریلے مضامین لکھ رہے ہیں جن کا ہم جواب نہیں دے سکتے۔ سب نے اس بات کی اہمیت کا احساس کیا۔ اور سربرآوردہ اصحاب کی ایک کمیٹی بنام "برار مسلم پریس بورڈ" قائم کرنے کی تجویز بالاتفاق منظور فرمائی۔

کوہ قاف کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ شاہ چین نے حضرت شیخ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ اور شاہ موصوف [illegible]

قلم و دکن

مطالبہ برار کے متعلق سر علی امام نے لندن پہنچکر اخبار ٹائمز میں ایک بیان شائع کرایا ہے کہ

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اعلیحضرت حضور نظام کا مکتوب جو انہوں نے وائسرائے کے نام بحالیٔ برار کے لئے ارسال کیا تھا۔ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کی نسبت سوالات ہوئے اور کرنیل ہورڈیری نے اس امر کا اظہار کیا۔ کہ اس معاملہ میں آئینی دستور عمل کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس قسم کے آئینی یا دستور سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اعلیحضرت نے ایک مکتوب وائسرائے کے نام ارسال کیا ہے۔ تاکہ اس آئینی راستہ سے برطانی حکام تک انکی درخواست پہنچ جائے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ نظام موصوف نے آئینی دستور کو خیر باد نہیں کہا۔ لیکن ایک ایسے صوبہ کی بحالی کا سوال جس میں تقریباً لاکھ نفوس بستے ہوں۔ ایسا اہم ہے۔ کہ آخری فیصلہ کی تکمیل سے پہلے اس مسئلہ کی طرف برطانی پبلک اور برطانی پارلیمنٹ کی توجہ منعطف کرنا ضروری ہے۔ علاوہ بریں خود اہل برار کے اصلی جذبات کا دریافت کرنا بھی کچھ اہم نہیں ہے۔ ان کے جذبات کو معلوم کرنے میں بھی اعتیاط کی ضرورت ہے۔ اعلیحضرت نظام کے مکتوب میں وزن دار قانونی اور مالی سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ اہل برار کو ایک آزاد آئینی دستور اساسی دیا جائے۔ ان تمام معاملات پر گہری نظر سے غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے مجھے یہ بھی نظر آتا ہے۔ کہ بعض حلقوں میں یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے۔ کہ اس دعوٰی برار کا سوال پہلے کیوں نہیں اٹھایا گیا۔ اس کا جواب مکتوب میں مفصل طور پر مندرج ہے۔ مختصر یہ کہ اعلیحضرت نے دوران جنگ اور مابعد کی پراشوب زمانے میں اس سوال کا اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ حقیقت ہندوستان کے اعلیٰ حکام پر اظہر من الشمس ہے۔ اعلیحضرت نظام نے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رکھی اور انہوں نے اس وقت اس معاملہ کو پیش کیا ہے جبکہ ہندوستان کا سیاسی مطلع قریباً صاف ہو چکا تھا۔

اعلیحضرت نظام حیدر آباد نے اپنی ریاست میں آبادکاروں کے لئے ایک اسکیم تیار کی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہندوستان کی زائد آبادی بیرونی ممالک میں جا کر آباد ہو۔ بہتر یہ ہے کہ ریاست ہذا ہی میں جاکر آباد ہونے کا بندوبست کرے۔ کیونکہ حکومت نظام نے اس اسکیم میں آبادکاروں کے لئے بہت سی سہولتیں بہم پہنچا دی ہیں۔ فی الحال اس ریاست میں ۷۔ اور ۸ لاکھ ایکڑ زمین قابل زراعت پڑی ہے۔ آبادکاروں کو ایسے مراعات بہم پہنچائے گئے ہیں۔ جن کی نظیر دیگر برطانوی نوآبادیوں میں نہیں ملتی۔ باوجود اس کے اس اسکیم کی اشاعت مدت سے ہو چکی ہے۔ مگر ہندوستانی آبادکاروں کی طرف سے کل ۶۵۹ درخواستیں آئی ہیں۔ حالانکہ برطانی نوآبادیوں کی طرف سے ۲۰۸ درخواستیں آچکی ہیں۔ یہ اسکیم ہندوستانی زمینداروں اور کاشتکاروں کی توجہ کے قابل ہے۔

بارگاہ خسروی سے مندرجہ ذیل اصحاب کو ماہوارات مصرحہ جاری کرنے کا حکم صادر ہوا۔

(۱) مکہ معظمہ والے سید عبدالقادر صاحب کو للعہ کلدار
(۲) ابراہیم و عبداللہ ابنا منصور مرحوم ـــــــ ،،
(۳) مدینہ منورہ والے حمزہ بن درویش صاحب ـــــــ ،،
(۴) میسور کے ایک معزز خاندان والے زیب النساء بیگم ـــــــ ،،
ہر دو فرزندان ـــــــ ،،

افضل نواز جنگ کی ماہوار معبداری پانسو روپیہ میر احمد علی صاحب کے نام وراثتاً جاری کرنے کی منظوری صادر ہوئی ہے۔ اور یہ کہ نواب صاحب مرحوم کی بیوہ کو ڈھائی سو روپیہ بذریعہ میر احمد علی صاحب یا بذریعہ نظم جمعیت جسطرح بیوہ کی خواہش ہو ایصال کئے جائیں۔

دیوان بہادر کشنماچاری صاحب معتمد مجلس وضع قوانین کے نام مبلغ ہزار سکۂ عثمانیہ کا ماہانہ وظیفہ حسن خدمت منظور کیا گیا۔

صوفی حبیب اللہ نعت خوان کے نام پر رمضان المبارک سے تیس روپیہ ماہانہ تاحیات قاری عبد اللہ بن مسعود بانی مدرسہ جماعت القرآن خیریت آباد کو پچیس روپیہ قاضی کریم الدین صاحب واعظ سکندر آباد کے نام چالیس روپیہ سید عبد الرحیم شاہ صاحب بیابانی عرف کالی والے شاہ صاحب کے نام از تیس روپیہ کی منظوری صادر ہوئی۔ اور کتاب مصنفین اسلام کی نسبت علما کی درخواست پر تین سال کے لئے ماہانہ دو سو روپیہ اعیان کرنے کی منظوری صادر ہوئی۔ تاکہ کتاب مذکورہ کی تصنیف و اشاعت میں پوری دلچسپی لیجائے۔

نظامت تعلیمات سرکار عالی سے بذریعہ گشتی نشان ۲۰۴ م ۱۶ رخورداد ۱۳۳۳ ف یہ تصفیہ ہوا۔ کہ سال حال مدارس تحتانیہ کو بجائے ۱۶ رتیر کے تعطیل شب قدر و عید الفطر کے متصل نہ پندرہ یوم کی تعطیل موسم گرما دی جائے۔ اس طرح سال حال مدارس کو ۵ رتیر ۱۳۳۳ ف سے ۱۹ تیر ۱۳۳۳ ف تک تعطیل موسم گرما رہے گی۔ اور ۲۰ تیر کو کھلجائیں گے۔

اخبار الفقیہ امرتسر

ہفتہ وار

خدا تعالے کے فضل و کرم سے اخبار الفقیہ کی عمر کا ساتواں سال جا رہا ہے اب تک یہ اخبار مہینہ میں دو بار شائع ہوتا تھا۔ اب ماہ جون ۱۹۲۴ء سے اس اخبار کی اشاعت انشاء اللہ تعالے ہفتہ وار ہوگی۔ سالانہ چندہ چھ روپے مگر غیر مستطیع حضرات سے چار روپیہ لیا جائیگا پہلے سال کے لئے ان حضرات کو خاص رعایت دیجائیگی جن کی درخواستیں ۳۱ رمئی ۱۹۲۴ء دفتر الفقیہ میں موصول ہو جائیں گی یعنی ان سے صرف تین روپیہ لئے جائیں گے۔ اور اسی رقم میں سال بھر تک اخبار دیا جائیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ رقم چندہ بذریعہ منی آرڈر موصول ہو۔ وی پی کا ارشاد نہ ہو۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔ کیونکہ ۳۱ رمئی ۱۹۲۴ء کے بعد یہ رعایت بالکل بند ہوگی۔

(راقم منیجر اخبار الفقیہ امرتسر)

رسالہ حنفی امرتسر

اس نام کا ماہوار رسالہ ہے۔ انشاء اللہ تعالے بسبب جلد صرف دو سو درخواستیں آنے پر جاری کر دیا جائیگا اس فقہ کے تائیدی مضامین درج ہوں گے۔ طویل مضامین اس طریق سے شائع ہونگے۔ کہ ناظرین ہر ایک مضمون کو خوبصورت کتاب الگ کر سکتے ہیں۔ اس رسالہ کے قارئین کرام کے پاس بےنظیر اور نایاب کتابوں کا ذخیرہ بھی جمع ہو جائیگا۔ چندہ سالانہ عہ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔

(منیجر رسالہ حنفی امرتسر)

میں آپ کی شاعری کو نہیں مانتا

اگر آپ شاعر ہوتے تو آپ کے کتبخانہ میں عمر خیام کی رباعیاں ضرور ہوتیں۔ آپ اپنے کتبخانہ میں سرمد کی رباعیاں بھی ضرور رکھتے جب یہ دونوں نہیں ہیں۔ تو آجکل آپ کو خوش مذاق شاعر یا شاعری کی قدر کرنے والا تسلیم کرنا مشکل ہوگا۔ عمر خیام کی شاعری نے تو سارے یورپ امریکہ میں دھوم مچادی ہے۔ کوئی گھر کوئی کتبخانہ رباعیات عمر خیام سے خالی نہیں اپنا نام بدنام نہ کیجئے۔ فوراً عمر خیام کی رباعیاں جن کیساتھ خیام کے حالات اور تصویر بھی شائع ہوئی ہے۔ پتہ ذیل سے منگوا لیجئے۔

اور سرمد کی رباعیات بھی منگوا کر کتبخانہ کو آراستہ کیجئے اگر آپ فارسی نہیں جانتے۔ تب بھی منگوائے کیونکہ رباعیات عمر خیام اور سرمد کا اردو ترجمہ بھی انہیں رباعیات کے ساتھ نظم میں شائع ہوا ہے۔

رباعیات عمر خیام کی قیمت دو روپے چار آنہ (عہ) علاوہ محصولڈاک

رباعیات سرمد کی قیمت بارہ آنے (۱۲)

ملنے کا پتہ } منشی قربان علی۔ دفتر اردوئے معلی۔ شاہجہانی پریس دہلی

مفت **سنئے جناب** مفت

اگر آپ مذہب، اخلاق، تعلیم، معیشت، صحت جسمانی، تنظیم جماعت، تحفظ حقوق، اشاعت اسلام کی ضروریات کو حریت و صداقت کے رنگ، اخلاق و آداب کے آئینہ میں دیکھتے ہوئے مقدمہ میں فتح، تجارت میں منافعہ، ملازمت میں ترقی حاصل کرتے ہوئے۔ بیماری میں صحت کامل کے خواہشمند ہیں۔ تو مفت راز کامیابی منگوا کر ملاحظہ کریں تجربہ شرط ہے۔ منیجر رفیق صادق گوجرانوالہ پنجاب

چھوٹے چھوٹے اسلامی رسالے

مؤلفہ مولینا مولوی میر صدرالدین خاں صاحب

اسلام کے عقائد:۔ عقائد اسلامیہ کا بیان بطور سوال و جواب بچوں کے لئے بیحد مفید۔ قیمت ۲ر

ولی کی پہچان:۔ جھوٹے ولی اور اولیاء اللہ کا فرق اصلی اور بناوٹی خدا پرستوں کی شناخت۔ قیمت ۱ر

اسلام کی صداقت مخالفین اسلام کا دندان شکن جواب۔ ۱ر

محرم کی بدعتیں:۔ بدعات محرم کا عقلی و نقلی رد معہ فتوے علمائے کرام۔ قیمت ۲ر

تحریم الخمر والزنا واللوط والتعارف والعشق شراب وغیرہ کا رد۔ قیمت ۱ر

اسلام کی خوبیاں:۔ اسلام کے ارکان نماز روزہ حج زکوٰۃ کا بیان۔ قیمت ۲ر

اسلام کے حسنات:۔ علوم دینی فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ کا ذکر۔ قیمت ۲ر

اسلام کے نواہی:۔ منہیات اسلام کا بیان۔ قیمت ۲ر

اسلام کی حمایت:۔ اصلاح قوم کا طریق قابل دید کتاب ہے۔ ۲ر

اصلاح المومنین:۔ انسان کی پیدائش کا مقصد اور اس کے فرائض

گلدستہ فوائد:۔ میر صاحب ممدوح کے متفرق لیکچروں کا مجموعہ ۳ر

اصلاح النفوس:۔ اشد حب اللہ اقامت وغیرہ کا ذکر۔ ۱ر

اتالیق اسلام:۔ اسم بامسمیٰ نہایت مفید رسالہ ہے۔ ۱ر

نوٹ:۔ ایک روپیہ سے کم کا آرڈر نہ ہو۔ ہر کے ٹکٹ آرڈر ہمراہ آنے پر تعمیل ہوگی ورنہ نہیں۔ یہ اور ہر قسم اور زبان کی کتابیں بارعایت

ملنے کا پتہ:۔ **کتب خانہ دائرۃ العلوم رونق منزل امرتسر**

حیرت انگیز نئی ایجاد

صداقت کا زندہ ثبوت

سرمہ مقوی چشم:۔ حضرات اگر آپ نے اپنی آنکھوں جیسی نعمت کی قدر کی ہے۔ تو سرمہ مقوی چشم استعمال کریں۔ یہ کامل صحت بخش اور قابل قدر خداداد تحفہ ہے۔ جو اصحاب اس کو اور اپنے بچوں کو آنکھوں کے لئے معمول بنائیں گے۔ خدا نے چاہا تو ان کی آنکھیں عمر بھر خراب نہ ہوں گی جوانی میں استعمال کرنے والوں کو پیری میں بھی کبھی عینک وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی چنانچہ ہمیشہ سے قدیم و جدید حکما کی سفارش یہی ہے۔ کہ ہر درجہ کے عہدیداران۔ طالبعلمان اور معزز بیگمات کی آنکھوں میں استعمال کیا گیا۔ اور کیا جا رہا ہے ضعف بصارت دھند۔ جالا۔ تاریکی چشم۔ غبار۔ خارش۔ دیرینہ ککرے۔ پانی بہنا وغیرہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ ہر گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ اس کی ایک آزمائش خریداری آپ کو یقیناً ہمیشہ کے لئے اس کا ثنا خواں ہونے کو مجبور کرے گی۔ باوجود اس قدر خوبیوں کے اور نہایت ہی قیمتی اجزا سے تیار کرنے کے قیمت اس قدر کم رکھی ہے۔ کہ کوئی گھر امیر ہو یا غریب اس سے خالی نہ رہے۔ قیمت فی شیشی صرف دو روپے (عہ)

ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ شرائط ایجنسی ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر منگوائیں۔

المشتہر

قریشی عبدالرشید مینوفیکچرر اینڈ جنرل سپلائر لاہور اینڈ گجرات (پنجاب)

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایماء سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے اپنے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و اعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی قوم کی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادۂ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی زیر باری کی موجب نہ ہو۔ خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بصیغۂ وی۔ پی روانہ کرنیکا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ/ متوسط احباب سے عہ/ طلباء سے عہ فی پرچہ ۴ر امتیازی قیمت سے ۳ر

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے علی التواتر عمدہ چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہوسکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل فہرست بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت۔

منیجر القریش امرتسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۴۲

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۴۲

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ منہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلیے چھپکر دفتر
الفرشی سے شائع ہوا

کچھ اپنی نسبت

جون کا القریش شائع نہ ہونے کے اسباب

ایک داستان

۱۴ جون کو مجھے انجمن قریش جالندھر کے اجلاس کی شرکت کیلئے قصبہ کرتارپور (ضلع جالندھر) جانا تھا۔ اس لئے جون کا رسالہ ۱۶ کی بجائے ۱۲ کو پوسٹ کر دینے کے خیال سے کاتب کو، ۲ مئی ہی کو مسودہ دیکر سخت تاکید کر دیگئی کہ ایکے ذرا عجلت سے کاپیاں تیار کر دی جائیں۔ آپ نے بڑی تسلی دلائی اور یہ اقرار کر کے کہ میں اپنے مکان پر تنہائی میں صحت، عمدگی اور عجلت سے کام کرونگا۔ مضمون لیگئے۔

یکم جون کو گورداسپور کے مقام پر مجھے معلوم ہوا کہ کاتب صاحب اُسی روز سے اپنے گاؤں میں جو امرتسر سے کئی میل کی دوری پر واقع ہے تشریف لیگئے ہوئے ہیں۔ ۲ تاریخ کو دفتر میں پہنچنے پر ڈاک میں ایک دستی رقعہ ملا جس پر لکھا ہوا تھا کہ ۸ تاریخ کو تیار شدہ اور مکمل کاپیاں لیکر دفتر میں پہنچ جاؤنگا کیونکہ گاؤں میں ایک ضرورت کیلئے آگیا تھا۔ لیکن ۴ تاریخ کو ۱۲/ـ کا ایک وی پی پیکٹ آیا جس کے ارسال کرنیوالے ہمارے سعید[1] کاتب تھے۔ میرا دل اُس کی اس چالاکی اور بدنیتی کو بھانپ گیا۔ چنانچہ وی پی امانت میں رکھوا کر اُسے ایک کارڈ لکھا کہ بواپسی اطلاع دو کہ اس پولندہ میں کیا ہے؟ ۸ تاریخ کی شام کو لیٹر بکس سے ایک رقعہ ملا جس پر لکھا ہوا تھا کہ ۲/۱ کاپیاں میں اور باقی مضمون۔ میں کام ختم نہیں کر سکا آپ وی پی وصول کر لیں۔ یہ رقم میرے ذمہ قرض تصور کریں۔ میں ادا کر دونگا۔ کام کسی دوسرے کاتب سے مکمل کروالیں۔ مجھے اس سے پریشانی ہوئی۔ منشی احمد الدین صاحب سعادتمند سعید کے والد دفتر وکیل میں کتابت کرتے ہیں۔ آپ سے معلوم ہوا کہ دو روز سے وہ یہیں چکر لگا رہا ہے بازار میں گھومتا ہوا ملا تھا۔ اس پر تلاش شروع ہوئی۔ بخار، نزلہ اور زکام کی حدت و شدت کے باوصف کڑی دھوپ میں مارا مارا پھرا لیکن آپ نہ ملے۔ ۱۱ تاریخ کو آخر آپ وکیل کے دفتر میں مل گئے۔ شرمندہ ہونیوالے دل کی آپکی پیدائش ہی نہیں کچھ وقت تو ڈانٹ بھاٹ سے اپنی ضد پر مصر رہے۔ آخر جب حاضرین کے سمجھانے پر ہوش لی تو اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ پوسٹ آفس میں جاکر وی پی واپس لینے کی خواہش کی۔ لیکن بقول پوسٹ ماسٹر راستہ میں کسی مراسلت کے ڈیٹین کرنے کا کوئی دستور نہیں۔ آخر تار کر کے واپس کیا گیا اور پوسٹ آفس والوں کے مشورہ کیموافق بٹالہ پوسٹ آفس سے چھڑا لانے کی تجویز ٹھیری چنانچہ ۱۲ تاریخ کو علالت و بیماری کی حالت میں بٹالہ پہنچا لیکن بدقسمتی سے وہ پیکٹ وہاں نہ مل سکا اور پتہ چلا کہ مرسل کے گاؤں سے متعلق پوسٹ آفس قصبہ مجیٹھہ کو بھیجدیا گیا ہے۔ اسی پریشان حالی میں جس مصیبت سے میں مجیٹھہ پہنچا خدا جانتا ہے۔ خدا کسی کو خراب نہ کرے اور بدبختوں سے سابقہ نہ ڈالے۔ سارے دن کی تگ ودو کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیکٹ پھر بھی نہ ملا۔ مضامین قلمی تھے۔ قیمتی اور مفید تھے۔ اور اُن میں بعض ایسے تھے کہ مکرر حاصل نہ ہو سکتے تھے۔ ورنہ اس دربدری کی ضرورت نہ تھی۔ آخر ۱۳ کی شام کو ناکام واپس آیا۔ اور کئی روز تک تپ لرزہ میں مبتلا رہا۔ انہی ایام میں پیکٹ آگیا۔ جب کھول کر دیکھا تو چند صفحوں پر کچھ سُرخیاں قائم کر کے چھوڑ دی گئی تھیں اور بس۔ مسودہ کی حالت دیکھکر میاں سعید کی سعادتمندی پر آنسو بہانے کو جی چاہتا تھا۔ یہ مفصل داستان لکھنے کی غرض صرف یہ ہے کہ ہمارے اُن احباب کو جو ہماری مجبوریوں کو بہانہ سمجھنے کیلئے اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہیں ان مشکلات کا موازنہ کرنے کا موقع ملے جو بعض اوقات وبالِ جان بن جاتی ہیں۔

ہمیں سخت رنج اور کمال افسوس ہے کہ جون کا رسالہ شائع نہیں ہو سکا۔ چونکہ اس کے اسباب ہمارے حیطۂ اقتدار سے باہر ہو گئے تھے اس لئے ناظرین کرام سے توقع ہے کہ وہ ہمیں معذور سمجھیں گے۔

(مینیجر)

---

[1] کاتب کا نام ہے۔ آپ ماشاءاللہ قریشی ہیں۔

شذرات

الحمدللہ کہ القریش کے مضامین پسندیدگی سے دیکھے جاتے ہیں۔ گذشتہ چار اشاعتوں کے لاحظہ سے بعض احباب نے نہایت حوصلہ افزا خطوط ارسال کرتے ہوئے توسیع اشاعت میں بھی حصہ لیا ہے۔ ہمیں خراج تحسین کی خواہش نہیں رسالہ کو بہتر و برتر بنانا ہمارا فرض ہے۔ ہاں اگر ہماری کوئی خواہش ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ معاونین اپنی برادری میں اس کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اس اشاعت میں بعض اہم اور قیمتی مضامین ہیں پہلا مضمون (صفحہ ۴) جس پر ذیل کا نوٹ کچھ زیادہ روشنی ڈالتا ہے ایک خاص مضمون ہے اور اپنے اندر مخصوص رموز و نکات رکھتا ہے (۲) تذکرۃ الصحابہ اور (۳) باب التاریخ کو پڑھنے اور غور کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ غرض ایسی اشاعت کے ہر ایک مضمون میں درس عبرت موجود ہے۔

انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت کے مضامین کچھ اس سے شاندار اور اعلیٰ ہونگے۔ ناظرین اگر ہمیں اشاعت کی وسعت میں مدد دیں تو ہم اس کی دلچسپی کی وسعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

جس قوم میں غور و پرداخت کا مادہ نہ ہو اور اس کے افراد اپنے نیک و بد پر فکر کرنے کے خوگر نہ ہوں۔ قومی میگزین کی اُن کے دل میں قدر نہ ہو۔ اصلاحی جلبل کی آواز کو اُن کے کانوں تک رسائی نہ ہو وہ کبھی ظلمتکدہ گمنامی سے اُبھر کر اوج ثریا پر نہیں پہنچ سکتی۔

شومیٔ بخت سے قریشی برادری علی العموم ان تمام اوصاف سے معرا و خالی ہے۔ اقوام عالم کی جد و جہد حریفوں کی تگ و دو دیکھتے ہوئے بھی دس سال کے طویل عرصہ میں ان کے دل میں اپنی قومی آرگن کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی جو احباب اس دائرہ میں ہمارے ہم آہنگ ہوئے اُن میں سے بھی بہت کم ایسے ہیں جنہیں اس کی آواز پر کان دینے کا شوق ہو۔

اور یہی وہ اسباب ہیں جو اس وقت تک ہماری شیرازہ بندی میں سدِ سکندری کی طرح حائل ہیں۔

اس اشاعت میں صفحہ ۴ کا مضمون اپنے اندر گوناگون اسباق لئے ہوئے ہے۔ غور و فکر کرنے والے دماغ اگر اس سے بہترین و مفید اور ایسے نتائج مترتب کرنے کی طرف رجوع کریں جو دنیا کی دوسری قومیں کر رہی ہیں تو عجب نہیں کہ برسوں کا کام دنوں میں ختم ہو جائے۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کتنے دل اس دلسوزی سے متاثر ہو کر شاہراہِ ترقی پر گام فرسائی کے لئے ہمارے شریک کار ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اے خدا تو ہمیں توفیق عطا کر!

مولانا نامی کوہ سوار نظامی ہمارے اُن رفقا اور محترمین میں سے ہیں جنھیں ہمارے کاروبار قومی سے خاص شغف اور موانست ہے۔ آپ ایک مشہور اہل علم اور ادیب ہیں۔ صحافتِ حاضرہ آپ کی قلمی امداد کی خواہاں و جویاں رہتی ہے۔ الحمدللہ کہ القریش کو آپ کی قلمی اعانت کا فخر حاصل ہے اور ہر اشاعت کے اوراق آپ کے منثور و منظوم خیالات سے زین ہو جاتے ہیں چنانچہ اس اشاعت میں بھی آپ کی نظم "آدم" کے عنوان سے زیبِ اوراق ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حضرتِ نامی عطایائے مضامین کے اس تواتر کو علی التسلسل جاری رکھکر ہمیں شکر گذاری کا موقعہ دیتے رہیں گے۔

پیر علی احمد صاحب القریش کے قدیم کرمفرما ہیں۔ آپ پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ اپنی قوم کی پست حالی اور دوسری اقوام کی ترقی پر آپکو رشک ہے پیشتر ازیں کئی تجویزیں قوم کے سامنے پیش کر چکے ہیں "ہماری ترقی کی سیدھی راہ" کے عنوان سے اسی اشاعت میں آپ کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے ناظرین کرام اگر اُسے اپنا لائحہ عمل قرار دے لیں تو یقیناً حریفوں کے قدم بقدم چلنے کی طاقت و قوت پیدا ہو سکتی ہے اور بہت جلد ہماری ناکامیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ

"اسوۂ حسنہ"[1]

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جناب رسول خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذن عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے — کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدر نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن — جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گذرتی ہیں — میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں — جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی بسر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

(حضرت مولانا شبلی نعمانی)

[1] یہ پورا واقعہ اسی تفصیل سے سنن ابو داؤد میں مذکور ہے۔

تذکرۃ الصحابہ

علمائے سلف جو حسن اخلاق کے پیکر تھے۔ ان کے حالات پڑھو۔ اور غور کرو کہ وہ کیا شے تھی۔ جس نے ان کو جامع اخلاق بنا رکھا تھا۔ محض غنائے نفس! قیصر و کسریٰ کے دربار میں جاتے تھے۔ تو ہر ایک چیز کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے۔ سلاطین ان کی زیارت کی آرزو کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے۔ امراء ان کے سامنے اشرفیوں کی تھیلیاں پیش کرتے تھے۔ اور وہ انکار کرتے تھے۔ حکومت شاہی ان کو عہدہ دیتی تھی۔ اور وہ بھاگتے تھے فقر و فاقہ سے ان کی حالت بدتر ہوتی تھی مگر وہ ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ ہر طبقے کے لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ تخت شاہی اور منبر دونوں ان کے قدم کے منتظر رہتے تھے۔

حکیم ابن حزامؓ ایک نامور اور فیاض صحابی تھے۔ دار الندوہ یعنی جاہلیت عرب کا پارلیمنٹ ہوس انہیں کے قبضہ میں تھا۔ عرب دار الندوہ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اسلام نے گو دار الندوہ کی حکومت مٹا دی مگر عمارت باقی تھی۔ حکیم بن حزامؓ نے اس کو حضرت معاویہ کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اور اس کی کل قیمت جو ایک لاکھ درہم تھی۔ راہ خدا میں صرف کر دی حضرت امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں ۵۴ھ ہجری میں حکیم بن حزام نے وفات پائی۔

حکیم بن حزامؓ بہت تنگدست تھے۔ ایکبار انہوں نے رسول اللہؐ سے اپنی حاجت بیان کی۔ رسول اللہؐ نے کچھ دیدیا۔ دوبارہ پھر حکیم بن حزامؓ نے سوال کیا۔ رسول اللہؐ نے پھر امداد فرمائی۔ تیسری بار حکیم بن حزامؓ نے پھر مانگا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ حکیم! صدقات و خیرات تروتازہ مال ہیں۔ جن سے سیری نہیں ہو سکتی۔ حکیم پر اس فقرہ کا بہت اثر ہوا۔ اور عہد کر لیا۔ کہ اب کبھی کسی سے کچھ نہ مانگونگا اس کے بعد حضرت حکیم کی یہ حالت ہوگئی۔ کہ حضرت ابوبکرؓ بیت المال سے دینا چاہتے تھے۔ اور یہ نہیں لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حسب مراتب جب بیت المال سے تمام صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے۔ تو حضرت حکیم کے لئے بھی کچھ مقرر ہوا۔ وظیفہ لینے کے لئے حضرت عمرؓ کا اصرار تھا۔ اور حضرت حکیم برابر انکار کرتے تھے۔ ان کا استغنا کی یہ حد ہوگئی تھی۔ کہ اگر کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے اور کوڑا گر پڑتا۔ تو اس سوال کو عیب سمجھتے تھے۔ کہ کسی سے کہیں کہ ذرا کوڑا اٹھا دینا

یہ واقعہ احادیث میں موجود ہے۔

۱۷ھ ہجری میں جب اتفاق سے کوفہ میں آگ لگی۔ اور لشکر گاہ کے تمام مکانات جل کر خاک ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے جو سپہ سالار تھے۔ دربار خلافت کے لئے ایک پختہ عمارت بنانے کی اجازت چاہی حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی۔ حضرت سعد نے بڑے اہتمام سے ایک عمارت بنوا کرائی جس میں ایک عظیم الشان پھاٹک لگوایا۔ کوفہ میں یہ مکان قصر سعد کے نام سے مشہور ہو چلا تھا حضرت عمرؓ کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو انہوں نے محمد بن مسلمؓ کو ایک خط دیا۔ اور یہ کہکر کوفہ روانہ کیا کہ تم کوفہ جاؤ۔ اور قصر سعد کے پھاٹک میں آگ لگا دو۔ محمد بن مسلمہ اپنے کام سے فراغت کر کے جب کوفہ سے چلنے لگے۔ تو حضرت سعدؓ نے زاد سفر کے لئے روپے پیش کئے۔ محمد بن مسلمہ نے لینے سے انکار کیا۔ حالانکہ محمد کو زاد سفر کی حاجت تھی۔ راستہ میں جب کچھ نہ رہا۔ تو محمد بن مسلمہ درختوں کی چھال چباتے ہوئے مدینہ پہنچے۔

جنگ قادسیہ میں جب ایرانیوں نے دیکھا۔ کہ زور و قوت سے بازی نہیں جیتی جاتی۔ تو انہوں نے اپنے جاہ و ثروت سے مسلمانوں کو مرعوب کرنا چاہا ہو۔ اس کی کوشش کی کہ مسلمان فوجیوں کو کچھ دے دلا کر حدود فارس سے باہر ہٹا دیں۔ رستم جو ایک لاکھ ایرانی لشکر کا سپہ سالار بنکر آیا تھا۔ اس نے بڑے جاہ و جلال سے ایک دربار منعقد کیا۔ دیبا کے ملا و مذہب فرش بچھائے گئے۔ تمام درباری زریں لباس پہنکر قرینہ سے بیٹھے صدر کرسی پر رستم بڑے شان سے بیٹھا۔ کل فوج آراستہ ہو کر دیبا کے اودھر ادھر کھڑی ہوئی۔ غرض درفش کاویانی کے سایہ اقتدار میں کوئی آرائش ایسی نہ تھی۔ جس سے یہ سجایا نہ گیا ہو۔ یہ سامان آرائش جب تیار ہو چکا۔ تو مسلمان سفیر طلب کیا گیا۔ ربعی سفیر بن کر آئے تھے ربعی عجب شان سے آئے۔ وہ بھی دیکھنے قابل تھی۔ کپڑے پھٹے تھے۔ ایک چھوٹے قد کا گھوڑا سواری میں تھا۔

ترکش میں معمولی چھوٹے چھوٹے تیر تھے۔ پرانی سی تلوار تھی جس پر ایک پھٹا سا غلاف تھا۔ کمر سے اونٹ کی کھال کا پٹکا لگا تھا۔ ایرانی سمجھے تھے کہ شاہی جاہ وجلال عرب کی آنکھوں کو خیرہ کر دے گا اور حقیقت یہ ہے کہ گمان صحیح ہو سکتا تھا۔ کہ ایک عربی نژاد شخص جنے ریگستان کھجور کے درخت اور اونٹوں کے سوا دنیا کی کوئی دولت نہ دیکھی ہو۔ اگر وہ اس طلسما میں آئینہ حیرت بن جائے۔ تو کیا تعجب ہے۔

لیکن ربعی اس بے پرواہی سے اپنا گھوڑا بڑھا رہے تھے جیسے انہوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ اور جو کچھ دیکھا اس کی ان کی آنکھوں میں وقعت نہیں۔ اسی شان سے مسلح فوج کی صف سے گذر کر ربعی زریں قالینوں تک پہنچے لوگوں نے گھوڑے سے اترنے کو کہا۔ مگر ربعی نہ اترے۔ اور گھوڑے کو قالین پر چڑھا لائے۔ جب گھوڑا کچھ قالین کو روند چکا اتر پڑے۔ دو پر تکلف تکیے وہاں پڑے ہوئے تھے۔ ربعی نے تکئے کو پھاڑ کر اس میں لگام اٹکا دی۔

آگے بڑھے تو دربار کے قواعد کے موافق لوگوں نے روکا کہ ہتھیار یہیں رکھ لو۔ ربعی بولے میں تمہارا بولایا ہوا آیا ہوں۔ اگر اس طرح جانا میرا منظور نہیں۔ تو میں واپس جاتا ہوں۔ رستم نے کہا کہ ایک آدمی سے ڈرنا کیا۔ اسی طرح سے آنے دو۔ ربعی اپنا نیزہ ٹیکے ہوئے آگے بڑھے نیزہ کی انی نیچے تھی۔ ہر قدم پر قالین انی سے چھو رہا تھا۔ اور درباری دیکھتے تھے۔ اور کچھ بول نہ سکتے تھے۔ ربعی صدر مجلس کے قریب پہنچکر رستم کے نیزہ وہیں زمین میں گاڑ دیا۔ جو زریں قالینوں کو چھیدتا ہوا۔ اس پار سے اس پار نکل گیا۔ اور فرش ہٹا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ رستم نے طلائی و نقرئی کرسیوں پر نہ بیٹھنے کی وجہ دریافت کی۔ ربعی نے کہا میں ان چیزوں پر بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔

ایرانی سمجھے تھے۔ کہ ہمارے ثروت کے سامان مسلمانوں کو مرعوب کر دیں گے۔ لیکن ربعی کے استغنا کو دیکھ کر خود ایرانیوں کے دل مرعوب ہو گئے۔

۱۸ھ ہجری میں حجاز میں قحط پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عاملوں کے نام حکمنامے جاری کئے۔ کہ غلہ مدینہ بھیجو۔ سب سے پہلے عبیدہ بن جراح چار ہزار اونٹوں پر غلہ لادے ہوئے مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے صلہ میں عبیدہ کو چار ہزار درہم بطور انعام کے دلوائے۔ عبیدہ نے کہا امیر المومنین! میں نے یہ کام خدا کے لئے کیا ہے مجھے اس کے معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے مجھے دنیا میں نہ پھنسائے۔ حضرت عمرؓ نے پھر اصرار کیا۔ مگر عبیدہ نے نہ لئے۔ آخر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر بے مانگے ملے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہاں خود نہ مانگنا چاہئے مجھے خود ایسا موقع آیا ہے۔ کہ میں نہ لیتا تھا۔ مگر رسول اللہؐ کے اصرار سے لینا پڑا۔ عبیدہ نے جب یہ حدیث سنی تو وہ رقم لے لی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایک مشہور صحابی ہیں۔ جنکے فتاویٰ پر امام مالک کے فقہ کی بنیاد ہے۔ مگر ان کا استغنا دیکھو۔ حضرت علیؓ اور معاویہ کی خانہ جنگی کے وقت عموماً لوگوں کی رائے تھی۔ کہ حضرت ابن عمرؓ خلیفہ ہوں لیکن حضرت ابن عمرؓ نے اس اعزاز سے انکار کر دیا۔

نافع حضرت ابن عمر کے غلام تھے۔ ایک امیر نے حضرت عمرؓ کو تیس ہزار درم دئے۔ کہ اس کے بدلے نافع کو آزاد کر دیجئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے وہ درم واپس کر دے۔ اور یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا۔ کہ نافع تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ درم مجھے فتنہ میں ڈالدیں (ترجمہ)

اِصلاحِ مُعاشرت

تربیتِ اُولاد

(از مولوی محمد عبداللہ صاحب عنا منہاس)

ہمارا قومی سرمایہ:۔ ہمارا قومی سرمایہ کیا ہے؟ زر و مال؟ جاہ و جلال؟ حکومت و دولت؟ یہ ہمارے قومی سرمایہ کے اجزا ضرور ہیں۔ مگر ہم صرف انہی چیزوں کو قومی سرمایہ قرار نہیں دے سکتے۔ غور کیجئے تو ہمارا اصل قومی سرمایہ ہمارے بچے ہیں۔ جو آئندہ نسلوں کے ماں باپ بننے والے ہیں۔ اور جن کی اگر اچھی طرح پرورش اور تربیت کی گئی۔ تو ہماری قوم کی ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوں گے۔ یہ افسوس کی بات ہے۔ کہ ہم اس سرمایہ کو محفوظ رکھنے اور ترقی دینے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ہربرٹ سپنسر نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ "ہم گھوڑوں اور بھیڑوں کی نگہداشت پر تو اپنا روپیہ اور وقت بیدریغ صرف کرتے ہیں۔ مگر اپنے بچوں کی طرف مطلق خیال نہیں کرتے"۔ یہ مشاہدہ اس زمانہ کے ہندوستان کی حالت پر خوب چسپاں ہوتا ہے۔ والدین باز رکھتے ہیں مینڈھے پالتے ہیں۔ پتنگ اڑاتے ہیں۔ اور ان چیزوں پر اپنی آمدنی کا کچھ نہ کچھ حصہ بے تامل خرچ کرتے ہیں۔ مگر جب بچوں کی تعلیم و تربیت کا سوال آتا ہے۔ تو اپنی ناداری کا گلہ کرتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے مینڈھے کو ہر روز صبح اٹھکر نہلاتا ہے۔ باغ کی سیر کراتا ہے۔ اس کے آگے آگے دوڑتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے پیچھے دوڑے اور اس کے ہاتھ پاؤں کھلیں۔ مگر اس نے اپنے بچوں کو کبھی نہیں نہلایا۔ اور نہ ان کو کبھی باغ کی سیر کرائی۔ اور نہ ان کی جسمانی ورزش کی طرف توجہ کی۔ اس قسم کے بہت سے افراد ہماری قوم میں موجود ہیں۔ وہ اپنے بچوں سے زیادہ پالتو جانوروں کی پرواہ کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بچے کمزور و نحیف اور آوارہ ہو جاتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ خاندان اور قوم کے لئے مفید ہوں۔ وہ اور بھی مضر ثابت ہوتے ہیں۔ ولایت میں بچوں کو قوم کا بہترین سرمایہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہاں بچوں کی شرح اموات بہت کم ہے۔ اور ہندوستان میں بہت زیادہ لنڈن کے مشرقی حصہ میں جہاں غربا کی آبادی ہے۔ سالانہ فی ہزار ۸۰ بچوں کی اموات کا اوسط ہے۔ اور مغربی حصہ میں جہاں دولتمند آبادی ہے۔ اموات کی تعداد ایسی ہے۔ کہ گویا ہے ہی نہیں۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں شہر پیرس میں فی ہزار ۹۵ اور لنڈن میں فی ہزار ۸۰ اور نیویارک میں فی ہزار ۷۱ بچے فوت ہوئے۔ لیکن ہندوستان کی کیا کیفیت ہے۔ شہر بمبئی کتنا ترقی یافتہ ہے۔ وہاں دولتمند بھی زیادہ ہیں۔ مگر اسی سنہ یعنی سنہ ۱۹۲۱ء میں فی ہزار ۵۷۲ بچوں کی اموات واقع ہوئیں۔ یہ اوسط تمام شہر بمبئی کا ہے۔ اگر ان غریب خاندانوں کا موازنہ کیا جائے جن میں ۹۷ فیصدی نہایت تنگی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوگا کہ اس سال میں ان کے بچوں کی اموات کا اوسط فی ہزار ۸۲۸ رہا۔ جو حد درجہ افسوسناک ہے۔

انگلستان میں دولتمند لوگ جانتے ہیں۔ کہ بچوں کی پرورش کیونکر کی جا سکتی ہے۔ اور ان کی غور و پرداخت اور تعلیم و تربیت کسقدر ضروری ہے۔ مگر یہاں دولتمند اصحاب کو بھی ان باتوں کی خبر نہیں وہ بچوں کی بے اعتدالی ان کے بیجا لاڈ اور پیار ہی کو محبت اور احتیاط کی نشانی سمجھتے ہیں۔ بچے کو ایسی ایسی غذائیں دی جاتی ہیں۔ جن کو وہ ہضم نہیں کر سکتا۔ اس کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں سوکھ کر رہ جاتے ہیں۔ وہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تازہ اور صاف ہوا اس کے لئے ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ ہر وقت

گود میں انہیں دبا کر رکھا جاتا ہے۔ اور امرا کے بچے تو نوکروں اور خادموں کے جسموں سے جوں کی طرح چمٹے رہتے ہیں۔ اسی باعث سے ہندوستان میں عام طور پر امرا کے بچے کمزور ہوتے ہیں۔ اور غربا کے بچے محض اس وجہ سے کہ ان کو وہ نعمتیں میسر نہیں ہوتیں اور وہ چل پھر کر گذارہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ امرا کے بچوں کی نسبت زیادہ توانا اور مضبوط ہوتے ہیں۔ اگر والدین آج ہی سے ذیل کے امور کو پیش نہاد خاطر رکھیں۔ تو وہ دیکھیں گے کہ بچے کیونکر نشو و نما پاتے اور قوم کا بہترین سرمایہ کہلانے کے مستحق بنجاتے ہیں۔

(۱) شیر خوارگی کی حالت میں بچوں کے دودھ کے اوقات مقرر کر دو۔

(۲) ہر وقت گود میں نہ رکھو۔ فرش پر چلنے پھرنے دو۔

(۳) بازار کی بنی ہوئی مٹھائی وغیرہ استعمال نہ کراؤ۔ اور چٹپٹی چیزوں کی عادت نہ ڈالو۔ ہلکی اور سادہ غذا کھلاؤ۔

(۴) لاڈ اور پیار کو حد سے نہ بڑھاؤ۔ شروع سے کہا ماننے کی عادت ڈالو

(۵) انہیں باقاعدہ روزانہ نہلاؤ۔ اور گرمی اور سردی کا لحاظ کر کے ٹھنڈے اور گرم پانی کا استعمال کرو۔

(۶) بچے بڑے ہو جائیں۔ تو انہیں کمینہ صفت بچوں کی صحبت سے بچاؤ۔ اور جاہل اور بد اطوار ملازموں کے پاس نہ پھٹکنے دو۔

(۷) سگرٹ۔ سگار۔ حقہ وغیرہ کا چسکہ نہ لگنے دو۔ بعض اوقات یہی چیزیں صحت بد کا باعث بن جاتی ہیں۔ اور یوں بھی صحت پر مضر اثر ڈالتی ہیں۔

(۸) عاشقانہ غزلیں، عشق و عاشقی کی داستانیں، مخرب اخلاق ہیں۔ ناول۔ ڈرامے اور فسانے بچوں کے لئے زہر قاتل کا اثر رکھتے ہیں۔ ان سے بچاؤ۔

(۹) پڑھنے کے لئے نتیجہ خیز تاریخی کہانیاں جو آسان الفاظ اور عام فہم طریق پر لکھی گئی ہوں۔ بچوں کو دینی چاہئیں۔ تجربہ بتاتا ہے۔ کہ ایسی کتابیں پڑھنے سے بچوں میں وہ اعلیٰ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جنکی ان کو آئندہ زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔

(۱۰) اپنے قول اور فعل سے ان میں مذہبی اور قومی زندگی کی روح پھونکو لیکن مذہب کو ہوّا بنانا سخت مضر ہوگا۔ مذہب ایک آسان چیز ہے۔ جو انسان ہی کی تہذیب و اخلاق کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس کو تعصب اور تنگدلی سے ایک ڈراؤنی چیز بنا دینا نقصان دہ ہے۔

اگر ان چند ہدایات کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو بچے تربیت یافتہ توانا تندرست اور مضبوط ہوں گے۔ ورنہ جو حالت اس وقت ہماری بے راہ روی سے بچوں کی ہو رہی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ بچے جن کو ہمارا بہترین قومی سرمایہ بننا چاہئے۔ اور قوم و ملک کے لئے جن کو مفید ترین جائداد ثابت ہونا چاہئے۔ بدبختی اور مصیبت کی نشانی بنجاتے ہیں۔ اور قوم کمزوروں۔ ناتوانوں اور بزدلوں کی ایک جماعت بنتی جاتی ہے۔

پہلا جھوٹ

ایک گناہ صدہا گناہوں کا باعث ہوتا ہے۔ انسان پہلے پہل جو جھوٹ بولتا ہے وہ اُسے عمر بھر گناہ میں مبتلا رکھتا ہے۔ جھوٹ بولنا ایک ایسا گناہ ہے جس کی پناہ میں صدہا گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ تم ایک چیز چُرا لیتے ہو اور محض اس بھروسہ پر اس جرم کی جرأت کرتے ہو کہ جب کوئی تم سے پوچھے گا تو جواب دو نگا کہ "میں نہیں جانتا" اگر تم یہ سمجھو کہ تمہیں بازپرس کے وقت یہ کہنا پڑیگا کہ ہاں میں نے ایسا کیا ہے تو کبھی ارتکاب جرم کی جرأت نہ ہو۔ عدالتوں میں جاکر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے سیاہ جرم جھوٹ کے دامن میں پرورش پاتے ہیں۔ کیا تم اُس مجرم کو بھی انکاری پاؤ گے جس نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ارتکاب جرم کیا ہے عدالتوں میں کیوں جاؤ اپنے گھروں میں دیکھو جھوٹ کی بدولت کیسی کیسی غلطیاں اور دانستہ خطاؤں کی جرأت کیجاتی ہے۔ پس جھوٹ کو ترک کرو تاکہ سچ کی روشنی میں تمہیں سیاہ کاری کا حوصلہ نہ ہو۔　　(دین و دنیا)

دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار

مذہب یا سیاست

(کچھ اختصار کے ساتھ)

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو   دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار
یا کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے دم میں   کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگ شرار
ہے یہ وہ قوت پرزور کہ جس کی ٹکر   سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشت غبار
اس کی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیاد زمیں   اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اوراق دیار
یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے   کھیلنے جاتے تھے ایوانگہ کسرا میں شکار
وہ الٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں   جن کے ہاتوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار
اس کی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم   بن گئی دہر میں جا کر چمن آرائے بہار

یا کوئی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے   کر دیے دم میں قوائے عملی سب بیدار
ہے اسی مے سے یہ سرمستیٔ احرار وطن   ہے اسی نشہ سے یہ گرمیٔ ہنگامۂ کار

ہائے دونوں سے ہوئے جاتے ہیں اب ہم محروم   نہ سیاست ہے نہ ناموس شریعت کا وقار

اب رہا جذبۂ دینی تو وہ اس طرح مٹا   کہ ہمیں آپ ہی آتا ہے اس نام سے عار
وضع میں، طرز میں، اخلاق میں، شہرت میں کہیں   نظر آتے نہیں کچھ حرمت دیں کے آثار

آج ہر بات میں ہے شان تملق پیدا   آج ہر رنگ میں یورپ کا نمایاں ہے شعار
ہیں شریعت کے مسائل بھی وہیں تک مقبول   کہ جہاں تک انہیں معقول بتائیں اغیار

نہ شریعت نہ سیاست تو پھر اب کس کے لئے
یہ تگ و دو ہے یہ شورش ہے یہ غل ہے یہ پکار

(شبلی نعمانی)

اصلاح الاعمال

پرستش

(رشحات قلم جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اسلم لکھنوی تلمیذ حضرت افضل الشعرا مولانا ابو الفضل صاحب شمس لکھنوی)

جب انسان اپنی قوت کو کسی دوسری قوت کا مغلوب سمجھتا ہے۔ تو اسکے دل میں غالب قوت کی اطاعت کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور اس خیال کو عملی صورت میں لانے کا نام "پرستش" ہے! انسانی قوت پر کسی دوسری قوت کے غالب آجانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی یہ تعلق انسان کو دوسرے انسان سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً جب ایک مریض کسی طبیب کی نسبت یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ مری صحت اس طبیب کے ہاتھ میں ہے۔ تو اس کے خوش رکھنے میں حق الامکان کمی نہیں کرتا۔ اپنی ناتوان جان کو بار بار اس کی تعظیم میں تکلیف دیتا ہے۔ اپنا مال اس کے نذرانے میں بھی خوشی کیساتھ صرف کرتا ہے۔ اور جس عجز و انکساری و گریہ زاری کیساتھ وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا طبیب کو صحت مریض کا حقیقی مالک سمجھتا ہے۔ ہم یقیناً ان افعال کو "پرستش" کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں جب کوئی شخص اپنی امید کیلئے دوسرے شخص سے وابستہ سمجھتا ہے تو ہمیشہ اسکی یہی کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنے قول و فعل سے اسے رضامند رکھوں۔ اور اس کوشش میں کامیاب ہونے کے لئے دل کی تمام خواہشیں اس کے ادنی حکم پر نثار کر دیتا ہے جسے "پرستش" کہنا غلط نہیں۔ جب کوئی انسان کسی انسانی پیکر پر فریفتہ ہوتا ہے تو اس کا پہلا فرض ہوتا ہے۔ کہ محبوب کی اطاعت میں اپنی جان و مال کو تصدق کر دے۔ آٹھوں پہر اسی کی یاد میں ایک خیالی تصویر کے سامنے سربسجود رہتا ہے۔ اور اپنی گفتار و کردار سے "پرستش" کی ایک اعلی نظیر قائم کرتا ہے۔ لیکن یہ ہر ایک پرستش مجازی ہے حقیقی پرستش اس قوت کی پرستش ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں۔ اس قوت کی پرستش کو دنیا کے تمام مذاہب نے اختیار کیا ہے۔ اور ہر ایک مذہب میں ایسی پرستش کا کچھ نہ کچھ مفروض حصہ نظر آتا ہے۔ آتش پرستوں کو اس قوت کی جھلک آگ میں نظر آتی۔ اور وہ اس کا مشتعل کرنا۔ اپنی اعلیٰ درجہ کی پرستش خیال کرتے ہیں!

آفتاب پرست اپنے اعتقاد میں آفتاب کو تمام امیدوں کا مرکز سمجھتے ہیں۔ نصف النہار میں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتا۔ اور زبان سے خاص الفاظ کہتے جانا۔ ان کی پرستش ہے! بت پرست اپنے اعتقاد کے مطابق بتوں کو اس قوت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ اور ہر روز صبح کو نہا دھو کر پتیل اور پتھر کی مورتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ شاستر کے منتروں میں اوتاروں کی ثنا و صفت کیجاتی ہے وظیفہ کے طور پر زبان سے کہتے جاتے ہیں۔ مختلف پودوں کی گوناگون پھول اور گنگا جل ان کی پرستش کے خاص لوازمات ہیں۔ ناقوس اور گھڑیال کی صدائیں ان کی پرستش کا آواز۔ دور تک پہنچاتی ہیں۔ اور ان کا مان لینا بھی ایک قسم کی پرستش ہے۔ مہاتما بدھ کے آزاد مذہب کی پرستش باجے کے دلکش سروں سے شروع توحید کے آخری نغموں پر ختم ہو جاتی ہے۔

آریہ مذہب میں پرستش کا زیادہ حصہ تصوف پر موقوف ہے۔ اور وہ نہایت ریاضت و جفاکشی کیساتھ وحدت کی غیر محسوس تصویر دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صبح کے وقت ہارمونیم کی سریلی آوازیں توحید کے دلکش گیت گاتے ہوئے۔ ان کے مکانوں سے بلند ہوتی ہیں۔ اور زن و مرد محفل کر نہایت ادب سے اس پرستش میں شریک ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کی پرستش یہ ہے۔ کہ زن و مرد اتوار کو گرجا میں جمع ہو کر نہایت ادب کیساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پادری انجیل

کی آیتیں جن سے حضرت مسیح روح القدس خدا کی ثنا و صفت ظاہر ہوتی ہے۔ باجے کی سروں سے ملا کر سناتا ہے۔ اور حاضرین نہایت غور سنتے ہیں۔ غرض ہر ایک مذہب میں تمام قوتوں سے بڑی قوت کی پرستش موجود ہے۔ لیکن ہر ایک مذہب میں پرستش کی ایک نئی صورت نظر آتی ہے۔ اسلام جو ایک آسمانی مذہب ہے۔ اور اس کے فلسفہ نے ہر ایک مذہب کو باطل قرار دیا ہے۔ ایک نئی طرح سے پرستش کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلامی پرستش کے تین حصہ ہیں ایک حصہ جسم و جان سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے نماز روزہ کہتے ہیں۔ دوسرا حصہ مال سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نام زکوٰۃ ہے۔ تیسرے حصے میں جان و مال دونوں شریک ہیں۔ اور وہ حج کے نام سے نامزد ہے۔ یہ اسلام کی وہ مفروضہ پرستش ہے جس کے اختیار کرنے سے انسان تھوڑی مدت میں محاسن دنیوی اور مکارم اخروی سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اس پرستش کی گہری فلاسفی ظاہر کرنے کے لئے ایک طولانی تقریر کی ضرورت ہے۔ مگر میں نہایت اختصار کیساتھ وہ خیالات بیان کرتا ہوں۔ جو اکثر میرے دل و دماغ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔

(نماز) خدا کی پرستش کا ایک آسان اور اعلیٰ ذریعہ ہے اس کے اوقات اور ارکان پر غور کرنے سے بیشمار مصلحتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز سے بڑھ کر کوئی عمدہ عبادت دنیا کے کسی مذہب میں نہیں۔ جب کوئی مسلمان نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اسکی حالت پر غور کرو۔ اس کا دل نہایت خضوع خشوع کیساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہے۔ سر سجدہ میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ بار بار جھکتا ہے۔ پیشانی اور ناک خاک پر رگڑتا ہے۔ آنکھیں دنیا کے ہر ایک منظر سے جدا ہو کر زمین کی طرف جھکی ہوئی اظہار عاجزی کر رہی ہیں۔ زبان پاک خدا کی حمد و ثنا میں مصروف ہے۔ غرض تمام اعضاء اپنا اپنا کام چھوڑ کر اس وقت پروردگار کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام تفکرات نفس کی بیجا خواہشیں اس کے دل سے فراموش ہو گئی ہیں۔ جس طرح اس کا دل پاک ہے اسی طرح جسم کے ظاہری اعضاء اور اعضا کو ڈھانکنے والے کپڑے بھی بالکل پاک ہیں۔ اس پرستش کے لئے اسے اپنی طہارت کا بہت اہتمام کرنا پڑتا ہے جس سے روح انسانی کو خاص تازگی حاصل ہوتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب انسان شب و روز میں پانچ وقت نماز کو نماز کیطرح پڑھیگا۔ تو بیجا وساوس اس کے دل و دماغ کے قریب نہ آسکیں گے۔ اور وہ ایک ایسی زندگی بسر کرے گا جس سے دنیا میں شادکامی اور عقبیٰ میں نیکنامی حاصل ہو۔ یقیناً ایسی پرستش جس میں انسان کی تمام ظاہری و باطنی قوتیں یکساں مصروف رہتی ہوں صرف اسلام کی پرستش ہے۔

(روزہ) سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کی مفروضہ پرستش ہے۔ کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام روزہ ہے۔ اس طریق پرستش میں بھی بہت سی منفعتیں اور مصلحتیں ہیں کہ ذرا غور کرنے سے انسان پر منکشف ہوتی ہیں۔ جب کوئی شخص روزہ رکھتا ہے۔ اور صبح سے شام تک اکثر لذتوں سے بیزار رہتا ہے تو اس کا دل اپنے خالق کی یاد میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جو انسانی زندگی کا ماحصل ہے۔ جب انسان کچھ مدت کے لئے کسی نعمت سے باز رہتا ہو تو اس نعمت کی بہت قدر کرتا ہے۔ مثلاً جو شخص دن بھر بھوکا رہے۔ وہ اگر شام کو کھانا کھائیگا تو کھانے میں ایک خاص لطف حاصل ہوگا۔ اور بے اختیار وہ پروردگار عالم کا شکریہ ادا کریگا اسی طرح جب روزہ دار دن بھر ہر طرح کی نعمتوں سے باز رہنے کے بعد ان سے متمتع ہوگا تو یقیناً اس کی زبان سے منعم حقیقی کا شکر ادا ہوگا۔ جب انسان دن بھر کھانا نہ کھائیگا۔ اور پانی نہ پیئے گا۔ تو بھوک پیاس کی تکلیف یاد کر کے وہ بے اختیار بھوکوں اور پیاسوں پر رحم کھائیگا۔ اور اپنے غریب بنی نوع کی امداد میں کمی نہ کریگا۔ اسکے علاوہ روزے میں طبی فوائد ہیں۔ وہ دقیقہ رس حضرات سے مخفی نہیں۔

(زکوٰۃ) یہ اسلام کی ایک پرستش ہے جو مال سے پوری ہوتی ہے۔ جب خدا نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا۔ اور اسے مال جیسی قیمتی نعمت جس سے تقریباً دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ عطا کی تو اس فرض ہے۔ کہ اس حیثیت سے اس کا شکریہ ادا کرے۔ چنانچہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے جو شرائط کیا تھا ایک قسم

معین ہے۔ کہ اس کے ہونے ہی سے۔ انسان مفلس نہیں کہا جاسکتا۔ اور بہایت آسانی کے ساتھ اس مفروضہ رقم کو ادا کرسکتا ہے دراصل زکوٰۃ میں قومی ہمدردی کا سبق دیا گیا ہے۔ مال زکوٰۃ کی ایسی معمولی مقدار ہے۔ کہ زکوٰۃ دینے والے کو کچھ ناگوار نہیں ہو سکتا اور غریب مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ زکوٰۃ سے ایک بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ انسان نیک کاموں پر پیشقدمی کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور وہ غریبوں کا بے اختیارانہ مرجع بنتا ہے۔ جو صبح و شام خدا کی جناب میں اس کی درازی عمر و ترقی اقبال کی التجا میں تر زبان دیتے ہیں۔

(ج) چند افعال و اقوال کے ساتھ بیت اللہ اور اس کے مبارک مضافات کی زیارت کا نام حج ہے۔ اس عبادت سے انسان کو جو تمدنی و اخلاقی فائدہ ہوتا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

جب روئے زمین کے مختلف الاوضاع مسلمانوں کا عظیم الشان مجمع نظر آتا ہے۔ تو خدا کی سطوت و جبروت و ہیبت نہ ارز کے دل پر طاری ہوتی ہے۔ یہ علاقہ عبودیت کی پہلی شان ہے۔ غیر مذہب والے جب اس شان و شوکت کو دیکھتے ہیں۔ تو بے انتہا مرعوب ہوتے ہیں۔ اور نیز انہیں اسلام کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ اور مسلمان جب ایک ہی ارادہ اور ایک ہی غرض سے مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع دیکھتا ہے۔ تو اپنے عقائد کی پختگی اور فرائض کی سرگرمی میں زیادہ مستعد ہو جاتا ہے۔ غرض اس طریق پرستش سے اسلام کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور لاریب پرستش کا اس سے اچھا طریقہ کسی مذہب میں نہیں ہے۔

خاکسار کا پتہ یہ ہے:-
لکھنؤ۔ محلہ باغ صحت۔ اسلم

”آدم“

(از جناب مولانا نامی کوہ سوار نظامی)

یہ ناز ہستی عالم
کو جن و ملک پہ فوقیت
علم الاشیاء میں اس کو استدراک
اس کو سجدہ کیا فرشتوں نے
دشت و صحرا میں اس کا رتبہ تھا
اس نے مشہور امتحان دئے
علم سے بر زمین چھانا ہے
واقفیت اسے ہر اک شے کی
ماہر ہر زبان اس کی ذات
سیر گاہ فلک سیارہ
بحر ذخار علم و دانش کا
فہم و ادراک میں کمال اسے
میں اس کے کبھی گرائی ہے

فخر کل کائنات ہے آدم
مرحبا اس کی شان ذی رفعت
علم الاسماء میں کامل و چالاک
اس کو رتبہ دیا بہشتوں نے
اس کا ہر سرزمیں پہ کعبہ تھا
اپنے دکھوں ہزار دل جان دئے
قدرت حق کو اس نے جانا ہے
داستان یاد رستم و کئے کی
مظہر سر کن فکان آیات
اور علم و عمل کا گہوارہ
جوہر بے بدل ہے کوشش کا
اوج و اقبال سے وصال اسے
اور کبھی شان پادشاہی ہے

تحدی میں تیس کا تھا نشان
جس نے فرعون کو کیا غرقاب
آگ میں جس نے امتحان دیا
مظہر قدرت الٰہی ہے
حامل خاتم سلیمانی
یہی معمار خانہ حق کا
مسند آرائے عرش تھا تو یہی
اس میں شان خدا ہے جلوہ نما
خیر و شر کا یہی حامل تو ہے
یہ امانت کا بار اٹھایا ہے
دشمن اس کا ہے شیخ نجدی ایک

مصر میں تھا یہ یوسف کنعان
جو کیا طور پر سوال و جواب
جو مسافر کو نان و خوان دیا
باعث تخت و تاج شاہی ہے
عقل بقراط و فہم لقمانی
یہی ساجد تھا ذات مطلق کا
زینت افزائے فرش تھا تو یہی
اس کے دل میں ہے خود خدا رہتا
جتنا عالم ہے اتنا جاہل ہے
حکم خالق پہ سر جھکایا ہے
حق بری سے بچائے رکھے نیک

مشتق انسان ہے انس سے نامی
چاہیئے اس پہ اب سرا تجامی

باب التاریخ

تاریخ عمرانِ عربی کا ایک صفحہ

دار الخلافہ یا قصرِ حسنی

موجودہ دور میں جو کچھ ہمارے پاس باقی رہ گیا ہے۔ اسے بھی کھو رہے ہیں کیا بہتر نہ ہوگا۔ کہ جو کچھ ہمیں حاصل تھا۔ ایک مرتبہ اسکو یاد کر کے تازہ کریں۔

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

خاندانِ برامکہ کے ایک ممتاز اور عالی مرتبہ ممبر حسن بن سہل نے نہر معلےٰ کے نیچے ساحل دجلہ پر ایک قصر عالیشان تعمیر کرایا تھا۔ یہ قصر اپنے بانی کے نام سے مشہور تھا جس کی وفات کے بعد اس کی بیٹی بوران کے قبضہ میں آیا۔ خاندان عباسیہ کا سولہواں فرمانروا معتضد باللہ جب تخت نشین ہوا۔ تو اپنے قیامگاہ کے لئے اسکی نظر انتخاب اس محل پر پڑی۔ چنانچہ اس نے بوران بنت حسن سے اس کے تخلیہ کی فرمائش کی۔ بوران نے چند روز کی مہلت مانگی جو اس کو ملگئی۔

حصول مہلت کے بعد بوران نے عمارت کی درستگی و آراستگی کی طرف توجہ کی۔ اولاً شکستہ مقامات کی مرمت و آراستگی کرائی۔ اس کے بعد سفیدی پھرائی۔ اصل عمارت کی درستگی کے بعد اس کی آراستگی شروع کی۔ زمین پر نہایت بیش بہا و خوشنما فرش بچھوائے۔ دروازوں پر نہایت پر تکلف و گراں قیمت پردے لٹکائے گئے۔

آراستگی سے فراغت کے بعد محل کے گوداموں میں وہ تمام اشیا مہیا کی گئیں۔ جن کی شاہانہ زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔

جب اس عمارت کا بہمہ وجوہ شاہی قیام کے قابل بنا دیا۔ تو معتضد باللہ کو اطلاع دی۔ اور معتضد باللہ نے محل کو بہمہ وجوہ آراستہ و مکمل دیکھ کر نہایت پسندیدگی ظاہر کی۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کا ماخذ ہلال بن المحسن کی روایت ہے۔ مگر اس روایت کا آخری جز یعنی بوران سے معتضد کی تخلیہ محل کی فرمائش اور بوران کا معتضد کو حوالہ کرنا۔ قابل تسلیم نہیں۔ اس لئے کہ بوران کا سن وفات سنہ ۲۷۱ھ ہے۔ اور معتضد سنہ ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا۔

معتضد سے پہلے معتمد باللہ سنہ ۲۵۶ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ بوران اس وقت زندہ تھی۔ اس لئے عجب نہیں کہ بوران نے معتمد کو یہ قصر دیا ہو۔ اور رواۃ نے غلطی سے معتمد کے بدلہ معتضد بیان کر دیا ہو۔ بہر نوع اس قدر ضرور صحیح واقعہ ہے۔ کہ یہ قصر دراصل حسن بن سہل برمکی تھا۔ اس کی وفات کے بعد بوران کے پاس رہا۔ اور بوران سے خلفاء بنی عباس کے پاس آیا۔

تغیرات جدیدہ۔ معتضد نے اس کے گرد و پیش کے قطعات بھی اس میں شامل کر لئے۔ اور ایک دیوار اٹھوا دی جس نے نہ صرف یہ تمام قطعات ایک عمارت کے اجزاء معلوم ہونے لگے۔ بلکہ نہایت مستحکم اور محفوظ ہو گئے۔ معتضد کے جانشین مکتفی باللہ نے جو سنہ ۲۸۹ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ دجلہ پر ایک تاج بنوایا جس کے پیچھے چند بعید بلند و سیع قبے اور ایوان بھی تعمیر کرائے تھے۔ مکتفی کے بعد مقتدر سنہ ۲۹۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ مقتدر نے تعمیرات کے ناتمام حصوں کی تکمیل مزید کی۔ اور بعض نئی عمارتیں

بھی از سر نو بنوائیں۔

اس تمام اضافہ و توسیع سے دارالخلافہ کا طول و عرض کیا تھا؟

اس کا جواب عضدالدولہ کے خزانچی ابو نصر خوشاذہ کی زبان سے یہ ہے۔ کہ میں دارالخلافہ کے آباد و ویران حصے اور حریم و غیر حریم میں پیرا میرے اندازہ میں دارالخلافہ شہر شیراز کے برابر ہے۔

دارالخلافت کے بعض قابل ذکر قطعات:۔ دارالخلافہ نہ صرف اپنی وسعت و بلندی کے لحاظ سے دہشت انگیز و حیرت آفریں تھا۔ بلکہ اس کے بعض قطعات بھی اس زمانہ کی اعجوبہ طرازی و نادرہ کاری کے بہترین نمونہ تھے۔ اس عنوان کے تحت میں گو دارالشجر الجوسق اور حیرالوحش کے علاوہ الفردوس اور الزج بھی داخل ہیں۔ مگر چونکہ مصنف نے ان دونوں قطعات کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا اسلئے ہم صرف تین مقدم الذکر مقامات تک کے حالات لکھتے ہیں۔

دارالشجرہ:۔ دارالخلافت کے ایک قطعہ میں نہایت صاف پانی کا ایک وسیع مستدیر حوض تھا۔ وسط حوض میں ایک نقرئی درخت تھا۔ جس کا وزن پانچ کروڑ درہم تھا۔ اس درخت کی ۱۸ شاخیں تھیں بعض شاخیں نقرئی اور بعض پر طلائی ملمع تھا۔ یہ شاخیں بہت طویل تھیں۔ جب ہوا چلتی تھی۔ تو وہ شاخیں اصلی شاخوں کی طرح جھومتی تھیں۔ ان کے پتے مختلف رنگ کے تھے۔ جو ہوا سے اصلی پتوں کیطرح ہلتے تھے۔ ان شاخوں پر ہر نوع کے نقرئی و طلائی پرند بٹھائے گئے تھے۔ جو نہایت شیرینی کے ساتھ نغمہ سنجیاں کرتے تھے۔ حوض کے داہنے و بائیں جانب اسپ سواروں کے ۱۵ مجسمے نصب تھے۔ سواروں کی پوشاکیں دیبا و حریر وغیرہ گراں بہا کپڑوں کی تھیں۔ ہر سوار کے ہاتھ میں ایک ایک نیزہ تھا۔ یہ تمام سوار اسطرح متحرک تھے۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا انمیں سے ہر ایک سوار دوسرے پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

یہ مکان دارالشجرہ کہلاتا تھا۔ اور عجیب و غریب مشینوں اور عام منجلیق کے رموز و اسرار سے ایک حیرت انگیز طلسم تھا۔

الجوسق:۔ یہ ایک محل کا نام ہے۔ جو چند باغوں کے درمیان میں بنایا گیا تھا۔ وسط محل میں رانگے کا ایک حوض تھا۔ یہ حوض ایک جانب سے تیس ہاتھ اور دوسری جانب سے بیس ہاتھ لمبا تھا۔ اس کے گرد رانگے کی ایک نہر بنی تھی۔ جو صفائی اور سفیدی میں جلا کی ہوئی چاندی سے بھی زیادہ درخشاں و خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ حوض میں چار طیارات تھیں (طیارہ ایک خاص قسم کی کشتی کو کہتے ہیں) ان کشتیوں کی نشستگاہیں طلائی تھیں۔ جن پر

کارچوبی اور حاشیہ دار دبیقی کپڑا منڈھا ہوا تھا۔ اور ان پر کارچوبی پارچہ دبیقی کی چادریں پڑی رہتی تھیں۔

حوض کے گرد ایک وسیع باغ تھا جس میں ایک روایت کے بموجب ۴۰۰ سو کھجور کے درخت تھے۔ ہر درخت پانچ ہاتھ لمبا تھا۔ ان درختوں کے تنوں پر منقش ساگوں کے پترے ہر چہار طرف سے جڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے تنے طلائی ملمع کار حلقوں سے آراستہ کئے گئے تھے۔ باغ کے کناروں پر ترنج و ستیو و منتع وغیرہ درختوں کی قطاریں باغ رضواں کا دھوکہ دیتی تھیں۔

حیرالوحش:۔ حیر کے معنی باغ کے ہیں۔ اور وحشی کے معنی حیوانات ہیں۔ یہ قطعہ دراصل آجکل کی اصطلاح کے مطابق باغ حیوانات تھا۔ اس میں مختلف قسم کے جنگلی جانور رکھے گئے تھے۔ اور وہ اس قدر انسانوں سے مانوس ہو گئے تھے۔ کہ آدمیوں کے پاس آ کے ان کے جسم سونگھتے تھے۔ جیسا کہ پالو جانور اکثر کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ سے لیکر کھاتے ہیں۔

شاہ روم کا سفیر اور آرائش قصر:۔ ۳۰۵ھ میں شاہ روم نے مقتدر باللہ کے پاس اپنا سفیر بھیجا۔ یہ سفیر جب تکریت پہنچا۔ تو مقتدر نے حکم دیا کہ دو ماہ تک اس کو تکریت میں رکھا جائے۔ وہاں سے جب بغداد آیا۔ تو دار صاعد میں اتارا گیا۔ یہاں سفیر نے دو ماہ تک انتظار کیا۔ مگر بارگاہ خلافت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی۔ اس عرصہ میں قصر کی آرائش نہایت اہتمام کیساتھ گراں بہا و خوشنما آلات، فرش و پردوں سے کی گئی۔ پارچہائے انماطی، دبیقی و طبری کے ۲۲ ہزار فرش بچھائے گئے۔ ۳۸ ہزار پردے پارچہائے ارمنی۔ واسطی۔ بہنسی۔ دبیقی مطرز کے لٹکائے گئے۔ ان ۳۸ ہزار پردوں میں سے ۱۲ ہزار پردے پارچہ دبیقی کے تھے۔ جن پر گھوڑے۔ ہاتھی۔ اونٹ اور دیگر جانوروں کی تصویریں منقش تھیں۔

سفیر کی فرودگاہ دار صاعد سے لیکر دارالخلافہ کے پھاٹک تک ایک لاکھ ساٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی دو رویہ صفیں کھڑی کی گئی تھیں۔ سواروں کی پوشاکیں نہایت قیمتی۔ گھوڑے نہایت عمدہ۔ زینیں نقرئی و طلائی تھیں۔ سواروں کے ہمراہ کوتل گھوڑے بھی تھے۔

بازار شرقی کی تمام دکانوں کو حتیٰ کہ چھتیں اور چھجے تک تماشائیوں نے بہت زیادہ کرایہ پر لے لئے تھے۔

بازار مذکور کے یمین و یسار کے مکانات اور خود بازار تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔

اصناف کشتی میں سے شذاوات و طیارات۔ زلازلات اور سمریات دجلہ میں باہمہ آرائش و سامان کھڑی تھیں۔ دارالخلافہ کے پھاٹک سے لیکر پیشگاہ خلافت تک بحری غلام اور ارمنی و بیرانی خدام لباس فاخرہ پہنے۔ زرین پٹکے باندھے اور ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے سرو قد کھڑے کئے گئے تھے۔

تمام حاجب و دیگر خدام اپنے اپنے منصب کے مواقق گذرگاہوں اور نشستگاہوں میں حاضر تھے۔

آرائش کے بہمہ وجوہ مکمل ہونے کے بعد سفیر کو حاضر ہونے کی اجازت دیگئی۔

سفیر اپنی فرودگاہ دارصاعد سے ہے۔ اپنے تمام جلوس کے دور و یہ صفوں سے ہوتا ہوا۔ دارالخلافۃ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں نصر قشوری الحاجب کا مکان ملا۔ جو خلیفہ کی ڈیوڑہی کا دربان تھا۔ لیکن مکان کی آراستگی اور اشخاص کی صف بستگی کو دیکھ کر وہ سمجھا کہ شاید دارالخلافۃ یہی ہے۔ منظر مکان کی عظمت اور خیال دارالخلافۃ کی ہیبت رسیر چھاگئی۔ اور وہ مرعوب ہوکر رک گیا۔ لیکن پھر اس کو بتا دیا گیا۔ کہ دارالخلافت نہیں ہے۔ بلکہ دارالحاجب ہے۔ سفیر آگے بڑہا۔ تھوڑی دور کے بعد وزیرالسلطنت کا مکان ملا۔ یہ مکان ابوالحسن علی بن محمد الفرات کی صرف مردانہ نشستگاہ تھی۔ یہاں جب سفیر نے حاجب کے مکان سے زیادہ شکوہ واحتشام دیکھا۔ تو اس کو یقین ہو گیا۔ کہ یہی دارالخلافۃ ہے۔ مگر یہاں بھی اسے بتایا گیا۔ کہ یہ دارالخلافۃ نہیں بلکہ دارالوزیر ہے

دجلہ اور باغ کے بیچ میں ایک نشستگاہ تھی جو عمدہ عمدہ پردوں اور چیدہ چیدہ فرشوں سے آراستہ تھی۔ چند دست تخت یا اس کے مانند زرفی شئی نصب تھے۔ جن کے ہر چہار طرف غلام عصا اور تلواریں لئے کھڑے تھے۔ سفیر اس نشستگاہ میں گیا۔ اس کے بعد تمام قصر کی سیر کرائی گئی۔ پھر پیشگاہ خلافت میں باریاب ہونے کے لئے حاضر ہوا۔

یہ تفصیل ایک روایت کے مطابق ہے۔ دوسری روایت سے جو اس روایت سے طویل مفصل اور کسیقدر مختلف ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سفیر جب دارالخلافت تک پہنچ گیا۔ تو ایک تہ خانہ میں داخل کیا گیا۔ جہاں سے وہ بارگاہ خلافت میں حاضر کیا گیا۔ سفیر نے شاہ روم کا پیغام عرض کیا۔ اور اس کے بعد اس کو تمام قصر کی سیر کرائی گئی۔ سیر قصر کی کیفیت کے متعلق چند روایتوں جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس وقت سفیر داخل ہوا ہے۔ قصر میں فوج کا ایک سپاہی بھی نہ تھا صرف حجاب اور مختلف النسل خدام تھے جنکی تفصیل یہ ہے:۔

خدام سفید	۴ ہزار	حجاب	۷ سو
〃 سیاہ	۳ ہزار	حبشی غلام	۴ ہزار

یہ تمام اشخاص چھتوں پر کھڑے کئے گئے تھے۔ سفیر عام پھاٹک سے داخل ہوکر خان خیل کیطرف چلا۔ خان خیل ایک بہت بڑا مکان تھا۔ جس میں بکثرت رواق اور سنگ مرمر کے ستون تھے۔ داہنے جانب پانچسو گھوڑے کھڑے تھے۔ جن پر پانچسو طلائی و نقرئی زینیں کسی ہوئی تھیں۔ اسیطرح بائیں جانب پانچسو گھوڑے کھڑے تھے۔ جن پر دیبا کی جھولیں۔ اور لمبے لمبے برقعے پڑے ہوئے تھے۔ اور ان تمام گھوڑوں کی باگیں لباس فاخرہ پہنے ہوئے سائیسوں کے ہاتھ میں تھیں۔

یہاں سے دربان کی دہلیزوں اور گذرگاہوں سے ہوتے ہوئے سفیر کو حیرالوحش میں لے گئے۔ حیرالوحش سے اس کو ایک اور مکان میں لے گئے۔ جہاں چار ہاتھی کھڑے تھے۔ یہ ہاتھی دیبا کی جھولوں اور گلکاری سے آراستہ کئے گئے تھے۔ سفیر ان مقامات کو نہایت متحیر ہوتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور ادنی ادنی باتوں کو متعجبانہ پوچھتا تھا۔ اس مکان سے اس کو ایک اور مکان میں لے گئے۔ جہاں ایک سو شیر تھے۔ ۵۰ داہنے جانب اور ۵۰ بائیں جانب ان شیروں میں سے ہر شیر کا ہاتھ چند اور شیروں کے ہاتھ میں تھا۔ اور شیروں کی گردنوں میں زنجیریں اور طوق پڑے تھے۔ اس مکان سے اس کو الجوسق میں لے گئے۔ الجوسق سے دارالشجرہ میں۔ دارالشجرہ سے الفردوس لے گئے۔ جو بیشمار آلات و فروش سے آراستہ تھا۔

الفردوس کی دہلیز میں دس ہزار طلاکار زرہیں آویزاں تھیں۔ یہاں سے اس کو ایک ایسے راستہ میں لے گئے۔ جو تین سو ہاتھ لمبا تھا۔ اور اس کے ہر دو جانب دس ہزار درقہ۔ خود۔ بیضہ۔ زرہ۔ مرصع ترکش اور کمانیں آویزاں تھیں۔ اور ایک ہزار گورے اور حبشی غلام چپ و راست کھڑے تھے۔ ۲۳ محلوں کی سیر کرنے کے بعد سفیر کو صحن التسعینی میں لے گئے۔ صحن التسعینی میں بحری غلام لباس فاخرہ پہنے اور پورے طور پر مسلح کھڑے تھے۔ اور ان کے اسلحہ میں برچھے۔ تیر۔ عصا اور تلواریں تھیں۔ سفیر کو معہ اپنے جلوس کے صحن التسعینی سے دارالسلام میں لیگئے۔ جہاں کثرت سے مسلی کے غلام و دبلے دوڑکے برف کا پانی اور شربت وغیرہ لوگوں کو پلا رہے تھے۔

اس سیر کی طول مسافت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ سات مقام پر اس عرصہ میں استراحت کی غرض سے بیٹھے۔ دوراستے ہی بار پائی پایا۔ ابو عمر عدی الطرسوسی صاحب السلطان اور رئیس بلاد شام ایک سیاہ عبا پہنے اور سیف و منطقہ زیب کرکے تمام سیر میں ان کے ہمراہ تھے۔

پیشگاہِ خلافت:۔ جب سفیر روم قصر خلافت کی سیر کر چکا۔ تو حریم خلافت سے طلبی کا پیغام پہنچا۔

خلیفہ المقتدر باللہ کے دیوان خاص کی عمارت قصر حسنی کا وہ ٹکڑا تھا۔ جو عین دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ اور التاج کے نام سے مشہور تھا۔ سفیر جب باریاب حضور ہوا۔ تو اس نے دیکھا کہ آبنوس کے ایک تخت پر خلیفہ عباسی متمکن ہے۔ اور دبیق کا ایک زرافشاں حلہ پہنے ہوئے ہے۔ جس پر طلائی بیل بوٹوں کے بنانے میں صناع نے حیرت انگیز کمال ظاہر کیا ہے۔ تخت بھی دبیقی مطرز فرش سے مفروش ہے۔ اور اس کے سروں کے دونوں جانب لعل و زمرد کے دو بڑے بڑے ہار آویزاں ہیں۔ جن کی چمک اور درخشانی سے تمام گرد و پیش منور ہو رہا تھا۔

خلیفہ کے سامنے اس کے پانچ شہزادے بیٹھے تھے۔ تین دہنی جانب اور دو بائیں طرف۔

سفیر روم کے ساتھ نصر القشوری بہ حیثیت مترجم کے موجود تھے۔ سفیر جب تخت کے قریب پہنچا۔ تو اس نے ہاتھ رکھا۔ اور تعظیم کے اظہار کے لئے سر جھکا دیا۔ اور مترجم سے کہا کہ اگر تمہارے ہاں سجدہ کرنا ممنوع نہ ہوتا تو میں سجدہ کرتا۔ لیکن میں اس طریق سے کورنش بجا لاتا ہوں۔ جو ہمارے یہاں کے آداب و رسوم کا شعار ہے"۔

اس کے بعد خلیفہ کی طرف سے قیصر روم کے خط کا جواب دیا گیا۔ جس کو سفیر نے چوما۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور باب دجلہ کی طرف سے اپنی فرودگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

خلیفہ کی طرف سے سفیر روم کے لئے پچاس کشتیاں عطایائے شاہانہ کی پیشتر سے پہنچ چکی تھیں۔ اس کا اندازہ مشکل ہے۔ ان میں سے ہر کشتی کے اندر دنیا کی کس قدر دولت موجود تھی۔ اور جب خزانے سے آئی تھی۔ اس کے اندر زر و جواہر کے کیسے عظیم الشان سمندر بند تھے۔ یہ واقعہ ۳۰۵ھ کا ہے۔

ہمارا طرزِ حکومت

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر
مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا

قرابت راجگانِ ہند سے اکبر نے جب چاہی
کہ یہ رشتہ عروسِ کشور آرائی کا زیور تھا

تو جودھ پور کے فرمانروا نے جو نسبت کی خواہش کی
اگرچہ آپ بھی وہ صاحب دیہیم و افسر تھا

ولیعہد حکومت اور خود شاہنشہِ اکبر
گئے راجہ کے گھر تک جو تخت گاہِ ملک و کشور تھا

اُدھر راجہ کی نورِ دیدہ گھر میں جلوہ آرا تھی
اِدھر شہزادے پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

دلہن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے
کہ جو محلوں تک زمین پر فرشِ دیبائے مشجر تھا

دلہن کی پالکی خود اپنے کاندھوں پر جو لائے تھے
وہ شاہنشاہِ اکبر اور جہانگیر ابنِ اکبر تھا

یہی ہیں وہ شمیم انگیزیاں عطرِ محبت کی
کہ جن سے بوستانِ ہند برسوں تک معطر تھا

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

مآثر الامراء میں یہ واقعہ تفصیل سے منقول ہے۔

(شبلی نعمانی)

تذکرہ برادری

تبصرہ

انجمن قریشیان ہند کی کارگذاری پر ایک نظر

کارکنانِ انجمن کو مشورہ

(از جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست فلاں)

اخی المکرم سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ گی آپ کے مرسلہ پرچہ جات موصول ہوئے۔ شکریہ کیسا تھ ان کی رسیدگی کی اطلاع عرض کرتا ہوں۔

انجمن کے گذشتہ سالانہ جلسہ ہائے کی کیفیت کا ملاحظہ کیا گیا۔ آفرین بادبرین ہمت مردانہ تو۔ جہانتک آپ کے بس کی بات تھی۔ اور ہے۔ اس حدتک آپ اس کو مردانہ وار نباہے چلے آتے ہیں۔ اور اس پہلو میں آپ درحقیقت قوم کے سچے شکرگذاری کے مستحق ہیں۔ کہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ سحری کی سی روشنی کو انجمن کی صورت میں پھر بھی آپ قائم اور برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اس بات کو یہیں ختم کرتے ہوئے۔ اگر آپ مجھے کسی قدر تنقید کی اجازت دیں۔ تو میں اپنی تفہیم کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ ہندوستان بھر کے قریباً اٹھارہ لاکھ سادات و قریش کی وسیع آبادی میں دس سال کے عرصہ میں انجمن کے اغراض و مقاصد کے ہنوز پوری اشاعت نہیں ہوئی۔ اور وجہ اس طرح سے کہ کارکنانِ انجمن نے اصالتاً جیسا کہ چاہئے تھا۔ پروںجات میں مشتہر...... نہیں کیا۔ جو نہایت ضروری امر تھا۔ اشتہاری اور کاغذی اپلیں عملی کام کے قائممقام نہیں مقرر ہو سکتیں۔ انجمن کا فرض اولین یہ ہے۔ کہ اضلاع پنجاب میں مناسب اور ضروری مقامات کا دورہ کرتے ہوئے وہاں پر مقامی انجمن ہائے قریش کی بنیاد کیطرح ڈالے۔ اور پھر وہ تمام انجمن مرکزی انجمن سے وابستہ ہوں۔ اگر گوجرانوالہ میں انجمن قریش قائم ہوئی۔ تو وہ مقامی چند اشخاص کے ذاتی ضروریات کی بنا پر تھی۔ جسمیں انجمن قریشیانِ ہند امرتسر کا کوئی ہاتھ و تصرف نہ تھا۔ اور اسی طرح میرا خیال ہے۔ کہ اگر ضلع ملتان میں کوئی انجمن قریش ہے۔ تو وہ بھی ذاتی صوابدید پر کھڑی ہوئی ہوگی۔

جالندھر میں اگر انجمن کے انعقاد کی کوئی تجویز ہونے ہوتے رہ گئی تو اس میں بھی انجمن امرتسر کا کوئی حصہ پایا نہیں جاتا۔ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ دس سال کے عرصہ میں پنجاب بھر میں ضلع وار انجمنیں جس قدر کہ چاہئیں تھیں موجود نہیں ہیں آپ کو یا سکرٹری صاحب کو یا پریزیڈنٹ صاحب کو اس بارہ میں ضرور مناسب توجہ دینی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک پنجاب کے نامور قریشیوں کی ضلعوار فہرستیں بھی آپ کے دفتر میں غالباً موجود نہیں۔ آپکو ہر ضلع کے صدر مقام کے مقامی قریشیوں کا پتہ لگاکر اوّلاً اُن سے خط و کتابت فرمانی چاہئے اور جہاں کوئی انجمن قائم ہونے والی ہو اُس میں شمولیت کے لئے پہنچنا چاہئے اس صورت میں انجمن قریشیان ہند کی طاقت روزافزوں ہوگی اور اس کے اجراء کی جو اصل غرض ہے وہ انشاءاللہ بوجہ احسن پوری ہوسکیگی۔ نہایت تعجب انگیز امر ہے کہ ڈیڑھ سو سے زیادہ انجمن قریشیان ہند کے ممبر اب تک نہ ہوں، اور اسی لحاظ سے بیچارہ القریش بھی ڈبکوں ڈبکوں میکند۔ گاہ اسطرف گاہ اُس طرف کی حالت میں ہے۔ آپ مسلم لیگ کو دیکھئے کہ اُس کے کارکنان کسطرح سے احیاءِ لیگ کیلئے سرگرداں پھر رہے اور کوشش کر رہے ہیں ایک دفعہ انجمن قریشیانِ ہند کو تکلیف ضرور ہوگی مگر اُس کے بعد ہمیشہ کا آرام ہوگا۔ پنجاب ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے

کسی حصہ میں بھی کارکنانِ انجمن کو دورہ کرنا چاہئیے تاکہ پورے معنوں میں انجمن قریشیانِ ہند کہلا سکے۔ ورنہ کہنا پڑیگا کہ اگر تعلقات کو حدود پنجاب ہی میں محدود رکھا گیا تو پھر انجمن قریشیانِ پنجاب ہوگی۔ انجمن کو موجودہ صورت میں مدرسہ طبی اور دینی یا دظائف فنڈ کے لئے ہنوز زیادہ زور نہ دینا چاہئیے جب تک کہ وہ پوری استقامت کے ساتھ مالی حالت کے لحاظ سے اپنے پاؤں پر نہیں کھڑی ہو جاتی۔ یہ بھی کوئی حالت ہے کہ نام کو تو انجمن قریشیانِ ہند ہو اور مالی سرمایہ ایک ہزار تک بھی بمشکل۔ اگر فی ضلع کم ازکم القریش کے دس خریدار بھی ہوں تو بھی تین سو خریدار ہونے چاہئیں۔ القریش اور انجمن دونوں لازم وملزوم ہیں آپ مہربانی کرکے اپنی مجلس منتظمہ سے مشورہ کیجئے گا کہ وہ کس طرح سے انجمن کے رسوخ اور طاقت میں اضافہ کے خواہاں ہو سکتے ہیں۔ میں قوم کو اس قدر قابل ملامت نہیں سمجھتا جس قدر قوم کی رہنمائی کرنے والوں کو صحیح رستہ پر نہ چل سکنے کا مرتکب پاتا ہوں۔ مانا کہ آپ کا نصب العین بہت بلند ہوگا مگر قوم اب تک آپ کی انجمن سے اُسی قدر نابلد ہے جیسے کوئی دیہات کا رہنے والا لنڈن سے۔ اگر انفرادی طور پر آپ کو کچھ مشکلات معلوم ہوتی ہوں تو کسی سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ان تمام امور پر غور بحث اور گفتگو ہو کر تجویز مکمل ہو جانی چاہئیے۔ میں نے محض اپنے ذاتی خیال سے کہ کسی سہ سالہ مقامی انجمن کے مقابلہ میں دس سالہ انجمن کے وجود کو زیادہ مؤثر بنانا چاہئیے۔ درخواست ممبری بھیجدی تھی۔ آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ صرف پنجاب ہی میں ۷۰۹۱۰ قریشی اور ۲۴۶۹۴۷ سادات۔ جملہ ۳۱۷۸۵۷ کی آبادی ہے۔ کیا آپ اس میں سے کم ازکم دس ہزار نفوس کو بھی اپنی طرف ملتفت نہیں کرسکیں گے میں نے اپنا ذاتی خیال عرض کر دیا۔ آئندہ آپ اپنے تجربہ اور صوابدید پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ انجمن قریش گوجرانوالہ کے متعلق چند ایک مضامین جب اخبارات میں نکلے تو لاہور اور جہلم وغیرہ سے بہت سے قریشی احباب کے خطوط موصول ہوئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قومی انسٹی ٹیوشن کے وجود کے متمنی ہیں۔ آپ کے زورِ قلم کا تو میں قائل ہوں غالباً آپ فنِ تقریر میں بھی یدِ طولےٰ رکھتے ہوں گے۔ بس دردِ دل تو آپ کو پیشتر ہی سے میسر ہے، اور یہ تینوں باتیں نعمائے الٰہی میں سے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ میری اس رائے کو سمگھم کریں۔ میں نے اپنے تجربہ کی بنا پر عرض کر دیا (۲) سٹر ممتاز وغیرہ کے متعلق مابعد اطلاع دونگا۔

امید کہ آپ بفضلہ مع الخیر ہوں گے۔ والسّلام۔

خاکسار:۔

قاضی نظیر حسین از گوجرانوالہ

جواب

انجمن قریشیانِ ہند کو کتم عدم سے وجود میں آئے ہوئے کامل دس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس اثنا میں اس کارکنین نے تشہیرِ مقاصد کے لئے جو جو وسائل و ذرائع اختیار کئے وہ ایک قوم کو جس میں ذرا بھی صلاحیت موجود ہو بیدار کرنے کے لئے کافی تھے۔ اور میرے خیال میں کارکنان سے کسی ایسی کوشش کے انجام دینے میں فروگذاشت نہیں ہوئی جو شاہراہ ترقی پر گامزن ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والی قوموں نے معیار بیداری قوم مقرر کر رکھی ہو۔

آپ کا خیال ہے کہ "کارکنانِ انجمن نے اصالتاً جیسا کہ چاہئیے تھا سیر دسیاحت میں تشہیر مقاصد کا فرض ادا نہیں کیا" اس کا جواب سنہ ۱۹۱۹ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے القریش کی فائلوں کی ورق گردانی سے مل سکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ انجمن کا سفیر دو تو مرتبہ پنجاب کے مختلف اضلاع سے قوم کی سرد مہری اور حجاب کی بے التفاتی کا شکوہ لیکر نالاں وگریاں واپس آیا ہے۔ حقیقتاً سفیر کے دورہ کے اخراجات نے کارکنان کی ہمت توڑ دی۔

عہدِ حاضرہ میں شاہراہ ترقی پر گامزن ہونیوالی اقوام کی تاریخ اُٹھا کر دیکھنے والی آنکھ اور اس کے کوائف علی پر غور کرنے والا دماغ موازنہ کرسکتا ہے کہ وہ کون سی طاقت وجراٗت تھی جو اُنکی بیداری کا باعث ہوئی اور وہ قریشیوں میں نہیں ہے؟ یا اُن کی کل میں کونسے پرزے کی کمی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں قوم کو اس قدر قابلِ ملامت نہیں سمجھتا جس قدر قوم کی رہنمائی کرنیوالوں کو صحیح راستہ پر نہ چل سکنے کا مرتکب پاتا ہوں "۔ یہ صحیح ہے، لیکن

تھوڑی دیر کے لئے اگر جناب "انجمن راعیان ہند" کی ابتدا اور انتہا پر ایک نظر ڈالنے کی تکلیف فرمائیں اور اس میں قوم اور کارکنان کی عملی خدمات کا اندازہ لگائیں تو آپ اپنے خیال کا جواب نہایت آسانی اور دلجمعی سے اس میں سے حاصل کر سکتے ہیں میاں معراج الدین احمد ایسے شخص نے "راعین میگزین" میں ایک درد بھری زبان کے ساتھ "قومی مرکز" کے قیام کی تجویز پیش کی تو سینکڑوں افرادِ قوم نے اس پر لبیک کیا۔ مگر یہاں کیا حالت ہے، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مسبب الاسباب خدائے برتر و اکبر کی وہ ذات (مراد نظام دکن خلد اللہ ملکہ) کا سبب نہ بناتی تو القریش کبھی کا ختم ہو گیا ہوتا اور اجزائے قوم جس کی تنظیم کا انتظام اُن کی غفلتوں اور بے پرواہیوں کے سبب ناظمِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے چھوڑ رکھا ہے بکھر گئے ہوتے۔

مجھے ان الفاظ سے القریش کی خدمات کا اعتراف مقصود نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ قریشی برادری میں جو دوسری برادریوں میں مخلوط ہو جانے کی مرض پیدا ہو گئی تھی اور جس کے نشان گجرات وغیرہ اضلاع میں اب بھی پائے جاتے ہیں ایک حد تک رک گئی ہے۔

مسلم راجپوتوں کی تنظیم قومی ایک ہی اعلان سے ہوئی ان کے دو سالانہ اجلاس تیزپ! اعتشام انجام پا چکے ہیں ہفتہ وار اخبار نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ قومی اصلاحات میں وہ سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ اُن کی دو سالہ تنظیم کی کارگذاری اور سرمایہ کی حیثیت سے اکثر پرانی انجمنوں سے بڑھ چڑھ کر ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ اُن میں احساس تھا۔ وہ پدرم سلطان بود کے مصداق نہ تھے بلکہ خود میدانِ عمل میں آنا اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا جانتے تھے۔ مگر یہاں ہے کمزوری اور حالت یہ ہے! اللہ اللہ خیر سلا!

اصالتاً خدمات کی انجام دہی کے متعلق میں کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ یہ جلے دل کے پھپھولے ہیں۔ جہاں تک جی چاہے پھوڑتے جائیے۔ البتہ سننے کے لئے ذرا توجہ کی ضرورت ہے کہ ۱۹۲۲ء کے اوائل میں گجرات میں پیر قمر الدین صاحب ڈسٹرکٹ اے سے بھی سے ملاقات ہوئی۔ قوم کی بے چارگی کے تذکرہ میں ایک معزز عہدیدار جو گجرات ہی کے رہنے والے تھے اور اُن دنوں رخصت پر تھے کا نام لیکر تنظیم قومی کے مسئلہ میں مشورہ لینے کے لئے آپ سے کہا۔ چنانچہ پیر صاحب کے ہمراہ میں [illegible] کے مکان پر پہنچا۔ آپ وسیع اور کھلے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ پیر صاحب نے تعارف کرا کر غرض کا اظہار کیا۔ مگر آپ ہیں کہ جس طرح کان ہی نہیں رکھتے۔ اور اگر کچھ زبان سے یاری کی بھی تو فرمایا کہ "اس دردسری میں کون پڑے" اللہ اکبر! قریشیوں کا استغنا ملاحظہ ہو۔

اسی دورہ میں کئی مقامات سے ہوتا ہوا ملتان جانیکا اتفاق ہوا۔ وہاں کے ایک معزز مشہور اور خان بہادر سجادہ نشین سے ملاقات ہوئی۔ نسباً آپ قریشی ہاشمی ہیں اور اُن بزرگوں کے نام لیوا ہیں جنہوں نے دین اور دنیا دونوں کی تنظیم کر دی۔ میری معروضات کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ "ہندوستان کے قریشیوں کو قریشی تسلیم کرنے میں مجھے تامل ہے" میں غور کر رہا ہوں اگر وقت نے مساعدت کی تو "انجمن ہاشمیہ" کی طرح ڈالونگا"

اس قسم کے واقعات تمثیلاً پیش کرنے کے لئے ایک وقت درکار ہے۔ لہذا انہی پر اکتفا کرتا ہوا میں جناب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اصالتاً خدمات کی انجام دہی کی یہی صورت تھی یا کچھ اور؟

میرے محترم! دنیا والوں کو قریشیوں کی بے پندیر موت کا گمان ہو رہا ہے۔ زمانہ کی آوازوں کو ان کے کانوں تک رسائی نہیں اور یہ سچ ہے کہ مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ لیکن کوئی چارہ کار بھی ہے

مایوس تو نہیں ہوں مگر ہے امید بھی نہیں
لیکن ابھی تلک تو یہ سودائے خام ہے

مجھے یہ شنکر مسرت ہوئی کہ اخبارات کے اعلانات نے بہت حد تک قریشیوں کی توجہ انجمن قریش گوجرانوالہ کی جانب معطوف کر لینے کا باعث ہوئے ہیں الحمد للہ۔ میری خواہش تو شیرازہ بندی قوم سے ہے خدا کرے یہ فخر گوجرانوالہ ہی کو حاصل ہو۔

آخیر پر میں آپ سے کسی ایسے مفید ترین نسخہ کی تجویز کی درخواست کرتا ہوں۔ جو مریض سخت جان کے لئے مفید ہو۔ امید ہے کہ جناب فراخ دلی سے کام لیں گے۔

والسلام

ایڈیٹر

قریشی برادری ضلع جالندھر سے

انجمن اصلاح قریش جالندھر کا دفتر خدا معلوم کن وجوہات کے باعث کرتارپور میں تبدیل کر دیا گیا۔ دفتر کی طرف سے عام اجلاس کی اطلاعیں ۱۴ جون ۲۷ء کے لئے جاری ہوئیں جوائنٹ سکرٹری صاحب سے معلوم ہوا کہ اطلاعی کارڈوں کی تعداد کچھ اوپر ستر تھی۔ لیکن میں نے بچشم خود حاضری کا جو نظارہ دیکھا وہ سخت رنجدہ، پریشان کن اور برادری کی بے حسی پر دال تھا۔ میرے سمیت پانچ کس تھے جو شرکت جلسہ کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ میزبانوں کو مہمانوں کی آمد کے یقینی خیال نے خورد و نوش کے التزام و انصرام میں اگر زیادہ نہیں تو بیس پچیس روپیہ کا نقصان ہوا جو میرے لئے زیادہ دل شکن اور افسوسناک بات تھی۔

اس انجمن کے اس وقت تک (۲۰ 11/22 - ۲۱ 11/22 - ۲۴ 3/22) تین معمولی جلسے ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کا عالم یہ ہے کہ . . . .

کیا کارکنان پر اعتراض کرنے والے احباب مجھے یہ بتلانے کی تکلیف کریں گے کہ اس بے نمکی کی آخر وجہ کیا ہے۔ اور کیا مدعیانِ قریش کا یہی حق ہے جو ادا ہو رہا ہے؟

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

محمد چراغ

مولوی عبد العزیز صاحب واعظ گورداسپوری ایک فاضل بزرگ ہیں۔ آپ کے دل میں اصلاح المسلمین کا جذبہ و شوق خاص ہے۔ میاں محمد منیر صاحب کی شادی کی تقریب پر گورداسپور کے مقام پر کیم جون کو آپ نے بہت دیر تک اصلاح رسوم اور دیگر اصلاحی معاملات پر حاضرین سے گفتگو کی۔ اگر مناسب مواقع اور تقاریب پر ایسے لوگ قومی اصلاح کا فرض اپنے ذمہ لے لیں تو اراکین انجمن کا بہت سا بار ہلکا ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی اور بزرگ بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کا اقرار کرینگے؟

انجمن قریشیان ہند کا ایک اور ہونہار طالب علم محمد تذیر سکنہ بٹالہ میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ بے چارہ نہایت مفلس اور پریشان حال تھا۔ ہم اس کامیابی پر اسے مبارکباد دیتے ہیں۔ کیا خوب ہو کر کوئی بزرگ دستِ اعانت بڑھا کر حصولِ معاش میں اس کی مدد کریں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ طاعون ملعون نے اب کے بھی بعض علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ گھر ویران ہو گئے۔ بچے یتیم و بے کس رہ گئے۔ کئی بہو بیٹیاں بیوہ اور بے خانماں ہو گئیں۔

گوجرانوالہ میں جو شورِ محشر بپا رہا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہمارے محترم قاضی نظر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات کے اقرباء میں سے دو کس جنت الفردوس کو سدھار گئے، دو تنگ حال تھے خدا انہیں شفا دے۔

مخدومی شیخ غلام حسین صاحب شاکر کے نام نامی سے ناظرین القریش خوب واقف ہیں آپ کو بیرا دیہ عزیز (جو بڑے لائق و قابل تھے) کی وفات کا سخت صدمہ ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خدا تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

جن اصحاب کی قیمتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اُن کی طرف آئندہ پرچہ وی پی ارسال کیا جائے گا۔ وصول فرما کر عملی ہمدردی کا ثبوت دیں۔ (مینجر)

مراسلات

"قریشی اور حقوقِ زراعت" مطبوعہ القریش ماہ اپریل کے متعلق پیر علی احمد صاحب فریدی چشتی زیرہ ضلع فیروزپور سے ذیل کی مراسلت ارسال فرماتے ہیں۔ جو آپ کے اصرار پر من وعن شائع کی جاتی ہے۔ احباب غور فرما کر اپنی اپنی رائے کے اظہار سے مشکور کریں ۔ (ایڈیٹر)

حضرت اخویم رونق صاحب عظلہ العالی۔

سلام مسنون

ماہ مارچ ۲۴ء کے صحیفہ القریش کے صفحہ پر حقوقِ زراعت کے عنوان کا مضمون جس کے اخیر پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ایک عام اجلاس میں اکابر قوم کو حقوق زراعت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے دعوت دی جائے وغیرہ وغیرہ میری نظر سے گذرا مجھے اس سے کلی اتفاق ہے۔ یہ نہایت انسب ہے کہ وہ اضلاع جن میں قریشی حقوقِ زراعت سے تاہنوز محروم ہیں متفقہ طور پر ایک عرضداشت گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں پیش کریں (۲) دعوتِ اجلاس سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احباب کی اس امر میں ایک مضمون کے ذریعہ رائے لی جاوے - ذیل کا مضمون بندہ کی طرف سے پہلے ہی پر چہ میں شائع فرماویں اور دیگر اضلاع کے قریشی احباب سے اظہار رائے کی استدعا کریں بندہ نے مضمون مرسلہ ہذا پر ضلع فیروزپور کی نسبت زیادہ زور دیا ہے کیونکہ میری واقفیت یہیں تک محدود ہے۔ اسی طرح ہر ضلع کے احباب (کہ جن میں قوم قریشی زراعت پیشہ نہیں ہے) اپنے اپنے ضلع کے مفصل حالات و معلومات تحریر کرکے آپ کے پاس روانہ فرماویں۔ پھر آپ ان سب کو یکجا اکٹھے کرکے ایک مفصل باوضاحت درخواست مرتب کرکے کسی ممبر کی وساطت سے لیجسلیٹو کونسل میں یہ سوال پیدا کرایا جائے۔ ممکن ہے کہ کوئی صورت نکل آئے۔ پھر وہاں جب یہ سوال پیدا ہوگیا تو اگر گورنمنٹ نے ضروری سمجھا اور اغلباً ضروری سمجھیگی تو وہ بذریعہ صاحبان ڈپٹی کمشنر و افسر مال و تحصیلدار صاحبان کے ہر ایک ضلع سے قوم کی مالی حالت و آبادی کے متعلق واقعات دریافت فرما کر فیصلہ کردیوے سوائے اس صورت کے اور کوئی صورت انسب پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہم میں اتنی سمجھ نہیں ہے کہ وہ فرداً فرداً اپنے ضلع سے حقوق مانگے بس یہی ایک ذریعہ ہے۔

اجراء ایکٹ انتقال اراضی کے وقت تشخیص اقوام میں بعض قوموں پر تشخیص کنندگان کو صحیح تشخیص کرنے اور بعض موقعوں پر اقوام کو صحیح تشخیص کرانے میں جو غلطی واقعہ ہوئی ہے اُسکی صحت کی طرف آج تک توجہ مبذول نہیں ہوئی اور یہ غلطی قوم قریش کی بعض شاخوں کے سریع نقصان کا موجب ہے۔

واضح ہو کہ جس طرح اقوام راجپوت، جاٹ، پٹھان کی شاخیں ہیں اسی طرح قوم قریش کی بھی شاخیں ہیں لیکن قبل ازیں کہ آں جناب کی سنان توجہ امرِ خاص کی طرف معطوف کرائی جائے قوم قریش اور اس کی شاخوں کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے معاملہ کی فہمید میں جناب کو نہایت آسانی ہو جائیگی۔ اور وہ یہ ہے کہ مثل دیگر اقوام پٹھان راجپوت جاٹ وغیرہ کے قوم قریشی بھی ایک مسلمہ زراعت پیشہ قوم ہے اور بلحاظ فضیلت و بزرگی نسبی جسمی ہی حیثیت سے تمام اقوام عالم سے برتر و اعلیٰ شمار کی جاتی ہے۔ جو بفضلہٖ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاءؓ نامدار رضوان اللہ علیہم سے منسوب ہے جو حسب ذیل ناموں سے نامزد ہے :-

(۱) **قریشی سید**:- آنحضرت صلعم کے نواسے حضرت حسنین علیہم السلام کی اولاد بوجہ امتیاز و بزرگی سید القریش یعنی "سید" کہلاتی ہے۔

(۲) **قریشی ہاشمی**- آنحضرت صلعم کے جدِ امجد حضرتِ ہاشم کی کی اولاد ہے۔

(۳) **قریشی صدیقی**- حضرت ابوبکرؓ صدیق اکبر خلیفہ اوّل کی اولاد ہے جو کہ ضلع فیروزپور، لاہور، منٹگمری، شیخوپورہ میں لفظ "بودلہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اور دیگر اضلاع پنجاب میں مجموعی حیثیت لفظ "قریشی" کے نام سے زراعت پیشہ قرار دیگئی ہے *

(۴) **قریشی فاروقی**۔ حضرت عمرؓ فاروق اعظم خلیفہ ثانی کی اولاد ہے۔ حضرت "بابا فرید گنج شکر پاک پٹنی" اسی شاخ کے ایک بزرگ کامل ہیں۔ بابا فریدؒ گنجشکر کی اولاد ضلع فیروزپور ومنٹگمری وہوشیارپور ودیگر اضلاع میں بکثرت آباد ہے ضلع فیروزپور ومنٹگمری میں لفظ "چشتی" کے نام سے مشہور ہے اور ضلع منٹگمری ودیگر اضلاع پنجاب میں مجموعی حیثیت لفظ "قریشی" سے زراعت پیشہ قرار دی گئی ہے۔ لیکن ضلع فیروزپور میں غیر زراعت پیشہ ہے۔ اسی قوم کے بعض افراد ایسے ہیں کہ جن کی ملکیت اراضی ضلع منٹگمری وفیروزپور ہر دو اضلاع میں ہے لیکن ضلع منٹگمری میں تو وہ شخص زراعت پیشہ ہے اور فیروزپور میں غیر زراعت پیشہ ہے۔

(۵) **قریشی عثمانی**۔ حضرت عثمانؓ غنی خلیفہ سوم کی اولاد ہے

(۶) **قریشی علوی**۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم کی اولاد ہے جو کہ ماسوائے حضرت حسینؓ کے دیگر بیٹوں کی اولاد ہے۔

(۷) **قریشی عباسی**۔ حضرت عباسؓ چچا حضرت رسول کریم محمد صلعم کی اولاد ہے۔

یہ تاریخی تفصیل وتشریح (۱) سید (۲) ہاشمی (۳) صدیقی (۴) فاروقی (۵) عثمانی (۶) علوی (۷) عباسی کنبوں کے قریشی الاصل وقریشی النسل ہونے کا مسلّم ثبوت ہے۔ اور عوام اس کے تسلیم کرنے میں شک نہیں کرتے۔ چونکہ قوم قریشی ایک مسلّمہ زراعت پیشہ قوم ہے۔ اور تمام صوبہ پنجاب میں ماسوائے چند ایک اضلاع کے (کہ جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے) بروئے ایکٹ انتقال اراضی زراعت پیشہ قرار دی گئی ہے۔ تشخیص اقوام میں جہاں تشخیص کنندگان نے پورے غور وتعمق سے کام نہیں لیا وہاں ان شاخوں کو علیحدہ علیحدہ قومیں تصور کرتے ہوئے شاخوار تفریق کر کے زراعت پیشہ کر دی گئی ہے۔ اور جہاں ذرا توجہ سے کام ہوا وہاں بلا تفرق شاخہائے مجموعی حیثیت میں "قریشی" نوٹیفائڈ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ شاخ ہائے کے متعلق فیصلوار حسب ذیل عرض ہے کہ قریشی سید "سید" ماسوائے ضلع کانگڑہ کے تمام صوبہ پنجاب میں زراعت پیشہ قرار دی ہوئی ہے۔ اور بحیثیت مجموعی قوم قریشی ماسوائے اضلاع گورداسپور امرتسر فیروزپور۔ لدھیانہ۔ رہتک حصار۔ کانگڑہ کے باقی تمام صوبہ پنجاب میں بروئے ایکٹ انتقال اراضی زراعت پیشہ ہے۔

ضلع فیروزپور میں اس قوم کی کئی شاخیں آباد اور مالک اراضی ہیں۔ لیکن تشخیص اقوام کی غلطی سے صرف دو شاخیں سید وصدیقی معروف بودلہ کے علاوہ باقی تمام شاخیں باوجود مالک اراضی اور زراعت کار ہونے کے محض نظرانداز ہو جانے کے باعث حقوق زراعت سے محروم ہیں۔ حالانکہ ضلع فیروزپور میں ان کی آبادی بکثرت ہے اور نیز سید، مغل بلوچ۔ پٹھان۔ لبانہ۔ مہتم اقوام کی فرداً فرداً آبادی ملکیت قوم قریشی فاروقی معروف چشتی ونیز دیگر قریشی ہاشمی وفاروقی وغیرہ (جو کہ از اولاد حضرت بابا فرید گنج شکر نہیں ہیں) سے بہت کم ہے۔ مغل بلوچ وغیرہ کہ جن کی آبادی قریشیوں سے کم ہے وہ تو زراعت پیشہ ہیں اور قوم قریشی کہ جنکی آبادی اُن سے زیادہ ہے وہ ابھی تک غیر زراعت پیشہ ہی ہے۔ اور ضلع منٹگمری میں قریشی فاروقی معروف چشتی کی کیا ہی برادری مجموعی حیثیت لفظ قریشی سے بروئے ایکٹ انتقال اراضی زراعت پیشہ قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا ملتمس بابت گذارش ہے کہ اضلاع گورداسپور۔ امرتسر۔ فیروزپور۔ لدھیانہ رہتک حصار میں قوم قریشی باوصف مالک اراضی وزراعت کار ہونیکے تاہنوز حقوق زراعت سے محروم ہے۔ بنابریں التماس ہے کہ مثل دیگر اضلاع ودیگر اقوام کے اضلاع متذکرہ صدر سے شاخوں کی تفریق اُٹھا دیجائے اور قوم قریشی کے مجموعی حیثیت میں زراعت پیشہ ہونیکا بذریعہ گورنمنٹ گزٹ اعلان فرمایا جاوے تاکہ تمام صوبہ پنجاب میں قوم قریشی اور اسکی جملہ شاخیں (جو کہ ایک مسلّمہ زراعت پیشہ قوم ہے) گورنمنٹ عالیہ کے سایہ عاطفت میں حقوق زراعت سے یکساں مستفیض ہو سکیں۔

{علی احمد فریدی چشتی قادری عفی عنہ
از زیرہ ضلع فیروزپور ۲۲/۴}

ہماری ترقی کی سیدھی راہ

ناظرینِ القریش سے ایک عرض

اس امر کے ماننے اور اس بات کے یقین کرنے میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ قومی ترقی کا واحد اور مسلّمہ ذریعہ قومی اخبارات ہیں۔ ترقی پذیر رفتہ اقوام کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوگا کہ حیاتِ قومی کا عروۃ الوثقیٰ قومی اخبارات کے سوا دوسرا نہیں۔ جن اقوام نے اس زرین اصول کو پالیا وہ دولتِ کامرانی سے مالا مال ہوئیں اور عروج و اقبال نے اُن کے قدم لئے۔ دنیا کی جتنی قوموں کی کامیابی کا پرچم آج اوجِ ثریا پر لہرا رہا ہے۔ جو اقوام آج منصۂ شہود پر جلوہ گر ہیں وہ سب اسی اصول کی رہینِ منت ہیں۔ لیکن میں اپنے برادران اور اپنی قوم کے طور بخلاف اس کے کچھ اور پاتا ہوں۔ ہمیں اپنی ضروریات کا بہت کم احساس ہے۔ ہم قومی اخبار کے وجود اور اس کے مفاد سے نااہل محض ہیں۔ زمانہ کی تگ و دو اور اقوامِ عالم کی جدو جہد سے ہم کوئی سبق نہیں لیتے۔ القریش دس سال سے جاری ہے۔ لیکن اس کے حلقۂ احباب کی تعداد لکھوکہا میں سے سینکڑہ دو سینکڑہ سے زیادہ نہیں ہوئی۔ اڈیٹر صاحب بارہا اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ اگر حضور نظام کا لطفِ شاہانہ پشت پناہ نہ ہوتا تو القریش کا وجود کبھی کا نابود ہو گیا ہوتا۔ قومی اخبار کی کمی اشاعت قوم کی مُردہ دلی اور دون ہمتی کی بین دلیل اور اس کے خطرناک مستقبل کی مسلّمہ ضمانت ہے۔ اخبارات قوم کی آواز ہیں۔ جو قوم آواز نہیں رکھتی، اور اگر رکھتی ہے تو اس سے مستفید نہیں ہوتی وہ دنیا میں کبھی عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتی جو لوگ ظلمتکدۂ گمنامی سے نکلنے کے لئے خود کوشش نہیں کرتے وہ کبھی نہیں اُبھر سکتے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتٰے یغیروا ما بانفسھم۔

پس محترم برادران و ناظرینِ القریش سے میری درخواست ہے، کہ اگر آپ کارزارِ ہستی میں حریفوں کے ساتھ ساتھ بڑھنے اور اپنی ہستی قائم رکھنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے قومی اخبار کی مشکلات رفع کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ احباب کو اس کی اعانت اس کے مطالعہ، اور اس کی تجاویزِ مفیدہ پر عامل ہونیکی ترغیب دیں۔ کیونکہ یہی ہماری ترقی کی سیدھی راہ ہے ◆

(علی احمد فریدی خریدار نمبر ۱۴۲۔ از زیرہ)

تنقید و تقریظ

علیگڈھ میگزین سرزمین علیگڈھ کو فخر حاصل ہے کہ وہاں سے جو چیز بھی نمودار ہوتی ہے اپنا جواب نہیں رکھتی۔ علیگڈھ میگزین جو مسلم یونیورسٹی کا ایک شاندار ادبی ماہوار رسالہ ہے۔ اور مولوی محمد مقتدا خان صاحب شروانی کے حسن اہتمام میں ظاہری و باطنی، صوری و معنوی خوبیاں لئے ہوئے محترم قریشی اشفاق حسین صاحب نجود کی ادارت میں شائع ہوتا ہے بلند پایہ اور چوٹی کے ادبی رسائل میں شمار کیا جاتا ہے۔

جنوری و فروری کا پرچہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ مضامین کی خوبی اور ترتیب لائق تعریف اور قابل داد ہے ہم امید کرتے ہیں کہ فاضل مدیر کے ہاتھوں یہ فخر صحافت حافظ ظاہری باطنی اور معنوی خوبیوں میں اور بھی اضافہ کرے گا۔ مہتمم صاحب کو ادبی صحیفہ کی اشاعت کو اپ ٹو ڈیٹ کرنے کی طرف توجہ معطوف کرنی چاہئیے۔ قیمت سالانہ للعہ۔ فی پرچہ ۸ر۔ جو واجبی بلکہ ان اوصاف کی موجودگی میں کم ہے۔ کاغذ، طباعت و کتابت نہایت عمدہ، مہتمم صاحب علیگڈھ میگزین علیگڈھ (یوپی) سے منگوائیے +

"جادو" اس نام کا ایک ماہوار رسالہ خواجہ محمد عادل ایسے فاضل اہل قلم کی ادارت میں صوری و معنوی خوبیاں لئے ہوئے بپابندیٔ وقت ڈھاکہ (بنگال) سے نکلتا ہے۔ ملک کے مشہور سحر نگار و جادو طراز اہل قلم کی قلمی اعانت کا جادو کو قابل رشک فخر حاصل ہے۔ ہم اس ادبی، اخلاقی اور تاریخی رسالہ کی ترقی کے دل سے متمنی ہیں۔ علم دوست احباب سے ہم اس علمی گلدستہ کی قدر دانی کی بزور سفارش کرتے ہیں۔ کاغذ دبیز عمدہ طباعت اُردو ٹائپ میں ہوتی ہے۔ قیمت سالانہ با ایں ہمہ دو روپے عہ

"جماعت" اہل سنت والجماعت کا ایک شاندار ماہوار رسالہ جو محترم عزیز مخدومی امرتسری کی ادارت اور حضرت مولانا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ علیپوری کی سرپرستی میں قرآن و حدیث، فقہ اور تصوّف کے حقائق و معارف کی اشاعت کے لئے امرتسر سے حال ہی میں جاری ہوا ہے۔ جماعت کے پہلے پرچہ کی ترتیب اور مضامین کی خوبی اُس کے خوش آئند اور شاندار مستقبل کی بیّن ضمانت ہے۔ ہم اپنے نئے معاصر کا دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی ترقی کے متمنی ہیں۔ قیمت سالانہ تین روپے حجم علاوہ سرورق ۴۸ صفحات۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید ڈمئی۔ سائز ۲۶×۲۰/۸ + مینجر صاحب رسالہ ہذا سے طلب کیجئے +

"رفیق صادق" اصلاح المسلمین کی اہم غرض لئے ہوئے مولانا شیخ نورالدین صاحب تاجر کی نگرانی اور پیرزادہ ولی اللہ صاحب مخدومی کی ادارت میں یہ مذہبی و ادبی رسالہ گوجرانوالہ سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔

مولانا نورالدین صاحب کے اسلامی جذبہ سے علمی مذاق رکھنے والے احباب خوب واقف ہیں۔ پیرزادہ ولی اللہ صاحب بھی ماشاءاللہ پہلو میں ایک رقیق اور درد مند دل رکھتے ہیں۔ جس رسالہ کے نگران اور مدیر ایسے ہوں اُس کی ظاہری و باطنی حالت کا موازنہ کچھ مشکل نہیں۔ ہم پیرزادہ صاحب کو قابل مبارکباد سمجھتے ہیں کہ آنہوں نے ایک سرماہی میں بہت بڑی اسلامی خدمات انجام دیکر رسالہ کے اہم مقاصد کو پورا کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ "رفیق صادق" کی ترقی کے ہم دل سے متمنی ہیں۔ قیمت سالانہ ے/ ششماہی ۴/عہ۔ کتابت و طباعت ذرا توجہ طلب۔ حجم معہ سرورق ۶۰ صفحات۔ تقطیع معمولی۔ مینجر صاحب رفیق صادق گوجرانوالہ سے منگائیے

"مشیر طبی" یہ ایک ماہوار رسالہ ہے۔ جو ہومیوپیتھک طریق علاج کی ترویج و اشاعت کے لئے ڈاکٹر امان اللہ بی۔ اے۔ اور شیخ محبوب الٰہی صدیقی مدیران کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ دوسری جلد کا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ مضامین عام فہم، دلچسپ اور مفید ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اُن کی شان کتابت کی خرابی سے کھوئی گئی ہے "باب النسواں" کے زیر تحت جو مضمون شائع ہو رہا ہے فی زمانہ وہ بہت ضروری اور مفید ہے۔ رسالہ کا نام الفاظ کی تقدیم و تاخیر سے زیادہ موزوں ہوسکتا تھا یعنے "طبی مشیر" میں "مشیر طبی" سے زیادہ سادگی تھی مگر کارپردازان نے اس کا خیال نہیں کیا۔ کاغذ عمدہ ہے حجم علاوہ سرورق ۶۴ صفحات قیمت سالانہ دو روپے (عہ) ششماہی ۴/عہ مینجر صاحب رسالہ مذکور سے طلب کریں +

متفرقات

اعلیٰحضرت حضور نظام کے جذبات واجب الاحترام

ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام آصف جاہ نے تین سو پونڈ ماہوار کا وظیفہ حضرت سلطان المعظم عبد المجید خان معزول کے لئے تا حین حیات دے کر مسلمانان دنیا کو ممنون منت اور اپنے جذبات واجب الاحترام سے مسلمانان عالم کو شکر گذار بنایا ہے۔ گو یہ وظیفہ ایک ایسے سلطان جلیل القدر کے لئے کوئی بڑی چیز نہیں ہے جو اُس سلطنت کا فرمانروا تھا جس پر مسلمانان عالم جان و مال نثار کرتے نظر آتے تھے کہ ترکی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے اور اسی کے ساتھ ترکی کا اقتدار و عظمت اس لئے واجب الاحترام ہے کہ اُس نے دور گیتی کے کئی دور ایسے دیکھے ہیں جس میں اسلام کی موت و حیات کا مسئلہ سامنے رہا ہے۔ اعلیٰحضرت کی اخوۃ اسلامیہ کی شنار و صفت ہندوستان میں گھر گھر کہی جاتی ہے۔ جس دن سے عنان حکومت دست عطا پاش و خطا پوش میں آئی اسی روز سے چھوٹے بڑے حلقوں میں فیاضی کا چرچا ہے۔ اور اسلامی انجمنیں۔ اسلامی انسٹی ٹیوشن اعلیٰ حضرت کے رہین منت ہو رہے ہیں اسی وجہ سے اعلیٰحضرت کو مسلمانان ہند اور علمائے کرام نے یمین السلطنۃ والدین کا لاثانی خطاب دیکر اس امر کا ثبوت دیا کہ مسلمانان ہند کی نظر انتخاب ٹھیک نقطہ پر پڑی۔

ہم کو امید ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تقلید فرما کر مسلمانان ہند اور اسلامی ریاستیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے تجارت پیشہ جن کو ذرا بھی درد اسلام کا ہے آگے بڑھینگے تاکہ یہ کہنے کو نہ ہو کہ جس سلطان کو اپنا خلیفہ کل تک بنا رکھا تھا، آج اس کی مصیبت میں کوئی بھی شریک نہیں۔

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

خدا کا حکم نہیں ٹل سکتا۔ انسان کی عبرت کے لئے وہ ایسے انقلاب دنیا میں دکھلایا کرتا ہے۔ اس پر بھی انسان بیدار نہیں ہوتا اور یہ سمجھتا ہے کہ ہم کو نہ مرنا ہے نہ کسی کو حساب کتاب دینا ہے۔ غفلت کے پردے اس کی آنکھوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ کان ہیں مگر سنتا نہیں، آنکھیں ہیں مگر دیکھتا نہیں، دل ہیں مگر سمجھتا نہیں۔ بیشک یہ بہائم خصلت انسان کی عجیب و غریب خاصیت ہے۔

ہز اگزالٹڈ ہائی نس نواب میر عثمان علی خان کی بقائے عمر و دولت و ازدیاد مراتب کے لئے آج ہندوستان میں جتنی دعائیں ہو رہی ہیں اس کا خاص سبب یہی ہے کہ وہ قوم و ملت اسلام ہی کے لئے نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ایک محیر العقول قوت و طاقت رکھتے ہیں۔

استرداد برار

برار پر دولت انگلشیہ کے قبضہ و تصرف بیجا کے متعلق اب کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام اپنے مکتوب گرامی میں اس مسئلہ پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں۔ عدل و انصاف کا اقتضا یہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی اپنے یار وفادار کے واجبی مطالبہ پر غور کرتی۔ کانگرس خلافت۔ لیگ۔ اور دوسری بڑی بڑی قومی اور جماعتی انجمنوں کا فرض تھا کہ وہ اس معاملہ کو روبراہ لانے کے لئے انتہائی جوش اور انتہائی سرگرمی و پامردی سے کام لیتیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ابنائے وطن کا اکثر و بیشتر حصہ نظام عالی مقام کے برار کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے کے حتمی وعدہ پر بھی اب تک اس معاملہ

سے بے تعلق ہے۔

سرکار آصفیہ کا یہ مطالبہ ہر طرح واجبی ہے۔ الحمد للہ کہ بعض دقیقہ رس نکتہ شناس اور انصاف پسند طبائع اب ادہر متوجہ ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب دہلوی اور اُن کے رفقائے کار نے کانگریس اور دیگر قومی وجماعتی انجمنوں کو اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لینے اور اُسے کامیاب بنانے کی عملی تحریک شروع کر دی ہے۔

مسیح الملک ممدوح فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"یہ مسئلہ متنازعہ فیہ صوبے پر حضور نظام کے حقوقِ ملکیت کا مسئلہ ہے۔ اور اس کے تصفیہ کی صورت صرف یہ ہے کہ ان کے حقوق کے مالہٗ وماعلیہ کی تحقیق وتدقیق کی جائے علاوہ بریں جب حکومتِ ہند صدہا اہم معاملات کے متعلق اپنی حکمتِ عملی کی وضع وترتیب میں اپنی رعایا سے استصواب و استشارہ نہیں کرتی تو پھر وہ حضور نظام کے معاملہ میں اس قسم کے مطالبات کس بنا پر پیش کر سکتی ہے؟"

یہ بالکل سچا اور درست ہے کیونکہ ۱۸۵۳ء میں جبکہ برار لیا گیا اور ۱۹۰۲ء میں جب استمراری پٹہ کی صورت پیدا کی گئی تو باشندگان برار کی رائے ومرضی دریافت نہیں کی گئی جب ان دونوں موقعوں پر اہالیانِ برار کا استمزاج نہیں لیا گیا۔ تو پھر معلوم نہیں ہوتا کہ اب کون سی ضرورت پیش آ گئی ہے۔ کہ رعایائے برار سے دریافت کیا جائے کہ وہ کس کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں۔

علاوہ بریں جب کشمیر کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کیا گیا تھا تو کیا اُس وقت اہل کشمیر سے یہ دریافت کر لیا گیا تھا کہ وہ کس کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں۔ اس سے بڑھکر یہ کہ جب میسور کی ریاست کو طویل مدت تک اپنے زیر انتظام رکھنے کے بعد مہاراجہ میسور کے حوالہ کیا گیا تو کیا اُس وقت اہل میسور کی خواہش ورضامندی کی تحقیق کر لی گئی تھی۔ اگر نہیں تو آج حضور نظام کے ایک جائز وواجبی مطالبہ کے تصفیہ کے لئے ایسی تجویزیں پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

مختلف محکموں کی اعلےٰ ملازمتوں میں مُسلمانوں کا حصہ

کونسل آف سٹیٹ اور لیجسلیٹو اسمبلی کے پندرہ اراکین نے مختلف محکموں کی اعلےٰ ملازمتوں کا قوم وار گوشوارہ مرتب کیا ہے جس سے نظم ونسق ملک میں مُسلمانوں کے تناسب کی انتہائی قلت اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ مُسلمانوں کا فرقہ وار نیابت پر زور دینا حق بجانب ہے۔ نقشہ ملاحظہ ہو۔

محکمہ	کُل تعداد افسر	یورپین و اینگلو انڈین	غیر مسلم	مُسلم
مالیاتِ محاسبی	۲۵۷	۱۲۴	۱۲۴	۹
امور عامہ	۹۶۶	۵۶۴	۲۵۵	۴۷
تعلیمات	۱۱۴	۲۷۴	۱۱۶	۲۱
جنگلات	۳۵۱	۳۰۶	۴۱	۴
پولیس	۸۰۵	۷۳۰	۵۱	۲۴
سائنٹفک سروس	۱۵۳	۱۰۶	۴۴	۳
زراعت	۱۲۴	۸۲	۳۷	۵
جیل سروس	۷۹	۷۰	۸	۱
میڈیکل سروس	۳۸۷	۳۱۴	۶۷	۶
جوڈیشل سروس	۳۰۲	۱۴۳	۱۳۴	۲۵
انڈین سول سروس	۱۳۶۳	۱۱۷۴	۱۶۴	۲۵

آل انڈیا کشمیری کانفرنس کی دانشمندی

قومی حیات ومَمات کا مسئلہ لاریب اخبارات کی فارغ البالی اور کثیر الاشاعتی پر موقوف ہے۔ اس زرّین اصُول کے ماتحت "آل انڈیا کشمیری کانفرنس" نے اپنے قومی اخبار "کشمیری" کو پچاس روپیہ ماہوار کی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اخبار کشمیری کی خدمات کسی شرح وبسط کی محتاج نہیں۔ مکرمی منشی محمد الدین صاحب فوق مدیر "کشمیری" سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل ہے آپ کے دل میں قوم کا سچا درد ہے۔ اور حقیقت میں جن اہم خدمات کی انجام دہی آپ کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ وہ ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ کشمیری ہفتہ وار ہے اور نہایت عمدگی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ آل انڈیا کشمیری کانفرنس کی

یہ حوصلہ افزائی اُسے یقیناً پہلے سے زیادہ استقلال و ہمت اور شوق سے کام کرنے کے قابل بنا دیگی۔ جو لوگ کانفرنس کی اس دانشمندی پر نکتہ چینی کر رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اور ہمارے خیال میں وہ قومی معاملات پر تدبر و تفکر کرنیکے اہل نہیں

زندہ قومیں اور اُن کے اخبار

زندہ قوموں کے اخبارات مالی مشکلات سے بے نیاز ہونے کے باعث دل کھول کر قومی و اسلامی خدمات کو انجام دے سکتے ہیں۔ مسلم راجپوت برادری کا قومی اخبار نہایت کامیابی اور عمدگی سے چل رہا ہے۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اُس کے معاونین غیر معمولی طور پر اُس کی مدد کرتے ہیں۔ معاصر مذکور ۲۵ جون کی اشاعت میں بڑے فخر اور ریجانخر کے ساتھ کہتا ہے کہ مسلم راجپوت کو خدا کے فضل سے ایسے معاونین اور سرپرست ملے ہیں کہ بہت کم اخبارات کو نصیب ہوتے ہوں گے۔ ان بزرگوں میں چودھری نظام الدین صاحب سر رشتہ دار نابھہ کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے جو اس سے پہلے کم و بیش ایک سو خریدار مسلم راجپوت کے لئے مہیا کر چکے ہیں۔ اپنے تازہ نوازشنامہ میں آپ فرماتے ہیں کہ اس اخبار کو ہادی قوم اور حامی شریعت تصور کرتا ہوا ایک ممبر اور نو کس خریدار صاحبان مہیا کرتا ہوں۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جملہ خریدار یک لخت ایک ایک خریدار پیدا کر دیں تو میں پانچ خریدار دونگا۔"

جس قوم میں چودھری نظام الدین ایسے زندہ دل فرد اور جس اخبار کے آپ جیسے بیدار مغز معاون ہوں اس کی حالت ضرور قابل رشک ہے۔ کاش القریش کو ایسے کرمفرما نصیب ہوتے۔ ہم معاصر موصوف کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ کیا احباب قریش کچھ اس سے متاثر ہونگے؟

آئندہ اشاعت

میں جہاں اور بہترین مضامین ہونگے وہاں مسئلہ برابری پر بھی ایک مبسوط و مدلل مضمون ہوگا جو مولانا قریشی ایسے فاضل کے کلکِ گہر سلک سے نکلا ہوا ہے۔

خلیفہ عبدالمجید خان شام آرہے ہیں

"البلاغ" (بیروت) کا نامہ نگار قسطنطنیہ سے اطلاع دیتا ہے کہ جریدہ "وقت" کو یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ خلیفہ عبدالمجید عنقریب شام آرہے ہیں" حاکمیت ملیہ" کی تازہ ڈاک میں بھی یہ خبر درج ہے کہ خلیفہ عبدالمجید خان عنقریب شام آکر ترکی کی رائے عامہ میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔" حاکمیت ملیہ" یہ بھی لکھتا ہے کہ شہزادہ سلیم اور ایک جماعت خلیفہ کے ساتھ مل کر اس بارے میں کوشش کریگی۔

ترکی اخبار "اقدام" سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شام کی ریل گاڑیوں کے درجوں میں خلیفہ عبدالمجید خان کی ہمدردی اور خلافت کو شریعت کے مطابق بحال کرنے کے متعلق اعلانات چسپاں ہیں تاکہ مسلمانوں کی اُن پر نظر پڑے۔

"البلاغ" نے اس خبر کو درج کرتے ہوئے یہ نوٹ دیا ہے کہ "ہمیں اس کی صحت میں شک ہے۔"

"وطن" (قسطنطنیہ) رقمطراز ہے کہ عمر طوسون پاشا "مخلوع" خلیفہ کو چار ہزار انگریزی پونڈ بھیج چکے ہیں اس کے علاوہ شام میں بھی اُن کے لئے سرمایہ جمع ہو رہا ہے۔ فرانسیسی عبدالمجید خان کے لئے بہت پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور بعض مقامات پر خطبہ بھی اُن کے نام کا پڑھا جاتا ہے۔

خلافت اسلامیہ مصریوں کے سپرد کر دی جائے

القاہرہ (خاص ذریعہ سے) معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی ایک بڑی جماعت خلافت اسلامیہ کو مصر ہی میں رکھنا چاہتی ہے۔ علماء ازہر کی ایک جماعت اور بڑے بڑے اخبارات اُن کی رائے کے حامی اور مؤید ہیں یہ گروہ اس امر کا منتظر ہے کہ آئندہ مؤتمر اسلامی ہی خیال پر مہر تصدیق ثبت کر دے۔

ناظرین یہ معلوم کر کے حیران ہونگے کہ زغلول پارٹی ہی کے اخبارات اس خیال کے مؤید ہیں ان اخبارات کے مطابق جمہور مصر کی اکثریت یہی رائے رکھتی ہے کہ خلافت پہلے

بھی مصر میں تھی۔ تمام ممالک سے مصر اس منصب کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ لہٰذا اب یہ منصب پھر مصر ہی کو واپس دینا چاہیئے۔

ہم کو اس سے انکار نہیں ہے کہ ادبی اور مذہبی لحاظ سے مصر خلافت کا متحمل ہو سکتا ہے لیکن ہمارے خیال میں اہل مصر کو چاہیئے کہ اس امر میں مؤتمر اسلامی کے فیصلے کا انتظار کریں۔ مؤتمر اسلامی سے بھی وہ مؤتمر اسلامی مراد ہے جس میں روئے زمین کے مسلمانوں کے نمائندگان شرکت کریں۔ اس مہتم بالشان مسئلہ کو حل کرنے کا حق بھی صرف اس قسم کی کانفرنس کو حاصل ہے اور وہی جس طرح مناسب سمجھے اس کو طے کرے۔ خدا صراط مستقیم پر چلنے والوں کیساتھ ہے۔ (البلاغ۔ بیروت)

مسلمانوں کی تنظیم کا فیصلہ

مرکزی مجلس خلافت کے اجلاس منعقدہ دہلی میں قرار پایا تھا کہ مسئلہ خلافت کے شرعی حل کے لئے جدوجہد کرنے کے علاوہ مجلس خلافت مسلمانانِ ہند کی تنظیم کے فرائض انجام دے۔ چنانچہ ایک مبسوط لائحہ عمل منظور ہوا ہے۔ جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مجلس خلافت پنجاب کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے صدر ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو نے یہ لائحہ عمل پیش کیا۔ لہٰذا یہ ضروری سمجھا گیا کہ پنجاب اس میدان میں پیش پیش رہے۔ چنانچہ مجلس خلافت پنجاب کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس دوسرے ہی دن دہلی میں منعقد ہوا۔ اور قرار پایا کہ عملی کام فوراً شروع کر دیا جائے اور ملک میں نئی روح پھونکنے اور لائحہ عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور مسائل پر غور کرنے کے لئے خاص حضرات کو اطراف واکناف صوبہ سے تشریف آوری کی تکلیف دی جائے گی۔ اگرچہ گرمی کی شدت کی وجہ سے سفر کرنا ازبس دشوار ہے تاہم معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر قرار پایا کہ کارکنوں کا یہ اجلاس ۲ جولائی کو منعقد ہو چنانچہ تاریخ مقررہ پر مولانا غلام بھیک صاحب نیرنگ انبالوی کی صدارت میں کارکنوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں قرار پایا کہ کام فی الفور شروع کیا جائے تجدید کار کے وسائل پر غور کیا گیا۔ اُن امور پر بحث کی گئی جن پر فی الفور عمل کیا جانا ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلامیان پنجاب مجلس خلافت کے ارکان بنیں اس کی مجالس ماتحت کے قیام و تجدید کا بندوبست کریں تاکہ کام جلد مکمل ہو سکے۔ اگر اس لائحہ عمل کو کامیاب بنانے میں مسلمانان پنجاب نے مجلس کا ہاتھ بٹایا تو پراگندہ شیرازہ قومی پھر درست ہو جائیگا اور نہایت ہی قلیل مدت میں یہ زندہ اور طاقتور جماعت بن جائینگے انشاء اللہ العزیز۔

(حبیب معتمد مجلس خلافت)

ایڈیٹر لاحول قانون کے شکنجہ میں۔

سنا گیا ہے کہ کل یکم جولائی کو سید میر بسمل ایڈیٹر اخبار لاحول زیر دفعہ ۱۰۳ (الف) تعزیرات ہند گرفتار کر لئے گئے۔

گرفتاریاں عمل میں آئینگی

سنا جاتا ہے کہ اخبار "شیطان" امرتسر اور "گورو گھنٹال" لاہور کے ایڈیٹر بھی بہت جلد گرفتار کئے جائیں گے۔

حکومت پنجاب نے "رنگیلا رسول" کے مصنف، طابع اور ناشر پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ برار بر اعلیٰ حضرت حضور نظام کے سلسلہ میں ایک تجویز پیش کی گئی ہے کہ چند انگریزوں اور دو گورنمنٹ کے، دو اعلیٰ حضرت حضور نظام کے نامزدہ شدہ ممبران اور دو باشندگان برار کے نمائندگان پر مشتمل ایک کمیٹی تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کی جائے جس کا خرچ اعلیٰ حضرت حضور نظام اپنی گرہ سے ادا کرنے کو تیار ہیں۔

ملتان میں آتشزدگی

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ چوک بازار کے عقب میں جہاں دولتمند تاجر رہتے ہیں آگ لگ گئی اور اس سے تقریباً ½ لاکھ کا نقصان ہوا چار دوکانیں بالکل جل گئیں۔ لوگوں نے آگ بجھانے میں مدد دی۔

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایماء سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے اپنے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب واعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی قوم کی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور رہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادہ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی زیر باری کی موجب نہ ہو۔ خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔ پی روانہ کرنے کا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ/ متوسط احباب سے عہ/ طلباء سے ع فی پرچہ ۴ر امتیازی قیمت ۳ر

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے علی التواتر عمدہ چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل فہرست بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت۔

منیجر القریش امرتسر

اسلامی، اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسوماتِ بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا۔

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے۔ کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کو بطریق ذیل ساتھ دیں۔

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو)

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر (کسی پس افتادہ قوم کی بہتری و شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر

القریش

امرتسر

جلد ۱۔ فہرست مضامین رسالہ القریش بابت ماہ اگست ۱۹۲۴ء مطابق محرم الحرام ۱۳۴۳ھ۔ نمبر ۸

فغانِ بیمار

یادِ رسولؐ میں ایک لمحۂ فریاد

"عشقِ پیغمبر" مرا ایمان ہے — دین و دنیا کا یہی سامان ہے

یا رسول اللہ! اُمت آپ کی — چند دن کیواسطے مہمان ہے

آسماں سے جو اترتی ہے بلا — مسلمِ محتاج کی مہمان ہے

المدد اے فخرِ آدم! المدد — اُمتِ عاصی بہت حیران ہے

کیا کہیں حالِ دلِ بیمار ہم — زندگی مشکل ہے، موت آسان ہے

غنچۂ گلزارِ عشرت ۔ یعنی دل — مبتلائے دردِ بے درمان ہے

چشمِ عاشق کو حقارت سے نہ دیکھ — بند اس شیشے میں سو طوفان ہے

جان و دل اس پر فدا کر دے رشید
جس کا یہ بخشا ہوا سامان ہے

شذرات

اس دفعہ **تذکرۂ برادری** میں کوئی بات قابل ذکر نہ تھی اس لئے مجبوراً ہمیں اس ضروری موضوع کو اس اشاعت میں نظر انداز کرنا پڑا۔ احباب برادری کا فرض ہے کہ قابل ذکر حالات وکوائف برادری کو ہمیں مطلع کیا کریں تاکہ ناظرین کو برادری کے حالات سے واقفیت ہوتی رہے،

حالات پریشاں ایک خاص مضمون ہے، ضرورت تھی کہ اسے ایک ہی اشاعت میں تمام وکمال شائع کیا جاتا۔ مگر افسوس ہے کہ اس کی طوالت اور جگہ کی قلت نے ہمیں اسے دو حصوں پر تقسیم کر دینے پر مجبور کیا۔ احباب غور سے پڑھیں دوسری قسط کا انتظار کریں اور نتیجہ پر پہنچکر ایسے وسائل و ذرائع اختیار کریں جو صورت اصلاح جلوہ گر کرنیکے لئے مفید ہوں،

اس اشاعت میں (۱) نسل نفس (۲) شمشیر تعلیم (۳) اور محاصرہ بیت المقدس چوٹی کے مضامین ہیں، پہلا مضمون حکمت وموعظت اور مواعظ حسنہ سے پر ہے اور اپنے اندر گوناگوں خوبیاں لئے ہوئے ہے (۲) شمشیر تعلیم (یہ) نوعیت کا ایک خاص مضمون ہے، تعلیم کی ضرورت واہمیت کا مظہر ہے اور ثابت کرتا ہے کہ کوئی قوم اور کوئی گروہ بھی اس وقت تک کامیابی کے میدان میں ترقی کا قدم نہیں بڑھا سکتا۔ جب تک کہ **شمشیر تعلیم** سے آراستہ نہ ہو،

محاصرۂ بیت المقدس ایک بہترین تاریخی مضمون ہے اس سے خود داری اور عزت و وقار کا سبق ملتا ہے، اشد ضرورت ہے کہ اس قسم کے مضامین کی مطالعہ سے ہم اپنے اسلاف کے طرز عمل اور اطوار وکردار سے واقف ہوں۔ اور ان کے نقش قدم چلنے کی توفیق پاکر دارین میں سعادت ابدی حاصل کریں،

وما توفیقی الا باللہ

مولانا تاجی۔ حضرت شاکر اور حضرت فراق ہمارے قدیم کرم فرما ومحسن ہیں، اول الذکر ہر دو احباب علی التواتر مضامین کی ترسیل سے ہمیں گرویدۂ احسان رکھتے ہیں، فراق صاحب نے یہ تواتر کسی وجہ سے توڑ دیا تھا۔ الحمد للہ کہ آپ نے مکرر وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ "ہندو مسلمانوں کے اتفاق کا شیرازہ" آپ ہی کا عطیہ ہے، القریش انتہا پسند نہیں۔ اسے اس قسم کے مضامین کی اشاعت سے کوئی احتراز نہیں، تاہم مولانا ممدوح سے ہم التماس کریں گے کہ وہ القریش کے لئے اسی قسم کے مضامین کا انتخاب فرمایا کریں جو گزشتہ صحبت میں تھے، بہرحال ہم آپ اور اول الذکر ہر دو احباب کے بدل مشکور ہیں،

خطبۂ صدارت پند و ہدایت کا مجموعہ ہے افسوس ہے کہ تیسری قسط کی اشاعت کا موقع نہیں آیا۔ مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات نے اس تقریر میں قوم کی تمام حالتوں پر ایک دلچسپ اور مفید تبصرہ کرتے ہوئے جن تدابیر کے اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے وہ نہایت قیمتی ہیں اور اس لحاظ سے یہ خطبہ کبھی باسی نہیں ہو سکتا۔ انشاء اللہ تعالے ہم اسے آئندہ اشاعت سے پھر بالاقساط شائع کرنے کے لئے گنجائش نکالیں گے،

اشاعت گذشتہ میں کاتب کی عنایات خصوصی کا ذکر خیر ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں کوشش کی گئی کہ کوئی خوش معاملہ کارکن مل جائے لیکن افسوس ہے کہ امرتسر میں ہمیں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے اس دفعہ القریش کی کتابت بہتر نہ ہو سکی اگرچہ کاغذ ذرا بہتر کر دینے سے القریش کی ظاہری شان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تاہم ہمیں اس کمی کا احساس ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ انشاء اللہ تعالے اشاعت آئندہ تک کوئی بہتر انتظام ہو جائیگا۔ احباب اگر توسیع اشاعت میں دل کھول کر ہماری مدد کریں تو ہم اس التزام میں بہت جلد عہدہ برآ ہو سکتے ہیں دو دو خریدار مہیا کرنے میں کسی بڑی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ہاں توجہ شرط ہے،

حقوق و فرائض عباد میں سے سب سے اول فرض یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کی زندگی کی حرمت اور اس کی جان کی عزت کرے۔ جب تک حرمت زندگی و عزت جان نہیں اس وقت تک دنیا میں راحت و اطمینان نہیں

قابیل و ہابیل

(۱)

کتب الہیہ نے بتایا ہے کہ اس بدترین فعل شیطانی کا مرتکب اول وہ گنہگار انسان قابیل تھا جس کے سوء نیت اور خباثت قلب کو دیکھ کر خدا نے قربانگاہ میں اسکی قربانی قبول نہ کی لیکن اسکے بھائی ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ وہ نیت کا خالص اور دل کا نیک تھا۔ یہیں سے قربانی کی حقیقت سمجھ میں آ سکتی ہے کہ وہ جانور کی گردن سے خون گرانے کا نام نہیں بلکہ نیکی اور پاکی کے چند قطرات خون سے عبارت ہے جو خدا کے نام پر دل سے کہ مستقر خیالات ہے ٹپکیں

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ خدا کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ صرف تمہاری نیکی ہی خدا تک پہنچتی ہے!

قابیل نے دیکھا کہ خدا نے اس کے بھائی ہابیل کی قربانی

کو قبول کی عزت بخشی لیکن اس کی قربانی کو عزت نہ دی وہ رنجیدہ ہوا اور اپنے بھائی کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کیا (تورات)

قرآن مجید نے اس قصہ کو اسطرح دوہرایا ہے

(ترجمہ) اے پیغمبر! ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا قصہ سنا دے۔ جب دونوں نے خدا کے حضور اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی جس کی قبول نہ ہوئی اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں تجھکو قتل کر دونگا۔ بھائی نے کہا۔ قربانی خدا نیکوں کی قبول کرتا ہے اور تم اگر میرے قتل کے لیئے ہاتھ بڑھاتے ہو تو بڑھاؤ میں اپنے خدا سے ڈرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا دونوں کا گناہ تم ہی اٹھاؤ اور دوزخ کے سزاوار ہو کہ ظالموں کی یہی جزا ہے۔ پہلا بھائی اپنے نفس کا مطیع بنکر اپنے بھائی کا قاتل ہوا اور مبتلائے خسران

یہہ پہلی خونریزی تھی جو دنیا میں ہوئی اور خون بیگناہ کا پہلا قطرہ تہا جو زمین پر گرا۔ دنیا میں جب کبھی اسکی مثال ظاہر ہوگی تو آدم کا قاتل فرزند ہی اسکا ذمہ وار ہوگا۔ کہ اس شرارت کا تخم زمین میں سب سے پہلے اسی نے بویا۔

حدیث صحیح ہے۔ لاتقتل نفس الاکان لابن ادم الاول کفل منہا (بخاری) دنیا میں جب کوئی مظلوم قتل کیا جاتا ہے تو آدم کے فرزند اول کو بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے،

نیکی اور بدی کا بیج

اسی طرح ہر نیکی کا مبتدع اور فاعل اول، جب تک وہ نیکی دنیا میں باقی ہے اس کے ثواب عمل سے بہرہ ور ہوگا۔ کیونکہ سب سے پہلے اسی نے دنیا کو یہ نیکی سکہائی۔ یہی مطلب ہے اس حدیث مشہور کا۔

من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا۔

(جو کوئی نیک طریقہ جاری کریگا اس کو بھی اس نیکی کرنیوالے کیطرح ہمیشہ ثواب ملیگا۔

پس جو وجود دنیا میں کوئی بدی لایا وہ تمام دنیا کا دشمن ہے کہ وہ بدی ہر ایک کے ساتہہ ہوسکتی ہے اور جو دنیا کو کوئی نیکی سکہاتا ہے وہ تمام دنیا کا محسن ہے۔ کیونکہ اس سے دنیا کی ہر زندگی متمتع ہوگی۔ اس لئے خدائے پاک نے آدم کے ان دونوں بیٹوں کے قصے کے بعد فرمایا۔

من اجل ذالک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفس بغیر نفس او فساد فی الارض۔ فکانما قتل النفس جمیعا (ترجمہ) اسی لئے ہمنے بنی اسرائیل کو کہدیا کہ جو کسی کو بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں اس نے کوئی فتنہ برپا کیا ہو قتل کرتا ہے وہ گویا تمام ہی نوع انسانی کو قتل کرتا ہے اور جو کسی کو اپنی مہربانی سے زندہ کرتا ہے وہ گویا تمام نوع انسانی کو زندہ کرتا ہے،

حفظ نفس

اس معجزانہ پر اثر اور مخفی طرز ادا کے علاوہ خدا نے کئی بار اعلانًا خون ریزی سے منع فرمایا، سورہ انعام میں ہے :

ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق، ذلکم وصکم بہ لعلکم تعقلون (ترجمہ) جان جس کا قتل خدا نے حرام کیا حق کے سوا کسی اور سبب اس کو ہلاک نہ کرو۔ خدا تمہارے سمجہنے کے لئے تمکو یہ نصیحت کرتا ہے،

اور پھر سورۂ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے،

ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا (ترجمہ) جان جس کا قتل خدا نے حرام کیا۔ حق کے سوا کسی اور سبب سے اس کو ہلاک نکرو، جو مظلوم ہوکر مارا جائے اس کے وارث کو ہمنے قصاص اور بدلہ کا استحقاق دیا ہے مگر وہ اس انتقام میں تعدی اور زیادتی کسیطرح نہ کرے۔ اس طرح یقینًا وہ مظفر و منصور ہوگا۔

یہ حکم امن عالم اور حفظ انسانیت سے متعلق ہے اسی لئے جب کسی دور وعصر میں امن عالم کا محافظ ربانی اور حفظ انسانیت کا واعظ روحانیت دنیا میں آیا تو اس نے اس حکم کا اعادہ کیا۔

تم نے اس فرمان کو سنا ہو جو امن عالم کے ایک "محافظ اکبر" نے مقدس جماعات انسانی کے روبرو اور "بیت خلیل" کے سامنے

دنیا کو سنایا تھا،

الا ان دماءکم واموالکم محرمۃ علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا (ترجمہ) آگاہ ہو کہ تمہارا مال، ایک دوسرے کے لئے محترم ہے جس طرح آج روز حج اس شہر مکہ میں اس ماہ ذی الحجہ میں محترم ہے۔

اسی طرح وہ جو "کوہ طور" سے آیا اور اس نے بھی جو "کوہ زیتون" پر نمودار ہوا یہی کہا تھا کہ "تو خون مت کر"

حفظِ نفس کیلئے قتلِ نفس

لیکن جس طرح قیام امن و احترام روح انسانیت کے لئے سفک دم وقتل نفس ممنوع ہے اسی طرح کبھی کبھی انہیں عزیز ترین متاع عالم کی حفاظت و عزت کے لئے سفک دم وقتل نفس ضروری بھی ہو جاتا ہے ایک جماعت انسانی کا مجرم، ایک نفس زکیہ کا قاتل، ایک حکومت صالح کا باغی اور ایک برہم زن امن عالم کا قتل، عین عدل و نفس انصاف ہے تاکہ دنیا کی صلح وسلامتی واپس آئے۔ اور انسانیت و روح کی عزت واحترام باقی رہے،

ادبیات

حسرت نامی (زکودکار)

آرزو دارم بہ یثرب خویش را شیدا کنم | بر سر بازار والی وہ جبیں سودا کنم
ہمچو مجنوں خویشتن را در بدر رسوا کنم | راست گویم نقد جاں نذر بہ آں مولا کنم

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بہ مکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

زندگی سے سخت تر ہے اے طبل یار سول | فرقت سرکار نے کیا ہے دیکھو ملول
مجھکو طیبہ میں بلانے کی تمنا ہو قبول | آستاں پہ جبہ سا ہو کر دوں قسمت حصول

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بہ مکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

سید ہی انت حبیبی یا شفیع المذنبیں | جز ترے در کے مرا اب سر کوئی نہیں
ہوں دکن میں خستگی سے میں شکستہ دل حزیں | دستگیری کیجئو یا رحمۃ للعالمین

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

قافلے والوں سے کہتا ہوں بصد عجز و نیاز | مجھکو لیجاؤ خدارا بر در بندہ نواز
کوئی بھی سنتا نہیں میری نوائے حق طراز | ایک مدت ہو گئی ہوں مبتلائے سوز و ساز

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم

گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

اے صبا تیرا اگر طیبہ میں ہو جائے گذر | میرا حال زار تو حضرت میں کہنا سر بسر
آپکا مہجور دل خستہ بیمار ہو نوحہ گر | چاہئے سرکار کی اس پر عنایت کی نظر

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

خواب میں بھی تو نہیں دیدار ہوتا ہے نصیب | زندگی میں کب تلک تڑپا کرے خستہ غریب
حالت دل دیکھ کر عاجز ہو دنیا کے طبیب | ہر مسیحا کو تعجب لاعلاجی پر عجیب

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

کیا کہوں درماندگی سے کس قدر میرا ہے حال | ہوں مگر زندہ ولیکن تالب بیجاں ہوں
حالت رفتہ ہے میری بے سر و ساماں ہوں | خانماں برباد ہوں گل ریختہ داماں ہوں

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم،

آرزو اتنی ہے مر جاؤں تو طیبہ میں مروں | جام فرقت کو شراب وصل سے تیری بھروں
سوچتا ہوں وصل کی تدبیر اب میں کیا کروں | حال دل ہے اسلئے نیم دروں نیم بروں

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

ترا نامی مدتوں سے طالب دیدار ہے | لاغری کا حال یہ ہے بستر کا تار ہے
یاد میں چشم شفاعت کی تڑپتا یار ہے | ہو تری نظر کرم تو اس کا بیڑا پار ہے

کئے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل... الخ

تذکرۃ الصالحین

ایک بادشاہ فقیر کے دربار میں

خرقان (صوبہ جرجان) میں ایک بوریا نشین نیستان فقر کا شیر گذرا ہے، نام ان کا ابوالحسن تھا۔ سنہ ۳۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۲۵ھ میں انتقال فرماگئے، آپ کے مفصل حالات سے صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ غزنی کا باجبروت بادشاہ سلطان محمود غازی کس ذوق و شوق سے اور کس اخلاص و عقیدت سے خرقانی درویش کے حضور میں آتا ہے اور اپنی خوش بختی اور خوش عقیدگی کی وجہ سے کیسا بامراد و کامیاب ہو کر واپس جاتا ہے ایک درویش اور ایک شہنشاہ کی ملاقات اور ان کی باتوں میں جو ساز دنیا؛ و اختصاص تھا اور کونسی روحانی طاقت تھی کہ عوام تو الگ بادشاہ اور شہنشاہ ان کی پابوسی کو فخر سمجھتے تھے، ہماری بدقسمتی سے آج روحانی طاقتوں میں بھی کمی آگئی اور عقیدت و ارادت میں بھی خود غرضی اور خود مطلبی کے جذبات شدت سے پائے جاتے ہیں،

محمود خرقانی درویش کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا تھا لیکن مصالح ملکی کے لحاظ سے ساتھ ہی اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ درویش کے پاس خود جانے سے شاہی رعب و داب میں فرق آنکا اندیشہ ہے اس لئے کوئی ترکیب ہو کہ وہ خود میرے پاس چل کر آجائیں لیکن اس تجویز میں محمود کو کامیابی نہ ہوسکی آخر کسی شوریدہ سر کی گوشمالی کے بہانے خدم و حشم لیکر خود ہی غزنی سے باہر نکلا۔ جب خرقان کے نزدیک پہنچا تو ایک قاصد کو حضرت کی خدمت میں یہ سکھا کر بھیجا کہ تم اپنی طرف سے کہنا کہ سلطان غزنی سے چلکر آپ کی زیارت کو آیا ہے اور بادشاہ ہے آپ اگر زیادہ نہیں تو شاہی خیمہ تک قدم رنجہ فرمائیں، بادشاہ نے قاصد سے یہ بھی کہدیا تھا کہ اگر وہ اس پر بھی خیمہ تک آنے کے لئے تیار نہ ہوں تو ان کو قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر سنادینا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قاصد پڑھا پڑھایا تھا اس نے کمال خوش اسلوبی اور پورے فرائض کے ساتھ حق پیغامبری ادا کیا۔ حضرت نے جواب میں صرف یہی فرمایا کہ مجھے معذور رکھو قاصد نے آیت مذکور پڑھ کر اس کی تفسیر کرنی چاہی۔ آپ نے فرمایا محمود سے جاکر کہدو کہ میں اطیعوا اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول تک پہنچ سکنے کے لئے نادم و شرمسار ہوں پھر اولی الامر منکم کا ذکر ہی کیا ہے۔ قاصد نے واپس آکر محمود سے اسی طرح کہدیا۔ محمود یہ سنتے ہی آبدیدہ ہوکر ملاقات کے لئے بیتاب ہوگیا اور کہا واقعی یہ ایسے درویش نہیں ہیں۔ جیسے عوام ہوتے ہیں اور جیسا میں نے خیال کیا تھا۔ تاہم مزید احتیاط و آزمائش کے لئے اس نے شاہانہ لباس تو ایاز کو پہنایا اور ایاز کا لباس خود پہنا اور دس نوجوان لونڈیوں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لیا۔ جب شاہی محلات اور فلک نما عالیشان ایوانوں کے رہنے والے ایک درویش کی کٹیا میں پہنچے تو السلام علیکم کے الفاظ سے مہر سکوت کو توڑا۔ حضرت نے بیٹھے ہی بیٹھے بغیر کسی تعظیم کے جواب میں وعلیکم السلام فرمایا۔ محمود نے جو ایاز کا لباس پہنے ہوئے تھا کہا کہ آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی، آپ نے فرمایا یہ تو ایک جال ہے۔ محمود نے متبسم ہوکر کہا۔ کاش آپ جیسے پرند اس جال میں پھنس سکتے حضرت نے محمود کا ہاتھ پکڑ کر مسند پر بٹھایا اور باقی ہمراہیوں میں سے باوجودیکہ ایاز شاہانہ لباس پہنے ہوئے تھا کسیکی طرف توجہ بھی نہ کی،

محمود، حضرت کچھ فرمائیے،

درویش، پہلے نامحرموں کو باہر نکالدے،

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے تمام لونڈیاں جو مردانہ لباس پہنے ہوئے تھیں باہر ہوگئیں،

محمود، حضرت بایزید بسطامی کے حالات و اقوال سے کچھ بیان فرمایئے،

درویش، حضرت بایزید بسطامی کے اقوال سننے کی تاب ہے تو سنو، وہ فرماتے ہیں جس نے مجھے دیکھا وہ اپنی بدبختی سے بیخطر ہوگیا،

محمود، آنحضرت صلعم کو ابوجہل، ابولہب اور کتنے منکروں نے دیکھا اور وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہے، حضرت بایزید بسطامی کا درجہ کیا آنحضرت صلعم سے بلند ہے؟ کہ ان کو دیکھتے ہی بدبختی کا اثر زائل ہو جاتا ہے،

درویش، بس اسی لئے کہتے تھے کہ حضرت بایزید کا قول سنا دو، ان کے اور دیگر صوفیائے کاملین کے اقوال سننے کے وہی لوگ تاب لا سکتے ہیں، جو اس رنگ میں رنگے ہوئے ہوں،

سر فروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

درویش محمود تحقیق یاد رکھ کہ آنحضرت صلعم کو سوائے ان چار یار اور اصحاب کبار کسی نے حقیقی معنوں میں نہیں دیکھا۔ اگر ابوجہل اور ابولہب اور دیگر منکرین اس نظر سے دیکھتے جس کو قرآن کریم میں وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون کہا گیا ہے۔ تو فی الواقعہ وہ بھی اپنی بدبختی کے اثر سے محفوظ رہتے،

محمود (مطمئن ہوکر) حضرت اب مجھ کو کوئی نصیحت فرمایئے،

درویش، چار باتوں کا خیال رکھو (۱) ممنوعات سے پرہیز (۲) نماز باجماعت (۳) سخاوت (۴) حق تعالے کی مخلوق پر شفقت و مہربانی،

محمود، حضرت دعا فرمایئے،

درویش، اللھم اغفر للمومنین والمومنات،

محمود، کچھ میرے لئے،

درویش، عاقبت محمود،

اس کے بعد محمود نے ایک توڑا اشرفیوں کا پیش کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں جو کی ایک روٹی محمود کے آگے رکھدی اور فرمایا اس کو کھاؤ۔ محمود نے ایک لقمہ توڑ کر چبایا لیکن نوالہ حلق سے نیچے نہ اترا آپ نے فرمایا شاید نوالہ حلق میں اٹکتا ہے، محمود نے کہا ایسا ہی ہے فرمایا کیا چاہتے ہو کہ اشرفیوں کا توڑا بھی اسیطرح میرے حلق میں اٹک جائے اس کو اٹھا لو،

محمود، حضرت کچھ تو قبول فرمایئے،

درویش، میرے لئے یہ حرام ہے اب اس پر اصرار نہ کرو،

محمود، اگر میری نذر قبول نہیں فرمائی جاتی تو مجھے ہی کچھ تبرک عنایت فرمایا جائے، یہہ وہی خرقہ تھا جو سلطان محمود حملہ سومنات کیوقت ہندوستان اپنے ہمراہ لایا تھا جس کو پہنکر اس نے فتح سومنات کی دعا بارگاہ الہی میں مانگی تھی،

جب محمود رخصت ہوکر چلنے لگا۔ تو حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعظیم کو اٹھے۔ محمود نے عرض کیا۔ حضرت جب میں حاضر ہوا تھا تو میری طرف مطلق التفات نہ فرمائی گئی تھی۔ اور اب یہ تعظیم و تکریم کیسی؟ آپ نے فرمایا، محمود! تم جب آئے تھے تو شاہانہ جاہ و جلال تمہاری رگ رگ میں سمایا تھا تمہیں اپنا رعب دکھانا بھی مقصود تھا اور فقیر کی آزمائش بھی مدنظر تھی اس لئے فقیر تمہاری بادشاہی کی پرواہ نہ کی۔ اور اب کہ تم انکساری، درویشی لئے جاتے ہو، تمہاری تعظیم لازمی و ضروری ہے ؛　　منقول

ایک ضروری اور نہایت ضروری اطلاع

بہر وسے اور اعتماد کا زمانہ نہیں رہا۔ اگرچہ اس کے بغیر چارہ بھی نہیں اکثر معاونین ذرہ ہمدردی بعض احباب کو اہل مذاق اور علمدوست خیال کرکے انہیں اعانت القریش کی سفارش کرتے ہیں اور دفتر کو اجرائی وی پی کی فرمائش بھجوا دیتے ہیں کہ فلاں شخص کے نام وی پی بھیجدیا جائے دفتر اسکی تعمیل کرتا ہے لیکن وہ واپس آجاتا ہے اور نقصان کا موجب ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے معاونین اس معاملہ میں ذرا احتیاط سے کام لیا کریں۔ اسکی سب سے بہتر و انسب صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اصرار کے ساتھ ہی زرچندہ وصول کرکے بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیا کریں اور وی پی کا اس وقت آرڈر دیا کریں جب انہیں اس کی وصولی کا پورا پورا یقین ہو جائے، 　منیجر

جرأتِ صداقت

مدتوں حضرتِ عباس تھے شاملِ کفر   کم سے کم یہ، کہ رسالت پہ نہ تھا انکو یقیں

بدر میں آکے لڑے اور گرفتار ہوئے   بسکہ تقدیر میں تھی خانۂ زنداں کی زمیں

قیدیوں کیلئے جو گھر کہ ہوا تھا طیار   اتفاقات سے تھا خانۂ مسجد کے قریں

رات کو حضرتِ عباس کراہے اکثر   قید کرتے ہوئے لوگوں نے جو مشکیں تھیں کسیں

دیر تک سرورِ عالم کو رہی بے خوابی   کروٹیں لیتے تھے اور نیند نہ آتی تھی قریں

جب سنا یہ تو دمیں کھولدئے ہاتھ انکے   چین سے حضرت عباس نے راتیں کاٹیں

تھا انہی حضرت عباس کا پوتا منصور   پابزنجیر تھے سادات یسار اور یمیں

ایک دن حکم دیا اس نے کہ اولادِ رسولؐ   ایک جا جمع کئے جائیں جو مل جائیں کہیں

پھر دیا حکم کہ ان سب کو پہنا کر زنجیر   کہدو ان سے کہ بنیں خانۂ زنداں کے مکیں

ایک دن سیر کو اس شان سے نکلا منصور   پابزنجیر تھے سادات یسار اور یمیں

ساتھ ساتھ آتے تھے سیدانِ گروجانِ الٰی   اور منصور تھا زیبِ حرم خانۂ زیں

ایک نے مجمع سادات سے بڑھکر یہ کہا   گرچہ اس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشیں

غزوۂ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک   وہ تو کچھ اور تھا ہے یاد بھی تمکو کہ نہیں

(مولانا حضرت) شبلی نعمانی رح)

شمشیر تعلیم

(لعنت ہے اس بزدل پر جس نے تلوار کھینچنے سے پہلے قرنا پھونکی)

یہہ زمانہ بہت نازک ہے ، ہر طرف انقلاب کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ جدید حالات و واقعات نے خیالات میں تغیر و تزلزل پیدا کر رکھا ہے ، ہر قوم اپنے سنبھالنے اور اپنی اصلاح کی فکر میں بے باد جبکہ اس وقت تمام عالم میں ایک کہرام مچا ہوا ہے اور فلک سیاست پر آلام و مصائب کی گھٹا میں گھر گھر کر آ رہی ہیں۔ تاہم وہ دل بھی جو اس منحوس ابتلا میں مبتلا ہیں اور جن کے تمام ذرائع ، جان و مال اور ہمت و قوت اس پریشانی کی نذر ہے ایسے نازک وقت میں اپنی قوم کی تعلیم سے غافل نہیں ہیں۔ ان جدید حالات نے اس امر کو اور واضح اور نمایاں کر دیا ہے کہ دنیا میں وہی قوم زندہ اور سر سبز **ہو سکتی ہے جس کی تعلیم صحیح اصول پر ہے** پس ایسی صورت میں ہم پر جو تعلیم میں دوسروں سے پسماندہ اور اپنی حالت میں دیگر اقوام سے درماندہ ہیں سخت ذمہ داری ہے۔ ہم اگر اپنی رفتار معمول سے زیادہ نہیں کرینگے اور اگر ہمارا احساس بیدار ہیں تو ہی نہیں تو اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ہم اس عالمگیر جد و جہد میں پیچھے نہیں رہ جائینگے ، بلکہ اغلب ہے کہ کچل دئے جائیں ،

ایک انگریزی گیت میں ایک بڑے مزے کی اور سبق آموز کہانی ہے ، لکھا ہے کہ ایک مسافر راستہ بھول گیا اور پہاڑوں میں گھوڑا پھرتا پھرتا پھرتے پھرتے وہ پہاڑ کی ایک کھو میں پہنچا جہاں اس نے ایک بڑا مکان دیکھا جو طلسمات کا گھر تھا اس میں بیشمار سوار سپاہی سر سے پاؤں تک ہتھیاروں سے سجے بیحس و حرکت پڑے ہوئے تھے اور ان کے پاس ان کے گھوڑے بھی اسی طرح بے حس و حرکت کھڑے تھے اتنے میں اس کی نظر ایک چٹان پر پڑی جس پر ایک تلوار اور قرنا رکھی ہوئی تھی اور اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ کہ جو کوئی اس فوج سے کام لینا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک پسند کر لے ، مسافر نے قرنا اٹھالی اور زور سے پھونکی۔ اس کے پھونکتے ہی ساری فوج ایک آندھی میں غائب ہو گئی اور مسافر جہاں سے آیا تھا وہیں پہنچ گیا۔ مگر اس کے پیچھے پیچھے ہوا میں پیہم یہ آواز آ رہی تھی ،

"لعنت ہے اس بزدل پر جس نے تلوار کھینچنے سے پہلے قرنا پھونکی"

کسی شخص کو اعلان جنگ کا حق نہیں ہے جب تک پوری طرح وہ کیل کانٹے سے لیس نہو۔ اسی طرح کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ دنیا کی جد و جہد میں داخل ہو جب تک وہ ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار نہو ہم میدان میں اتر آئے ہیں ہمیں خوب دیکھ لینا چاہیئے کہ ہمنے اس نقشے اور اس نظام عمل پر کامل غور کر لیا ہے جس پر ہمیں کاربند ہونا ہے ، ہمارے پاس وہ تمام سامان مہیا ہے جو اس کارزار کے لئے ضروری ہے ؟ اگر کچھ کسر باقی ہے تو اب بھی ہم اس کی تلافی کر سکتے ہیں ، ابھی وقت ہے کہ ہم تمام رخنوں کو بند کر لیں اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی دوسری قوموں کے ساتھ دوش بدوش چلیں۔ ان کے ساتھ مساوی حیثیت میں رہیں۔ ان کے برابر بیٹھ کر ملکی معاملات پر بحث کریں ملک میں اپنی ہستی اور وقار قائم رکھیں اور ان کے ساتھ متفق و متحد ہو کر اقوام عالم میں ہندوستان کو سر بلند اور ممتاز کریں تو اس کے لئے [illegible]

[illegible] قرنا پھونکنے سے پہلے تلوار کھینچو [illegible]

زمانہ میں ہماری عزت و آبرو اور ہماری ترقی و خوشحالی کی حفاظت کے لئے لازم ہے اور جس کے ہاتھ میں لینے کے لئے ہمیں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے تاکہ وہ جہالت جو اس ملک پر مسلط ہے اس کے زور سے مغلوب اور زیر ہو اور فرزندان ملک خدا کی اس سرزمین پر امن و آزادی سے رہیں سہیں۔ جن کے وہ قدیم

تنہائی

علامہ سر اقبال کی نظم تنہائی کا ترجمہ

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر)

کنارِ بحر پہ یوں موج سے کہا میں نے | ابد طلب ہے تو مشکل بڑی ہے کیا تجھ پر
ترے قطعِ مسافت پہ میں نے جا پوچھا | سفر نصیب وہ منزل تجھے ملی کہ نہیں

ہزار لولوئے تاباں ہیں تیرے دامن میں | ہے مجھ سا سینے میں تیرے بھی لگا گوہر
جہاں ہے چاندنی تیری سو نور کی چادر | ہے لطفِ مہر سے تیری یہ روشنی کہ نہیں

گئی تڑپ کے وہ ساحل سے اور کچھ نہ کہا | چلا وہ رشک سے تارے کے اور کچھ نہ کہا

کہا پہاڑ سے میں نے یہ کیا ہے بیدردی | کہ غمزدوں کی فغاں کا نہیں ہے تجھ پہ اثر
بھلا کے شمس و قمر میں نے عرش کی یاد | ترے جہاں میں نہیں کوئی آشنا میرا

ہے لعل سنگ میں تیرے جو قطرۂ خوں سے | ستم زدہ ہے تو آکر ذرا کلام تو کر
ہے خالی بزمِ جہاں دل سے ہے سراپا دل | بھرے چمن میں نہیں اک بھی ہمنوا میرا

ہوا خموش وہ جل بل کے اور کچھ نہ کہا | وہ مسکرائے تلطف سے اور کچھ نہ کہا

غزل

(از جناب سید علیم احسن صاحب علیم لکھنوی ناظم انجمن تہذیب خیال)

کیا یہ کام ہمنے کشتۂ تیغِ ادا ہو کر | دلوں میں خوبروؤں کے بنے نقشِ وفا ہو کر
کسی کے جور سہنے کی طبیعت ہو گئی عادی | ہوئی تسکین میرے درد کو حد سے سوا ہو کر
تمام عالم کو غش آیا مثالِ حضرتِ موسیٰ | کیا محشر بپا اس شوخ نے جلوہ نما ہو کر
یہ میرے جذبِ الفت کا اثر ہے داد کے قابل | چلے آئے میرے دامن میں وہ دل کا مدعا ہو کر
جفاؤں سے کسی کے تنگ آکر کیا کریں شکوہ | ہمارے منہ سے نالے بھی نکلتے ہیں دعا ہو کر
نہیں امید جس کی اسکی امیدیں دلاتا ہے | خیالِ یار کرتا ہے جفائیں باوفا ہو کر
خیالِ زلف شب بھر چین لینے ہی نہیں دیتا | میرے پیچھے یہ ظالم پڑ گیا ہے کیوں بلا ہو کر
ہمارے خون سے کیا خوشنما ہیں ہاتھ قاتل کے | انہوں نے جلوہ دکھلایا ہے اب رنگِ حنا ہو کر
رلایا بھی جلایا بھی فلک نے مار ڈالا بھی | اکیلے ہو گئے جس وقت ہم اس سے جدا ہو کر
بچا کر آنکھ مے نوشوں کی رکھ لی جیب میں بوتل | یہ کب لازم تھا زاہد تجھ کو مردِ پارسا ہو کر

علیم زار جان و دل سے ہے حیدر کا شیدائی
وہ کشتی پار اس کی کیوں نہ کر دیں ناخدا ہو کر

باب التاریخ

محاصرۂ بیت المقدس

ایک قدیم رومی محاصرہ

تاریخ عروج و زوال امم کا ایک درد انگیز فسانہ

ستر ہویں عیسوی سن کا آغاز تھا۔ کہ روم سے جنگ آزماؤں اور حملہ آوروں کا ایک سیلاب عظیم شام کیطرف امنڈا اور شہنشاہ طیطس نے بنی اسرائیل کے ہزارہا سالہ عظمت و جبروت کے مسکن حضرت داؤد کے عظیم الشان ہیکل اور تخت گاہ سلیمانی پر فوجکشی کر دی۔ اسرائیل کے گھرانے کی یہ وہ آخری بربادی تھی۔ جس کی یسعیا نبی نے خبر دی تھی اور نسل اسحق کی بداعمالیوں کی وہ سب سے آخری سزا تھی۔ جس پر حزقیل نبی نے ماتم کیا تھا اور خداوند خدا نے کہا تھا کہ اے اسرائیل کی بدکار عورت! تو نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں غیر قوموں کو بھیجونگا جو تیری عظمت و ناموس کو ناپاک کر دینگے۔ (حزقیل ۱۵-۲۵)

یہی رومی فوجکشی وہ آخری عذاب الٰہی تھا جس کے بعد جلال خداوندی نے ہمیشہ کیلئے اولاد اسرائیل سے اپنا رشتہ کاٹ لیا اور صبح کی روشنی نے فاران کی چوٹیوں کو اپنا مطلع و مبدا بنایا وکان وعداً مفعولا (۱۷-۳)

محاصرے کا آغاز

رومی فوج نے شہر کے قریب پہنچکر اپنا قاصد بھیجا اور باشندگان شہر سے کہا کہ شہر حوالہ کر دیں مگر وہ بیت المقدس کے مستحکم حصار اور آہنی عمارات جنگ کیطرف سے مطمئن تھے۔ انہوں نے تسلیم شہر سے (عربی میں حوالگی کے معنوں میں تسلیم کہتے ہیں اور اسی کو اردو میں رائج ہونا چاہیئے) انکار کر دیا۔

اب رومی فوج کے لئے محاصرہ ناگزیر تھا۔ ۳۰ ہزار آہن پوش فوج نے چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

بیت المقدس اس وقت نہایت محفوظ تھا۔ یکے بعد دیگرے تین نہایت مستحکم شہر پناہیں تھیں اور ان کے باہمی فاصلے مدافعت کے آلات و اسباب جنگ کیلئے نہایت مضبوط عمارتیں رکھتی تھیں۔ طیطس نے اپنی فوج کے چار حصے کر دئے۔ تین حصے شمالی جانب پر مامور کئے جو بیرونی شہر پناہ سے ایک میل کے فاصلے پر جم گئے اور باقی ایک حصہ جانب مشرق مقرر کیا جو مشہور مسیحی مقدس پہاڑ کوہ زیتون کے حوالی میں تھا۔

قدیم آلات جنگ

رومی فوج کے ساتھ اس زمانے کے ترقی یافتہ آلات جنگ بے شمار تھے۔ علی الخصوص طویل و وزنی گرز۔ سنگ منجنیق۔ آتش فشاں پہیہ دار منارے اور قدیم زمانے کا وہ عجیب و غریب آلۂ جنگ جس کیلئے عربی میں "کبش" کا لفظ مستعمل ہو گیا تھا۔

گرز، قدیم قوموں کا سب سے بڑا آلۂ جنگ تھا۔ جس کو رستم و سہراب کے کاندھوں پر "شاہنامے" میں ہمنے ہمیشہ دیکھا ہے، لیکن رومیوں کے پاس ایک خاص طرح کا گرز ہوتا تھا۔ جس کو محاصرے میں استعمال کیا کرتے تھے یہ معمولی "گرز" سے بہت زیادہ لمبا اور اسی کے ضرب کا لٹھ بہت زیادہ وزنی ہوتا تھا اور شہر پناہ کی دیواروں اور قلعہ کے دروازوں کے توڑنے میں کام آتا تھا۔

"منجنیق" ایک کثیرالاستعمال مشین تھی جس کے ذریعے بڑے بڑے وزنی پتھر غنیم کے لشکر اور محصور شہر کے اندر پھینکے جاتے تھے یہ میکانک کے یونانی اصل کا معرب ہے اور علم الحیل (فن وضع آلات و مشینری) کی قدیم ترین ایجاد عربوں نے بھی اپنی جنگوں میں اس سے کام لیا ہے یہ گویا قدیم زمانے کی توپ تھی۔ پتھر کے بڑے بڑے گولے جب اس سے نکلکر اڑتے تھے تو ان کی ضرب دیواروں اور قلعوں پر نہایت سنگین پڑتی تھی،

"آتش افشاں منارے" لکڑی کے بنائے جاتے تھے اس کے نیچے پہیئے لگے ہوئے تھے تاکہ گاڑی کیطرح نقل و حرکت ممکن ہو۔ اس کی کئی منزلیں ہوتی تھیں۔ ان میں بیٹھ کر حملہ محصورین کیطرف تیزی سے بڑھتے تھے اور اس کے برجوں سے آتشیں روغن کو شہر کی دیواروں اور عمارتوں پر پھینکتے تھے،

"کبش" اس زمانے کا بہترین ہتھیار تھا۔ کچھ آدمی گاڑی کھینچتے تھے اور کچھ حفاظت کرتے تھے یہ گاڑی شہر پناہ سے بھڑا دی جاتی تھی اور اندر کی فوج محصورین کی تیراندازی سے محفوظ رہکر دیواروں میں نقب لگا دیتی تھی،

عربوں نے اس کو "کبش" اس لئے کہا کہ اس کے سامنے کے رخ پر ایک مینڈھے کا مصنوعی سر بنا کر لگا دیا جاتا تھا۔

شہر کی بیرونی شہر پناہ اور رومی لشکر کے شمالی حصے کے مابین جو آباد قطعے تھے وہاں کے تمام درخت اکھڑوا ڈالے گئے تھے تاکہ فوجی نقل و حرکت میں مانع نہ ہوں،

اطراف شہر کی سرسبزی کا اس وقت یہ حال تھا کہ یہ تمام قطعات طرح طرح کے شاداب درختوں کی کثرت سے ایک جنت ارضی کا منظر معلوم ہوتے تھے، اور اس کثرت کے ساتھ بنے تھے، کہ صرف انکی جڑوں کے کھودنے اکھاڑنے میں کامل چار دن رومی فوج نے صرف کئے،

یہ شام کی سرزمین تھی جس کی نسبت قرآن کریم نے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا "بارکنا حولہ" یعنے بیت المقدس کے اطراف کو اپنی برکات سے مالا مال کر دیا تھا،

اس کے بعد فوج شمال کی جانب بڑھی اور ایک ایسے مقام پر خیمہ زن ہوگئی جہاں سے بیرونی حصار شہر کا ایک گوشہ نظر آتا تھا یہاں محاصرین نے چار برج تعمیر کئے اور ان میں بیٹھ کر بیت المقدس پر سنگی گولے برسانا شروع کئے،

فاعتبروا یا اولی الابصار

یہ وہی بیت المقدس تھا جس کو خدائے ذوالجلال نے اپنی رحمت و برکت کا نشیمن بنایا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے سے جو الٰہی وعدے ہوئے تھے ان کے ایفا کا پہلا گھر اسی میں تھا بنی اسرائیل کی عظمت و جبروت کے سیلاب اس کی شہر پناہ سے نکلتے تھے، اور دنیا کی بڑی بڑی عظیم الشان سرزمینوں کو مع ان کے بسنے والوں کے بہالے جاتے تھے مگر انہوں نے اس پیمان و عہد کو توڑ دیا جو مصر کی غلامی سے نجات پانیکے بعد خداوند خدائے قدوس سے سینا کے پہاڑ پر باندھا تھا جب وہ طرح طرح کی بداعمالیوں اور فسق و فساد میں مبتلا ہوگئے تو رحمت الٰہی ان سے روٹھ گئی اور اس نے اپنی برکت کی جگہ اپنے قہر و غضب کو بھیجدیا۔

خدا کا اس دنیا میں سب سے بڑا قہر یہ ہے کہ
وہ کسی قوم سے حکومت و فرمانروائی کی عزت
چھین لے اور غیر قوموں کی غلامی و محکومی
کی زنجیریں اس کے پاؤں میں ڈالدے،

پس یہودیوں کے لئے بھی اب دنیا میں اس سزا کے سوا کچھ نہ تھا۔ بخت نصر کی فوج کشی اور بابل کی قید کے بعد عزیز کی آہ و زاری نے ان کی سزا کی مہلت بڑھا دی تھی پر انہوں نے اس فرصت سے بھی فائدہ نہ اٹھایا اس لئے ضرور تھا کہ آخری غضب الٰہی کسی جابر قوم کے استیلاء و تسلط کی صورت میں ظاہر ہو،

اور وہ جب کبھی کسی قوم سے روٹھتا ہے تو
اسکی عادت ہے کہ اپنی کسی جابر مخلوق کو اس
پر مسلط کر دیتا ہے پھر وہ اس کے تخت حکومت
کو الٹ دیتی ہے،

غلامی و محکومی کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالدیتی ہے اور

عزت ملی اور شرف قومی کی روح اس کے اندر سے کھینچ لیتی ہے،
رومیوں کا یہ حملہ یہودیوں کیلئے اسی سلسلۂ غضب الہی کی آخری سزا تھی جس کے بعد بنی اسرائیل کی عظمت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔

ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ و باؤ بغضب من اللہ

بخت نصر اور بابلیوں کا دور پہلا عذاب تھا اور یہ آخری! انہی دو عذابوں کیطرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے،

وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا۔ فاذا جاء وعد اولاھما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار وکان وعدا مفعولا (۱۷-۳)

اور بنی اسرائیل سے ان کی کتاب توارات میں صاف صاف کہدیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد میں مبتلا ہوگے اور اپنی بداعمالیوں میں مغرور ہوکے نہائت سخت زیادتیاں کروگے تو اے بنی اسرائیل کے لوگو! جب تم میں ظہور فساد وعدوان کا پہلا وقت آیا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں بابل کے ان لوگوں کو بھیجدیا جو نہائت جابر اور سخت گیر تھے وہ تمہاری بستیوں کے اندر پھیل گئے! اور وہ سب کچھ کیا جو ان کو کرنا تھا اور اللہ کے وعدے کو پورا ہونا تھا اور وہ ہوکر رہا۔

یہ قوموں کے اعمال کے قدرتی نتائج ہیں۔ جب بیت المقدس پر ملائکہ الہی رحمت وبرکت کے پھول چڑھاتے آج حملہ آوروں کے برجوں سے اس پر پتھروں کے گولوں کی بارش ہورہی ہے۔ وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون،

عروج وزوال امم کا یہ قانون الہی ہے اور اے کاش کہ آج وہ پیروان اسلام جنکو خدا نے بنی اسرائیل کی امر عظمت وجبروت کا جانشین بنایا تھا اور جو اس خلافت ارضی کے وارث ہوئے تھے جس کی اہلیت داؤد وسلیمان کی نسل میں باقی نہیں رہی تھی تاریخ کے ان نتائج قریبہ سے عبرت پکڑیں اور آنیوالے وقت سے ڈریں

کذالک یضرب اللہ الامثال لعلھم یتذکرون
اسی طرح اللہ گذشتہ قوموں اور ملکوں کی مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ غافل قومیں عبرت پکڑیں،

رومی پیشقدمی

یہودیوں کی حالت اس وقت نہائت افسوسناک تھی بابل کی قید اور عرصے کی غلامی نے پھر اسی میرۃ اولے پر پہنچا دیا تھا۔ جس سے دریائے نیل کے کنارے حضرت موسیٰ نے انہیں نجات دلائی تھی، تاہم انہوں نے اس موقعہ پر اپنے تمام قوی کو جمع کیا اور پوری جانبازی سے مدافعت کا سامان کرنے لگے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ رومیوں کے سے آلات جنگ اور اسلحہ ہلاکت ان کے پاس نہ تھے، اور سنگ باری کے برجوں عظیم الشان کشتوں اور آتشیں روغن کی بارش کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے،

پھر ممکن تھا کہ وہ اس کا جواب دے سکتے مگر قدرت الہی کے بھیجے ہوئے عذاب یا اپنے اعمال بد کے قدرتی نتائج کا ان کے پاس کیا جواب تھا۔

فاخذھم العذاب وھم ظالمون (۱۶-۹۰)
پس عذاب الہی نے انہیں جا پکڑا اور اپنے ظلموں کیوجہ سے اسی کے مستحق تھے،

نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصہ کے بعد بیرن شہر کی سرحد محاصرین نے فتح کرلی،

اب رومیوں نے زیادہ شدت اور مستعدی سے قدم آگے بڑھائے اور کوہ زیتون کی مشرقی فوج نے اپنی منجلیقوں کا رخ مقدس ہیکل کی جانب کردیا۔ ساتھ ہی مشتعل روغن (نفت) کی بارش بھی شروع کردی۔ آج کل عربی وفارسی میں کراس تیل کو نفت کہتے ہیں۔ مگر یہ ایک دوسرا معدنی تیل تھا جو نہائت سریع الاحتراق تھا اور جس مقام پر پڑتا تھا۔ بجز ایک دوسرے تیل کے پڑنے کے اس سے شعلے بھڑک اٹھتے تھے۔ قدیم زمانے کی بہت سی متمدن قوموں نے اس کو استعمال کیا ہے اور جنگ صلیبی کے عہد میں بزمانۂ محاصرۂ عکہ مسلمانوں نے بھی اس سے کام لیا تھا۔

یہودی اب نہایت مضطرب ہوئے کیونکہ منجنیقوں نے گولے اور روغن نفت کی پچکاریاں ہیکل کی دیواروں تک پہنچنی لگیں بعض پرانی جنگوں میں انہیں چند منجنیقیں ملگئی تھیں وہ نکال لی گئیں اور محصورین کیطرف سے بھی گولہ باری کا جواب دیا جانے لگا لیکن ابھی اس انتظام کو زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ایک اس سے بھی بڑہ کر مصیبت کی خبر لی۔ یعنی لوگوں نے دیکھا کہ شمالی شہر پناہ کے اندر جا بجا سوراخ ہوگئی ہیں اس خبر کے پھیلتے ہی محصورین کے دل بیٹھ گئے۔ ہمتوں نے جواب دیدیا۔ بالآخر مایوس ہو کر پیچھے ہٹ آئے اور اس طرح شہر کی پہلی شہر پناہ پر رومی قبضہ ہوگیا۔

اب دوسری شہر پناہ کے محاصرے کے لئے برج طیار ہونے لگے اس عرصہ میں رومیوں نے بارہا باشندوں سے تسلیم شہر کی درخواست کی سمجہایا کہ اس طرح ان کی جانیں بھی بچ جائینگی۔ مگر یہودی قید بابل کا تجربہ کرچکے تھے انہوں نے ہر مرتبہ اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا اور بدستور محصور رہے،

محصورین کی آخری سعی

اسلحہ کے باب میں یہودی رومیوں سے بہت کمزور تھے اس لئے رو در رو مقابلہ ناممکن تہا اس کے علاوہ ایک شہر پناہ مسخر ہو چکی تھی اور اس سے قوم کی اخلاقی حالت میں بھی فرق عظیم پیدا ہو گیا تہا اس لئے یہودیوں نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ کمزور مگر باتدبیر اقوام کے مشہور ہتھیار "حیلہ طرازی" سے کام لیا جائے چنانچہ انہوں نے شہر پناہ کے اندر سے ایک عمیق سرنگ رومی لشکر گاہ تک کھود دی اور اس کا نتیجہ معاً ظاہر ہوگیا۔ یعنی زمین کے مجوف ہو جانیکی وجہ سے لشکر گاہ کے تمام برج دفعتہً بیٹھ گئے، رومیوں کو اس سے واقعی سخت نقصان پہنچا اور کئی دن کی محنت کے بعد پھر دوبارہ برج تعمیر کئے گئے تاہم جس ساز و سامان کے ساتھ وہ آئے تھے، اس پر ان نقصانات کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تہا فوج محاصرہ کے لئے بدستور پڑی رہی،

دوسری شہر پناہ بھی یہودیوں کو چہوڑ دینی پڑی اور رومانی فوج فاتحانہ اس پر بھی قابض ہوگئی،

اب یہودی تیسری شہر پناہ میں محصور تھے اور یہ آخری حفاظت کا انتظام تہا کیونکہ اس کے بعد چوتھی شہر پناہ تھی۔ اسی کے اندر ہیکل اعظم اور تمام مقامات مقدسہ تھے اور اس کے مفتوح ہو جانے کے بعد بچنا دشوار تہا۔

انہوں نے اسکے بہر سرنگیں کہودیں اور اس محنت و جانفشانی کے ساتھ کہ چند دنوں کے بعد ہی تمام زمین کھوکھلی کردی اور رومی برج بھاری اور عمارات محاصرہ پہلی مرتبہ سے زیادہ نقصان دہ طریقے پر منہدم ہوگئے، اس سے رومیوں کا غیظ و غضب اور بہڑک اٹھا اور جوش انتقام نے مجنون کر دیا۔ انہوں نے اپنی عظیم الشان منجنیقوں اور بڑے بڑے کبش لیکر آخری حملہ بولدیا۔ وہ برابر ہلاکت اور بربادی پھیلاتے ہوئے بڑھتے گئے، یہاں تک کہ آخری شہر پناہ میں بھی شگاف پڑ گئے،

خرقیل نبی کی پیشینگوئی

اس سے بڑہ کر مصیبت عظمیٰ یہ تھی کہ آتش انگیز روغن نفت کی بارش نے مقدس ہیکل کی دیواروں تک پہنچنا شروع کر دیا تہا۔ بدبخت یہودیوں نے ہرچند کوشش کی مگر اپنی ہزار سالہ عظمت کے گہر کو نہ بچا سکے، اصول یہی کہ اب اسرائیل و اسحٰق کا بھی اسے نہیں بچانا چاہتا تہا اس کا بڑا حصہ آتش زدگی سے برباد ہوگیا۔ اور گنبدوں اور میناروں میں سنگی گولوں سے سوراخ پڑ گئے۔ حزقیل نبی نے کہا تہا "میں ہیکل کے گنبدوں پر غیر قوموں کے لگائے ہوئے دھبے دیکھ رہا ہوں" بالآخر اس بدبخت اور خدا کی مغضوب قوم کی آخری سزا کی تکمیل ہوگئی، اور عروج و زوال امم کے قانون الٰہی کے نفاذ کو کوئی انسانی سعی روک نہ سکی، رومیوں کے برجوں کی گولہ باری کا اب جواب ممکن نہ تہا۔

خاتمہ

ایک دن صبح کو یہودیوں نے دیکھا کہ رومی لشکر عظیم قتل و غارت اور نہب و سلب کے ہتھیار ہاتھوں میں لئے آخری شہر پناہ سے اندر داخل ہو رہا ہے،

فجاسوا خلال الدیار وکان وعداً مفعولاً ھ

ھ پس وہ بستیوں اور آبادیوں میں گھس گئے اور اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا تھا اور پورا ہو کر رہا

اصلاح الاخلاق والاعمال

خواب پریشاں

میں نے اپنے ذاتی مشاہدات کو تخیل کا لباس پہنایا ہے۔ میں جس علاقہ میں رہتا ہوں وہاں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ قبر پرستی کے حاصل اور تعویذ نویسی کی اجرت کہیئے یا نذرانہ ذریعہ معاش ہیں شریعت کی عینک لگا کر اہل بینش دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کسب معاش کہاں تک ٹھیک ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل علم اس بات پر توجہ فرمائیں کہ حضرت امام ابن تیمیہ کی کتابیں جن کے تراجم اب شائع ہو رہے ہیں اپنے اپنے حلقۂ اثر میں پڑھ کر سنائیں ان پر عمل کرنے کی تاکید کریں خود نمونہ بنیں اور دوسروں کو تقلید کا موقع دیں۔

قوم جب تک مسلمان نہ ہو تب تک اس کا منزل مقصود پر پہنچنا موہوم ہے۔ صرف کلمہ گوئی ہی اس مرض کا علاج نہیں جو ہمکو لاحق ہے۔

خدا کرے کہ قوم میں ایسے اہل دل پیدا ہوں جو اس کے ناخدا بنکر اس کی شکستہ کشتی شرک و قبر پرستی کے متلاطم سمندر سے نکال کر صحیح و سلامت کنار توحید پر پہنچا دیں۔ یہی وہ کنارہ ہے جہاں ہمارے تمام مقاصد ہمارے لئے خداوند کریم کے فضل و کرم سے آغوش کھولے کھڑے ہیں۔ اور ہماری کامیابی ہم پر پھول برسانے کو گل بداماں ہے۔

ممکن ہے کہ بہت سے احباب کو میرے خیالات سے اتفاق نہ ہو کیونکہ طبائع کا اختلاف قدرتی امر ہے لیکن میں اپنے خدا کو حاضر جانکر منتمیہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے یہ مضمون کسی کی دل آزاری کے لئے نہیں لکھا۔ میری نیت میرا خدا کریم جانتا ہے اس آلائش سے بالکل پاک ہے۔ میں ایک یتیم الفرصت شخص ہوں (سب اوورسیر) اور منزل علم سے کوسوں دور رہنے والا۔ مجھے یہ طاقت نہ تھی کہ ایسے مضمون پر قلم اٹھاؤں لیکن یہ تائید الٰہی تھی جس نے مجھے توفیق بخشی کہ میں اس کام کو پورا کرسکوں۔ مجھے ستائش یا اجرت کی ضرورت نہیں۔ ان اجری الا علی اللہ رب العالمین۔

یہ دعا ہے کہ خدائے قدوس قوم کو اعمال حسنہ کی توفیق بخشے اور اس میں ایسے دردمند پیدا کر دے جو قوم کی مبتذل حالت کو درست کر دینے کے صلہ میں بہرہ اندوز سعادت دارین ہوں۔

خادم غلام حسین شاکر صدیقی عفی عنہ

جسے ہے دیکھ کر تصویر حیرت آج تک شاکر — الٰہی ہوگی کیا تعبیر اس خواب پریشاں کی

جمعہ گذشتہ کی مبارک رات کو طلسم انگور سے رہائی حاصل کرنے کے بعد جب میرا تھکا دماغ نیند کے خیر مقدم کو تیار ہوا تو میری

نیم باز آنکھیں خود بخود فرش راہ بنگئیں، میری آنکھوں کا یہ ایثار میرے حق میں مسیحائی کا کام دے گیا رہبر خیال نے اسی ایثار کا صدقہ مجھے ایسے باغ میں پہنچا دیا۔ جس کی ہمسری کا خیال بھی گلشن ارم کو پژمردہ کر دینے کو کافی تھا اس میں ہر طرف صاف و شفاف پانی کی نہریں جن کے تراشے ہوئے کناروں پر حضرت سبزہ پانی میں پاؤں لٹکائے امواج جو سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ روشوں کے ساتھ ساتھ بہ رہی تھیں۔ باغ کے تمام راستے ایسے صاف اور موزون تھے کہ تہذیب حاضرہ کی صاف سے صاف سڑکیں بھی ان کے مقابلے میں سرا پا گرد تھیں۔ باغ کے ان حصوں میں جو ان سڑکوں کے تقاطع سے نہایت سے نہایت ہی مناسبت سے عالم ظہور میں آئے تھے۔ نونہالان چمن عن کا عکس پانی کی اضطراری حالت میں عجب دلکش کیفیت پیدا کر رہا تھا اپنی شادابی و رنگینی پر نازاں کسی سرشار مے الفت کیطرح جھوم رہے تھے۔ مرغان خوش نوا کے دلنواز نغمے دور دور تک پیغام فرحت پہنچا رہے تھے، بوئے گل موج ہوا کے تخت پر سوار مشام پروری کے اہم فرض کی انجام دہی میں مشغول تھی ہوا کی ترنم آفرینی سے ثابت ہوتا تھا کہ ہم صفیران چمن سب کے سب دست بر ساز ہیں، اگرچہ وہ باغ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است ہمین است

کی شرح جلیل تھا۔ لیکن یہ ہر لطف نوازی سونے پر سہاگے کا کام کر رہی تھی حسن ازل کا جلوہ میری آنکھوں میں اور ہر لطف قدرت میرے شہید نغمہ کانوں کو اپنی ترنم ریزی کی دولت سے مالا مال کر رہی تھی اور میں ان سحر آفرین نغموں سے اس طرح مسحور ہو رہا تھا کہ اس منظر کے سوا گلشن عالم کی تمام دلکش کیفیات میری نگاہ میں ہیچ تھیں۔

میں اسی طرح محو تماشا تھا کہ رعد کی دل ہلا دینے والی گرج نے مجھے چونکا دیا میں حیران تھا کہ میری محویت کے دوران میں پیر فلک نے کتنی جلدی فضائے گلشن پر ابر باران کا شامیانہ کھڑا کر دیا کر دیا ہے میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ہلکی سی بوندا باندی نے مجھے پر لطف منظر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اب وہی سماں جو فردوس نگاہ تھا۔ مجھ پر گران گذرنے لگا۔ بارش سے بچنے کے لئے سامنے کوئی مکان نہیں، جاؤں تو کہاں۔ ایسی واجب الرحم حالت کا اندازہ کچھ وہی اصحاب کر سکتے ہیں، جنہیں کبھی جائے پناہ سے دور موسلا دھار بارش میں چلنے کا اتفاق ہوا ہو ایسی مضطراب حالت کا اندازہ کچھ وہی اصحاب کر سکتے ہیں جنہیں کبھی جائے پناہ سے دور ایسی طرف دوڑا۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ ان ہی درختوں سے پرے تھوڑے سے فاصلے پر ایک وسیع مکان ہے جس کے دروازے میں سے بہت سے لوگ آمادہ داخلی ہیں نہ وہاں کوئی چوکیدار ہے اور نہ دربان۔ پہلے تو مجھے بلا اجازت اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن ہمسروں کی دیکھا دیکھی میں نے بھی بسم اللہ کہہ کر رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق پڑھتے ہوئے اس مکان کے اندر قدم رکھا۔ میرے قدم کا اندر پڑنا تھا کہ دروازہ خود بخود یکلخت بند ہو گیا۔ میں نے اپنی کوتاہ اندیشی پر بہت کچھ کف افسوس ملا۔ لیکن بے سود، میری حالت بعینہ اس وقت ایسی تھی جیسی کہ بقول مصنف آرائش محفل حاتم طائی کو حمام باد گرد میں طلسمی دروازہ کے داخلہ کے بعد ہوئی تھی۔ میں اس باغ روح پرور کے مناظر سے جتنا مسرور تھا اب اس قید بے جرم پر اتنا ہی رنجور تھا۔ اس دربندی یا قید بیجرم نے میرے دماغ پر کیا اثر کیا اور اب تک وہاں مجسم کھڑا رہا اس کا اندازہ کرنا میرے ادراک سے باہر تھا کیونکہ میرا ہیچ منتشر خیالات کو جمع کرنے کے باوجود بھی کسی صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکا ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ ہوش آنے پر میں نے اپنے سامنے شباب گمر بنیاں کی [illegible] کی موزون تصویر کھڑی دیکھی۔ خنجر حیرت کا یہ وار کچھ پہلے سے بھی زیادہ کاری پڑا لیکن اس کا انداز تبسم معجز نما ثابت ہوا۔

میری کھوئی دولت ہوش مجھے مل گئی اور میں وہ منظر جس پر خون کے آنسو رو کر بھی دل ہلکا نہیں ہو سکتا دیکھنے کے قابل ہو گیا۔

میں نے اپنے ادی کے ایما سے اک طرف نگاہ کی تو مختلف

جگہوں پر خلقت کا اژدہام نظر آتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مختلف قسم کے تماشوں کے اکھاڑے علیحدہ علیحدہ قائم ہیں۔ اشوقِ دریافتِ حال مجھے بھی کشاں کشاں اس طرف لے چلا۔ سب سے نزدیک جو مجمع تھا وہاں کتوں کی لڑائی ہو رہی تھی اور انکی غرغراہٹ متخاصمین کے شور و غل میں گم ہو رہی تھی۔ مجھ جیسی ناواقف کیواسطے یہ سمجھ لینا کہ کتوں کی بجائے اولادِ آدم آپس میں تکا بوٹی ہو رہی ہے، کچھ بے جا نہ تھا میں یہاں پہنچا ہی تھا۔ کہ غیر معمولی ہل چل نے مجمع کے منتشر ہونیکی خبر دی فضا اس جم غفیر کے نعرۂ کامیابی سے گونج اٹھی، کامیاب فریق باجر نوازوں کے نغمہ ہائے کامرانی سے دل شاد اور آتشبازوں کے گولوں کی بار گوش آواز سے بامراد ہمارے پاس سے گذر رہا تھا۔ مجھے یہہ سنکر کہ کامیاب کتا قریشی کلب علی کا ہے اور کہ قریشی صاحب اس کتے کا اس قدر خیال رکھتے ہیں کہ سوائے ان چند گھنٹوں کے جن میں نیند انہیں دنیا و مافیہا سے غافل کر دیتی ہے اپنا تمام وقت اس کی نگہداشت میں صرف کرنے میں کمال پریشانی ہوئی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہ مجمع معہ حضرت کلب علی اور ان کے لاڈلے کتے کی نگاہ سے اس طرح اوجھل ہوا کہ گویا کبھی تھا ہی نہیں،

میرے کانوں میں ابھی سگ پرست فریق کے نعرۂ کامیابی کا اثر باقی تھا کہ طبلہ کی زیر و بم اور سارنگی کی دلکش صدا نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ مجمع عام میں ایک رقاصہ صنفِ نازک کا بہترین انتخاب اپنے حسنِ عالم فریب کی جلوہ افروزیوں کے ساتھ مصروفِ رقص تھی۔ مسند طرازانِ محفل جن کے سینوں پر سبز ریشمی کپڑے پر طلائی تاروں سے کشیدہ کیا ہوا طغرائے امتیاز انا السید و انا القریش آویزاں تھا اور جن کے بڑے بڑے طرے لمبے لمبے ڈھیلے دستار باندھے رقت سامنے کعبۂ آرائش کی خاطر جو گوشے پاؤں تک لٹکائے جا رہے ہیں، کمر میں باندھی ہوئی گردنواز ریشمی لنگیاں اور زردوزی جوتیوں کی طویل طلائی نوکیں ظاہر کرتی تھیں کہ یہ ان اضلاع کے رہنے والے ہیں،

جن میں آبادی کی پہلی ساعت ہی میں آدمیت کا خون کر دیا گیا ہوا ہے، رقاصہ کی نغمہ سرائی نگاہِ ناز اور برقِ تبسم کو نذرانۂ زر، ہدیۂ دل اور تحفۂ شکیب دے رہے تھے اور اس مغنیہ کے ساز ندے مقدم الذکر نذرانے کا سنگِ اعلان ان ناعاقبت اندیش سخیوں کی جوتے کرم میں اس کو زیادہ مشتاطم کرنیکی خاطر زور زور سے پھینکتے تھے۔ شاہ شمس و شاہ نوری اور سیدن شاہ و چوہا سیدن شاہ، کے سے ہزاروں اعراس کا جن کا از روئے شریعت کوئی ثبوت نہیں یہ مجمع حقیقی معنوں میں آئینہ بردار تھا۔

زمانہ کی شریف ترین قوم کے نوجوانوں کا یہ گروہ اگرچہ کم و بیش سب کا سب رقاصہ کے جادوئے حسن یا سحرِ آواز سے مسحور تھا۔ لیکن ایک پاکیزہ رو نوجوان ترنم باز شاہ پر جو شکل و شباہت میں گنجیال ضلع شاہپور کے ایک گیلانی سید سے ہر ایک طرح مماثل تھا۔ غیر معمولی وجدانی کیفیت طاری تھی اس کی ہر اک ادا، ہر اک حرکت اسبات کی شاہد تھی۔ کہ رقاصہ کے کمال موسیقیت کا موازنہ کرنیکی قابلیت رکھتا ہے۔ کیونکہ رقاصہ کی ذرا سی بے قاعدگی نے اسے اضطراب کی آخری منزل پر پہنچا کر اس کے پرجوش جذبات کو اپنا مولف بنا لیا۔ اور اس کی خودستائی نے یہ کہے کہ ایک گیلانی سید کا بھری محفل میں ایک مغنیہ کو دم بخود کر دینا اور اس کے مقابل ہو کر کمال موسیقیت کا ثبوت دینا کچھ تھوڑا کام نہیں اس قدر ولولہ انگیز تھے کہ میں باوجودیکہ وہاں غیر حاضر تھا گیلانی صاحب کی در افتادگی پر ظرافت آمیز صاد کرنے سے باز نہ رہ سکا۔ نہ معلوم یہ محفل رقص و سرود کب تک قائم رہتی لیکن ایک طرف کی اٹھتی ہوئی گرد نے اہل بزم کے آئینہ دل کو مکدر کر دیا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ طوفانِ خاک و باد جسے وہ ہوا کی شوخی تصور کر رہے تھے بلائے مبرم کی طرح ان کے سر پر آ پہنچا اور دو لمحہ ہر عجیب مگر باطن تباہ کن محفل اس کی تاریکی میں چھپ گئی۔

مطلع صاف ہونے پر وہاں سماں ہی کچھ اور تھا۔ فضائی

نیلگوں میں شکاری پرندوں کے صاف پرواز ، سبزہ زار میدان میں چھیل گھوڑوں کی ہنہناہٹ ، تازی کتوں کی ہرنوں اور خرگوشوں کے تعاقب میں دوڑ دھوپ سے سواروں کے دل شاد تھے ، اگرچہ شکار کی جستجو میں وہ خود شکار ہو رہے تھے ، لیکن انہیں اس کی مطلق پرواہ نہ تھی سوار اور پیادے سرگرم صید جوئی تھے کہ ہرنوں کا ایک گلہ ان کے آگے سے چوکڑیاں بھرتا ہوا نکلا - دور بیں بازوں نے انہیں فضا سے تاکا - تیز رفتار کتوں نے ان کو اپنے سامنے دوڑتے دیکھا - دونوں نے ایک ہی وقت اور ایک ہی خیال کے ساتھ ان کا تعاقب شروع کیا - سواروں نے بھی شوق تماشا میں اپنے باد پا راہواروں کی باگیں ڈھیلی کر دیں - کیا پر پرواز پر ناز کرنیوالے اور کیا اپنی اٹھا کرنے جانے والی ٹانگوں پر بھروسہ کرنیوالے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے حد نگاہ سے باہر ہو گئے اور ان کے گھوڑوں کے سموں سے اٹھتی ہوئی گرد میں وہ پیادے جو یہ تماشا دیکھ رہ گئے تھے کہ پیر و مرشد صاحب اور ان کے رفقا شکار کی تاز اور شاد جھاڑی کو روزہ خیال کرتے ہیں ، سواروں کی طرح گم ہو گئے ،

میں بہ نگاہ حیرت گم ہونیوالوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک گنبد سفید جو طلائی کلس سے مزین تھا میری آنکھوں سے دو چار ہوا اس کے گردا گرد چار دیواری تھی اور اس کے اندر بہت سے مکان بنے ہوئے تھے ، صدر دروازہ کی وسعت گو کافی تھی ، لیکن ہجوم خلقت اس قدر تھا کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا چار دیواری کے اندر زائرین کی کثرت سے وہ خانقاہ ایک آباد شہر معلوم ہوتی تھی ، آبادی کا زیادہ حصہ جوان اور حسین مستورات پر مشتمل تھا - جن کو نامحرموں کے ہاتھ سے دولت حسن چرائے جانیکا احساس نہ تھا اگر تھا تو پرواہ نہ تھی معلوم ہوتا تھا کہ جنس لطیف کے یہ نمونے اس عقیدہ پر جہاں سید دل بہار شاہ صاحب اپنی حرص و آز اور ہوس کو پردۂ فریب میں چھپائے بیٹھے تھے حصول مراد کیلئے تنہا یا کسی کی معیت میں آئے ہوئے تھے ، شاہ صاحب کی مہذب بارگاہ کے مغرور مقرب اور متکبر خلیفے اپنی اپنی دلپسند حسن کی جامع تعویذوں کو دام تزویر میں پھانس کر خلوت میں مطالعہ کرنے کیلئے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے حجروں میں لیجاتے تھے اس رسم کی ادائگی کے بعد وہ شاہ صاحب کی بارگاہ میں جسے عشرت منزل کہنا بالکل درست ہے پہنچائے جاتے تھے ،

شاہ صاحب کے ہاتھ میں لوک دگر کی نادر ایجاد تعویذ نویسی کا دستی پریس تھا - ایک طرف فالنامہ رکھا ہوا تھا دوسری جانب سفید سوت کا ڈھیر تھا - سامنے ایک چھوٹا سا آبنوس کا منقش صندوقچہ جس کے ایک پہلو میں حاصل نذر و نیاز نقرئی و طلائی لباس میں جلوہ افروز تھا پڑا ہوا تھا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں شاہ صاحب کی خانہ ساز زندگی ختم کرنیوالی ادویہ میں وہ بزعم خود اپنے پاس ہر دکھ کی دعا اور ہر درد کا علاج لئے بیٹھے تھے ، اور یہ تماشا دیکھتے ہوئے مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ شاہ صاحب کیا تھے معجون مرکب تھے ،

آنیوالے مشتاق لقا زائر بغرا خالی سلام کرتے تھے زمین بوس ہوتے تھے لیکن شاہ صاحب کی نظر عنایت ہر ایک کا مقدر نہ تھی - وہ یا تو ناز و ادا کے دلفریب مجموعوں پر ملا طلب پڑتی تھی ، یا متمول زائرین کی جیبوں کا جائزہ لیتی تھی ، باوجودیکہ ان کی بے اعتنائی کا یہ عالم تھا - پھر بھی خانقاہ کی دل بہار رسیہ کے نوآموختہ سادہ دل زائر اس محفل میں پہنچ جانے کو ہی فیضان الٰہی تصور کرتے تھے ،

ادب کی نا ہموار اتصال کے ساتھ اہل محفل کی مضطر آرزوئیں بے تاب تمنائیں اور پرورد خواہشیں ، شاہ صاحب نے رقم کو بصد مشکل حرکت میں لاتی تھیں کسی کو تعویذ کسی کو گنڈا کسی پر دم ، کسی کے لئے ناکشی دعا - ان شہید عقیدت ہستیوں کے اضطراب آرزو کا جواب تھے اور یہ جواب اس قابل عطار کے شربت تھے جو ہر قسم کا شربت ایک ہی بوتل سے دیا کرتا ہے ،

اس بارگاہ فلک پایہ کے دو حصے تھے ایک حصہ جماعت ذکور کے حصے میں آیا ہوا تھا اور دوسرا جہاں حضرت دل بہار شاہ صاحب حسن و ادا کے چند مجموعوں کے درمیان محو تکلم تھے

خلیفۂ اسلام اور حضور نظام

مچا ہوا ہے زمانے میں آج کل کہرام — کہ مبتلائے بلا ہیں خلیفۂ اسلام
جلاوطن ہوئے، آیا گہن میں ماہِ عروج — عجیب ٹوٹے ہیں اُن پر مصائب و آلام
گداز ہو غمِ ملت سے جس کا قلب و جگر — اُسے جہاں میں میسر ہو کس طرح آرام

خدا کا فضل محافظ ترا ہو اے عثماں — کہ تیرے جود کا شاکر ہے عالمِ اسلام
ترا ہر اک کیلئے دستِ فیض جاری ہے — پھرا نہ در سے ترے آج تک کوئی ناکام
مدد خلیفۂ اسلام کو جو دی تو نے — ملیگا بارگہِ قدس سے تجھے انعام
برا حق ہے ترا وہ تجھے ملے گا ضرور — دیا ہے قدسیوں نے صبحدم یہ مجھکو پیام
دعا یہ صبح و مسا میری لب پہ جاری ہے — بڑھائے رتبہ ترا ذوالجلال والاکرام

زہے نصیب خمستاں سے آج یثرب کے — ملا ہے بادۂ لاتقنطوا کا مجھ کو جام
ترے حضور میں یارب دعا ہے اختر کی
کہ چار دانگ میں لہرائے پرچمِ اسلام

عثمانیہ یونیورسٹی کا فیاض بانی حضور نظام کی اردو یونیورسٹی میں جن خوش قسمت اور یادگار طلبا نے سب سے پہلے بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے ان کی تعداد تین ہے، حضور نظام نے ان تینوں طلبا کے لئے عثمانیہ یونیورسٹی کے سرمایہ محفوظ سے ایک رقم منظور کی ہے تاکہ انہیں حصول تعلیم کیلئے انگلستان بھیجا جائے، حضور نظام کا تدبر تعریف و توصیف سے بالاتر ہے جب تک شگفتہ حال اردو کی ترقی اور ترویج کے لئے اس قسم کی تدابیر استعمال نہ کی جائینگی ناممکن ہے کہ فروغ حاصل کرسکے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس عظیم الشان یونیورسٹی کے وجود سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور ایسی حالت میں جبکہ حضور نظام خلدالله ملکہ یونیورسٹی کے کامیاب طلبا کو اس قدر غیر معمولی رعائتیں اور سہولتیں دے رہے ہیں، اس فرض کی اہمیت بہت ہی بڑھ جاتی ہے اگر حضور نظام نے جامعہ عثمانیہ کے کامیاب طلبا کو نوازنے کی پالیسی کو جاری رکھا تو انہیں

ہندو مسلمانوں کے اتفاق کا شیرازہ

مریض عشق کو رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مہوس کہتے ہیں ۔ اکسیر باون تولہ تانبہ کو سونا کر دینے کیلئے صرف پاؤ رتی کافی ہوتی ہے مگر جب مہوس اس قسم کی اکسیر بنانے سے عاجز ہوتے ہیں تو وہ جوڑا بناتے ہیں ۔ مہوسوں کی اصطلاح میں جوڑا اس ترکیب کا نام ہے کہ جست تانبہ چاندی کو سہار کر سونے کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور سب ملکر ایک رنگ سونا ہو جاتا ہے ۔ بازار میں اسے لیجائیں تو ہاتوں ہات مول لے لیں ۔ یہ نسخہ بھی مہوسوں کے خرچ کیلئے کفالت کرتا ہے کہ تانبہ اور جست اور چاندی سونے کے مولوں بک جاتی ہے مگر نئے زمانہ ایسے مصالحہ ایجاد ہو گئے ہیں ۔ جو اس جوڑہ کی قلعی کو کھول دیتے ہیں ۔ یعنی جب مہوس صاحب اپنا جوڑہ لیکر بازار میں جاتے ہیں اور اسے صراف کو دکھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ آپ کا سونا بہت خوشرنگ اور نرم بھی ہے مگر میں اس کی اور طرح بھی آزمائش کرلوں پھر آپ کو اس کی قیمت دیدونگا صراف مہوس کے سونیکو کٹھالی میں ڈالکر تپاتا ہے اور اوپر سے نوشادر مصالحہ کی چٹکی دیتا ہے تو ایک آن میں چاندی سونا تانبہ جست کو الگ الگ کر دیتا ہے ۔ صراف کہتا ہے جناب کا مال اصلی سونا نہ تھا جوڑا تھا ۔ دیکھئے جن دھاتوں سے آپ نے اسے ملا کر بنایا تھا ۔ یہ جدا جدا رکھی ہیں ۔ مہوس صاحب اپنی ساختہ پرداختہ کیمیا کو دیکھ کر شرمندہ ہوتے ہیں اور اسے واپس گھر لے آتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ملک کے خیرخواہوں نے جب دیکھا کہ باون تولہ پاؤ رتی تو ہم سے بنتی نہیں تو انہوں نے قومی جوڑہ تیار کیا ۔ ہندو مسلمان ایک ہو گئے ۔ تیرہ سو برس سے جو کفر و اسلام کے جھگڑے چلے آتے تھے ، جنہیں پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ کرام رفع کرنے سے عاجز رہے وہ ہمارے ان بزرگوں نے سلجھا دئے اس طرح کہ دو دل راضی تو کیا کریگا قاضی ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں   وحدہ لاشریک لہ گویاں

جب ہندو مسلمانوں کے بھائی ہو گئے جب مسلمانوں نے ہندوؤں کے گلو میں باہیں ڈالدیں تو پھر خرخشہ ہی کیا رہا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

مرزا داغ دہلوی نے بھی اسی موقعہ کے لئے فرمایا ہے ۔ نگاہوں میں اسرار سارے ہوئے ہیں ، ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں اس اخلاص کی غائت یہ تھی کہ ہوم رول حاصل کریں اور خلافت کی تائید جناب فرماتے رہے کچھ دنوں ہوم رول ہوم رول کے غلغلہ کانوں میں آتے رہے پھر سوراج سوراج کی صدائیں بلند ہوئیں ۔ اس شور اور غل کا منشا یہ تھا کہ ہندو مسلمان ملکر انگریزی حکومت کو ہندوستان سے اٹھا دیں اور پھر دونوں بھائی ٹھنڈی بیٹھوں بادشاہ بن جائیں ۔ مرشد اعلیٰ کی تعلیم کا پرتوہ دونوں قوموں پر برابر پڑ رہا تھا ترک موالات کا فتوے ہوا تو اس کی پابندی دھوم دھام سے ہوئی ۔ ہجرت کا ارشاد ہوا تو مکہ مدینہ چھوڑ کر کوہستان کابل کیطرف مہاجر چلدئے ، پھر ایسا ہوا کہ کھدر پہنو ۔ کھدر بولنے میں بھی ایک لفظ لذیذ ہے مگر عقیدتمندوں نے اسے بھی قبول کیا ۔ دولہنوں کے چوتھی کے جوڑے اور دولہا کی خلعت کھدر کے بننے لگے ۔ ترکی ٹوپی لال رنگ اور کالے پھندنے کی مسلمانوں کے شعار اسلام میں گنی جاتی تھی وہ بھی چھوڑ دی گئی اور کھدر کی سفید ٹوپی جو ہندو مسلمانوں کے قومی اتفاق کی سرتاج تھی پسند کیگئی ۔ بدیسی کپڑے جو بزرگوں کے وقت سے صندوقوں میں تبرک کے طور پر رکھے تھے نکالکر جلادئے گئے ، انگریزی تعلیم چھوڑ دی گئی ، انگریزی سکول اور کالج چھوڑے گئے ، ہندو مسلمان

والنیٹر بھی بن گئے۔ مسلمانوں نے یہ بھی کہدیا کہ گائے کی قربانی بھی چھوڑ دیں گے، غرض اتفاق کی کوئی رسم باقی نہ رہی محبت کا کوئی جتن ایسا نہ رہا جو ہندو مسلمانوں نے آپس میں نہ برتا ہو، ہوتے ہوتے اس ہندو مسلمانوں کے جوڑے کے نکھار کا وقت آیا اور ضرورت نے تجربہ کا مصالحہ دیکر اسے تپایا تو ہندو دھرم اور مسلمان مذہب کے دونوں جز الگ ہو گئے اسلام نے ہندو دھرم سے کہا بڑے بڑے ہندو دھرم بولا ہمیں کیا پرمیشر کہتا ہے، ہم نے تو تجھے ہمیشہ گندہ سمجھا تیرے ہاتھ کے توڑے بیر بھی ہم نے کبھی نہیں کھائے وہ اتحاد جو قائم ہوا تھا۔ اس نے عناد کی صورت پکڑلی مسلمان اس بات پر تل گئے کہ ہندوؤں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں، ہندوؤں نے کمر باندھ کر کہا جب تک آریہ ورت کی اچھوتی بھومی سے ملیچھ اور ملیکش مسلمانوں کو نکال نہ لیں گے دائیں ہاتھ کا کھانا حرام ہے، جس طرح آفتاب روشن ہے اسیطرح یہ امر بھی روشن ہے کہ مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کے تشنۂ خون ہیں اور آئے دن جابجا قصبوں اور شہروں میں ہندو اور مسلمان لڑتے جھگڑتے اور مارتے مرتے ہیں اور جانبین کی خصومت ایسی بڑھ گئی ہے کہ وہ شاید سو برس میں بھی دلوں سے دور نہ ہوگی۔ اور اگر سچ پوچھیے اور سچ کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا اور میں سچ کہتا ہوں وہ گورنمنٹ جسکی علمداری سوراج اور ہوم رول کے مدعی اٹھا دینی چاہتے تھے اگر وہ آڑے نہ آتی تو ہندو مسلمانوں کو کہن کیطرح پیس کر دہر دیتے اور مسلمان آندھی بنکر ہندوؤں کی خاک تک اڑا دیتے مگر ان دونوں کو بچایا تو اسی گورنمنٹ نے، اور اگر ہندو مسلمان ہندوستان میں آئندہ بھی سلامت رہیں گے تو اسی گورنمنٹ کی مہربانی سے، جس گستاخی اور بے ادبی کا برتاؤ ہوم رول اور سوراج والوں نے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ برتا ہے اگر یہ برتاؤ بے باکی زار روس یا تیمور لنگ یا نادر شاہ افشار کے عہد میں ظاہر ہوتی تو وہ ایسا مزہ چکھا دیتے کہ پھر کوئی ہوم رول اور سوراج کو خواب میں بھی نہ دیکھتا اور صفحۂ کیطرح ان دونوں کا نام مٹا دیا رکھا جاتا۔ سوراج اور ہوم رول کے طالب سب کے سب عاقل ذی ہوش فلاسفر یگانہ فرزانہ سمجھے جاتے تھے جس وقت انہوں نے اس کا بیڑا اٹھایا تھا تو آیا یہ خیال بھی انہیں کہ جس گورنمنٹ کا ہم مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اس کی شان و شوکت اور اس کی زور قوت کے برابر ہماری شان و شوکت اور ہماری زور قوت بھی ہے یا نہیں میرے نزدیک تو اس مسئلہ پر ان حضرات نے اصلا غور نہیں کی وہ اپنی فتح مندی لیکچروں اور تقریروں کے زور اور چرب زبانی پر منحصر سمجھے۔ ان حضرات کے علاوہ ہم جیسے فقیر گوشہ نشین کم فہم بھی ہندوستان میں رہتے تھے انہیں ان کی کم عقلی یہی سبق دیتی رہی ؎

ہیں رنگ بہار چمنستان کوئی دن کے
یہ جلوہ نظر آتے ہیں نادان کوئی دن کے

چنانچہ الدہر احسن المودبین زمانہ نے اچھیطرح بتا دیا کہ کاہ کوہ کے ہموزن نہیں ہو سکتی ہے اور ہوا بھی ایسا ہی ہم کم فہم لوگوں نے دیکھ لیا کہ کھیٹر کی لات گھٹنوں سے اوپر گئی نہ قانون شکنی ہوئی نہ جہاد ہوا یہ زبانی لاف و گزاف تھے،

بیک گردش چرخ نیلوفری
نہ نادر بجا ماند و نہ نادری

البتہ ہوم رول اور سوراج کی برکت باقی رہ گئی یعنی بادشاہ وقت کی نگاہ میں بے اعتبار ہو گئے، محمڈن کالج کی عظمت جاتی ہی رہی ریل کا محصول عدالت اور ڈاک کے اسٹامپ کی قیمت دو چند ہو گئی۔ کار و بار تجارت میں خلل پڑا۔ ہر شے مہنگی ہو گئی اپنی مسجد میں بیٹھ کر وعظ کہنے میں بھی خوف معلوم ہوتا ہے کہ مبادا ہماری طرف بھی کانگرس اور سوراج کا گمان کیا جائے اور جیل خانہ بھیجدیے جائیں غرض بے گناہوں کا حال گناہ گاروں سے بدتر ہو گیا ہے۔ جب ترک موالات پر فتویٰ ہوا تھا تو مفتی صاحبوں کو غالباً یاد نہیں رہا۔ کہ ریل اور تار برقی بھی انگریزی سامان ہیں جہاں اور انگریزی چیزیں چھوڑی ہیں ریل اور تار برقی کو سب سے پہلے چھوڑا جائے اگر فی الواقع ایسا کرتے ہو تو ہوم رول اور سوراج کے پر کٹ جاتے اور ترک موالات پر جھگڑوں اور ریل گاڑیوں میں کھدر پہنے کبھی مہینوں میں

بھی منزل مقصود تک نہ پہنچا کرتے مگر گورمنٹ انگریزی بڑی حلیم الطبع اور بردبار گورمنٹ ہے اگر وہ حکم جاری کر دیتی کہ ہوم رول اور سوراج کے میشوا نہ ریل میں بٹھائے جائیں نہ انکی خبر تار برقی میں بھیجی جائے نہ ان کے خط ڈاک میں جاتیں تو فرمائیے یہ کیا کر سکتے تھے اڈن کھٹولے اور براق فقط فرضی ڈکوسیلوں کا نام ہے یہ رات پرات دہرے بیٹھے رہتے اور کچھ بھی ان سے بن نہ پڑتی مگر عاقل گورمنٹ جانتی تھی کہ انکی دوا دوش محض بے سود و بیکار ہے اپنے دل کے حوصلے نکال لیں۔ منہ سے پھاگ اڑائیں باقی ہے حال ہستی و عدم آئینہ دکھلاتا ہے اسطرف سب نظر آتا ہے ادہر کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی اور ہو رہا ہے وہی گورمنٹ برطانیہ کی طاقت ہے وہی پولیس ہے، وہی عدالتیں ہیں وہی اس کے اسٹامپ ہیں وہ ہی اس کے آئینز ہیں وہی قوانین ہیں وہی ہوم رول اور سوراجی ہیں۔ اور اسی گورمنٹ کی اطاعت کا غاشیہ اٹھا رہے ہیں طوعاً نہیں کرہاً خوشی سے نہیں ناخوشی سے۔ مضمون بہت بڑھ گیا ہے اسلئے اس کو چند فقروں پر ختم کرتا ہوں کہ ۱۱ جولائی ۱۹۲۴ء جمعہ لغائت ۱۶ جولائی ۱۹۲۴ء مطابق ۹ ذیحجہ لغائت ۱۳ ذیحجہ ۱۳۴۲ روز چارشنبہ جو ہندوؤں نے مسلمانوں کو قربانی کیوجہ سے زکیں پہنچائیں اور ان کی بربادی چاہی اگر انگریزی گورمنٹ اس موقع پر انتظام نہ فرماتی تو امید تھی کہ دہلی کے مسلمان اور ہندو مسلمانوں کا ہیوا ناس کر دیتے ہیں۔ ان قصہ قضیوں کی تفصیل نہیں لکھ سکتا ہوں، ناظرین اور شائقین اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ابھی تو نا اتفاقی کا بیج بویا ہے جب یہ درخت پوری نشو و نما کے ساتھ پھیلے پھولے گا اس وقت بہار دکھلائیگا اور مزے چکھائے گا۔

فقیر حقیر حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق
دہلوی جانشین خواجہ میر درد کوچہ چیلان
دہلی

معاملہ کی بات

نمونہ دیکھنے والے احباب

جن احباب کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر ماہ جولائی کا پرچہ نمونتہً ارسال کیا گیا تھا۔ ان کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مفصلہ ذیل خریداری و عدم خریداری سے دفتر کو مطلع کرتے لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے اس فرض کی ادائیگی میں خلاف امید لاپرواہی سے کام لیا۔

اگرچہ توبعدہ دفتر کے مطابق ان تمام احباب کی خدمت میں بصیغہ وی پی ارسال ہونا چاہیے تھا۔ تاہم یہی مناسب سمجھا گیا کہ طرز نمونہ بھیجوا کر رائے حاصل کی جائے، چنانچہ یہ پرچہ مکرر نمونتہً ارسال ہوتا ہے اس میں منی آرڈر فارم رکھہ دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا جو احباب اعانت کرنا منظور کریں وہ لعنایت برادرانہ وی پی طلب کرنیکی بجائے زرقیمت (عہ) بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں۔ دفتر کو اجرائے وی پی کی تکلیف نہ ہوگی اور خریدار صاحبان کو بہر کی خالص بچت رہیگی۔ جو احباب خریدار بننا منظور نہ کریں وہ ... کے اندر اندر دفتر کو مطلع کردیں، ورنہ مجبوراً ستمبر کا القریش وی پی ہوگا جسکا واپس کرنا انکا اخلاقی و قومی فرض ہوگا۔ منیجر

کلام الملوک ملوک الکلام

یعنی

اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام شہریار دکن ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ کا تازہ کلام جو بتقریب ایام عزا جریدہ غیر معمولی میں شائع ہوا ہے اور بغرض اندراج القریش موصول ہوا ہے۔

قطعہ

نیا رنگ عزا عثمانؔ جما شبیر کے غم سے — چمن میں روز شہ دھوتی ہیں کلیاں اشک شبنم سے
ادھر آنکھوں کو مشغولی ادھر ہاتھوں کو سر دھنی! — نہ فرصت ان کو رونے سے نہ فرصت انکو ماتم سے

سلام

مطلع: لخت بگو ز حال شہیدان کربلا — بر تشنگان چہ رفت بمیدان کربلا
جانم فدای اکبر و عباس نامدار — بودند ہر دو شمع شبستان کربلا
صد حیف بہر تشنہ لبان دغا ز آب — باد سموم در رگ بیابان کربلا
این ماجرا ببین کہ در شام جوش زد — آن کاروان بے سر و سامان کربلا
ای وای نخل گلشن زہرا بریدہ اند — پر خون شدہ است لالہ و ریحان کربلا
این حسرت دگر است کہ بر مرد زن بکی — غلطان بخاک و خون تن سلطان کربلا
مقطع: عثمان خوب ماتم اگر تار کشید — جانہا [illegible] شہیدان کربلا

دیگر

مطلع: کجا زبان جہان و کجا ثنای حسین — زبان و جان و دل اہل دل جہان فدای حسین
ز فرغ دیدہ بینا و شہر بیقیس! — بچشم اہل بصیرت [illegible] کربلای حسین
وضو برای دعای نجات اہل خطا — بخون خویش [illegible] حسین
چہ ہمت است کہ از حق نخواست پیغمبر — بجز شفاعت امت بخون بہای حسین
بلای جملہ جہان گر نہند در میزان — گران بود ز ہمہ پلۂ بلای حسین
علو مرتبت مظہر حقیقت حق بود — [illegible] اعتلای حسین
مقطع: ز دار و گیر قیامت رہا شود عثمان! — کسیکہ مست بود از سبوی ولای حسین

دیگر

مطلع: بہا کر اشک جیحوں پر آب سے پہلے — [illegible] سے پہلے
علی سے باد آتے ہیں ای محمد مجھ سے — نثار ہو نہ محبوب بوتراب سے پہلے
فنائے آل نبی ہے [illegible] آغاز — زبان [illegible] سے پہلے

سلام (اردو)

چلے حسین جو میدان میں سر کٹانے کو — سکینہ دوڑ کے لپٹی رکاب سے پہلے
زبان وہ خشک ہوئی آہ روز عاشورہ — جو تر ہوئی تھی نبی کے لعاب سے پہلے
قضا پہنچی تھی لینے کو سر لعینوں کے — صفوں میں شاہ کی تیغ خوں فشاں سے پہلے
رخ حسین سے تشبیہ دے اگر عثمان — تو داغ دور کرے ماہتاب سے پہلے

دیگر

[illegible] کربلا کا دمبدم دیکھا کیے — تختۂ کاغذ پہ گلزار ارم دیکھا کیے
کہتی تھیں آنکھیں [illegible] — کیا بتائیں ہم سبھی کیا کیا نہ دیکھا کیے
ہائے عابد کا یہ کہنا حیف ایسی زیست پر — قتل بابا ہو گئی اور آہ ہم دیکھا کیے
کٹ گئے بازو سخی محبوب عباس جری — علقمہ میں لیکن سوئے تیغ دم دیکھا کیے
ذبح کی تکلیف کیا ہوتی تہہ خنجر حسین — جلوۂ حق جلوہ شاہ امم دیکھا کیے
کربلا کے [illegible] تشنہ کو تر جو تھا — چل بسے سب ہم فقط نقش قدم دیکھا کیے
آفریں عثمان سلام ایسا لکھا تونے جو — دیدۂ حیرت سے سب معجز رقم دیکھا کیے

ستمبر کا القریش ان معاونین کرام کی خدمت میں بصیغہ وی پی ارسال ہوگا جن کا سالانہ چندہ اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ لہذا جو احباب کسی وجہ سے اسے آئندہ کے لئے جاری نہ رکھنا چاہیں وہ بواپسی ڈاک مطلع کر دیں تاکہ وی پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو۔ مینیجر

حضرت امام حسینؑ

نہ کیوں ہوں اشک جاری مرثیہ سنکر
شہید کربلا کی یہہ کہانی ہے

یہاں اس تفصیل کی ضرورت نہیں جو حضرت امام حسین کی شہادت کے متعلق کی جا سکتی ہے کیونکہ اس تفصیل سے قریباً مسلمانوں کا ہر ایک حصہ کم و بیش واقف ہے۔ محرم یا ماہ محرم کا نام ہی اس ساری تکلیف دہ تفصیل کا کفیل ہے جہاں محرم کا مہینہ آیا۔ یا اس کا نام لیا گیا وہیں ہر ذی حس مسلمان کے دل و دماغ پر غم و الم کی بجلیاں دوڑنے لگیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے رسول کریمؐ کے پیارے نواسے حضرت امام علیہ السلام کی مصیبتوں، مردانگی، حوصلہ بردباری اور استقلال کا سماں چھا گیا۔

اسی لئے اس واقعہ حسین یا واقعہ کربلا کے ذکر میں بھی کیا سوز کیا درد اور کیا اثر ہے، بے شک انیس اور دبیر کا کلام بہت کچھ غلو اور اثر لئے ہوئے ہے، مگر دراصل اس دردناک واقعہ حسین کی بدولت ہی کلام انیس اور مراثی دبیر میں اس قدر جذب اور سوز پیدا ہو گیا ہے ایک واقعہ ایسا دلسوز اور دردناک اور دوسری طرف سے اس کے بیان کرنے والے انیس اور دبیر،

دنیا میں مختلف لوگوں پر مصیبتیں آتی ہیں اور مختلف لوگ اپنے اپنے رنگ میں مبتلائے بلا ہوتے ہیں۔ مگر حسین کی مصیبت اور حسین کا امتحان کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔ اس میں کچھ اور ہی بات اور کچھ اور ہی بھید ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی سے آزمایا گیا تھا۔ اسی طرح امت محمدی کے ایک بڑے رکن رکین کی آزمائش ہوئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے امتحان میں ایک مینڈھا خود بخود قدرت کی طرف سے مہیا کیا گیا یہاں خود حضرت امام حسین علیہ السلام اور انکی ذریات کو قربانی کا مینڈھا بنایا گیا۔ اور سب کے سب جان دیکر اس حقیقی امتحان میں پورے اترے۔

یہ امتحان صرف حضرت امام حسین ہی کا نہیں تھا بلکہ کل امت اور کل ارکان امت کا دنیا میں اور مصیبت زدہ بھی استقلال اور حوصلہ و ہمت میں پورے اترتے ہیں۔ اس کی نظیر بنی اسرائیل کے نبیوں میں بھی نہیں ملتی۔ ایوب اور داؤد علیہ السلام نے مصائب اور ابتلا کے وقت بہت کچھ استقلال کیا مگر ان کا استقلال اور ہمت حسینی استقلال اور ہمت دبردباری سے کہاں مل سکتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہودیوں کی دست برد کے وقت تنگ ہوکر کہہ ہی دیا۔ کہ "اے میرے باپ اگر یہ پیالہ مل سکے تو ٹلا دے۔"

لیکن حضرت امام حسین نے سر دے دیا اس کے اور کچھ نہ کہا "جیسی تیری مرضی ہو ویسا ہی کر"

ان الفاظ کا مقابلہ کرو ان الفاظ سے جو ایک [illegible] نبی اسلام کے منہ سے نکلے ہیں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی سوچو کہ یہ رکن ایک نبی کی امت میں سے ہے جس کو نبوت اور رسالت کا دعویٰ نہیں ہے۔ کیا اس سے حضرت رسول کریمؐ کے اس قول کے عملی رنگ میں تصدیق نہیں ہوتی "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اس واسطے یگانہ

اور فرد نہیں کہ انہوں نے دشمنانِ آلِ رسولؐ کے ظالم ہاتوں سے شہادت پائی بلکہ اس واسطے کہ حضرت ممدوح نے اپنے اس استقلال اور عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ اپنے ضمیر کی شہادت پر کس طرح ایک راستباز انسان ثابت اور قائم رہ سکتا ہے کس طرح ثابت اور قائم رہنا چاہیئے ، رضا بالقضاء کا عملی نمونہ کیسا ہوتا ہے قوم اور مذہب کی قربانیاں مذہبی حدود کے اندر کس رنگ کی ہونی چاہئیں، صداقت پرستی میں کن کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ؟ بری تحریکات اور برے جذبات کا خیر مقدم نہ کرنے سے بعض وقت کن کن مشکلات اور آفات میں انسان گرفتار ہو سکتا ہے ؟ مذہب کی حمایت اور پرستاری کا اصلی نمونہ کیا ہے ؟ غیرت اور حمیت کی انسان کو مادی اور معادی رنگ میں کہاں تک ضرورت ہے ؟ برائی کا مقابلہ کس طرح کرنا چاہیئے ؟

یہ باتیں ہیں جو اس شہادت میں رکھی گئی ہیں ، یہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ شہادت شہادتوں کی سرآمد اور ممیز ہے اس کا ثبوت دنیا کی کسی اور شہادت میں نہیں پایا جاتا اور زیادہ تر یہ کہ تمام آزمائشیں ان لوگوں کی جانب سے ہیں جو کلمہ گو تھے اور جو حضرت حسین کے نانا کو نبی بھی مانتے تھے۔ اگر دشمنوں کے سامنے یہ آزمائش ہوتی تو اس کا رنگ کچھ اور ہوتا اس صورت میں اس کی حقیقت کچھ اور ہو جاتی ،

"اس شہادت کا رنگ کچھ اور ہی ہے" ،

یہ شہادت مسلمانوں کے واسطے ایک نمونہ ہے ، یہ شہادت اسلامی صداقت کا ایک معیار ہے یہ شہادت عملی رنگ میں ثابت کرتی ہے کہ بری تحریکات سے بچنے اور اپنے ضمیر اور اپنے مذہب اور اپنے عقیدۂ صادق کی جواب دہی اور ذمہ داری کا رنگ ایسا اور ایسا ہونا چاہیئے ،

این سعادت بزور بازو نیست

اگر حضرت امام دشمنوں کے سامنے یہ کہکر سر جھکا دیتے - کہ بہت اچھا تو اس کا آج نتیجہ کیا ہوتا کہ صد ہا دوسرے لوگ کسی وقت بری تحریکوں کے گرویدہ ہو کر اسلامی وقار اور اسلامی عزت و احترام کھو بیٹھتے اور یہ سالانہ یاد جو ایک صادق اور عملی رنگ رکھتی ہے اسلامی دنیا میں اپنا وجود نہ رکھتی - جو لوگ سرسری نگاہوں سے اس یوم تعطیل یوم عمل اور یوم صداقت کو دیکھنے کے عادی ہیں وہ اس پرسوز دل سے روتے اور آنسو بہاتے ہیں - کون دل ہے جو اس دردناک واقعہ پر آنسو نہ بہائے اور جس کا دل نہ پگھلے - لیکن سچ پوچھو تو حضرت امام نے اپنی اور اپنے کنبہ کی جان دیگر مسلمانوں کے واسطے یہ ایک ایسا واقعہ زندہ کر دیا ہے جس پر مسلمانوں کو دوسری طرف رونے کے ساتھ فخر بھی کرنا چاہیئے - یہ رسالت محمدی کی ایک زندہ یادگار ، اور ایک عملی شہادت ہے - ہمیں فخر ہے کہ ہم میں سے ایک ایسا مرد خدا ہوا جو آخر تک بری تحریکوں کے قابو میں نہ آیا - اور صحیح رنگ میں خود کو صادق مسلمان ثابت کیا مسلمان کی شناخت ہی یہ ہے کہ وہ بری تحریکات کا پورے زور سے مقابلہ کرے - اور آیۃ کریمہ

ادخلوا فی السلم کافہ

کی عملی تصدیق پر اپنے خون اور اپنے عمل سے مہر لگائے "

الحمد للہ شروع شروع میں ہی حضرت امام نے اپنے خون سے اس پر مہر کی جو آج تک روشن اور ثابت ہے اور اس خونی مہر سے مسلمانوں میں ایک عملی جان ڈالدی اور انہیں ہمیشہ کے واسطے اپنے عمل سے زندہ

ہر سال کا محرم اپنے ساتھ صرف آہ و زاری ہی نہیں اور درد کا سماں ہی نہیں لاتا بلکہ اس عدیم المثال صبر استقلال ، تہور اور شجاعت کا بھی سماں سامنے لاتا ہے جو امام حسین علیہ السلام کے صادقانہ عمل سے قائم اور ثابت ہو چکا ہے - جہاں ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی ہمارے دل و دماغ میں یہ خوشی بھی ممتوج ہوتی ہے یا ممتوج ہونی چاہیئے، علی کے بیٹے اور احمدؐ کے نواسے کی استقامت صبر خدا پرستی خدا شناسی ۔ توکل بر خدا ۔ رضائے خدا عظمت مذہب کا ولولہ

یہاں تک تھا۔ اس مذہب اور قوم کے ہیرو کے اس کارنامے اس عظیم الشان استقلال نے عملی رنگ میں ثابت کر دیا۔ کہ مذہب میں اس قدر طاقت اور اس قدر کشش ہے اور مذہب مشکلات میں کہاں تک اور کس حد تک سہارا بن جاتا ہے ،

باوجودیکہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر چاروں طرف سے بلاؤں اور آفتوں کا ہجوم تھا۔ یہاں تک کہ جانور پانی پیتے تھے۔ اور امام اور ان کا کنبہ اس سے محروم تھا۔ اور پھر یہ کہ سامنے پانی موجود تھا۔ لیکن کے ہاتھوں میں جو کلمہ گو تھے پھر بھی ہمارے امام نے حوصلہ اور ہمت نہیں ہاری۔ خدا پر توکل کر کے ڈٹے رہے اور اخیر وقت تک استقامت نہ چھوڑی۔ اللہ اکبر یہ حوصلہ اور یہ ہمت اور طرفہ یہ کہ مظلوم کنبہ میں سے بھی کسی نے اخیر تک یہ نہ کہا کہ "باباجان یزید کی مان لو" کیا صداقت تھی اور کیا ہمت واستقلال سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ رضائے الٰہی پر اس شدت سے صابر اور شاکر تھے کہ جس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

جو شخص اپنی رگوں میں محمد اور علی خون رکھتا ہو جس کا قلب روشن ہو جس پر مذہب اسلام کی صداقت مکمل ہو چکی ہو ، جو رسالت محمدی کے انوار کا اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ چکا ہو اگر اس میں استقامت نہ ہوتی تو کس میں ہوتی ،

اے ماہ محرم اگر ایک طرف تو ہمیں رلاتا ہے تو دوسری طرف ہماری رگوں میں یہ جوش بھی پیدا کرتا ہے ، کہ ہمارا امام صداقت کے خاطر قربان ہوا اور اپنی شہادت سے ایک خونی مہر صحیفۂ اسلام پر لگائی۔ ہمارے لئے یہ کتنے بڑے فخر اور عزت کی بات ہے۔ اس قسم کی شہادتوں سے وثیقہ اسلام ثابت اور زندہ ہے ،

روتے ہیں ہم مرثیہ سنکر تمام
اور دل میں کرتے ہیں فخر امام

حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا شاہانہ عطیہ اعلیحضرت خلیفہ اسلام نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا ہے ،

سردار نہال سنگھ جو عجیب وغریب مضامین لکھنے کے لئے مشہور ہیں۔ لنڈن میگزین میں ایک مضمون لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس میر عثمان علی خان بہادر والی حیدرآباد دکن دنیا میں سب سے بڑے دولت مند و زردار ہیں ،

خان بہادر مولوی حبیب اللہ خان صاحب بی۔ اے علیگ ، ڈپٹی کلکٹر نے ایک کوٹھی معہ سامان مسلم یونیورسٹی کے حق میں ہبہ کر دی ہے ،

رائے بہادر شنکر دیال بی اے ایل ایل بی ممبر لیجسلیٹو کونسل نے دلچسپی برار میں حضور نظام کو حق بجانب ثابت کر کے مخالفین پر ملامت کی ہے

رنگیلا رسول کے طابع و ناشر پر مقدمہ چل رہا ہے ضمانت پر رہا ہے ،

امرتسر سے "ترجمان" نامی مولوی حسام الدین صاحب ایسے فاضل کی ادارت میں ایک عشرہ وار اخبار جاری ہونے والا ہے ، پٹواریوں اور محرروں ایسے غریب دلبے زبان طبقہ ملازمین کی وکالت و ترجمانی کرے گا۔

کوچہ خراسیاں امرتسر میں غروب آفتاب سے پہلے گندھک کی بارش ہوئی۔ جو ہاتھ کو خارش پیدا کر دیتی تھی۔

پیرس میں گداگروں کا ایک اخبار ہے ، جس کا نصب العین اپنے فرقہ کے لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچانا ہے ،

ایک ڈاکٹر مسٹن کا دعویٰ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے جس کی دوا جانوروں کے گردوں سے تیار کی جاتی ہے ،

کہتے ہیں کہ موضع باغبان پورہ ضلع اعظم گڑھ میں ایک بھینس کے پیٹ سے اونٹ کا بچہ پیدا ہوا ہے جو ابھی تک زندہ ہے معلوم نہیں اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ یار لوگوں کی گپ معلوم ہوتی ہے ،

مُراسلات

رسالہ بلاغ امرتسر سے متعلق

(از حضرت مولانا ابوالقاسم امرتسری اڈیٹر اہل حدیث)

یہ ماہواری رسالہ نہایت ہے اور دیدہ زیب، عمدہ کاغذ اور سبز ٹائیٹل کے ساتھ ایک خاص خصوصیت سے امرتسر سے باوارت حکیم شہاب الدین صاحب شائع ہو رہا ہے اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں،

(۱) تبلیغ واشاعت تعلیمات قرآن مجید

(۲) ازالہ اصلاحات

(۳) دعوت صراط مستقیم بحکمت وموعظت،

(۴) جمیع ضروریات دینی کے لئے صرف کلام اللہ کو کافی ثابت کرنا۔

یہ چاروں امر بحیثیت مجموعی موجودہ زمانہ کے مطابق ہی کیوں نہ سمجھے جائیں، مگر رسالہ کے مختلف نمبروں کی مطالعہ سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ جو اصل اصول تعلیم اسلام علمائے قرآن، حدیث اقوال صحابہ اور قیاس کے نام سے قرار دے رکھے ہیں۔ اس میں نام کو بھی نہیں، یعنے سوائے قرآن کے باقی تینوں کو باانسے خارج رکھا گیا ہے حالانکہ بقول مولوی ابو تراب صاحب (جوکہ اہل حدیث امرتسر کے ایک مستند عالم ہیں) مسلمانوں کے اصول معاشرت کیلئے صرف قرآن کریم ہی کافی نہیں۔ کیونکہ اس میں اکثر الفاظ کثیر المعنی ہیں جو اکثر مغالطہ کا باعث ٹھہرتے ہیں۔ تا وقتیکہ ان کی تشریح وتفسیر احادیث سے نہ ہو۔ اور یہ ہے بھی درست

میان عاشق ومعشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یا بالفاظ دیگر ؎

محمدؐ سے سنو مطلب خدا کا
خدا سے پوچھئے شان محمدؐ

احادیث کا ترک کرنا (بقول نواب صدیق حسن صاحب مرحوم) اصل اصول اسلام کا ترک کرنا ہے کیونکہ بغیر احادیث کے اسلامی تعلیم کلی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ یہ بات اس وقت حکیم صاحب اور ان کے ہمخیال لوگوں کی آج کی نہیں بلکہ ایک طرح پرانی ہے اور جو لوگ اس غلطی میں پڑے وہ ہی ذوق مرحوم کے اس شعر کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں،

ہفتاد و دو طریق حسد کے عدد کے ہیں
اپنا ہے یہ اصول کہ باہر حسد سے ہیں

یہ قرآنی جماعت حسبنا کتاب اللہ کے معنی کچھ اور ہی سمجھتے ہیں، خیر! یہ خیال ان کو مبارک رہے کیونکہ آخر یہ بھی کسی مصرف کے ہونگے، ہم ان کی اصولی روش کے بالکل مخالف ہیں، مگر مضمون پہلے نمبر میں ڈاکٹر صادق علی صاحب کے قلم سے نکلا ہے، اگرچہ ایک قسم کی جدت "قرآن معجز بیان" کے متعلق رکھی ہے، ڈاکٹر صاحب نے اس خیال کو سراسر نظر انداز کیا ہے۔ کہ فصاحت میں کیا اور بلاغت میں کیا۔ قرآن اپنی آپ نظیر ہے آپ نے سیاق عبارت اور قدیم فصاحت کی بالکل کوئی دلیل مد نظر رکھ کے کہدیا ہے۔ قرآن شریف کی صرف نحو۔ معانی لغت ان اصولوں کے سراسر مختلف ہے، جو مصری کوفی علماء نے باتفاق قرار دیں اور چونکہ یہ خدائی کلام ہے اس کا انداز ہی جدا ہے جو مثالیں انہوں نے سورہ شعرا سے پیش کیں ان کی بناء پر کہتے ہیں (۱) جمع کا صیغہ واحد کے لئے مستعمل ہوا۔

(۲) حال و استقبال کی جگہ ماضی کا صیغہ
(۳) ماضی کی جگہ حال سب جگہ آیا ہے،
(۴) متکلم کی جگہ غائب اور غائب کی جگہ متکلم
یہی نہیں بلکہ اس دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
اس طرح کے تصرف قرآن شریف میں بہت کچھ ہیں۔ اگر
انسان کے کلام میں ہوں تو اس کی غلطی یا جہالت کیطرف منسوب
کیا جاتا ہے،

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ڈاکٹر صادق علی نے یہ کس بنا پر خیال ظاہر
کیا مگر بادی النظر میں جو کچھ اس سے نتیجہ نکالا جاوے وہی ہو سکتا ہے
جو ڈاکٹر صاحب کے مضمون کی مطالعہ کے بعد ایک آریہ نے نکالا اور
بعد ازاں اس نے ان الفاظ میں ظاہر کیا۔

"وہ قرآن جس کی فصاحت کے متعلق مسلمان
ڈینگیں مارا کرتے تھے اس کی نسبت بھی زمانہ ثابت ہو
گیا کہ اصولاً سراسر غلط تھا اور سچی بات دشمن کا سینہ
چیر کے نکلتی ہے کے مصداق کے مطابق دیکھا۔ خود ڈاکٹر صاحب
نے اس غلطی کو طشت از بام کیا۔ دروغ کو فروغ
نہیں ہے"

حکیم جی نے اپنے دوسرے مضمون میں اگرچہ ظاہر کر دیا تھا
"میرا مضمون کچھ تھا اور سمجھا گیا کچھ اور" مگر جو بات کہ دشمن کے ہاتھ
میں ایک قسم کی تلوار بن چکی ہے وہ تو بمصداق تیر از کمان رفتہ
سخن از دہن گفتہ کے پھر نہیں سکتی۔

کیا قرآن کے معجز بیان ہونے کا ثبوت یہی ہو سکتا ہے
جس کتاب میں صرفی یا نحوی غلطیاں موجود ہوں۔ کیا اہل
[illegible] کی نظر میں کچھ وقعت رکھنے کے قابل ہے ہرگز نہیں!

ہم پیغام کے ایڈیٹر کو دوستانہ نصیحت کرتے ہیں۔ کہ جس
[illegible] میں تم جگر لگانا چاہتے ہو لگاؤ اور شوق سے لگاؤ اور دیکھو
بجائے لگاؤ لیکن ایسا نہ ہو کہ کبھی

خود کردہ را علاجے نیست

کی گردان رٹتے پھرو

فاعتبروا یا اولی الابصار

سلطان ٹیپو اور بت شکنی

ہندوؤں کے بعض افسانہ نگاروں اور غیر ذمہ دار مورخین نے مسلمان بادشاہوں
کے خلاف بیشمار الزامات عائد کر رکھے ہیں چنانچہ حضرت اورنگزیب عالمگیر
بھی ان لوگوں کی غلط بیانیوں اور بہتانوں سے عام ہندوؤں میں بدنام
ہیں بعض مورخین نے اسیطرح حکومت خداداد کے دور آخر کے [illegible] سلطان
ٹیپو کے خلاف بھی غلط بیانیاں کی ہیں اور ہندوؤں کو بتایا ہے کہ سلطان
ممدوح ہندوؤں کے مندروں کو مسمار کرتے تھے اور ہندوؤں کے ساتھ ان کا
سلوک اچھا نہ تھا۔ لیکن دھارواڑ کے اخبار کرم ویر میں مسٹر [illegible] نے
ایک نہایت محققانہ مقالہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ ہندوؤں کو اس قسم کی بے بنیاد
افواہوں پر بہت جلد یقین نہ کر لینا چاہیئے سرنگاپٹم میں جو سلطان ٹیپو
کا پایہ تخت رہا ہے محل شاہی کے کھنڈروں کے نزدیک ایسے مندر موجود ہیں
جنکو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ سرنگیری میں [illegible] ہندو [illegible]
[illegible] دیا رشیوں کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ سلطان ٹیپو نے شدید ضرورت
و احتیاج کے وقت اس کی امداد و اعانت کی۔ ملوکوٹہ میں وشنو کا جو مندر
ہے اس میں چاندی کے [illegible] برتن موجود ہیں جن پر یہ عبارت کندہ ہے
کہ سلطان ٹیپو کیطرف سے بطور ہدیہ مندر کو دیئے گئے،

مسٹر [illegible] نے ہندوؤں کو ہدایت کی ہے کہ وہ سلطان ٹیپو کے خلاف
کسی الزام پر کان نہ دھریں۔ آپ نہایت روادار رعایا پرور اور مولف
قلوب حکمران تھے۔ آجکل بھی اعلیٰحضرت شہریار دکن کی مملکت میں ہندوؤں
کے مندروں اور [illegible] کو جو امداد و معافی [illegible] ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔
اور ہندو ریاستوں میں [illegible] اور کشمیر میں جو مساجد کا حشر ہو رہا ہے وہ
بھی ظاہر ہے۔ کاش ہندو بھائی بصیرت کی آنکھوں سے ان واقعات
کا مطالعہ کریں۔

متفرقات

دربار وائسرائی اور بندش دھوتی

منجملہ دیگر اعتراضی امور کے حضور وائسرائے کے اس حکم امتناعی پر جو داخلۂ دربار کیوقت بندش دہوتی کی نسبت صادر ہوا ہے، ایک جدید مشغلہ ہند و اخبار نویسوں کے ہاتھ آگیا ہے کوئی لکھتا ہے کہ دہوتی کی پوشش ایک قدیم رسم ہے اس کا روکنا قدیم دستور کا انسداد ہے کوئی کہتا ہے کہ موجودہ وائسرائے کی یہ جدید عظمت فروشی ہے کہ نیا فرمان جاری کیا گیا ہے،

حالانکہ یہ ایک معمولی اور باقاعدہ حکم آداب دربار کے تحفظ ولحاظ کیلئے نافذ فرمایا گیا ہے جو کسی خیال سے کسیطرح قابل حرفگیری نہیں ہے، مگر یاران وطن کو خواہ مخواہ ایک شورش پسندی ہمیشہ مد نظر رہے اجس کے واسطے ہمیشہ موقع جوئی ملا کرتی ہے۔ دربار وائسرائے ایک شاہی مجلس ہے جو خاص مواقع مثل جلوس و تاجپوشی یا بشاہی سالگرہ وغیرہ پر منعقد ہوتی ہے۔ اس میں سوائے درباریشین اور خاص معززین کے ہر کس وناکس یا معمولی ملاقاتی بھی شرکت نہیں کر سکتا۔

ایسے باعظمت درباروں کے داخلہ وشرکت کے خاص قواعد ہوا کرتے ہیں۔ جن کی ادنیٰ خلاف ورزی پر باز پرس ہوتی ہے،

چنانچہ سنہ ۱۹۱۱ء کی شاہی تاجپوشی کے موقع پر بمقام دہلی جو دربار خاص حضور معدلت ظہور شاہنشاہ جارج پنجم کی موجودگی میں منعقد ہوا تہا۔ اس میں منجملہ اول درجہ کے عظیم الشان راجگان کے ایک والئے ریاست کے بیقاعدہ ادائے سلام پر تمام ملک کے اخبارات نے حرفزنی اور نکتہ چینی کی تہی۔ اور وہ کسیطرح بیجا نہ تہی کیونکہ جس دربار یا مجلس یا انجمن میں کوئی شخص داخل ہو اس کو اس مجمع کے دستورات کی پابندی لازم ہے ورنہ وہ وہاں کے مشارکت سے کنارہ کش رہے گا۔

قدیم شاہی دربار

دیرینہ کتب تواریخ بتلاتی ہیں کہ شاہان اسلام ہندوستان کے شرکت دربار کے بہی خاص قواعد مروج تہے جن کی پابندی ہرایک شاہزادہ، وزیر، امیر و راجہ پر لازمی تہا۔ چنانچہ اس رسم وآداب کی کوتاہی و نقص عمل پر عالمگیر بادشاہ کے حضور سے راجہ سیوا بانی خاندان بہوسلہ پر اعتراض بہ غضب ہوا تہا۔ جو درج کتب جلد آتا ہے، ادائی اسلام وآداب کے علاوہ درباری لباس بہی خاص وضع اور جداگانہ طرز کا ہوتا تہا جس کو جامہ کہتے ہیں۔ اس میں اس قدر پارچہ وافر استعمال ہوتا تہا جسکی گرانباری کے باعث یہ جس وحرکت بہی تکلف سے نہ ہوتی تہی۔ اس طور پر انگریزی خطاب جی سی ایس آئی وغیرہ کا خلعت گرانبہا اس قدر فراخ ہوتا ہے کہ اس کیواسطے دو دامن بردار درکار ہوتے ہیں۔ اسلامی دربار کی تقلید کرنیوالے راجگان قدیم مثل جیپور و جودہ پور و بوندی وغیرہ کے یہاں یہ جامہ پوشی کی رسم درباری مواقع پر اس زمانہ میں بہی مروج دیکہی گئی ہے

راجواڑی دربار راجپوتانہ

بہ نسبت دیگر راجگان متفرق مقامات کے راجپوتانہ کے والیان ریاست اکثر قدیم و با نام نشان و عالی خاندان ہیں سنہ ۱۸۷۶ء میں جبکہ لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہند اول بار بذریعہ ڈاک بگی کے وارد جودھپور ہوئے، جبکہ وہاں ریلوے جاری نہ تہی تو مہاراجہ جسونت سنگہ صاحب رئیس حال کے جد امجد اس قدر گہیردار گرانبار جامہ پہنے ہوئے تہے کہ ان کو وائسرائے کی ہمراہی میں بوقت پیشوائی وغیرہ چند قدم چلنا دشوار تہا حالانکہ مہاراجہ مذکور بڑے تنومند اور پہلوان جوان تہے، راج کی تمام شریک سواری افواج آہنی سلاح وبکتر سے ملبوس و آراستہ تہیں۔ یہ واقعہ راقم کا چشمدید ہے،

امتناع دھوتی

دیگر جمیع مہاجگانِ ہندوستان کے سرتاج اور قدیم تر اسم ورواج کے پابند مہارانا صاحب اودے پور ہیں۔ جن کے ہاں دربار میں بلکہ عام روزانہ حاضری میں سوائے خاص یورپین یا پولیٹیکل افسران کے دوسرا کوئی ہندو مسلمان سردار یا اہلکار بلا پگڑی یا عمامہ اور پاجامہ کے مہارانا صاحب کے حضور میں نہیں جا سکتا۔ پاجامہ کی اس قدر سخت پابندی ہے کہ خواہ مہارانا صاحب جب تک پورا لباس اور پاجامہ زیب تن کئے ہوئے نہ ہوں۔ کسی سردار یا اہلکار کے سامنے نمودار نہیں ہوتے اگرچہ اور دھوتی کا استعمال بوقت خواب اور رفع حوائج بول و براز کے ہوتا ہے جب کہ محض خانگی خدام حاضر ہوتے ہیں۔ باقاعدہ اوقات میں خود والی ریاست اور جملہ تابعین پاجامہ پوشی کے قطعی پابند ہیں۔ برادران برادرانِ وطن اور مہارانائے اودے پور سے دھوتی پوشی کی اجازت حاصل کریں، پھر دلسراۓ ہند سے امتناع دھوتی کی شکائت کریں، فکر ہر کس بقدر ہمت اوست،

فرحت محقق راجپوتانہ

ازدواج ومناکحت کی نئی سکیم

ولا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔ اولئک یدعون الی النار (سورہ بقر)

آیۃ متذکرہ مشرکین سے نکاح کرنے کی حرمت میں کھلی ہوئی تفسیر ہے لیکن نئی روشنی کے دلدادگان کی ایک جماعت نے اس سے قطعی بے پرواہ ہوکر ازدواج ومناکحت کی ایک ایسی تجویز نکالی ہے جو مذہب کی پابندیوں سے آزاد ہے،

آج کل مہاراجہ کرشن پرشاد کی دختر کی شادی جو ۲۴ جون کو حیدرآباد دکن میں نواب ریاست علی خاں جاگیردار کے صاحبزادے سے ہوئی ہے کی خبر اخبارات میں خوب گشت لگا رہی ہے علاوہ ازیں اس قسم کی کئی شادیوں کا تذکرہ اخبارات میں میں پڑھا

کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ لاہور میں ایک مسلمان لڑکی کی شادی ہندو سے ہوئی تھی۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر اس خیال کے لوگ جو احکام قرآنی و فرمان سبحانی کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں وہ کن عقائد کے پابند سمجھے جائیں، ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا ایسی عورتیں قبل از نکاح بروئے شریعت دائرہ اسلام میں داخل کرلی جاتی ہیں اور جو مشرکین کے عقد میں دیدی جاتی ہیں ان کو دین حقہ کی سلک سے نکالدیا جاتا ہے؟

کیا راہبرانِ دینیاتیں نے کبھی اس مسئلہ پر غور کیا اور یہ سوچنے کی کبھی زحمت گوارا کی کہ اس سکیم کی ترویج کے عواقب و نتائج کیا ہونگے؟

ایک عجیب واقعہ

اس واقعہ نے طبی حلقہ میں عام اختلاف پیدا کر رکھا ہے لیکن چونکہ واقعہ ناقابل تردید ہے اس لئے کسی کو انکار کی گنجائش بھی نہیں ایک نوجوان لڑکی کپڑا سی رہی ہے وہ اتفاقاً سوئی کو لبوں میں دباتی ہے۔ اسے چھینک آتی ہے اور اضطراری طور سے وہ اس سوئی کو نگل جاتی ہے ۳ ماہ بعد اس کی شادی ہوتی ہے اور شادی کے دس ماہ بعد اس کے لڑکا پیدا ہوتا ہے لڑکے کاندھے میں وہ سوئی کی نوک دیکھتی ہے اور وہی سوئی جو شادی سے ۳ ماہ قبل نگلی تھی بچہ کے کاندھے پر برآمد ہوتی ہے (معارف)

اس ماہ میں جن احباب نے القریش کو فہرست مقامات بھیجی ہیں ان کے اسمائے گرامی انشاءاللہ تعالیٰ بشکریہ آئندہ درج ہونگے، احباب توسیع اشاعت میں مدد دیں۔

بوجہ عدم گنجائش اس دفعہ "تنقید وتقریظ" کا سلسلہ نظرانداز کرنا پڑا انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ ضرور ریویو کردئے جائیں گے،

اکثر مراسلات کے جواب بوجہ خاص مصروفیت نہیں دئے گئے۔ تاخیر کی تقصیر احباب معاف فرمائیں،

مینجر

ہماری معرفت طباعت و کتابت کا کام بڑھا اور عمدہ ہوسکتا ہے مینیجر القریش

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے اپنے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و اعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی قوم کی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور رہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادۂ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی ایسی زیر باری موجب نہ ہو خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئیندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔ پی روانہ کرنیکا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ/ متوسط احباب سے عہ/ طلباء سے ۶/ فی پرچہ ۴/ امتیازی قیمت سے ۳/

رعائیتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے علی التواتر عمدہ و چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلا قیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل فہرست بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلا قیمت۔

منیجر القریش امرتسر

اسلامی، اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر
محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و نابقدمی، صلہ رحمی ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسوماتِ بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا۔

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل مفید سمجھتے ہیں۔ تو

آپ کا فرض

ہے۔ کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کو بطریق ذیل ساتھ دیں۔

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو)

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر (کسی پس) افتادہ قوم کی بہتری و شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر

القریش

امرتسر

عجم کا رہبر عرب کا ہادی

(از جناب منشی عبدالروف خانصاحب ہاتف اکبرآبادی)

عرب کے ہادی نے یوں ہمارے دلوں میں اپنی لگن لگادی
کہ ابر توحید نے برس کر وہ آتش کفر سب بجھا دی

کچھ ایسے سوئے تھے سونے والے کہ اپنے تن من کی سدھ نہیں تھی
زمانہ اک دم میں جاگ اٹھا ہوئی جو توحید کی منادی

بتوں کے بندے دلوں کے گندے بتوں کے آگے جھکے ہوئے تھے
اٹھا جو دست نبی برحق شراب وحدت انہیں پلادی

وہ تیز ناقوس کی صدائیں فنا ہوئیں بتکدوں کے اندر
پھنکا جو صور "انا محمد" تو دھوم چاروں طرف مچادی

خدا کا پیارا نبی ہمارا، شفیع محشر حبیب اعظم
رسول امی امام عالم عجم کا رہبر عرب کا ہادی

یہ شمع توحید کے کرشمے یہ برق وحدت کے معجزے ہیں
جو کھیتی الحاد کی جلادی تو بزم اسلام کو جلا دی

یہی ہے ہر دم دعائے ہاتف جو سن لے اس کو خدائے ہاتف
کہ بعد مردن برائے ہاتف ملے مدینہ کی کوئی وادی

شذرات

آج کی اشاعت میں "باب التاریخ" کے تحت جو سلسلہ مضمون شروع ہوا ہے۔ اس کو ساتویں اور آٹھویں صدی سے تعلق ہے۔ اس میں ملک حبش کی اسلامی حکومت کا وہ دلچسپ و شاندار تذکرہ ہے۔ جو گوناگون تاریخی معلومات سے پر ہے۔ چونکہ یہ عام تاریخوں میں نہیں مل سکتا۔ اس لئے ہم نے اس کے علی التواتر شائع کرنیکا اہتمام کیا ہے۔ ناظرین القریش اگر اس سے حظ اٹھانا اور اپنی معلومات میں بیش قدر اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ اسے بغور پڑھیں۔ اور ان اشاعتوں کے پرچوں کو باحتیاط تمام محفوظ رکھیں۔

مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کا اصرار ہے۔ کہ لفظ "سید و شریف" آل ابی طالب تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ آل عباس اور آل حارث بھی اس لقب سے ملقب ہو سکتے ہیں۔ چونکہ بعض کو انکار ہے۔ اس لئے مولانا نے "سیادت قریش" میں اپنے دعوے کا بدلائل ثبوت پیش کیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ دیگر اہل علم حضرات بھی اس کے متعلق اپنی تحقیق شائع کریں۔

یہ مسئلہ اپنے اندر جو خاص اہمیت و خصوصیت رکھتا ہے۔ وہ خالی از دلچسپی نہیں۔ ناظرین القریش اسے بنظر عمیق ملاحظہ کریں۔ اور اپنے اپنے خیالات کے اظہار سے عوام کو مستفید ہونے کا موقع دیں۔

"برادرانِ وطن کا ادعائے تاریخ دانی" میں مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی نے لالہ منشی رام (شردہانند) اور جناب ار… ان کی ان لغویات کا بدلائل قاطع اور معقول جواب دیا ہے۔ جو انہوں نے اخبار ایشیا دہلی میں اپنی ہمہ دانی کے ثبوت میں ممالک عرب و عجم و ہند کے حالات مفروضہ و خیالی پبلک میں پیش کئے ہیں۔

مولانا کی تاریخ دانی مسلمہ ہے۔ آپ کو صدہا کتب مطبوعہ و قلمی و تاریخی کتبات سنگی عربی و فارسی و سنسکرت و ہزار ہا کاغذات نوشتہ سلاطین و وزرا و مہاراجگان پر عبور حاصل ہے۔ جواب نہایت معقول ہے اور غور سے دیکھنے کے قابل ہے۔

تنقید و تقریظ کی جگہ اب کے بھی ضروری مضامین نے لی ہے لہذا احباب معذور سمجھیں۔ رسائل و کتب موصولہ پر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ریویو کرنے کی کوشش کیجائے گی۔

وفات حسرت آیات

انا للہ و انا الیہ راجعون

میری بھتیجی عزیزہ "رضیہ بیگم" مجھے بیحد عزیز تھی۔ وہ اپنے والد سے مجھے زیادہ عزیز جانتی تھی۔ اور مجھ سے اس قدر گہری موانست رکھتی کہ مجھے اپنی بے اولادی کا کبھی خیال نہ آیا۔ والدین کے ہاں بہت کم رہتی اور رہتی بھی تو میری یاد میں بیقرار رہتی۔ بیچاری ڈھائی ماہ کی طویل بیماری کے بعد ۳ سال کی عمر میں ۳ ستمبر (چہارشنبہ) کی صبح کو داغ مفارقت دے گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

"رضیہ" (خدا اسے جوار رحمت میں جگہ دے) کی وفات میرے لئے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے۔ دنیا لڑکیوں کو حقارت کی نظر دیکھتی ہے۔ مگر میں اسے اپنے بے چراغ گھر کا چراغ سمجھتا تھا جو شومئے بخت سے گل ہو گیا۔ آہ! فلک جفاکار نے میری دلبستگی کا سامان چھین لیا۔ اب دل سوگوار رہتا ہے۔ اور اضطراب کچھ کرنے نہیں دیتا۔

ناظرین کرام مرحومہ کے لئے مغفرت اور میرے لئے صبر کی دعا کریں۔

تاریخ وفات جس میں "رضیہ" کا لفظ آسکے کوئی صاحب موزون کرکے بھیجنے کی تکلیف کریں۔

ذوقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ برار

ناپاک مذہبی رقابت کی جلوہ فروشی

وعدۂ نظام اور عدم اعتماد

باشندگانِ برار سے حضور نظام نے اندرونی خودمختاری اور کامل آزادی کا جو وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے فائدہ نہ اٹھانا متحدہ ہندوستان کی ایک ایسی بدقسمتی ہے۔ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ مسئلہ برار کے صرف ایک ہی پہلو پر بحث کی جاتی ہے۔ اور اس کا دوسرا پہلو جو نہایت ہی اہم اور عظیم ہے نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر صوبۂ برار کی قسمت کا فیصلہ نظام عالیمقام کے مطالبہ کے موافق ہو۔ تو اس سے ایک مسلمان فرمانروا کے اقتدار میں ایک گراں بہا اضافہ ہو جائیگا۔ حیدرآباد کی ریاست کی حدود وسیع ہو جائیں گی۔ اور حضور نظام کی عظمت واہمیت بڑھ جائے گی۔ لیکن یہ امر ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ اس سے ہمارے ہندو دوستوں کو بھی کوئی خاص تکلیف پہنچیگی۔

یہ ایک نہایت ہی عجیب وغریب بات ہے۔ کہ ہمارے ہندو برادرانِ وطن نظام حیدرآباد کی ترقی بہتری اور بلندی کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن کیوں؟ کیا حسد اور رقابت کے ناپاک اور پست جذبات کے سوا کوئی دوسری علت بھی اس مخالفت کے لئے موجود ہے؟ نظام حیدرآباد کو کیوں زیادہ سے زیادہ با اقتدار اور عظیم الشان نہیں ہونا چاہئے؟ کیا صرف اس لئے کہ وہ ہندو مذہب کے پیرو نہیں ہیں؟ اگر برار کی عنانِ حکومت اس کے اصلی اور جائز وارث کے سپرد کر دی جائے۔ تو اس میں ہندو برادرانِ وطن کی حق تلفی کیا ہے؟ اور بڑی بات تو یہ ہے۔ کہ مخالفت اور عداوت کی کوئی صحیح وجہ بھی موجود نہیں۔ سوائے اس کے کہ نظام حیدرآباد ایک مسلمان فرمانروا ہیں۔ لیکن ہمارے ہندو بھائیوں کو ہم وطن مسلمانوں کے مقابلے میں انگریزوں کا پاس کرنا بھی کیا معنی رکھتا ہے؟

اگر آزادی برار کے مخالفین صرف مذہبی اختلاف کی بنا پر اس معاملے کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو وہ واضح کریں۔ کہ انگریزی

حکومت کے ساتھ ان کی خاص رشتہ داری کیا ہے۔ ہم کبھی یہ فرض نہیں کر سکتے۔ کہ ہندوستان میں کوئی محب وطن اور آزاد خیال ہندو بھی موجود ہے۔ جو وطنی مفاد کے نقطہ نظر سے مسلمانوں کو انگریزوں کے ہم پلہ قرار دے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانے میں ہندو مسلم نفاق کی گرم بازاری ہے۔ تاہم دونوں قوموں کی مشترک امیدیں اور مشترک مصلحتیں جو ہماری باہمی یگانگت اور معاونت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ وہ کبھی انگریزی حکومت کے وجود سے پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔ مسلمانوں کو انگریزوں پہ یہ شرف کیا کم ہے کہ ان کی زندگی اور موت ہندوؤں ہی کی طرح ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہے۔

ہندو بھائیوں کا مسئلہ برار میں مسلمانوں کے مقابلے پر انگریزی نقطۂ نظر کی تائید کرنا ایک نہایت ہی حیرتناک واقعہ ہے۔ ہم ایک لمحہ کے لئے فرض کر لیتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان فرمانروا کا زیادہ سے زیادہ مقتدر اور وسیع الاختیار ہونا بھی ہندو مفاد کے خلاف ہے۔ لیکن اس قدر خلاف نہیں جس قدر انگریزی گرفت کی قوت اور شدت۔

اگر ہندو بھائیوں کو اس اصول پر قائم رہنے کی اجازت بھی دی جائے۔ کہ ہندوستان میں مسلم اقتدار کا پلہ غیر معمولی طور پر گراں نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر بھی ضروری ہے کہ وہ مسئلہ برار کے روشن پہلو کو نظر انداز نہ کریں۔ اب تک یہ ہوتا رہا ہے۔ کہ "مسئلہ برار کے تاریک پہلو نے مذہبی تعصب کی قوت اس کے روشن پہلو کو نمایاں نہیں ہونے دیا۔ ہندو بھائی صرف یہی سوچ رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی قوت و طاقت میں اضافہ نہیں ہونا چاہیئے لیکن اس اصول کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ وہ ہمارے مفاد کی مخالفت کے لئے اپنی کمر کے لئے بھی کیڑا ہونے کا عیب منظور کر لیں۔ کیا صوبہ برار کی داخلی مختاری میں ہندو قوم کے لئے کوئی بھلائی موجود نہیں ہے؟ جو اصحاب مسلم اقتدار کے نام سے آتش زیرپا ہوتے جاتے ہیں۔ اس سوال کا یہی جواب دیں گے۔ کہ صوبہ برار کی داخلی خودمختاری ایک فریب ہے۔ لیکن اس میں ایک ذرہ بھر بھی شک نہیں ہے۔ کہ یہ جواب اس شدید ترین تعصب کے غلبے کا نتیجہ ہے۔ جو انہیں مسلمانوں کی ترقی اور بہبود سے ہے۔ انگریزی حکومت کی سرپرستی کی موجودگی میں اس امر کو تصور میں بھی لانا گناہ ہے۔ کہ حضور نظام نے مطلب براری کے لئے ہندوؤں سے وعدہ کیا ہے۔ اگر ہندوستان سے انصاف اور انسانیت کا جنازہ نہیں اٹھ چکا۔ تو یہ غیر ممکن ہے۔ کہ حضور نظام اپنے اعلان کردہ وعدے میں کوئی رخنہ اندازی کریں گے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ اگر ہندو بھائیوں کی مخالفت کے باوجود مسئلہ برار کا فیصلہ حضور نظام کے حق میں ہوا اور وہ اپنے اعلان کردہ وعدے پر عمل پیرا ہونا پسند بھی نہ کریں۔ پھر بھی ان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے الفاظ کی خلاف ورزی کر سکیں۔

میرے خیال میں مخالفین استرداد برار کے لئے بہترین پالیسی یہ ہے۔ کہ وہ اپنی مخالفت کے اسباب کو صفائی کے ساتھ بیان کر دیں۔ اس قدر احمق مسلمان بھی نہیں ہیں۔ کہ اصلی اور مصنوعی باتوں میں فرق بھی نہ کر سکیں۔ ہمارے بعض ہندو بھائیوں کی طرف سے جو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حضور نظام کا باشندگان برار سے داخلی خودمختاری کا وعدہ صرف طفل تسلی ہے۔ ہم کبھی یقین نہیں کر سکتے۔ کہ وہ اپنے دل کی بات لکھتے ہیں۔ حضور نظام کے متعلق وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا الزام لگانا ان کی پاکیزہ سیرت اور بلند مرتبت کیرکٹر پر داغ لگانا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ اس قسم کے شرمناک الزامات حقیقت اور واقعیت سے ہزاروں کوس دور ہیں۔ ایک معمولی آدمی کے متعلق بھی اس قسم کی باتیں ناقابل یقین اور دور از کار معلوم ہوتی ہیں۔ چہ جائیکہ ایک عظیم الشان اور رفیع المرتبت فرمانروائے اسلام کے متعلق جو یقیناً لاکھوں اور کروڑوں انسانوں میں ایک اعلیٰ اور برگزیدہ فرد ہے۔ لیکن مذہبی شدت اور بے بصیرتی کا کوئی علاج نہیں۔ جس شخص کے اندر سے ہر وقت یہ آواز آ رہی ہے۔ کہ مسلمانوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے ہم کبھی توقع نہیں کر سکتے۔ کہ وہ حضور نظام کے علو مرتبت اور روشن ضمیری کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔

بہرحال یہ ضروری ہے۔ کہ ہمارے ہندو بھائی مسئلہ برار کے

روشن پہلو پر بھی غور کریں۔ وہ حضور نظام کے وعدے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ انصاف اور انسانیت کے ساتھ والئے حیدر آباد کے دل و دماغ اور سیرت و خصلت پر تحقیق کی نظر ڈالیں۔ اور اپنے اندر سے اس سوال کا جواب ڈھونڈیں کہ کیا نظام حیدر آباد شائستہ اعتماد ہیں یا نہیں! اس سے زیادہ راستی اور انسانیت کا خون کیا ہو سکتا ہے۔ کہ نظام حیدر آباد جیسے عالی ظرف اور بزرگ فطرت شخص کے الفاظ کو بے تحقیق جھٹلایا جائے۔

مسئلہ استرداد برار پر بحث

لندن میں ہندوستانی طلبا کی یونین

ہندوستانی طلبا کی یونین کا ۱۴ جولائی ۱۹۲۷ء کو ایک معمولی اجلاس ہوا۔ مسٹر جی۔ پی بنیرجی ریسرچ سکولر آف فزیکس کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ڈاکٹر نظام الدین آف کیمبرج نے سکرٹری کی عدم موجودگی میں سکرٹری کے فرائض کو ادا کیا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کے پڑھے جانے اور تصدیق ہو جانے کے بعد ہاؤس نے اس اجلاس کی کارروائی کو شروع کیا۔

مسٹر اکبر علی کی تحریک

مسٹر ایم اکبر علیخان بی اے سٹوڈنٹ یونیورسٹی کالج نے یہ تجویز پیش کی۔ اس ہاوس کے خیال میں علاقہ برار حکومت نظام سے ملحق ہو جانا چاہئے۔ صاحب مجوز نے ایک لمبی اور فصیح تقریر میں بیان کیا۔ کہ اگر اس مسئلہ کے آئینی۔ تاریخی اور سیاسی پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو برطانی حکومت کے تمام دعاوی اور ذرائع برار کے الحاق کے متعلق بالکل حق بجانب ثابت نہیں ہوتے۔ اپنی تقریر کے اخیر میں انہوں نے بتایا۔ کہ مسئلہ کا تعلق محض علاقہ برار یا ریاست حیدر آباد سے ہی نہیں۔ بلکہ اس مسئلہ کا تعلق تمام ہندوستان ہے۔ اعلیحضرت نظام نے اہل برار کے لئے حسب آزادی کا وعدہ کیا ہے۔ وہ باقی صوبجات کے لئے ایک مثال پیش کرے گا۔ اور اس مثال کو پیش نظر رکھکر لوگ آزادی کی جد و جہد میں مزید ثابت قدمی اور استقلال سے کام کریں گے۔

مسٹر پیٹی کی مخالفت

مسٹر سی کے پیٹی بیرسٹر نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ اور بیان کیا کہ نظام کے معنی ایک گورنر کے ہیں۔ اس دلائل و براہین سے واضح کیا۔ کہ برار صرف ریاست کے امن کو بحال رکھنے کے لئے اور اس کی حفاظت کے لئے حکومت برطانیہ کے حوالے کیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنے بیان میں فرمایا کہ دستاویز پر مہر اور دستخط اور بالترتیب ۱۸۵۳ء اور ۱۹۰۲ء کے عہد ناموں کے مطابق برار ہمیشہ کے لئے سپرد کر دیا گیا تھا۔ اور یہ محض تفویض سے پٹہ کی طرف تغیر تھا۔ لہذا قانون کی نظر میں آپ کے دعاوی کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اس مسئلہ کی گذشتہ کارروائی خواہ کیسی ہی ہو۔ قابل مقرر نے یہ بیان کرتے ہوئے۔ کہ استرداد برار بالکل نامناسب ہے۔ اپنی تقریر کو یہ کہکر ختم کر دیا۔ کہ بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ دستاویز دنا جائز ہے۔ تاہم برطانی حکومت کا حق غالب رہتا ہے۔

مجوز اور مخالف تقریروں کے بعد اس مسئلہ پر عام بحث کی اجازت ہو گئی۔ تین ارکان نے اس مسئلہ کے حق میں تقریریں کیں۔ اور چار نے اس کے مخالف صاحب مجوز نے اپنے جواب کا حق مسٹر یوسف علی صاحب کو دیدیا۔

مسٹر یوسف علی کی تقریر

مسٹر یوسف علی صاحب نے مخالفین کے تمام اعتراضات کا پُر زور سے جواب دیا۔ انہوں نے اس مسئلہ کی بنیاد انصاف مساوات اور ملکی بہبودی کے اصولوں پر رکھی۔ انہوں نے ہاؤس پر واضح کیا۔ کہ میں ریاست میں محض ایک اعلےٰ درجہ کی ملازمت کا ہی شرف نہیں رکھتا۔ بلکہ میں نے ریاست کے جملہ دستاویز اور ابتدائی عہد و پیمان کا بھی بغور مطالعہ کیا ہے ۱۸۵۳ء کے عہدنامہ برلیس میں نظام کی حیثیت کو ایک آزاد حکمران کی بین الاقوامی حیثیت بیان کیا گیا تھا۔ اور سمندر پر اس کو اپنا جھنڈا لہرانے کی اجازت دیگئی تھی۔ قابل مقرر نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ برار کا کبھی بھی دائمی الحاق نہیں ہوا۔ اس کے بعد برار کی خود مختاری کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اعلیٰحضرت نظام کا یہ وعدہ ہندوستان کے باقی بعض صوبوں کے وعدوں کی طرح یہ جھوٹا نہیں۔ بلکہ حقیقت اور واقعیت پر مبنی ہے۔

اس حکومت خود اختیاری کی گارنٹی کے بارے میں جس کے متعلق کہ اتنی تشویش اور پریشانی کی جاتی ہے آپ نے کہا کہ جب وعدہ ہو چکا تو گویا یہ میثاق قانون کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ اور اگر بالفرض اس میثاق کو توڑا گیا تو برار پھر سلطنت انگریزی سے ملحق ہو جائے گا۔ معزز مہمان نے اپنی تقریر کو ایک نہایت ضروری ریمارک پر ختم کر دیا آپ نے کہا کہ اگر برار اس کے حقیقی حق دار کو مل گیا۔ جو کہ واقعی ہندوستانی ہے۔ تو اس کا سارے ہندوستان پر نہایت ہی اعلیٰ اثر ہوگا۔ دوسری صورت میں اگر اس تجویز کو مسترد کر دیا گیا۔ تو ہندوستان کے مفاد کے لئے نہایت ہی مضر ثابت ہوگا۔ کہ اگر ہندوستانی ایک ہندوستانی کو اپنا حکمران منظور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو وہ اپنی حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے بالکل ناقابل ثابت کئے جائیں گے۔ اس کے بعد رائیں لی گئیں۔ ۲۳ رائیں اس تجویز کے حق میں تھیں اور ۱۲ رائیں اس کے مخالف تھیں۔ لہٰذا یہ تجویز ۲ راؤں کی کثرت کثرت سے کامیابی ہوئی۔

مجوز کی مفصل تقریر انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ اشاعت میں شائع کیجائے گی۔

شکریۂ احباب

حسب ذیل برادران نے بعنایت برادرانہ "القریش" کی خریداری سے شکرگذاری کا موقع دیا۔ جزاہم اللہ خیرالجزا۔ امید ہے کہ نمونہ ملاحظہ کرنے والے احباب بھی خریداری سے رہین منت کریں گے۔

(۱) جناب قریشی محمد چراغ صاحب پٹواری بستی بلوچاں (۲) جناب مولوی علی اکبر صاحب سکنڈ ماسٹر سانگری (۳) جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی گوجرانوالہ (۴) جناب فضل محمد صاحب قریشی راولپنڈی (۵) جناب منشی غلام ربانی صاحب قلعہ سیف اللہ (۶) جناب سید شمشاد علی صاحب بتوسل جناب قاضی نظیر حسین صاحب گوجرانوالہ (۷) جناب میاں صدیق موسیٰ جی صاحب احمد نگر۔

گذارش

..."القریش" کی توسیع کے متعلق بار بار اپیل کیگئی ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ احباب نے کچھ توجہ نہیں کی۔ پیر اصغر علی اور قاضی نظیر حسین صاحبان کی تقلید میں اگر جملہ خریداران دو دو خریدار ہی دینے لگیں۔ تو القریش کی مالی پریشانی بہت جلد رفع ہو سکتی ہے۔ کیا ہمارے بھائی توجہ دینگے؟

سیادت قریش

قریش خیار بنی آدم
وخیر بنی ہاشم کلہم

وخیر قریش بنو ہاشم
سراج الوجود ابو القاسم

لقب سید و شریف کے متعلق آج ہم اپنی تحقیق ناظرین القریش کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ دیگر اہل علم حضرات بھی اس کے متعلق اپنی اپنی تحقیق شائع کریں گے ہماری یہ تحقیق ہے۔ کہ یہ لقب خاص آل ابی طالب کا نہیں ہے۔ بلکہ آل عباس اور آل حارث بھی اس لقب سے ملقب ہیں۔ بعض حضرات اس کے منکر ہیں۔ اور ان کو اس بارے میں اس قدر غلو ہے۔ کہ طالبین میں سے جو حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی اولاد ہیں۔ ان کو اس لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ اور دوں کو نہیں۔ اس لئے آج ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس مسئلہ پر ایک محققانہ بیان شائع کرکے اس مغالطہ کو دور کر دیں۔ اور یہ بتا دیں کہ سید کا لقب اصل میں ذات قریش کا ہے۔ اور سید و شریف سادات بنی ہاشم کا جن میں آل حضرت عباس اور آل ابی طالب ہیں۔ طالبین میں سے جو لوگ حضرت سیدنا کی اولاد ہیں۔ ان کے ساتھ اس لقب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور لقب سید کے متعلق جو کچھ ہم لکھیں گے۔ وہ لسان العرب۔ صحاح ستہ۔ فتاوے شامی و طبری وغیرہ سے لکھیں گے نیز طبقات ابن سعد سے

آمدم بر سر مطلب

لسان العرب میں ہے۔ السودد والشرف معروف۔ یعنی سیادت و شرافت دو مترادف المعنی الفاظ ہیں جن کے معنی سرداری اور بزرگی کے ہیں، محتاج بیان نہیں۔

قریش کی زبان میں جہاں تک ہم نے تحقیق کیا ہے۔ سید عمومی شان رکھتا ہے۔ اور شریف سید کے بہت سے معانی ہیں۔ جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ لسان العرب میں ہے۔ السید یطلق علی الرب و المالک والشریف والفاضل والکریم والحلیم ومتحمل اذی قومہ والزوج والرئیس والمقدم۔ یعنی سید کا اطلاق (عربی زبان) میں حسب ذیل معانی پر ہوتا ہے۔ جناب باری عز اسمہ کو سید کہتے ہیں۔ نیز مالک کو۔ شریف کو فاضل اور کریم کو بردبار شخص کو اور جو شخص اپنی قوم کی تکالیف برداشت کرے اور شوہر کو۔ رئیس کو اور سب سے جو مقدم ہو۔ اب ہم قرآن و حدیث سے جن کی عربی فصاحت قابل بیان نہیں۔ سید کے معنی بیان کرتے ہیں۔ کہ کہاں اور کس کس موقعہ پر لقب سید کس معنی کے لئے بولا گیا ہے۔

کلام پاک میں و الفیا سیدھا لدی الباب یہاں سید کے معنی شوہر کے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف اور حضرت زلیخا یہ دونوں دروازے پر حضرت زلیخا کے شوہر سے ملے دوسری جگہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کی بابت ارشاد ہوتا ہے۔ سیدا و حصورا یہاں سید کے معنی مقدم اور بزرگ کے ہیں۔ کیونکہ آپ عفت اور پرہیزگاری میں سب سے مقدم تھے اور بزرگ۔

حدیث میں ہے۔ جناب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک بی بی نے خضاب کے متعلق مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کان سیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ۔ یہاں سید کے معنی شوہر کے ہیں یعنی میرے شوہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور حضرت ام الدرداؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی صاحب لسان العرب اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضور

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور سید القریش ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ السید ہو اللہ۔ یعنی سید اصل میں اللہ تعالےٰ جل جلالہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضور اقدس چونکہ قریش میں سے افضل و اعظم ہیں۔ اس لئے سید ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجکو رسول اللہ کہو۔ کیونکہ خدا نے مجھے یہی خطاب دیا ہے۔ اسطرح مجھے سید نہ کہو جیسے اپنے رئیسونکو کہتے ہو۔ سید اللہ تعالیٰ ہی ذات ہے ابو منصور اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔ کہ حضور کو یہ اچھا نہ معلوم ہوا۔ کہ آپ کے سامنے آپ کے منہ پر کوئی تعریف کرے۔ اس لئے آپ نے سید کو خداوند اعلیٰ کی طرف منسوب کر دیا کیونکہ سید۔ رب اور مالک کو بھی کہتے ہیں۔ اور وہ شخص سید کے معنی مقدم اور افضل کے لئے رہا تھا۔ حضور کا یہ ارشاد اس حقیقت کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو ارشاد ہوا تھا۔ کہ قوموا الی سیدکم۔ یعنی اے گروہ انصار تم اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں سید کے معنی اس قوم کے ہیں۔

اسیطرح حضور عالم علیہ التحیۃ کا وہ ارشاد کہ انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر یعنی میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سید ہونگا۔ یہ کچھ فخر یہ نہیں کہتا۔ یہ انعام خداوندی ہوگا۔ کہ سب سے پہلے حضور شفاعت کریں گے۔ اور سب سے پہلے آپ کے اور آپ کی امت کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔ یہاں سید کے معنی مقدم کے ہیں۔

اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ حضور نے جناب امام حسن علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرمایا تھا۔ ھذا ابنی سید ان اللہ یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔ یعنی یہ میرے نور سے سید ہیں۔ کہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں خداوند عالم انکے ذریعہ سے صلح کرا دیگا۔

یہاں سید کے معنی حلیم اور بردبار کے ہیں۔ کیونکہ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے۔ جو بردبار اور حلیم ہو۔

اور حدیث میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ سید کون ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ سید حضرت یوسف بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کہ آپ کریم ابن کریم ابن کریم تھے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کی امت میں سید کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو مال و دولت عطا فرمائے۔ اور وہ سخاوت کرے۔ اور خدا کا شکر گذار ہو۔ اور لوگ اس کے کم شاکی ہوں۔ وہ سید ہے۔ یہاں سید کے معنی کریم کے ہیں۔ اسی طرح ایک بدوی عرب حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ نے اس کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ سید اہل الوبر۔ ایسے ہی سید الایام یوم الجمعہ۔ سید الطعام اللحم۔ یہاں سید کے معنی فاضل و افضل کے ہیں۔ اسی طرح ارشاد نبوی ہے۔ کہ ان ثنیۃ من الضان خیر من سید من المعز۔ یعنی دو سالہ بھیڑ بوڑھے بکرے سید سے بہتر ہے۔ یہاں بھی سید کے معنی بزرگ کے ہیں۔ نیز صاحب لسان العرب اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔ کہ جناب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر کوئی سید ہے۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اور حضرت عمرؓ! آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ ان سے بہتر تھے۔ مگر سید امیر معاویہ ہی ہیں۔ یہاں سید کے معنے حلیم و سخی کے ہیں۔ کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ سادات قریش کو بکثرت انعام و اکرام دیتے تھے۔ اور ان کا تو مشہور ہی تھا۔ اب خطابی سیدوں کو لیجئے۔ کہ حضور سرور عالم نے کن کن لوگوں کو سید کے لقب سے یاد فرمایا تھا۔ جناب حضرت حمزہ علیہ السلام کی بابت ارشاد ہے۔ سید الشہداء حمزہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قریشی کی بابت ارشاد ہے۔ ھذا سید من سادات المسلمین اور حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر کی بابت ارشاد ہے۔ سید الکہول اہل الجنۃ ابوبکر و عمر ایسے ہے۔ سید اشباب اہل الجنۃ الحسن والحسین۔ حضرت ابوسفیان ہاشمی کی بابت ارشاد ہے۔ سید فتیان اہل الجنۃ ابوسفیان۔

جناب حضرت عباس اور جناب حضرت علی کی بابت ارشاد ہوا۔ انہما سید العرب۔

جناب حضرت خدیجہ اور جناب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بابت سیدۃ نساء اہل الجنۃ ارشاد فرمایا۔

(باقی پھر)

قَصَصُ القُرآن

باب التفسیر

قتلِ نفس

یا

قابیل و ہابیل

بصائر و مواعظ، نتائج وغیرہ

(۲) عفو و انتقام

اسلام سے پہلے دنیا نے صرف دو اصولوں پر کام کیا ہے۔ عفو اور انتقام، ہم نے موسیٰؑ کی شریعت میں "جان کے بدلے جان" "آنکھ کے بدلے آنکھ" اور "دانت کے بدلے دانت" پڑھا ہے۔ لیکن یہ نہیں پڑھا کہ "اے اسرائیل! بُرے بندوں کو معاف کردے"۔

ہم نے مسیحؑ کو سنا کہ اس نے گلیل کی سرزمین میں ایک پہاڑ کے نیچے کہا۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت' پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیرے اپنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے۔ جو تیرا کرتہ لے اس کو چوغہ بھی لے لینے دے۔ جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے۔ اس کے ساتھ دوسرا کوس بھی چلا جا"۔

ہم نے یہ سنا۔ لیکن یہ تو نہیں سنا کہ اس نے کہا ہو۔ شریروں اور بدکاروں کو ان کے اعمال کی سزا دو۔ کہ آسمان کی بادشاہت کی طرح زمین کی بادشاہت میں بھی امن و سلامتی ہو۔

لیکن ہم نے مسیح کے بعد بطحا کی سرزمین میں جبل حرا کے دامن میں ایک اور بولنے والے کا کلام سنا۔ جس نے گلیل کے منادی کی طرح پہلے کہا۔

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ، برائی کا معاوضہ ہمیشہ نیکی سے دو۔ ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ اولٰئک لہم عقبی الدار۔ آنے والے گھر کا انجام ان کے لئے ہے۔ جو برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں۔

لیکن ساتھ ہی اس نے سلطان عدل کے جلال، امنیت عالم کے احترام نظام مدنیہ کے قوام اور قانون و عدالت کی ہیبت کو بھی قائم کیا۔ جیسا کہ موسیٰؑ نے بادل کی گرج بجلی کی چمک اور قرنا کی آواز میں سنا تھا۔ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ یحب المتقین (۲-۱۹۴) جو تم پر تعدی کرے۔ تم بھی اسی طرح اور اسی قدر اس پر تعدی کرو۔ خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ خدا اپنے سے ڈرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

پھر اس نے موسیٰؑ کے قانون کا اعادہ کیا۔

وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (۵-۶-۳) ہم نے تورات میں لکھدیا ہے۔ کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور زخم کے بدلے زخم ہے۔

وہ ادہوری باتوں کو جیسا کہ مسیح نے کہا تھا۔ پورا کرنے کے لئے آیا تھا۔ وہ آیا اور ان کو پورا کیا۔ اس نے کہا کہ "تم دشمنوں سے درگذر کرو"۔ اور برائی کو نیکی کے ذریعہ دور کرو"۔ اس نے صرف یہی نہیں کہا۔ کہ دشمنوں کے شدائد و جبر کے ساتھ تحمل کرو۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ تحمل کرو اور احسان کرو۔ برائی کو انگیز کرو اور اس کی جزا نیکی کے ساتھ دو۔ کہ یہ حصول امن کا ذریعہ اور کسب صلح و سلام کی تدبیر ہے۔

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ فاذ الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ وما یلقاہا الا الذین صبروا وما یلقاہا ذو حظ عظیم۔

نیکی و بدی برابر نہیں۔ نیکی سے بدی کو دور کرو۔ اور اس سلوک سے وہ جس کو تم سے عداوت ہے۔ تمہارا دوست ہو جائے گا۔ یہ وہ طریقہ اخلاقی ہے۔ جس پر صرف صابر اور خوش قسمت انسان ہی عمل کرتے ہیں۔

قانون حفظ و قتل

لیکن یہ عفو و حلم یہ صفح و درگذر یہ تحمل و انگیز کب تک؟

اس وقت تک جب تک کہ اس شر اور بدی کا اثر شخص واحد تک محدود اور صرف ایک ذات خاص ہی کے منافع خصوصیہ میں محصور ہو۔ کہ یہ جرم ایک شخص واحد اور ذات خاص کا ہے جس کے معاملات و حوادث خصوصیہ کو ہیئتہ اجتماعیہ و سوسائٹی سے تعلق نہیں۔

وہ پانی کا ایک بلبلہ ہے۔ جو ایک ٹھوکر سے پیدا ہوا۔ اور مٹ گیا۔ اس جرم کو معاف کرو کہ اشخاص کی ذاتی محبت و مودت اور شخصی لطف و رحم کو ترقی ہو۔ اور دنیا امن و صلح سے بھر جائے یہی وہ موقع ہے۔ جہاں مسیح کے حکم پر عمل کرنا عین اسلام کی تعلیم ہے۔

لیکن دنیا میں ایسی بھی بدیاں ہیں۔ جو گو ایک شخص خاص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن وہ سمندر کی لہریں ہیں۔ جو ہوا کے جھونکوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور دور تک پانی کی سطح کو متزلزل کر دیتی ہیں۔ وہ گو ایک ذات واحد کا گناہ ہے۔ لیکن اپنی وسعت اثر و قوت نفوذ کے لحاظ سے تمام مجتمع انسانی کا گناہ ہے۔ پھر جب وہ تمام مجتمع انسانی کا گناہ ہے۔ تو ایک شخص خاص کو کیا حق ہے۔ کہ وہ اس گناہ کو معاف کرے۔ اور اگر کرتا ہے۔ تو خود تمام مجتمع انسانی کا گناہ کر رہا ہے۔

زید خالد کے گھر میں سرقہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اب خالد کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ زید کے گناہ کو معاف کرے۔ اور اگر کرتا ہے۔ تو گویا اس کو اعادۂ جرائم و معاصی کی تعلیم دیتا ہے۔

عمر بکر کے قتل کا مرتکب ہوتا ہے۔ بکر کا باپ اب حق نہیں رکھتا۔ کہ اس کے اس جرم کو معاف کرے۔ اگر وہ معاف کرتا ہے۔ تو اس کا عفو جرات امور جرائم قتل ہے۔ اس لئے اب عمر صرف بکر کے حوالی و اعزہ ہی کا گناہ گار نہیں۔ بلکہ خود مجتمع انسانی کا، امن و عدل عالم کی اور حکومت کا گناہ گار ہے۔ اسی نکتہ کی طرف کتاب حکیم نے منافع قصاص پر بحث کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے۔

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا۔ جس نے کسی کو بغیر اس کے کہ وہ مرتکب قتل ہوا ہو۔ یا اس نے زمین میں فساد برپا کیا ہو۔ قتل کر دیا۔ تو گویا اس نے تمام دنیا کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک کو زندہ بچایا۔ تو اس نے گویا تمام دنیا کو زندگی بخشی۔

یہ وہ موقع ہے۔ جہاں اسلام نے موسیٰؑ کی اس شریعت کا حکم دیا ہے کہ "جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ"۔

قرآن مجید نے ان دونوں مواقع کی تفریق و تمیز سے تورات و انجیل کی شریعت عفو و انتقام کی جو ناقص تھی۔ تکمیل کی اور اس طرح وہ پورا ہوا۔ جو مسیح نے کہا۔ کہ "میرے بعد آنے والا میری ادہوری باتوں کو پورا کر دے گا"۔

اخلاق اور قانون

مسئلہ عفو و انتقام کی نسبت ایک اور نکتہ بھی قابل لحاظ ہے۔

دنیا میں دو چیزیں ہیں۔ اخلاق اور قانون، اخلاق کا تعلق انسان کی

ذات سے اور قانون کا تعلق حکومت اور مجتمع انسانی سے ہے عفو
و درگذر اور صفح و مغفرت ایک انسان کا بہترین وصف ہے۔ لیکن
اگر اس سے تجاوز کرکے وہ حکومت اور جمعیت انسانی تک پہنچ گیا۔
تو وہ قانون کی سرحد میں آگیا۔ جہاں مغفرت گناہ عظیم اور صفح
وعفو جرمیہ کبیرہ ہے۔ یہ جرأت امور جرائم ہوتا ہے۔ اور یہ ہم

زن امن انسانی۔
اسی لئے اس ارحم الراحمین نے فرمایا۔ جہاں اپنے معجزانہ
انداز کلام میں فرمایا کہ
ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب' اے دانشمند ابنوع
انسانی کی بقاو حفاظت' قصاص اور بدلے ہی میں ہے۔

باب التاریخ۔

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملک حبش میں ایک اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی کے چند مجاہدین

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اللہ اللہ! مسلمانوں کے خصائص قومی میں کیسے کیسے تغیرات
ہو گئے۔

ایک زمانہ تھا۔ جب مسلمان دنیا میں حکومت کے لئے پیدا ہوتا
تھا۔ محکومی کے لئے نہیں۔ ہر مسلمان سپاہی اور ہر سپاہی بادشاہ تھا۔
وہ جدھر رخ کرتا تھا۔ حکومت ہمیشہ اس کے ہمرکاب ہوتی تھی۔ دنیا کے
کسی گوشے سے ایک مسلمان اٹھتا اور جابرانہ سلطنتوں کو زیر و زبر کرکے
عدل و ایمان کی ایک نئی حکومت قائم کر دیتا۔ سنسان جنگلوں اور
ویران جزیروں اور غیر آباد صحراؤں اور وحشی ملکوں میں سے اس کا
گزر ہوتا تھا۔ لیکن تائید الٰہی کی فوج اسکے ساتھ ہوتی تھی اور ہر خرابہ
و ویران اس کی برکت سکون و رونق آباد و متمدن ہو جاتا تھا۔

خراسان میں تنہا ابو مسلم اٹھتا ہے۔ اور بنو امیہ کی حکومت کا
خاتمہ کرکے عباسی خاندان کو پیدا کر دیتا ہے۔ اکیلا عبدالرحمن عراق
سے اندلس گیا۔ اور صرف اپنی قوت شمشیر سے اس عظیم الشان حکومت
کی بنیاد ڈالدی۔ جو تین سو برس تک عظمت و جبروت کیساتھ قائم رہی۔

تنہا عبداللہ نے مغرب میں اور اس کے جانشین نے مصر میں
دولت فاطمہ کی تاسیس کی۔ یکہ و تنہا محمد بن تومرت نے اندلس میں
موحدین کی سلطنت قائم کر دی۔ ہندوستان اور ایران میں تیمور، بابر، نادر
اور احمد کو دیکھو۔ صرف اپنی تلوار کے زور سے حکومتوں کا فیصلہ کرتے

تھے۔ تم مسلمانوں کے کسی ملک کی تاریخ اٹھاؤ۔ تم کو نظر آئے گا۔ کہ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ دنیا بیتیغ آزمائے اسلام کا جوش و مسرت کا استقبال کرتی تھی۔ اور اس کا ہر گوشہ گویا اس لئے آباد و معمور تھا۔ کہ کسی فرزند اسلام کا اس طرف گذر ہو۔ اور اس کے گوشِ انتظار کو اپنی صدائے تکبیر سے مژدہ ورود اسلام سنا دے۔

لیکن آہ! یہ قصہ پارینہ ہے۔ وہ خاک جو کل بادشاہوں کو پیدا کرتی تھی۔ آج سپاہیوں کو بھی پیدا نہیں کر سکتی۔ ہند و ترکستان ایران و مصر افریقہ و بربر جہاں کل تک صرف فاتح ہی پیدا ہوتے تھے۔ اب مغلوبی و محکومی کے امن سے بھی محروم ہیں۔ ایک ترک باقی ہیں۔ سو وہ بھی کشاکش حیات و موت میں گرفتار! یہ تغیرات ہم سے پہلے سب پر گذرے اور اب ہم پر گذر رہے ہیں۔ پس آج کی مغرور قوموں کو کل کے نتیجہ سے بے خبر نہ رہنا چاہیئے۔ وتلک الایام نداولہا بین الناس۔

عرب و حبش

براعظم افریقہ کے جنوب میں بحر احمر کے ساحل پر بلاد یمن کے مقابل ملک حبش (ابی سینیا) واقع ہے۔ عرب سے اس ملک کے قریبی تعلقات ہیں۔ وہ دونوں ملک آس پاس واقع ہیں۔ حسب تحقیقات جدیدہ ملک یمن اور حبش میں اتحاد نسل بھی ہے۔ حبشی زبان یمن کی قدیم حمیری زبان بالکل مشابہ ہے۔ دو بار اہل حبش نے یمن کو فتح کیا۔ ایک بار حجاز پر بھی حملہ کیا تھا لیکن ناکام واپس آئے۔

صبح نبوت محمدیہ

نبوت محمدیہ کی صبح اٹھی۔ مکہ بھی ظلمت کفر میں مبتلا تھا۔ داعی توحید مشرکین مکہ کے ظلم و ستم اور جور و شقاوت کا نشانہ تھا۔ اور موحدین اولین کی ضعیف و نحیف جماعت کے لئے "بلد امین" ستم پیشگان قریش کے ہاتھوں ایک ستم آباد اور ظلمت کدہ بن گیا تھا۔

مسلمانوں کے لئے یہ وقت کیسا صعب اور یہ حالت کیسی شدید تھی۔ عرب کا ایک ایک گوشہ جو اذانِ توحید سے ناآشنا تھا۔ ان کا دشمن ہو رہا تھا۔ مکہ ان کا وطن تھا۔ سو وہ بھی اس وقت مرکز جور و ستم اور اصنام کدہ و شرک بن گیا تھا۔ امن اور چین سے زندہ رہنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ اور دشمنوں کے طرح طرح کے مظالم سے بالکل مجبور و لاچار ہو گئے تھے۔

اولین تعلقات حبش و اسلام

عرب سے متصل مصر، شام اور عراق موجود تھا۔ لیکن قدرت الٰہی نے اس مظلوم و ضعیف گروہ کی حمایت و امان بخشی کا شرف ایک دوسرے ہی ملک کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ یعنی ارض اسود حبش جس کے بادشاہ کا لقب نجاشی تھا۔

مسلمانوں کے دو مختصر قافلے چپ چاپ مکہ سے نکل کر کشتیوں کے ذریعہ ملک حبش پہنچ گئے۔ ان ستم رسیدہ مہمانوں کا نجاشی نے نہایت تپاک سے استقبال کیا۔ اور اس تحفۂ توحید کو جو وہ مکہ سے بادشاہ کے لئے لائے تھے۔ جوش و عقیدت کے ساتھ دل میں جگہ دی۔

مشرکین مکہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے۔ تو جوش عداوت سے بے قرار ہو گئے۔ معززین قریش کا ایک وفد گراں بہا تحائف کے ساتھ بادشاہ حبش کے دربار میں...... حاضر ہوا۔ کہ ان پناہ گزین مسلمانوں کو قریش کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن بادشاہ اس سے پہلے خود اپنے آپ کو اسلام کے سپرد کر چکا تھا۔ ناچار وفد خاسر و خجل اور محروم و نامراد واپس آیا۔

اولین قیام حبش اور واپسی

مسلمان ایک مدت تک نہایت آزادی اور اطمینان کے ساتھ حبش میں آباد رہے۔ آنحضرت نے جب مدینہ میں ہجرت فرمائی۔ اور وہاں بازوئے اسلام میں شاہانہ قوت پیدا ہوئی۔ تو پناہ گزینان حبش کا آخری قافلہ سن ۷ ہجری میں فتح خیبر کے موقع پر مدینہ واپس آگیا۔

نجاشی جب تک زندہ رہا۔ اس کے تعلقات آنحضرت سے نہایت عقیدتمندانہ رہے۔ وہ مسلمانوں کی ہمیشہ امداد کرتا رہا۔ ام المومنین ام حبیبہ حبش میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ اور وہیں بوکالت آنحضرت کے نکاح میں آئی تھیں۔ آنحضرت کی طرف سے ۳۰۰ دینار اس کے مہر کی رقم خود نجاشی نے ادا کی۔

جزاء احسان

مسلمان ان احسانات کا معاوضہ وفاداری اور حسن اطاعت کے ساتھ کرتے رہے۔ اثنائے قیام حبش میں جب ایک باغی نجاشی کے مقابلہ میں ہنگامہ آرا ہوا۔ تو مسلمانوں نے بادشاہ کے لئے فتح کی دعائیں مانگیں۔ آنحضرت کے عم زاد بھائی حضرت زبیر جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ اسی غرض سے گھوڑے پر دریا کو عبور کر کے میدان میں گئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ بادشاہ کو ہماری امداد کی احتیاج تو نہیں ہے؟ نجاشی نے جب وفات پائی۔ تو آنحضرت صلعم نے اس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی۔

اس نجاشی کا جانشین مسلمانوں کے لئے بہتر نہ تھا۔ اس کے عہد میں مسلمان حبش سے نکل آئے۔ ۹ھ ہجری میں جدہ کے سامنے حبشہ کی فوج ظاہر ہوئی۔ تو آنحضرت صلعم نے ارادہ جنگ کی جگہ ۳۰۰ مسلمانوں کی ایک جمعیت تحقیق حال کے لئے بھیجی۔ جو صلح و امن کیساتھ واپس آئی۔

ایک تیغ زن اور زور آور قوم کے لئے کسی ملک پر حملہ کرنے کے لئے یہ کافی وجوہ ہیں۔ کہ اس نے افراد کو تکلیف دی۔ اور اس کے ملک کی طرف فوجی پیشقدمی کی۔ لیکن اس رحم مجسم نے جس نے فتح مکہ کے دن یہ کہہ کر اپنے شقی القلب دشمنوں کو چھوڑ دیا تھا۔

اقول لکم کما قال یوسف" لا تثریب علیکم الیوم" یوسف نے جسطرح اپنے دشمن بھائیوں سے کہا تھا۔ میں بھی کہتا ہوں کہ آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی ملامت نہیں۔

نجاشی اول کے احسانات کو یاد کیا۔ اور اپنے پیروں کو حکم دیا کہ سالموا الحبشہ ما سالمتکم اہل حبش جب تک تم سے مصالحت رکھیں تم بھی ان سے مصالحت رکھو۔

مسلمانوں نے ایک عالم کو تہ و بالا کر دیا۔ افریقہ کو مصر سے مراکش تک پامال کر دیا۔ اور صحرائے افریقہ کے ایک ایک گوشہ میں نئی نئی حکومتیں قائم کر دیں۔ لیکن اپنے وطن کے پاس کا ایک ملک جو قوت اور رستیلا میں بہت ہی کم درجہ تھا۔ جو مذہباً عیسائی تھا۔ جو تمدن و تہذیب سے محروم تھا۔ جو مقصد دیار قبل اسلام اور ایک بار بعد اسلام ان کے وطن پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ ان کے عالمگیر سیل فتوحات کی موجودگی سے کیونکر محفوظ رہا؟ ہاں اس لئے کہ درمیان میں ایک دیوار روئیں حائل تھی۔ اور وہ ان کے خدائے قدوس کا حکم تھا کہ

هل جزاء الاحسان الا الاحسان (الرحمٰن) } نیکی کا معاوضہ نیکی کے سوا اور کیا ہے؟

حبش کے ایک بادشاہ نے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کو سات آٹھ برس تک پناہ دی۔ مسلمانوں نے اس نیکی کا یہ معاوضہ ادا کیا۔ کہ آٹھ سو برس تک اس کی ایک انگلی کو بھی اپنی ملک گیری کے سنگ گراں سے ٹھیس نہ لگنے دی۔ جس سے تمام عالم ٹھوکر کھا کھا کر گر رہا تھا۔

تاریخ و اخلاق کا یہ عجیب و غریب واقعہ دنیا کو کبھی فراموش نہ ہوگا۔

اس ایک واقعہ ہی سے اقوام عالم کو معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کی قوم نیکی کو نہیں بھولتی۔ وہ سات برس کی نیکی کا سات سو برس کی نیکی سے معاوضہ ادا کرتی ہے۔ آج بھی ہمارے حاکموں نے دنیا کے ہر حصہ میں ہمارے ان قومی خصائص (نیشنل کیرکٹر) کا تجربہ کر لیا۔ پھر آیندہ کے لئے بھی کوئی ہے۔ جو مسلمانوں کی اس خصوصیت ملی کا ایک بار اور تجربہ کرے؟

پند بر دیوار

جب غصہ نے بدن میں آگ لگا رکھی ہو۔ جب نخوت و غرور کی لہریں دل میں بلند ہو رہی ہوں۔ جب دماغ میں خیال آ رہا ہو۔ کہ ہم بھی کوئی چیز ہیں۔ اس وقت آ نظر اٹھاؤ اور سوچو کہ اتنے بڑے آسمان کے نیچے جس کا عرض و طول آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکا اور جس کے کنارے تم وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو سمندر از قطرہ تمہارا غصہ اور غرور کس قدر بیجا اور مضحکہ انگیز ہے۔ پھر زمین کی جانب سر جھکاؤ اور غور کرو کہ اتنی بڑی زمین پر جس کی حد کا سراغ آج تک نہیں ملا۔ اور اس کی وسیع سطح پر جب تم اس شاندار بیچ بھی نمایاں نہیں جتنی ایک چیونٹی کو ایک وسیع مکان سے نسبت ہے۔ تم سے بسیط البنیان کو غصہ سے مشتعل یا نخوت سے بدمست ہونا کس حد تک مناسب ہے۔ دریا کی موج کو روکنے کے لئے بڑھے اور تم مذاق کرو گے۔ اگر کوئی چیونٹی پہاڑ کے اٹھانے کا دعویٰ کرے لیکن عقل کا فرشتہ تیرا اس سے نیچے اور اس وسیع صحن کے اوپر غصہ سے چلاتے ہو۔ یا غرور سے تن کر چلتے ہو۔

ادبیات

خلافت فاروقی کا ایک واقعہ

عام الرمادہ کہتے ہیں، جس کو عرب میں لوگ
عہد خلافت عمری کا وہ پہلا سال تھا

اس سال قحط عام تھا ایسا کہ ملک میں
لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا

پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے
ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا

اعراب کی بسر حشرات زمیں پہ تھی
سب اٹھ گیا جو فرق حرام و حلال تھا

تشویش سب سے بڑھ کے جناب عمرؓ کو تھی
ہر دم اسی کی فکر اسی کا خیال تھا

تدبیر لاکھ کی تھی۔ مگر رک سکا نہ قحط
گو انتظام ملک میں ان کو کمال تھا

معمول تھا جناب عمرؓ کا کہ متصل
کرتے تھے گشت رات کو سونا محال تھا

اک دن کا واقعہ ہے، کہ پہنچے جو دشت میں
کوسوں تک زمیں پہ خیموں کا جال تھا

بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود میں
جن میں کوئی بڑا تھا کوئی خرد سال تھا

دیکھا جو اس کو یہ، کہ پکاتی ہے کوئی چیز
جاتا رہا جو طبع حزیں میں ملال تھا

سمجھے کہ اب وہ ملک کی حالت نہیں رہی
کم ہو چلا ہے قحط کا جو اشتعال تھا

پوچھا خود اس سے جا کے تو رونے لگی کہ آہ!
کیا آپ کو غذا کا بھی یہاں احتمال تھا؟

بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر
میں کیا کہوں زبان سے ان کا جو حال تھا

مجبور ہو کے ان کے بہلنے کے واسطے
پانی چڑھا دیا ہے یہ اس کا اوبال تھا

ان سے یہ کہہ دیا ہے کہ اب مطمئن رہو
کھانا یہ پک رہا ہے، اسی کا خیال تھا

بے اختیار رونے لگے حضرت عمرؓ
بولے کہ "یہ میرے ہی کیے کا وبال تھا

جو کچھ کہ ہے یہ سب ہے مری شامتِ عمل
از بس گناہ گار میرا بال بال تھا

بازار جا کے لائے سب اسباب آب و نان
جو زخم قحط کا سبب اندمال تھا

چولھے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ
چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا

بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا تو کھل اٹھے
اک ایک اب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا

تھی وہ زنِ ضعیف سراپا زبان شکر
یاں حضرت عمر کو وہی انفعال تھا

عہدہ عمر کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر
جو کچھ گذر رہا ہے یہ اس کا وبال تھا

(حضرت مولانا شبلی نعمانی رحم)

اصلاح الاخلاق و الاعمال

خوابِ پریشان

(۲)

(۱) عرب کا ذرہ ذرہ ہماری شرافتِ نسبی کا گواہ ہے۔ ہند میں بہت سی اسفل قوموں نے اپنے آپ کو سید اور قریشی مشہور کر رکھا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ ہمارے ہاں بھی ذاتوں کی تقسیم اسیطرح ہوتی۔ جیسی کہ ہنود نے کی ہے۔ چونکہ اس کا سدِ باب ہونا ضروری ہے۔ لہذا صحیح النسب قریشی یا سید ہونے کا بارِ ثبوت ہر ایک کی گردن پر رکھا جائے۔

(۲) اس بات پر نہایت سختی سے عمل کیا جائے۔ کہ کسی قریشی لڑکی کی شادی غیر قریشی مسلمان کے ہاں خواہ وہ کتنا ہی معزز ہو ہرگز نہ کی جائے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو انتہائی سزا دیکر نہایت ذلت کے ساتھ محفل سے خارج کیا جائے۔ لڑکے کے معاملے میں اس بات کا لحاظ ضروری نہیں۔ یہ لڑکے کی طبعیت پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اپنے آرام دل کے لئے جہاں سے چاہے دلآرام پیدا کرے۔ خواہ وہ مجسمہ شرافت ہو یا تصویرِ رذالت۔

اس قرارداد کے اختتام پر عصر کے وقت ایک طرف سے صدائے اذان نے جو نہایت پُر درد لہجہ میں کہی جا رہی تھی۔ اور جس کا ہلکا پن دور منزل کا پتہ دے رہا تھا۔ محفل میں ایک کھلبلی سی ڈالدی۔ جس طرف سے یہ آواز آرہی تھی۔ میں نے اس طرف دیکھا۔ تو سامنے ایک مسجد نظر پڑی۔ ادائگی فریضہ کا ایک زبردست خیال کشاں کشاں مجھے اس طرف لیچلا۔ مسجد کی ظاہری حالت حقیقی معنوں میں دلخراش منظر تھا۔ ٹوٹے ہوئے کوزوں اور پھٹی ہوئی چٹائیوں کے انبار۔ استنجہ کے پھینکے ہوئے ڈھیلوں اور مسواکوں کے بچے ہوئے ٹکڑوں کے ڈھیر اس بات کا ثبوت تھے۔ کہ یہ جگہ جو رونق سے اب اسی طرح محروم ہے۔ جس طرح بدنصیب یاوری قسمت سے کسی وقت اچھی حالت میں تھی۔ بوسیدہ دیواریں جن پر سبزہ کائی جمی ہوئی تھی۔ زمانہ کی نیرنگی کے مقابلے سے عاجز آکر منہ کھول کھول کر رو رہی تھیں۔ مسجد کے کشادہ صحن میں خاکی فرش پر تین نورانی صورتیں جن کے سرخ چہروں پر داڑھی کے سفید بال عجیب دلنواز کیفیت پیدا کر رہے تھے۔ بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور وہ بہشت گوش صدا جس کے ہونے سے پہلے یہ محفل اس طرح بھاگ گئی تھی جس طرح لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ اسی بزم کا نغمۂ پُرجوش تھا۔ وہ متبرک ہستیاں نماز باجماعت کے لئے ابھی کھڑی ہی ہوئی تھیں۔ کہ میں بھی وضو کرکے ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو گیا۔ اور میری یہ نماز عالم بیداری کی نمازوں سے کہیں زیادہ پُرلطف تھی۔ نماز سے فراغت ہونے کے بعد امام صاحب نے اپنے ایک ہم نوا کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

"حق نواز وہاں کیا طوفانِ بے تمیزی بپا تھا"

حق نواز:۔ حضرت وہاں اس قوم کا اجتماع تھا۔ جو اپنے آپ کو بزم عالم میں شریف ترین خیال کرتی ہے۔

امام صاحب:۔ (میری طرف توجہ مبذول فرماتے ہوئے) کیا آپ وہاں سے تشریف لائے ہیں۔

میں:۔ حضرت میں اسی محفل سے آیا ہوں۔

امام صاحب:۔ وہاں وہ لوگ کیوں جمع ہوئے تھے۔ کیا کوئی

اہم معاملہ تھا جس پر غور و فکر کرنے کے لئے یہ اجتماع ہے۔۔۔ ضروری خیال کیا گیا۔

میں:۔ حضرت ان لوگوں نے اپنی قریشیت کے تحفظ کے لئے یہ جلسہ قائم کیا تھا۔

امام صاحب:۔ وہاں کیا کیا قرار دادیں انہوں نے پاس کی ہیں۔

میں:۔ جناب انہوں نے بہت سا وقت صرف کر دینے کے باوجود بھی کچھ نہیں کیا صرف دو تجویزیں قابل عمل خیال کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک تو صحیح النسب قریشی یا سید ہونے کا ثبوت بہم پہنچانا ہے۔ اور دوسری کسی غیر قریشی کے ساتھ رشتہ و ناطہ نہ کرنا۔

امام صاحب:۔ یہ دونو تجویزیں ہی اسوۂ محمدیہ کو پامال کرنے والی ہیں۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ عند اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے ہوتے کسی کی موروثہ شرافت ہیچ محض ہے۔

محمد مسلم:۔ حضرت کیا عرض کروں۔ کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ حقیقت میں بدنام کنندہ نکو نامے چند کا صحیح عکس ہیں۔ ان اپنے بزرگوں سے اعمال کی رو سے کوئی نسبت نہیں۔ ان کے اعمال حسنہ کی برکتیں ان کی معاش کا ذریعہ ہیں۔ اور ان کی اچھی رکھی عزت کی داستان کا تکرار ان کا دلچسپ مشغلہ۔ اگر میں یہ کہوں۔ کہ یہ لوگ بزرگوں کی عزت بیچتے پھرتے ہیں۔ تو کچھ بیجا نہیں۔ کیونکہ یہ بھی ہوئی بات نہیں۔

امام صاحب:۔ یہ حالت کس قدر یاس انگیز ہے۔ کیا یہ انہی بزرگوں کی اولاد ہے۔ جن کے دلوں میں سنت نبوی سے انحراف کرنے کی جرأت ہی نہ تھی۔

محمد مسلم:۔ لیکن حضرت اب تو ارث دربانی کی بھی ان میں سے کسی کو پرواہ نہیں۔ آپ نے بھی شاید خیال فرمایا ہوگا۔ کہ حق نواز کے اذان دینے پر ان کی محفل اس طرح درہم برہم ہوئی۔ کہ گویا ان کو موت کی طرف بلایا جا رہا ہے۔

میں:۔ حضرت ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہیں لیکن حالت پھر بھی حسرت ناک ہے۔

محمد مسلم:۔ جس قوم میں احکام شرعیہ سے انحراف کا حوصلہ ہو۔ اس کو ہمیشہ خسر الدنیا والآخرۃ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ یہ مانا کہ تمام انگلیاں یکساں نہیں ہیں لیکن جس قوم میں دیدۂ آہو کی طرح جہالت کی تاریکی ہو۔ وہاں چند ایک کرمک ہائے شب تاب کی چمک کس طرح ظلمت ربا ہو سکتی ہے۔

امام صاحب:۔ خداوند کریم رحم کرے۔ میرا دل ایسے ایسے واقعات سے صد چاک ہو رہا ہے۔ میرا پیمانۂ صبر لبریز ہو کر چھلک رہا ہے۔ آج سوخت تنگ آ کر تم سے کہتا ہوں۔ کہ جب تک یہ سید۔ قریشی اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے بالاتر سمجھتے رہیں گے۔ تب تک ان کا مقصد آشنا ہونا محض سودائے خام ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ خبط ان کے سر میں کیسے سما گیا۔ حالانکہ ان کے بزرگ اسی خبط کو دنیا کے سر سے نکالنے کی جد و جہد کرتے رہے۔ یہ ایک قسم کا جنون ہے۔ کہ زوال ہی کی آغوش میں ہے۔ اسی نے دنیا کی زبردست قوموں کو زیردست کر دیا۔ اور یہی وہ بادۂ اشکبار ہے۔ جس کے ایک ہی جرعہ سے عزازیل جیسے عابد کو مردودِ ازلی بنا دیا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ رسول اکرم صلعم نے یہ فرمایا ہے۔ کہ تمام قبائل عرب سے قبیلۂ قریش افضل ہے۔ اور قریش میں سے بنو ہاشم افضل تر۔ لیکن حضور نے اس فضیلت کا کبھی اظہار نہیں فرمایا۔ اور ہمیشہ ایسی عزت و فضیلت کی نمائش سے اجتناب فرمایا ہے۔ کیونکہ حضور کے نزدیک وہ عزت و برتری جو خدا کے ہو۔ حقیقی عزت ہے۔ اس لئے ایک سچے مسلمان کے لئے اسوۂ محمدی سے بڑھ کر کوئی اور بات قابل تقلید نہیں ہو سکتی۔ اس کا اولین فرض ہے۔ کہ جو شخص اس جادۂ پاک سے انحراف کرے یا کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی اصلاح کر دے۔ دیکھو قرآن کریم کس طرح صاف طور پر کہہ رہا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم۔ اس آیۂ کریمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہئے۔ کہ کیا ایسی تجویزیں واجب العمل قرار دینا صریحاً سنت کی خلاف ورزی نہیں ہے۔

جب خواجہ کل صلعم نے اپنی پھوپھی صفیہ اور بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہما کو شرافت نسبی پر ناز کرنے کی بجائے کسب عمل کو ذریعۂ نجات آخروی ارشاد فرمایا ہے۔ تو پھر یہ عالی النسبی پر ناز کرنے والے کون۔ زمانہ جانتا ہے۔ کہ پیغمبر کی دعا ہمیشہ آغوش اجابت میں رہتی ہے۔ لیکن

حضرت نوح کی التجا جو انہوں نے بارگاہِ احدیت میں بیٹے کو غرق ہوتے دیکھ کر کی تھی۔ کیوں نامقبول ہوئی۔ خود زبانِ قرآنی اس کا جواب دے رہی ہے۔

لیس من اھلک انہ عمل غیر صالحاً

یہ آیت ثابت کر رہی ہے۔ ع

بندگی باید پیمبر زادگی درکار نیست

بزم عالم کو مساوات کا جو سبق اسلام نے دیا ہے۔ دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مکہ کے مغرور سردارانِ قریش جو جنگ میں بھی اپنے سے کم رتبہ لوگوں کے ساتھ مبازرہ کرنے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔ اسلام لا کر ایک حبشی نژاد غلام (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کی ازروئے تزویج کو قبولیت کا جامہ پہنانے میں پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ دیدۂ اعمال میں صرف جوہر اعمال قابل قدر شے ہے۔ وہ دنیاوی عزت کو محض بے حقیقت خیال کرتا تھا۔ وہ کونسی قابلیت تھی جس نے ایک ایرانی النسل مجوسی (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نگین خاتم صفا) کو اہل بیت کے زمرہ میں داخل کرا دیا۔ وہ شرافت نسبی نہ تھی۔ بلکہ اعمال حسنہ کی جدوجہد تھی۔

سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں نشست و مردم شد
پسر نوح بابداں بہ نشست خاندان نبوتش گم شد

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور رسول پر نور کے چچا تھے بحیثیت رشتہ داری۔ ان کو حضرت رضی اللہ عنہ سے چشم نبوت میں زیادہ عزیز ہونا چاہیے تھا۔ لیکن قرآن کریم نے مؤخر الذکر کو صرف اعمالِ حسنہ کا خیال کر کے۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم آخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظلمین فرماتے ہوئے۔ اول الذکر پر دوامی ترقی بخشی ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے۔ کہ خداوند کریم نے ہمارے لئے مسلمان ہونا پسند فرمایا (ان الدین عند اللہ الاسلام۔ ورضیت لکم الاسلام دینا) پس اس اعزاز کی پرواہ نہ کر کے عالم فریبی میں سرگردان رہنا شایانِ عقل نہیں۔ کیونکہ رنگ و خون کی مقراضِ امتیاز سے ہم اس رشتہ و اخوت کو قطع کرتے ہیں جس کو خداوند کریم نے قرآن کی زبان سے انما المومنون اخوۃ ارشاد فرمایا ہے۔ اور اسی قطع و برید پر دلیر ہونا خدا اور رسول کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ یہ تمیز ماد تو جو آجکل ہم مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ ہندی آب و ہوا کا اثر ہے۔ ورنہ

نے افغانیم ونے ترک و تاریم چمن زادیم واز یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو ما حرام است کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم

حق نواز:۔ حضرت کیا پردہ امتیاز کو تار تار کر دینے کے بعد شیرازہ ملت ملت پراگندہ نہ ہوگا۔ اور کیا ان کی اجزا کی پریشانی جواب علیحدہ علیحدہ طور پر شیرازہ بندیں۔ حیرانی کا باعث نہیں ہوگی؟

امام صاحب:۔ فرقہ وار شیرازہ بندی کی ضرورت نہ تو پہلے تھی۔ اور نہ اب ہے۔ اور نہ ہی اسلام نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا اس تفریق کے حق میں نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ وہ جماعتیں جو ان گردابوں میں پڑ کر معرضِ خطر میں ہیں۔ ان کو ساحلِ امن پر لا کر سب کے دوش بدوش کھڑا کیا جائے۔ ہماری کامیابی میں دینی ہے کہ دنیوی۔ یہی امتیاز نسبی سدِ سکندری ہے۔

تو اے کودک منش خود را ادب کن مسلمان زادہ ترک نسب کن
برنگِ احمر و خون و رگ و پوست اگر تاز د عرب ترک عرب کن

میں:۔ حضرت رشتہ و ناطہ والی تجویز آپ کی رائے صائب میں کہاں تک واجب العمل ہے۔

امام صاحب:۔ (نامعقولیت میں) اگر وہ پہلی چیز سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ کہ بلال حبشی نژاد و بلال جسکی فطرت نور نبوت سے مستنیر تھی۔ اور جس کو رسول اکرم صلعم کی بے پایاں محبت نے حضرت بلال بنا کر ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔ جب سردارانِ قریش کے رو برو خواہش تزویج کا اظہار کرتے تھے۔ تو تمام گردنیں جو اسلام سے جھکنا جانتی ہی نہ تھیں۔ جھک کر منظور کہتی تھیں۔ یہ جانے دو قرآن کریم میں خداوند کریم کے ارشاد فرماتے ہوئے واقعہ کو لو۔ حضرت زید بن حارثہ کی گردن سے دستِ نبوت نے طوق غلامی اتارا۔ اور آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ اور پھر اپنی پھوپھی کی لڑکی حضرت زینب بنت جحش سے ان کا نکاح کرا دیا۔ گو یہ چند ایک وجوہات سے بیل منڈھے ہی نہ چڑھی۔ لیکن یہ واقعہ اس بات پر کافی سے زیادہ

روشنی ڈال رہا ہے۔ کہ یہ تجویز کہاں تک واجب العمل ہے۔ اور اس کے مجوز کہاں تک صحیح الدماغ ہونے کا دعوے کر سکتے ہیں۔ جس کے نام سے ہماری زندگی ہو۔ کہ

امتیازاتِ نسب را پاک سوخت
آتشِ او این خس و خاشاک سوخت

اور ہم اس کے نام لیوا ہو کر اس کے ارشادات کے خلاف عمل کریں ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

میں بات کی طرف بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی بھی پرواہ ہی نہیں۔ چند ایک ذاتی مفاد کی خاطر ہم نے احیائے کلمۃ الحق تو رہا ایک طرف اپنے آپ کو بھلا دیا ہے۔ اور اس خود فراموشی نے ہم کو طرح طرح کے مصائب میں ڈال رکھا ہے۔ دم ضیق میں ہے۔ زندگی وبالِ جان ہو رہی ہے۔ لیکن علاج کا نام نہیں لیتے۔ حالانکہ ہر دکھ کی دوا خود ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن کریم اور اس پر عمل۔ یہ نسخہ ایسا مجرب ہے۔ کہ اس کے استعمال کے خیال ہی سے بہت سے امراض دور ہو جاتی ہیں۔

وائے نادانی کہ ہم محتاجِ ساقی ہو گئے!
مے بھی ہم۔ مینا بھی ہم۔ ساقی بھی ہم۔ محفل بھی ہم

میں:۔ حضرت میں نے دنیا کی اس شریف ترین قوم سے ایسے ایسے ناگفتہ تراش آدمی دیکھے ہیں۔ کہ انہیں انسان کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ میں نے جس طرح آج مختلف قوموں پر ان کی حالت دیکھی ہے۔ اس کا خدمت میں عرض کرنا سوءِ ادب ہے۔ ان مشاغل میں جو یادِ الٰہی کا خیال تک بھی دل میں آنے نہیں دیتے۔ ان کا انہماک اس قدر زیادہ ہے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔

امام صاحب:۔ ایسے قریشیوں اور سیدوں سے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے آزاد ہوں۔ ایک مفلوک الحال مسلمان ہزار درجہ بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ان افعال شنیعہ کا جن کا ارتکاب کسی مذہب و ملت میں روا نہیں۔ اور جن کے کرنے پر یہ اتنے دلیر ہیں کہ خدا و رسول کے حکموں کی بھی پرواہ نہیں کرتے کبھی بھی حوصلہ نہیں کرتا۔ وہ حق اللہ اور حق العباد کو کما حقہ پورے نہیں کرتا لیکن ایک ذرا سی لغزش اس کے زار و نحیف بدن میں کپکپی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے بزرگوں کو بدنام کرنے والی اولاد کو چاہئے۔ کہ وہ ان مشاغل سے حتی الوسع محترز رہ کر ان وصایا پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روانگی کے عین وقت خدا کے برگزیدہ رسول نے اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائی تھیں۔

(۱) ہر وقت اور ہر جگہ خدا سے ڈرتے رہنا۔

(۲) برائی کے بعد نیکی کرنا۔ کہ ایسا کرنے سے پہلی برائی کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

(۳) لوگوں سے خوش خلقی کا برتاؤ کرنا۔

لہو و لعب میں مشغول رہ کر یادِ خدا سے غافل رہنا۔ ناجائز وسائل سے مقصد حاصل کرنا۔ لوگوں کے مال و دولت پر دندانِ آز تیز کئے رہنا۔ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ ان کا مرتکب رسولِ خدا کی سنت سے انحراف کرتا ہے۔ اور جو ایسا کرتا ہے۔ منزلِ مقصود پر پہنچنا۔ اس کا مقدر نہیں۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

میں اور حق نواز اسی جادو بیان سے مسحور ہو رہے تھے۔ کہ محمد مسلم کی صدائے اللہ اکبر سے جو نماز مغرب کی ادائیگی کا اعلان تھی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ عالمِ رویا کا منظر اس کے سامنے نہ تھا بجائے شام کے صبح صادق کا وقت تھا۔ قریب کی مسجد میں صدائے اذان بارگاہِ خداوندی میں سرِ نیاز زمین پر رکھنے والوں کو جگا رہی تھی۔ میں لبیک کہہ کر اٹھا۔ اور وضو کر کے خدا سے مسلمان بننے کی دعا مانگتا ہوا۔ مسجد میں جا کر سربسجود ہو گیا۔

شاکر صدیقی

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(منیجر)

برادرانِ وطن کا ادّعائے تاریخ دانی

عوام فریبی کو جا وبیجا گل فشانی

اکثر یارانِ وطن بزعم خود آج کل اس کس مپرسی زمانہ میں بذریعہ رسائل و اخبارات بہت کچھ بلند پروازی و جدت طرازی فرمایا کرتے ہیں۔ جیساکہ پنڈت دیانند اور ان کے مقلدین نے بدیہی ترقیات معلومات سے منکر ہو کر تمام علوم جدیدہ و سائنس وغیرہ کا ماخذ و مبداء اصلی وید کو بتلایا ہے۔ حالانکہ جو مصنوعی وطبعزاد معانی الفاظ دیانندجی وغیرہ نے زمانہ حال میں اپنی جدید ٹکسال میں گھڑے ہیں۔ وہ کئی ہزار سال سے کوئی رشی و عالم سنسکرت مطلق ظاہر نہ کرسکا۔ گویا کہ ازمنہ سابقہ میں سب ہی نادان و ناواقف کار تھے۔ اسی بنیاد پر زمانہ حال کے درویش مزاج راستی پسند مہاتما گاندھی نے ان مطلب سے اعراض کیا ہے۔ جس پر تمام دیانندی چراغ پا ہو رہے ہیں۔ علی ہذا اس عہد کے مدعیانِ قابلیت قدیم آریوں کی حکمرانی کا دائرہ خطۂ ہند سے ممالک فرنگ و امریکہ تک پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ اہل ہند ہمیشہ بیرونی ممالک کے فرمانروایان کے کم و بیش اطاعت پذیر و پامال رہے ہیں۔ اور بیرونی حملات کے صدمات ان کو اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس کی تفصیل ہم کسی دیگر وقت پر محول رکھتے ہیں۔

علم تاریخ یعنی احوال گذشتہ استنادِ قدیم۔ کتبات سنگی۔ سکہ جات۔ صحائف سابقہ کی امداد کا محتاج ہے۔ اس کو علوم جدیدہ بطریق غیب دانی و لسانی معرض بیان میں نہیں لا سکتے۔ جیسا کہ ایڈیٹر اخبار الیشیا جو دہلی سے کبھی روزانہ و کبھی ہفتہ وار اشاعت پاتا ہے۔ اور بلحاظ مزعومہ فصاحت بیانی و بیباکانہ لسانی کے دیگر ہندو اخبارات سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اپنی ہمہ دانی کے ثبوت میں ممالک عرب و عجم و ہند کے حالات مفروضہ و خیالی پبلک میں پیش کرتا ہے۔ اخبار مذکور کا ایڈیٹر شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا تخلص ارمان ہے۔ اعتقاداً آپ سناتن دھرمی یعنی قدیم ہندو مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں جس کے باعث بعض اوقات لالہ منشی رام عرف شردھانند دیانندی کی زر دوستی و جاہ طلبی کے قصص و قضایا درج اخبار فرمایا کرتے ہیں۔ بہرحال اس خصوص میں تو ان کی درگیری بیشتر پایہ تصدیق پر مبنی ہوتی ہے۔ الا جب وہ مظلوم الحال و شکستہ بال اہل اسلام کے متعلق خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ تو جادۂ اعتدال سے انحراف کر جایا کرتے ہیں۔ علم تاریخ سے تو وہ مطلق محروم ہیں۔

حصہ تاریخ دانی

اس شعبہ کا سلسلہ پنڈت جی نے اخبار الیشیا میں قائم کر کے پایہ ثبوت کو پہنچا دیا۔ کہ وہ ملک فرنگستان۔ عرب و ایران کے وقائع صحیحہ پر تو کیا درک رکھتے۔ ملک ہند کے قدیم یادگار و نامور فرمانروا میواڑ یعنی مہارانا اودے پور کے حسب و نسب و وقائع تاریخی سے بھی محض نابلد و ناآشنا ہیں جس کی خاص تفصیل معہ تردید و تصحیح بطور سوال و جواب کے بغرض نشر حق اندیشی ناظرین صحیفہ الترتیب ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ ان کا مضمون اخبار الیشیا مطبوعہ ۹ اپریل سنہ ۱۹۲۲ء میں مشتہر ہوا۔ جس کا عنوان تاریخ ہند کا نظارہ یعنی تماشا رکھا گیا ہے۔

خاندانِ مہارانا و عرب و عجم و ہند کی تاریخ

(۱) قول اخبار الیشیا۔ مہارانا اودے پور کے بزرگ تو نالی کی نسل ہیں۔ جو اہل ہنود کے واجب التعظیم راجہ رامچندر کا بڑا فرزند تھا۔ اور جس نے پنجاب میں لاہور شہر آباد کیا تھا۔

(۱) جواب فرحتی۔ ہم نے صدہا کتب مطبوعہ و قلمی تاریخی کتبات سنگی عربی و فارسی و سنسکرت و ہزارہا کاغذات نوشتہ سلاطین و وزرا و مہاراجگان بزمانہ ملازمت مہارانائے اودے پور مطالعہ کئے ہیں۔ اور مختلف مطالب متنازعہ فیہ کا تصفیہ عقلی و نقلی کر کے کرنل ٹاڈ وغیرہ مورخان انگریزکی اغلاط بیانی کی صدہا جگہ تصحیح کی ہے۔ قومی مخارج و تعلقات یکدیگر کا سراغ بھی بخوبی لگایا ہے۔ تیرہ سال میواڑ میں رہ کر تحقیقات کامل متعلق تاریخ کی ہے۔ آمدم برسر مطلب۔ راجہ چندر کا بڑا فرزند اہل ہنود نے لو ضرور مانا ہے۔ لیکن بعض نے اختلاف کیا ہے۔ کہ دونوں توام پیدا ہوئے تھے۔ اول شکم مادر سے کو برآمد ہوا۔ جس پر وہ کہتے ہیں۔ کہ اس کا دلاتی نطفہ بعد کا تھا۔ جو آغاز رحم سے اول برآمد ہو گیا۔ اور کس کا نطفہ اولین تھا۔ جو رحم کی تہ میں ہونے کے سبب بعد کو متولد ہوا۔ ان ہر دو کی پیدائش فوق العادت کے دیگر قصص ہم یہاں بیان کرنا نہیں چاہتے جن میں ایک دھوبی کا اپنی مشتبہ الاطوار عورت کو سیتا سے تشبیہ دینا۔ اور کش کا کشا گھاس سے پیدا ہونا مذکور ہے۔ البتہ رامچندر کے فرزند کش کے سوا لو کی نسل کی قدیم کتاب کھاگوت وغیرہ سے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ مہابھارت نامی جنگنامہ میں بھی۔ جو ہند کے بعض جنگی قصص کا مجموعہ مثل شاہنامہ اور سکندرنامہ کے پُر از مبالغات ہے۔ راجہ سومتر کو جس پر شمالی ہند خطہ اودھ کی حکمرانی منقطع ہوئی۔ کش کی نسل میں لکھا ہے۔ اسی تک میواڑ کے سیسودیے۔ آنبیر بابے پور کے کچھوا ہے۔ اور مارواڑ کے راٹھور اپنے نسبنامے پہنچاتے ہیں۔ پس راجہ کنک سین بانی بلبھی پور واقع کاٹھیاواڑ کو کش کی نسل ماننا پڑے گا۔ جس کو لوگوں نے بلا لحاظ تحقیق لو کی اولاد سمجھ رکھا ہے۔

قول الشیا۔ اسی خاندان (مہارانا) کے لوگ قدیم ایام میں ایران چلے گئے تھے۔ نوشیروان اسی نسل سے تھا۔ نوشیروان کے خاندان کی شادیاں ایرانیوں سے ہوئیں۔ نوشیرزاد پسر نوشیروان کی اولاد ہند میں رہی۔

قول فرحتی۔ اس بیان میں پنڈت جی نے طبعزاد قصہ سے تاریخ عالم کا تختہ ہی الٹ دیا۔ قدیم آریا وغیرہ اقوام کا شمالی ممالک ایران و ترکستان سے ہندوستان آکر آباد ہونا تو جمیع مورخان یورپ و ایشیا نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ مگر ایک فرمانروائے ہند یعنی مہارانائے اودے پور کے اسلاف کا سندھ سے ایران جاکر آباد ہونا۔ اور وہاں شادیاں کرنا پنڈت ارمان صاحب کی خاص طبعی ایجاد ہے۔ اس رجعت قہقری سے ہندوستان و ایران کی تمام قدیم تاریخ کا نقشہ ہی پلٹا جاتا ہے۔ نوشیروان عادل کی اصل و نسل کو جو موثق تعلق سلسلہ حکمران ایران سے ہے۔ اسی سے کتب عربیہ و فارسیہ پر ہیں۔ کبھی پنڈت جی نے محض نامہ خسروان۔ شاہنامہ۔ بیہقی۔ مسعودی۔ ناصری تاریخ گزیدہ۔ ناسخ التواریخ کا مطالعہ کیا ہوتا۔ یا کسی قابل تاریخ دان کی صحبت ہی اٹھائی ہوتی۔ تو مہارانا اور نوشیروان کے قبایل کی نسبت آپ ایسی بے بنیاد خلاف واقعہ الف لیلا کی سی کہانی ہرگز اخبار الشیا میں شائع نہ فرماتے۔ کسی پسر نوشیروان کا ہند میں آکر آباد ہونا ہی صریح بہتان اور غلط بیان ہے۔ جس کو کوئی محقق تاریخداں باور نہیں کر سکتا۔

چنانچہ تیرہ سو سال قبل حملات اسلام سے خائف ہو کر براہ دریا چند قبایل آتش پرست وارد مقام سورت ہوئے تھے۔ وہ اب تک اقوام و مذاہب اہل ہند سے بالکلیہ جدا و ممیز ہیں۔ ان میں سے کسی نے تبدیل مذہب یا اہل ہند سے رشتہ داری کا تعلق آجتک اختیار نہیں کیا۔ موجودہ پارسی فرقہ انہیں قبائل دیرینہ کی یادگار بطور خود ہے۔

قول اخبار الشیا۔ خلیفہ عمر کی خلافت کے پندرہ سال بعد نوشیروان سعید الوقاص کی تلوار سے مارا گیا۔ اس کا خاندان تباہ ہو گیا۔

قول فرحتی۔ اس خلاف واقعہ بیان میں بھی پنڈت صاحب نے متعدد لغزشیں کی ہیں جس سے ان کا فتوحات اہل عرب اور وقائع زوال ایران سے محض نابلد ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ نوشیروان کسی تلوار سے قتل نہیں ہوا۔ ایران کی فتوح اہل عرب سے حضرت عمر کے عہد سنہ ۲۱-۲۲ھ مطابق سنہ ۶۴۲-۶۴۳ء میں ہوئیں۔ اور نوشیروان ہجرت رسول اللہ سے بھی ما قبل اپنی موت سے فوت ہوا تھا۔ وہ خلافت عمر کے پندرہ سال تو کیا۔ وہ ان کی خلافت سے پندرہ سال قبل بھی زندہ نہ تھا۔ جنگ ایران میں کئی عربی سپاہ سالار کام آچکے تھے۔ آخری جنرل کا

نام سعد بن وقاص تھا جن کے مقابل والی ایران کا نام یزدجرد تھا۔ لیکن وہ بھی تمام صوبات فارس۔ کرمان۔ خراسان۔ مکران وغیرہ فتح ہو جانے پر کسی کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا تھا۔ گمنام بادیہ گردی کرتا ہوا۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان کے عہد میں مرگیا۔ اور اس کے بعد نوشیروان کا خاندان تباہ ہو گیا۔

قول ارمان۔ ابو موسیٰ ساکن اشعر نے یزدجرد پسر نوشیروان کے عمزاد برادر ہرمز کو مع یزدجرد کی لڑکی کے امام حسن کے پاس بھیجدیا۔ دوسری لڑکی خلیفہ ابوبکر کے پاس بھیجدی گئی۔ جس سے انہوں نے شادی کرلی۔

قول فرحتی۔ اس بیان میں بھی پنڈت جی کی تحقیقات۔ مزخرفات کے جوہر نمایاں ہیں۔ اشعر کسی قصبہ یا گاؤں کا نام نہیں۔ جہاں ابو موسیٰ کی سکونت انہوں نے قرار دی ہے۔ ابو موسیٰ کو اشعری اس وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک قبیلہ اشعری میں سے ایک فرد تھے۔ اشعر نامی ایک شخص عرب میں گذرا ہے۔ جس کی اولاد اشعری کہلاتی ہے۔ ابو موسیٰ بھی اسی گروہ میں سے تھے۔ ساکن اشعر نہ تھے۔ جیسا پنڈت جی نے سمجھ لیا۔ پنڈت جی عرب وغیرہ کی معمولی تاریخ سے ناواقف و بے بہرہ ہیں۔

قبائل عرب کی حقیقت پر تو ارتیخ و کتب اسماء الرجال کی بغور ورق گردانی کئے بغیر درک نہیں پا سکتے۔ ان فتوحات عہد فاروقی کے وقت امام حسن تو درکنار ان کے پدر بزرگوار حضرت علی بھی سر حکومت نہ تھے۔ جن کے سپہ سالار یزدجرد کی لڑکی براہ راست بھیجدیا۔ دوسری لڑکی خلیفہ ابوبکر کے پاس آپ نے بھیجدیا تحریر فرمایا ہے۔ جن کے انتقال کو اس وقت ۸ سال گذر چکے تھے۔ کیا آواگون کا مسئلہ یہاں بھی پنڈت جی نے مان لیا ہے۔ واہ پنڈت جی۔ آپ تو مشہور و معروف حالات عرب سے بھی کوئی آگاہی نہیں رکھتے۔ جس کو معمولی تعلیم یافتہ اہل ہنود بھی جانتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے بعد خلیفہ اول ابوبکر ہوئے تھے۔ ان کے بعد دوم خلیفہ حضرت عمر تھے۔ جن کے عہد میں ایران و توران وغیرہ کی فتوح عظیمہ واقع ہوئیں۔ مگر آپ کی خلاف واقعہ گل فشانی و شیوا بیانی پر کوئی تعجب کرنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ آپ تو فتوحات ایران کو بھی خلافت فاروقی سے پندرہ سال بعد فرماتے ہیں۔ جو سراسر خلاف اسناد صحیحہ ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

(باقی دارد)

ریاستوں کی حفاظت

ریاستوں کی حفاظت :۔ نواب صاحب بہاولپور کی ولایت سے واپسی پر بمبئی کے پورٹ آفیسر نے جو ان کی تحقیر و توہین کی اس پر اہل ملک میں بیحد رنج و افسوس کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ لیجسلیٹو اسمبلی میں ایک رکن مجلس نے سوال کرنا چاہا۔ لیکن صاحب صدر نے اجازت نہیں دی۔

گورنمنٹ ہند کا رویہ ریاستوں کے متعلق نہایت تعجب خیز ہے۔ اگر کوئی اخبار کسی ریاست کے متعلق کوئی مضمون شائع کرے۔ یا اس کے طرز عمل پر نکتہ چینی کرے۔ تو گورنمنٹ قانون کے ذریعہ ان کی زبان بند کر دیتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ اس سے ریاستوں کی حفاظت مقصود ہے۔ لیکن جب ایک معمولی آفیسر کسی جلیل القدر والئے ملک کی توہین کرتا ہے۔ تو حکومت اس کے گستاخانہ فعل کی نسبت نہ صرف از خود کوئی بازپرس کرتی بلکہ مجلس وضع آئین میں بھی اس کے متعلق سوالات کرنے کی اجازت نہیں دیتی اگر اخبارات کی نکتہ چینیوں کو روکنا والیان ریاست کی حفاظت ہے۔ تو کیا معمولی انگریز افسروں کی ناشائستہ حرکات سے اغماض کرنے میں بھی ان کی بہتری کی کوئی مصلحت مرموز ہے؟

دراصل گورنمنٹ کو نہ تو والیان ریاست سے کوئی ہمدردی ہے۔ اور نہ ان کی حفاظت کا خیال۔ اس کو ہر فعل میں اپنا فائدہ اور ہر عمل میں اپنی مصلحت زیر نظر ہوتی ہے۔

۴۸۶

انجمن حمایت اسلام لاہور کے مدارس میں چھ ہزار سے زائد طلبا داخل ہیں۔ سالانہ خرچ پانچ لاکھ روپیہ ہے۔ آپ نے اس کی کیا امداد فرمائی ہے؟

مسلم سے خطاب

ذرا اب ہوش میں آ

دیکھ دشمن کی جفا کاری

تجھے رسوا کئے جائے گی کب تک تیری مدہوشی — ذرا اب ہوش میں آ۔ دیکھ دشمن کی جفا کوشی

وفا کی ہے عبث امید دشمن کی تو عادت ہے — خطا کاری، دل آزاری، جفا کوشی، وفا پوشی

گرائی جاتی ہیں جور و ستم کی بجلیاں تجھ پر — مگر افسوس اب تک ہے وہی تیری گراں گوشی

ستم تو ڈھا رہے کیوں اغیار ان کو ہے یقیں اس کا — کہ تیری سادگی تجھ کو سکھاتی ہے خطا پوشی

حقارت سے لیا جاتا ہے تیرا نام محفل میں — زباں کیوں چپ ہے تیری یہ نہیں ہنگام خاموشی

کبھی دنیا لرز اٹھے ذرا پر شور نالہ کر — اثر کیا خاک دکھلائے گی یہ آپس کی سرگوشی؟

نہیں عزت تو کوئی زندگی ہے زندگی تیری — کہیں بہتر تھی اس سے تیری اس عالم سے روپوشی

ذرا خوددار ہو اب اور اپنی آپ عزت کر — بہت کچھ کر چکی پامال تجھکو تیری مدہوشی

کسی کی آنکھ اٹھ سکتی نہیں ہے سامنے تیرے — تیرا احسان ہے دنیا پہ تو نے کی ہے تن پوشی

نہ ہو مرعوب ظاہر دیکھ کر تو غیر کا ناداں — عجب کچھ شان رکھتی ہے تیری باطن کی سرجوشی

بڑھو انکساری چھوڑ، استحقاق ثابت کر — نگارِ آبرو کی چاہتا ہے گر ہم آغوشی

الوالعزمی دکھا اور اپنا حصہ لے حریفوں سے
تیرے اعدا سمجھتے ہیں کہ کیا ہوگا ضعیفوں سے

(المومن)

اخوۃ کا حق
مسلمان زندگی کا سنگ بنیاد

اُنصُر اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظلُومًا

(جناب قریشی کے قلم سے)

گو مسلمانوں کا نصیب اپنے مرتبے سے گر چکا ہے۔ تاہم وہ یہ احساس رکھتے ہیں۔ کہ سید المرسلین کے کلام کو پورے احترام کیساتھ مطالعہ کرنا ان کا محبوب ترین فرض ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر تقریر مقرر کی شخصیت کے مطابق عزت اور وزن حاصل کرتی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر یاد رکھو کہ تم اس وقت دنیا کے مقدس ترین انسان کی ہم کلامی کا فخر حاصل کرنے والے ہو۔ یہ ابوالکلام اور محمد علی کی تقریر نہیں۔ یہ زاغلول پاشا کا اعلان بھی نہیں۔ یہ رازی کے مقالے ہیں نہ غزالے کے مباحثے تمہارا حق ہے۔ کہ تم ان اصحاب کے خیالات پر غور کرنے سے انکار کر دو۔ اس لئے یہ سب میری اور تمہاری طرح بادشاہ کے غلام ہیں۔ مانا کہ ان کا دامن اعمال حسنہ کے ستاروں سے بھرپور ہے۔ مگر آفتاب جہانتاب کی طرح "آفاقی کی مسند" تو میسر نہیں۔ بہرحال کسی مسلمان پر خدا کی طرف سے یہ مجبوری نہیں۔ کہ وہ کسی بڑے سے بڑے امتی کے احکام کے ساتھ ہمیشہ مطابقت رکھے۔ پس دنیا بھر کے واعظوں، متکلموں اور فلسفیوں کے متعلق تمہیں اختیار ہے۔ یعنی تم قبول بھی کر سکتے ہو اور انکار بھی کر سکتے ہو۔ مگر جس ایک "آقائے بلند نام" کے ارشادات عالیہ اس مضمون میں لکھے جا رہے ہیں۔ اس کے متعلق تمہارے لئے صرف قبول کا حق باقی ہے۔ اور کسی حال میں انکار نہیں کر سکتے۔ یہ خدا کا فرمان ہے:۔

وما آتٰکم الرسول فخذوہ　　مسلمانوں جو حکم تم کو رسول دیں اس کی تعمیل کرو
وما نھٰکم عنہ فانتھوا　　اور جس امر سے روکدیں۔ بس رک جاؤ۔

ایک دوسری آیت

وما ارسلنا من رسول　　مسلمانو! خدا نے ہر پیغمبر پر صرف ایک ہی شرط کیساتھ
الا لیطاع باذن اللہ　　بھیجا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کیجائے۔

پس اسلام کے اندر جو طاقت اور قوت موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمان بے چون و چرا "فرمان رسول" کے روبرو اپنی گردن جھکا دیں۔ اگر ایسا کیا گیا۔ تو مسلمان بھاری بھی ہوں گے۔ ملبذا ور برتر بھی رہیں گے۔ اور جس چیز کے لئے آج شش جہت میں ایک دردناک ماتم برپا ہے۔ وہ مسلمانوں کے قدموں میں رکھ دی جائے گی۔ مگر آہ کہ ہم اپنے مقصود پر سیدھے راستے سے حملہ نہیں کرتے۔ اور راستے میں ایک ایک قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ سیدھا راستہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر اطاعت کی مردہ حس کو زندہ کیا جائے۔ اس وقت مسلمانوں کے دل چھلنی کی طرح پارہ پارہ ہیں۔ اس لئے جو بھی احکام ان پر عائد کئے جاتے ہیں۔ وہ معاً پانی کی طرح بہ جاتے ہیں۔ اور ظرف ہمیشہ خالی نظر آتا ہے۔

بزرگانِ سلف پر کبھی یہ حالت طاری نہ ہوئی تھی۔ وہ ہر حکم کو اطاعت کے لئے سنتے تھے۔ یعنی جو کچھ سنتے تھے۔ اس کو ضبط رکھتے تھے۔ اور ہوشمندی کے ساتھ وقت پر عمل کرتے تھے۔ ایک دو نظائر قابل غور ہیں۔

(۱)

قال رجل للنبی یوم احد ارأیت ان قتلت فاین انا؟ فقال فی الجنۃ فالقیٰ تمرات فی یدہ ثم قاتل حتی قتل	ایک شخص احد کے دن حضور کے پاس آیا۔ پوچھنے لگا کہ اگر میں آج کٹ گیا تو کہاں ہونگا؟ فرمایا جنت میں۔ وہ شخص اس وقت کھجوریں کھا رہا تھا۔ اس نے کچھ توقف نہیں کیا۔ باقیماندہ کھجوریں وہیں زمین پر ڈالدیں۔ پھر میدان میں نکلا اور اس حد تک لڑا کہ سرخرو ہوگیا۔

ایک میدان جنگ میں ایک مسلمان اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین یوں گفتگو ہوئی:۔

ابو موسیٰ۔ قال رسول اللہ ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف	فرمایا آنحضرت نے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔
مسلمان۔ یا ابا موسیٰ انت سمعت رسول اللہ یقول ہکذا؟	اے ابو موسیٰ! تو نے خود یہ الفاظ آنحضرت سے سنے ہیں؟
ابو موسیٰ۔ نعم	ہاں میں نے یہ الفاظ خود سنے ہیں
مسلمان۔ فرجع الی اصحابہ فقال اقرأ علیکم السلام ثم کسر جفن سیفہ فالقاہ ثم مشیٰ بسیفہ الی العدو فضرب حتی قتل۔	وہ مسلمان اپنے دوستوں کی طرف مڑ کر کہنے لگا السلام علیکم پھر اس نے اپنی تلوار کا نیام توڑ ڈالا۔ اور زمین پر دے پھینکا۔ پھر تلوار کھینچکر دشمن کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یہانتک لڑا کہ جان بحق تسلیم ہوگیا۔

میں نے یہ دو واقعات اس لئے نقل کئے ہیں۔ کہ ہندی مسلمان سمجھ سکیں۔ کہ آنحضور کے ارشادات عالیہ لیساتھ بزرگان سلف کا طرز عمل کیا تھا؟ اللہ اکبر یہ کس قدر مضبوط اعتماد اور عظیم الشان اطاعت کا نمونہ ہے۔ ایک صاحب اپنا ٹھکانہ پوچھتے ہیں۔ اور جواب میں "جنت" کا لفظ سنتے ہیں۔ اور اس لفظ کو ایسا محسوس کرتے ہیں۔ کہ گویا وہ جا پہنچے ہیں۔ اب "اطاعت فرمان" کی غشی طاری ہو جاتی ہے۔ اور اتنا توقف بھی گوارا نہیں ہوتا۔ کہ چند کھجوریں کھا سکیں۔ سب کچھ پھینک دیتے ہیں اور موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں ؎

نباکرد ند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ایک دوسرے بزرگ ہیں وہ سن پاتے ہیں کہ آنحضور نے جنت کا راستہ تلوار کی دھار پر سے گزرا ہے۔ وہ اس آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اتنا پوچھ لیتے ہیں کہ کیا یہ الفاظ حضور کی زبان سے نکلے تھے؟ اور جب یہ کہدیا جاتا ہے۔ کہ ہاں یہ حضور کے الفاظ ہیں۔ تو اب "اطاعت فرمان" کا جذبہ طاری ہو جاتا ہے۔ نیام توڑ دیا جاتا ہے۔ پھینک دیا جاتا ہے۔ اور کھنچی ہوئی تلوار کے ساتھ لڑ کر شہید ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ اسلام ہے۔ یہ اسلام کی روح ہے۔ یہ مسلمان کا فخر ہے۔ یہ محمد مصطفےٰ کے الفاظ کی عزت ہے۔ یہ بزرگان سلف کا نمونہ ہے۔ اور یہ وہ راستہ ہے جس پر ہر مسلمان کا قدم ہونا چاہیئے۔ اور میں اس کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ کہ اگر مسلمانوں نے اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک احکام کو وہ مرتبہ نہیں دیا۔ جو خدا کا حکم ہے۔ تو اب بھی ان کے لئے یہ موقعہ نصیب ہے۔ کہ وہ بھی نیازمندی کے ساتھ اپنے مقدس اور متبرک پیغمبر کی روشن ہدایات پر عمل کریں۔ واللہ الموفق۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انصر اخاک	مسلمان بھائی کی مدد کر۔
ظالما او	وہ ظلم کرے تو بھی مدد کر۔
مظلوما۔	وہ مظلوم ہو تو بھی مدد کر۔

ایک صحابی نے پوچھا۔ یا حضرت میں مظلوم بھائی کی مدد کروں گا۔ لیکن ظالم کی مدد کیوں کروں؟ فرمایا ظالم بھائی کی مدد یہ ہے۔ کہ تو اس کو ظلم سے باز رکھے۔

سبحان اللہ! حضور کے ارشاد اس قابل ہیں۔ کہ اگر ہر لفظ پر جان فدا ہو تو بجا ہے۔ کہ مظلوم کی مدد کر۔ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ بلکہ یہ حکمدیا ہے۔ کہ تو اپنے بھائی کی مدد کر وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم کی معاونت کی جو صورت بیان فرمائی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ مظلوم

کی معاونت ہے۔ جو شخص ظالم کو ظلم سے روکتا ہے۔ وہ گویا مظلوم کی مدد کرتا ہے۔ اگرچہ حضور کے ارشاد گرامی کا مقصد یہی ہے۔ کہ ہمیں بہرحال مظلوم کی حمایت کرنا چاہیے۔ مگر الفاظ میں ایک عجیب کرشمہ ہے۔ ایک گہری نظر الفاظ کے موجودہ ربط سے بہت بڑے نتائج اخذ کر سکتی ہے۔ اس حدیث پر غور کرنے والے کے سامنے دو باتیں ہیں:۔

۱۔ انصر اخاک ظالما　　یعنی اپنے ظالم بھائی کی مدد کر۔

۲۔ انصر اخاک مظلوما　　یعنی اپنے مظلوم بھائی کی مدد کر۔

فرض کرو کہ ایک مسلمان "ہندو" پر ظلم کرتا ہے۔ اور ایک ہندو "مسلمان" پر ظلم کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک تیسرے مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے۔ کہ وہ مسلمان پر احسان کرے۔ مسلمان کی حمایت کرے اگر وہ ایک ہندو کو مسلمان کے ظلم سے بچائے۔ تو اس کی نیت یہ ہو۔ کہ وہ خالصتاً مسلمان کی مدد کرتا ہے۔ اور اگر وہ ایک مسلمان کو ہندو کے ظلم سے بچائے۔ تو پھر بھی اس کی نیت یہی ہو۔ کہ وہ مسلمان کی مدد کرتا ہے۔ یعنی مسلمان کی نیت کا سنگ بنیاد یہ ہے۔ کہ وہ بہرحال مسلمان کی امداد کرے۔

جب ہم مسلمانوں کو کفار پر ظلم کرنے سے روکتے ہیں۔ تو اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم کفر کے حامی ہیں۔ بے شک مسلمانوں کو ظلم سے باز رکھنے میں "کفار مظلومین" کی مدد ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ مدد بالواسطہ ہے۔ بلاواسطہ اور نیت کے ساتھ صرف اسی شخص کی مدد کی جا سکتی ہے۔ جو مسلمان ہے۔ یہ حقیقت ایک دوسری حدیث کے ساتھ ملکر بہت واضح ہو جاتی ہے۔ حضور کا ارشاد ہے۔ کہ جب ایک شخص دوسرے پر ظلم کرتا ہے۔ تو ظالم شخص کی خوش قسمتی اور نیک اعمال مظلوم کے نامۂ اعمال میں درج کر دیئے جاتے ہیں۔ پس

۱۔ "ظالم مسلمان" کی مدد کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس کو ظلم سے روکا جائے۔ تاکہ اس کے "نیک انجام" پر مظلوم قابض نہ ہو جائے۔ ظالم مسلمان اپنے طرز عمل سے اپنے "اخروی حقوق" زائل کرتا ہے۔ ایسا کرو کہ مسلمان کی عاقبت برباد نہ ہو۔

۲۔ "مسلمان مظلوم" کی مدد کے یہ معنی ہیں۔ کہ غیر مسلم اس کے دنیوی حقوق تلف نہ کر سکے۔

گویا کہ اس نہایت ہی عظیم الشان حدیث کے یہ معنی ہوئے۔ کہ مسلمان ایک ایسی زندگی بسر کریں۔ کہ ان کے حقوق کسی صورت میں تلف نہ ہوں۔ اور وہ دنیا اور عاقبت دونوں میدانوں میں محفوظ حقوق کے ساتھ زندگی کی مہلت بسر کریں۔ وکان ذلک عنداللہ فوزاً عظیماً۔

(سبیل)

انجمن حمایت اسلام لاہور کا انتالیسواں سالانہ جلسہ ۲۶-۲۷-۲۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو انجمن اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی دروازہ کی عالیشان عمارت میں منعقد ہوگا۔ سعی بلیغ ہو رہی ہے۔ کہ اس سال اس کو خاص رونق و کامیابی ہو۔ جلسہ کی نشستوں میں دو عملی تجاویز پر غور اور قومی مسائل و اسلامی ضروریات کی اہم تحریکوں پر بحث کرنے کے مخصوص کئے گئے ہیں۔ جنرل کونسل کا فیصلہ ہے۔ کہ موجودہ اسلامیہ کالج کے علاوہ مسلمانوں کا ایک مکمل سائنس و انجینئرنگ کالج بھی قائم کر دیا جائے۔ مالی مشکلات کا دفعیہ اور تلافی مافات خیر خواہان ملت کا فرض ہے۔ مسلمان برادران سے امید ہے۔ کہ وہ آپ اور اپنے لواحقین سے چندہ دلانے اور جلسہ کی رونق بڑھانے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اس دفعہ معمول سے زیادہ روپیہ کی احتیاج ہے۔ احباب اپنے قصبوں اور محلوں سے چندہ فراہم کر کے جلسہ کے موقع پر ہمراہ لاویں۔ جلسہ کی آمد بڑھانے کے لئے امسال پلیٹ فارم کا ٹکٹ [illegible] اور کرسی کا [illegible] مقرر کیا گیا ہے۔ فرش ٹکٹ سے مستثنیٰ ہوگا۔ قیمتاً ٹکٹ لینے والے احباب ایک سال کے لئے ممبر انجمن متصور ہوں گے۔ بیرونجات سے تشریف لانے والے اصحاب کے قیام کا انجمن کی طرف سے انتظام ہوگا۔ البتہ کھانا قیمتاً ملے گا۔ مفصل پروگرام بعد میں شائع ہوگا۔

عبدالعزیز، غلام محی الدین سکرٹریان انجمن حمایت اسلام لاہور

(پنجاب)

دست کرم کی طاقت

ایکدن کا ذکر ہے جو خاتم پیغمبراں
وعظ فرما مسجد نبوی میں تھے با عز و شاں

زیر منبر تھے مہاجر اور انصار حضور
مستفیض ہوتے تھے یکساں سامع نزدیک و دور

آ گیا نیکی کا بھی کچھ ذکر جو دوران وعظ
یوں گہر افشاں ہوا وہ بلبل بستان وعظ

جب خدائے قادر یکتا نے روز اولین
شکل فرش ظاہری پانی پہ پھیلائی زمین

جنبش کرنے لگی آیا بناوٹ میں بگاڑ
اس لئے بہر سکون قائم کئے اس پر پہاڑ

جب فرشتوں نے یہ دیکھا تو کہا اے ذوالجلال
ان پہاڑوں سے سوا بھی ہے کسی طاقت کا حال

یوں ہوا ارشاد لوہا ان سے بڑھ کر ہے قوی
کاٹتا ہے میری قدرت سے پہاڑوں کو بھی

عرض اسدم کی ملائک نے کہ یا رب کریم
ہے کوئی شے اور بھی جو اسکو بھی کر دے دو نیم

رب اعلیٰ نے کہا ہاں آگ اس سے ہے سوا
اپنی قوت سے جو ہر لوہے کو دیتی ہے گلا

پھر فرشتوں نے کہا صد ثنا یا رب ودود
آگ سے بڑھ کر بھی قوت ہے کسی شے میں نمود

حکم فرمایا جناب کبریا نے پانی سے ہے
آگ بجھ جاتی ہے فوراً جب ذرا چھینٹا پڑے

وہ یہ بولے پانی کی طاقت ہوئی سب سے زبر
لیکن اس پر بھی کسی کو فوقیت ہے؟ دادگر

دی صدا رب نے ہوا آندھی ہے اسکی نقل میں
جو اڑا دیتی ہے پانی کو دھوئیں کی شکل میں

پھر ہوا ارشاد اقدس کہ ہاں وہ بات ہے
نیک بندوں میں کرم کا نقطہ حسن کے ساتھ ہے

ہے وہی دست کرم سب سے قوی یہ سن رکھو
جو کہ دے اس ہاتھ سے اس ہاتھ کو ثابت نہ ہو

(آغا شاعر قزلباش)

کوائف مملکت دکن

فرامین حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

قلمرو دکن کے مختلف مقامات پر برادران وطن کی عنایات سے جو ہندو مسلم فسادات وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ اس کے سلسلہ میں قیام امن کے لئے جو مساعی جمیلہ حکومت دکن کی طرف سے عمل میں لائی گئی ہیں۔ وہ ہر نوع قابل ستائش ولائق تحسین ہیں۔ اعلیحضرت نے واقعات کی تشخیص و تحقیق کی غرض سے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کردی ہے جس کی رپورٹ کے حضور منتظر ہیں۔ تاکہ مجرموں اور سرغناؤں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ آئندہ کیلئے اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے پولیس کی امداد و اعانت کی غرض سے جو شاہانہ تجویز فرمائی ہے۔ فرامین مندرجہ ذیل سے واضح ہوگی (الفرلستین)

جریدۂ غیر معمولی

جلد ۵۵ حیدر آباد دکن۔ ۱۹ مہر ۱۳۳۳ ف مطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

روز دوشنبہ۔ نمبر (۱۸)

حکم عالی جناب نواب صدر اعظم بہادر باب حکومت

صیغۂ سیاسیات

حادثۂ گلبرگہ شریف کی تحقیقات وغیرہ کے متعلق جو فرمان واجب الاذعان مورخہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ شرف نفاذ پایا ہے۔ وہ پبلک کی اطلاع کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔ فقط

مہدی یار جنگ معتمد سیاسیات

۲۱ محرم ۱۳۴۳ھ

فرمان

حادثۂ گلبرگہ کی تحقیقات کے متعلق مسٹر کراوز ڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل کو حکم دیا جائے۔ کہ ناظم پولیس اضلاع کے ساتھ تا اختتام کمیشن گلبرگہ میں قیام کرکے اپنی مفوضہ خدمت یعنی جو کچھ مواد وغیرہ ہنگامہ سے متعلق وہ کمیشن میں پیش کیا جائے۔ کیونکہ ہندو مسلم ہر دو قوم کو ایک غیر مذہب شخص کی موجودگی۔ اور کام پر وہ بھی ایسے نازک موقع پر، ہر طرح اطمینان کا باعث ہوگا۔

اس کے سوا ہر دو فریق یعنی اہل اسلام و ہنود کے معابد کو اس فتنہ کی وجہ جو نقصان پہنچا ہے۔ بتوسط صیغہ امور مذہبی اس کی ضروری تعمیر و ترمیم کرادی جائے۔ اور اس کام کے لئے علی نواز جنگ معتمد تعمیرات کو حکم دیا جائے۔ کہ فوراً بر سر موقع پہنچکر بر آوردات مرتب کریں۔ اور ان کو بغرض منظوری باب حکومت میں پیش کریں۔ اور جہاں تک جلد ہو کام شروع کرادیا جائے۔ تاکہ جو بدنمائی پیدا ہے۔ وہ رفع ہو جائے۔

اس حکم کو پبلک کی اطلاع کی غرض سے جریدۂ غیر معمولی میں طبع کرادیا جائے۔ فقط

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مد ظلہم العالی

شرحد ستخط مبارک

(۲)

جریدۂ غیر معمولی

جلد ۵۵ حیدر آباد دکن۔ ۲۴ مہر ۱۳۳۳ ف مطابق ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

روز شنبہ نمبر ۲۰

حکم عالی جناب نواب صدر اعظم بہادر باب حکومت

صیغۂ سیاسیات

حادثہ گلبرگہ شریف کے متعلق احکام شاہی کے سلسلہ میں اب جو فرمان مبارک خسروی مزینہ ۲۷ رمحرم الحرام ۱۳۴۳ھ عز ورود لایا ہے۔ وہ عوام کی اطلاع کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔ فقط

مہدی یار جنگ
معتمد سیاسیات

۲۷ رمحرم ۱۳۴۳ھ

فرمان

بعد غور مکرر گلبرگہ کے حادثہ سے متعلق جو کمیشن دریافت و تحقیقات کی غرض سے میں نے مقرر کیا ہے۔ جس میں دوسرے اراکین کے ساتھ ہاشم معزالدین سشن جج گلبرگہ بھی بطور رکن شریک ہیں۔ ان کی شرکت اس وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ یہ گلبرگہ کے سشن جج ہونے کی وجہ ہنگامہ سے متعلق حکم احکام دینے میں شریک تھے۔ لہذا کمیشن میں ایسے اراکین ہونا چاہئے۔ جو اس معاملہ سے بالکل تعلق نہ رکھتے ہوں۔ تاکہ ان کی رپورٹ ورائے آزاد سمجھی جائے۔ اور جس کو فریقین تسلیم کریں۔ پس ان کی جگہ میں ذوالقدر جنگ جج ہائیکورٹ کو مقرر کرتا ہوں۔ اور حکم دیتا ہوں۔ کہ کمیشن از سر نو (ان تین اشخاص کا) کل مواد پر نظر ڈال کر فریقین کو آزادی کے ساتھ براءت کا موقع دیکر جو کچھ اپنی مفوضہ خدمت ہو اس کو انجام دے۔ اور کوئی امر تشنہ نہ رکھے۔ ورنہ اس کی ذمہ داری کمیشن پر عائد ہوگی۔ جبکہ اس بارہ میں باب حکومت کوئی نقص دیکھے۔ قبل اس کے کہ حکم آخر کے لئے معاملہ میرے ملاحظہ میں پیش ہو۔ اس کے سوا اسی کمیشن کو خاص طور پر ہدایت دیتا ہوں۔ کہ اس امر کی بھی تحقیقات کرے۔ کہ موجودہ ہنگامہ کے رفع کرنے میں پولیس مقامی کہاں تک اپنے فرائض کی انجام دہی میں سرگرم رہی۔ جبکہ یہ ہنگامہ وقوع میں آیا۔ تو اس وقت عہدہ داران مقامی کون کون مستقر پر تھے۔ اور کون کون مستقر پر موجود نہ تھے اور اگر یہ مستقر چھوڑے تھے۔ تو اپنے بالادست محکموں کی اجازت حاصل کی تھی۔ یا بطور خود ایسا عمل کئے تھے۔ اور اپنے حساب میں وہاں کس کو چھوڑ آئے تھے۔ کیونکہ میرے خیال میں یہ وجہ باور کرنے کے لئے بہت قوی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کا نقص ضرور باقی ہے جبھی یہ حشر برپا ہوا۔ یعنی جیسی کہ چاہئے پولیس مقامی سرگرم فرائض نہ تھی نہ عہدیداران مقامی مستقر پر موجود تھے۔ ورنہ ناممکن تھا کہ اس قدر خرابی کیا تھا یہ فتنہ رونما ہوتا۔

بہر حال میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ فریقین کے حق میں کامل انصاف سے کام لوں۔ اور آئندہ کے لئے فوج کے قیام سے اس فتنہ کو اپنے ممالک محروسہ سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردوں۔ جو امورات سیاسی و تمدن کا جزو اعظم ہے۔ فقط

میرا یہ حکم عوام کی اطلاع کی غرض سے جریدہ غیر معمولی میں طبع کر دیا جائے۔

ضمیمہ حکم سابق

چیف کمانڈر سر افسر الملک کو حکم دیا جائے۔ کہ پندرہ سو نفر کے سوا مزید پانسو نفر (فوج باقاعدہ) ان مقامات پر مزید قائم کئے جائیں۔ یعنی ورنگل (قاضی پیٹھ پر) بعوض یکصد اشخاص کے دو صد اشخاص۔ ناندیڑ پر دو صد اشخاص۔ نظام آباد پر یکصد اشخاص۔ اور ایکصد اشخاص کو "ریزرف" میں رکھا جائے۔ جو منتقل جہاں مناسب معلوم ہوگا۔ اس کو مقرر کر دیا جائے گا۔ اور اس طرح سے جملہ دو ہزار فوج مسلح باساز و سامان ممالک محروسہ میں منتشر رہے (فوجی چھاونی میں)

اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

ثبت شد دستخط مبارک

— حال ہی میں ولایت میں ایک نیا مرض پیدا ہوا ہے جس سے سفید رنگ سیاہی بدل جاتا ہے — ایک روپیہ کے نوٹ اور نکل کی اکنی کا سکہ عنقریب منسوخ ہو جائے اور کھلا چٹکا سفید رنگ انسان سیاہ فام ہو جاتا ہے اور اس کی شکل صورت بالکل بدل جاتی ہے والا ہے۔

تذکرۂ برادری

"کیا انجمن قریشیانِ ہند کروٹ لیگی؟"

یہ ایک سوال ہے جس کا جواب ناظرین القریش ہم سے چاہتے ہیں۔ ہم سوچتے اور غور کرتے ہیں۔ کہ آخر اس کا جواب کیا دیں!

قومی جلسوں کا انعقاد و اہتمام وہ طاقت خود بخود پکڑ لیتی ہے جو افراد قوم کی شرکت و شمولیت کی امید سے کارکنان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

گزشتہ حالات و واقعات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ "انجمن قریشیان ہند" کے کارکنان کو یہ طاقت و قوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان کی کمر ہمت حالات کی پیہم ناموافقت نے توڑ دی ہے۔

جو مزدور و محنت کش انسان حصول کامیابی کی امید پر صبح سے شام تک محنت شاقہ برداشت کرے۔ رنج و کلفت سہے رات کو اگر وہ مایوس و نامراد رہے اپنی امید کو نہ پائے تو ظاہر ہے۔ کہ اس کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے قوائے عملیہ جواب دیدیں گے۔ اور دوسرے دن کام کرنے کے قابل نہ ہوگا۔ یہی حالت بعینہٖ "انجمن قریشیان ہند" کے کارکنان کی ہے۔ وہ دس سال متواتر شبانہ روز اپنی امید کی تلاش میں محو و سرگرداں رہے۔ لیکن مایوسی و نامرادی کے سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ ان کا دل ٹوٹ گیا۔ ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور وہ اپنی امید سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ وہ کبھی دل نکالتے بھی ہیں۔ تو دس سالہ ناکامیوں کا نقشہ ان کی آنکھوں پر آ جاتا ہے۔ جو پھر مایوس کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم حیران ہیں۔ کہ اس سوال کا کیا جواب دیں؟

کیا ناظرین "القریش" جواب دینگے؟

کارکنان کو اعتراض ہے۔ کہ برادری مقاصد کی تکمیل میں ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ ان کی دعوتیں قبول نہیں کرتی۔ قومی اجلاس کی شرکت سے وہ ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔ اور اس میدان میں شانہ بشانہ قدم بقدم چلنے سے احتراز کرتی ہے۔

ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں۔ کارکنان انجمن نے تشہیر مقاصد اور تکمیل اغراض میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور بہر نوع ان کی شکایت بجا و درست اور وہ اپنے اعتراض میں حق بجانب ہیں۔ اس لیے اس سوال کے جواب کا بار ہم قریشی برادران خصوصاً ناظرین القریش پر ڈالتے ہیں۔ اور اس وقت مناسب بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بارہ میں ان کے جواب کا انتظار کیا جائے۔ کہ آخر قومی اجلاس کے انعقاد اور اس کی شرکت کے متعلق ان کا کیا خیال ہے۔ جوابات موصول ہونے پر ہم اراکین انجمن کی توجہ ادھر معطوف کرانے کی کوشش کریں گے۔

انجمن قریشیہ گوجرانوالہ کی جنرل کمیٹی کا اجلاس ۳۰ اگست کو مولانا الٰہی بخش صاحب صدیقی مرحوم کے مکان پر بصدارت پیر حامد علی شاہ صاحب منعقد ہوا۔ دفتر اور انجمن سے متعلقہ کارروائی کے بعد ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب صدیقی جنرل سکرٹری کو "زبدۃ الحکما" کے امتحان میں کامیاب ہونے کی مبارکباد کا ریزولیوشن پاس ہوا۔

ہمارے مکرم ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب قریشی صدیقی حکیم حاذق سکرٹری انجمن قریشیہ گوجرانوالہ نے طب یونانی کا سب سے بڑا امتحان "زبدۃ الحکما" اول درجہ میں پاس کیا ہے۔ اس خوشی میں آپ نے ایک ہفتہ مفت علاج کیا۔

ہم آپ کو اس کامیابی پر دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

القریش کی اشاعت بڑھا کر اپنے فرض ادا کریں!

سیر حوادث

اعلیحضرت غازی امیر امان اللہ خاں خلد اللہ ملکہ والئے دولت خداداد افغانستان جن کی نسبت پچھلے دنوں احمدی جماعت کی طرف سے یہ مشہور کیا گیا تھا کہ وہ خلیفۃ المسیح کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کرکے احمدی ہو گئے ہیں۔ کے خلاف میرزا بشیر الدین محمود خلیفۃ المسیح نے صدر جمعیۃ الاقوام برطانیہ و فرانس کے وزرائے اعظم اور رئیس جمہور کے نام احتجاجی تار روانہ کئے ہیں۔ الزام یہ ہے۔ کہ "امیر ممدوح نے نعمت اللہ احمدی مقیم افغانستان کو اس جرم میں سنگسار کر دیا ہے کہ وہ احمدی تھا۔

امیر موصوف خلد اللہ ملکہ کی نصفت شعاری روز روشن کیطرح ظاہر ہے۔ مملکت افغانستان میں تمام اقوام اور جملہ مذاہب کو حق آزادی حاصل ہے۔ اور آئے دن کی اصلاحات خود انکا باعث ہو رہی ہیں۔ پھر یہ کب عقل مان سکتی ہے۔ کہ حضور نے ایک احمدی کو احمدیت کے جرم میں سنگسار کر دیا ہو۔ ہمارے خیال میں نعمت اللہ کی سنگساری و قتل میں واقعہ خوست کو ضرور دخل ہے۔ اور اس سے کوئی خلاف آئین جرم ضرور ہوا ہے۔ جس کی پاداش میں اسے یہ سزا دی گئی۔

بہتر ہوتا۔ اگر خلیفۃ المسیح صدر جمعیۃ الاقوام کا دروازہ کھٹکھٹانے سے پیشتر واقعہ کی اصلیت کی ٹوہ کر لیتے۔

مخلوق جب لہو و لعب میں خدا کو بھول جاتی ہے۔ دنیوی عیش و آرام میں آخرت کا خیال اس کے دل سے اٹھ جاتا ہے۔ مشاغل گوناگوں میں آئین الٰہی کی یاد نہیں رہتی۔ تو غیرت خداوندی جوش میں آتی اور طرح طرح کے شدید ترین عذابوں میں ڈالکر چوکنا دیتی ہے۔ مگر ہم ہیں کہ اس پر بھی اپنے توبہ دل کو صاف کرنے اور غفلت کا پردہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے گذشتہ دنوں ارضی و سماوی آفات و بلیات جو ہم پر نازل ہوئیں۔ اور جس سے شہروں کے شہر بستیوں کی بستیاں فنا و برباد ہو گئیں۔ کروڑہا جانیں لقمہ اجل ہو گئیں۔ کیا ہمارا دیدہ عبرت وا کرنے کیلئے کافی نہیں؟

ہندو مسلم عناد، شریف کی غداری، سیلاب و طوفان، ریل گاڑیوں کا تصادم، یہ سب غضب الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان سے کچھ عبرت سبق لیکر صراط مستقیم پر چلیں۔ دنیاوی آرام و راحت میں احکام خداوندی کو نہ بھولیں۔ اور اپنا وہ شعار بنائیں۔ جو ہمارے لئے حفظ و امن اور پھر آرام ابدی کا موجب ہو۔

حالات زمانہ بھی اور خطرناک شکل اختیار کر رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں آتش جنگ بھڑک اٹھی ہے۔ مراکش اور ہسپانیہ کی باہمی کشمکش زوروں پر ہے۔ مراکش میں ہسپانیہ کو شکست پر شکست نصیب ہو رہی ہے۔ گورنمنٹ ہسپانیہ بڑے وسیع پیمانہ پر آزادی اور چاہنے والوں کے کچلنے کی شد و مد سے تیاری کر رہی ہے۔ چین میں فتنہ پردازی کا بازار گرم ہے۔ اہل سرویا کی ایک فوج نے نئی اسلامی دنیا میں قتل عام کر دیا جس میں تین سو بیگناہ مسلمان مارے گئے۔ اور ۱۲۰ مکانات جلکر راکھ ہو گئے۔ ترکی اور روس میں قارص کے متعلق تنازعہ تھا۔ الحمد للہ کہ ترک حصول قارص میں کامیاب ہو گئے۔ برطانیہ، فرانس امریکہ اور جاپان کے گلے سوویٹ پر ہو رہے ہیں۔ مراکشیوں نے ریلوے تار اور ٹیلیفون کا سلسلہ توڑ دیا۔ جارجیہ میں سخت ہنگامہ بپا ہے۔ ادہر خوست کی حالت نازک تھی۔ لیکن اس کا ایک حد تک سدباب ہو گیا۔ ایک آگ ہے جو سب طرف لگی ہوئی ہے۔ خدا خیر کرے۔

امسال دنیا کے مختلف حصوں سے جو مسلمان حج بیت اللہ کیلئے سرزمین حجاز میں پہنچے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار بیان کیجاتی ہے۔ اس میں ۲۲ ہزار حاجی شریف اور اس کے متوسلین کی جہاں بانیوں سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ جن میں سے بارہ ہزار صرف جاوا سے آئے تھے۔ خدا مغفرت کرے۔

ولیعہد بھوپال کی حسرتناک وفات

والیہ عالیہ بھوپال کو ابھی چند ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ ان کے منجھلے صاحبزادے جنرل عبیداللہ خاں کا انتقال پر ملال کا صدمۂ جانکاہ نصیب ہوا۔ اور ابھی وہ زخم مندمل نہ ہوا تھا کہ ریاست کے ولیعہد شہزادہ نصراللہ خاں نے داعی اجل کو لبیک کہا

ہر دم زمانہ داغ الم بر جگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد

تمام اسلامی ہند محترمہ والیہ بھوپال کی اس مصیبت میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ جو انہیں عالم ضعیفی میں پے در پے صدمات کی صورت میں پیش آئی۔ اور صدق دل سے دعا کرتا ہے۔ کہ خداوند کریم انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ تاکہ وہ اپنے ہشیار فرزندوں کی جو ان کی عاطفت میں امن و راحت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حفاظت و نگہداشت میں معروف رہیں۔ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

حیدرآباد دکن اور کشمیر حضور نظام نے فسادات گلبرگہ کے متعلق ایک کمیشن تحقیقات مقرر کر دیا ہے۔ یہ وفد تمام واقعات کی تحقیقات کریگا۔ اور ہر معاملہ پر صداقت اور سچائی سے روشنی ڈالیگا۔ دونوں قوموں کو اس وفد کے سامنے اپنی شکایات پیش کرنے کی پوری پوری اجازت ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم کریگا۔ کہ مقامی پولیس نے کہاں تک اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیا ہے۔ حضور نظام کا خیال ہے کہ ان فسادات کی تہ میں کوئی زبردست اور اہم فروگذاشت موجود ہے۔ وہ یقین کرتے ہیں کہ پولیس نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔ اور بہت سے افسر اپنے مراکز سے دور تھے۔ ورنہ فساد رونما نہ ہوتا۔

حضور نظام کے اس اعلان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ حقیقت حال کے انکشاف۔ مظلومین کی دادرسی اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کے دل سے متمنی ہیں۔ اور نتیجہ تحقیقات سے پہلے یہ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ پولیس کی غفلت اور ادائے فرائض کی وجہ سے فسادات وقوع پذیر ہوئے۔

لیکن مسلم کشمیری کانفرنس۔ اسلامی پریس۔ اسلامی مجالس اور باشندگان کشمیر کی متحدہ استدعا کے باوجود دربار کشمیر نے کارخانہ ابریشم سرینگر کے واقعہ کے متعلق کوئی کمیشن تحقیقات مقرر نہیں کیا۔ اور تازہ حادثہ خانقاہ معلی پر جس میں نہ صرف پولیس کی غفلت بلکہ حملہ آوروں کیساتھ پولیس کی شمولیت بھی ثابت ہے۔ توجہ فرمائی۔ ہمیں توقع ہے کہ مہاراجہ صاحب کشمیر بہت جلد اپنے حوصلہ افزا اور منصفانہ اعلان سے مایوس مسلمانان کشمیر کو ممنون فرمائیں گے۔

مکالمہ

باپ :- (دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بھئی دروازہ تو کھولو۔

بیٹا :- (دریچہ سے جھانک کر) اماں جان ایک شخص ابا سے ملنے آئے ہیں۔

بیٹا :- بابو جی ! اباجان گھر نہیں کہیں بازار گئے ہیں۔

باپ :- (پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر) بیٹا دروازہ کھولو۔ میں ہی تمہارا ابا ہوں

بیٹا (ماں سے) اماں جان دروازہ پر کھڑا ہوا شخص کہہ رہا ہے کہ میں تمہارا ابا ہوں۔ لباس تو سب ابا ہی کا ہے۔ آواز بھی ملتی ہے۔ مگر شکل وہ نہیں ہے۔ ابا جان بڈھے ہیں۔ داڑھی سفید ہو چکی ہے۔ مگر یہ شخص بالکل جوان معلوم ہوتا ہے۔ داڑھی بالکل سیاہ ہے۔

ماں :- بیٹا جا کر دروازہ کھولدو۔ کہو مردانے میں تشریف رکھیں۔ غالباً تمہارے ابا کے کوئی عزیز دوست ہونگے۔ دروازہ کھلنے پر وہ صاحب بلا تکلف زنانخانہ کی طرف چل پڑے۔ جسے دیکھکر ماں اور بیٹا حیران تھے۔ کہ یہ کون شخص ہے جو خواہ مخواہ اندر آ رہا ہے۔

خاوند :- (بیوی اور بیٹے سے) آپ اس قدر تعجب کیوں کرتے ہو۔ میرے ایک دوست نے جناب قریشی عبد الرشید صاحب صدیقی گجرات (پنجاب) سے "خضاب رشیدی" منگایا تھا۔ میں نے بھی آزمائشاً دیکھا۔ یہ اسی کا جادو بھرا اثر ہے۔ کہ بغیر تکلیف اور صرف دو تین منٹ میں بال سیاہ ملائم۔ یعنی قدرتی انداز کے ہو گئے ہیں جس سے تم مجھے پہچان نہ سکے۔ اسباب کو سنکر وہ دنگ رہ گئے۔ اور خوش ہو کر کہا کہ بھئی اسکی چند شیشیاں منگوائیں۔

بیوی :- میاں ایسی چیز تو غالباً بہت مہنگی ہوگی۔

خاوند :- خوبی تو یہی ہے۔ کہ مہنگی بھی نہیں ہے۔ ایک بکس صرف چودہ آنے میں ملتا ہے جو احتیاط کیا جائے تو ۶ ماہ کیلئے کافی ہے۔ اور ایک بکس کا خرچ محصول ڈاک صرف ۸ ہے۔

بیوی :- ہاں میاں ایک بات مجھے یاد آئی کہ اگر یہ دوائی رنگ نہ دے تو پھر کیا کیا جائے۔

خاوند :- موجد کا دعوے ہے۔ کہ اگر خضاب رشیدی بالوں کو سیاہ نہ کرے۔ تو ہر شخص پچاس روپے کا دعوے کر کے بطور ہرجانہ لے سکتا ہے!!

بیوی :- تو آپ نے چند بکس منگا لیں کچھ میں اپنے میکے بطور سوغات بھیج دونگی۔

[illegible] بنام منیجر دفتر دی گولڈن ہیلتھ فارمیسی [illegible] (پنجاب)

مسلمانوں کی ترقی اور عظمت کا راز

فقط اس امر میں مضمر تھا کہ وہ ہر ایک بات میں اسوۂ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مد نظر رکھتے سو اگر آج بھی مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنا اور موجودہ قعر مذلت سے نکلنا چاہیں۔ تو خدا کے برگزیدہ مصلح اعظم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و طیبات اور مقدس حالات کا مطالعہ کریں۔ اور دوسروں کو مطالعہ کرنے کی ترغیب دلائیں۔

ہم نے اس مقدس مقصد کی اشاعت کے لئے سیرت رسول پاکؐ کے مختلف انواع مقدسہ پر مشاہیر و ممتاز اہل قلم اصحاب کے گل ہائے نظم و نثر کو ایک گلدستۂ طیب میں جمع کر کے اخبار ہذا کو **نبی نمبر** کے نام سے شائع کرنیکا اہتمام کیا ہے۔ جو بفضلہ تعالیٰ بہایت آب و تاب کیساتھ ۱۲ ربیع الاول مبارک کی تقریب سعید پر شائع ہوگا۔ اور اخلاق و پاکیزگی ادب و اطاعت احسان و اخوت و شجاعت اور اصلاح و فلاح کا بہترین مرقع ہوگا۔

صاحب ثروت و بابرکت اصحاب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس کی بہت سی کاپیاں خرید کر اپنے احباب و اقارب میں لڑکے لڑکیوں اور بہنوں بھائیوں میں تقسیم فرما کر داخل حسنات ہوں۔ ہدیہ فی کاپی ۲/ بارہ کاپی کیلئے عہ ۲۵ کے لئے ۴ ۵۰ کے لئے للعہ ۱۰۰ کے لئے ۱۵ــــــــ

اہل قلم حضرات سے استدعا ہے۔ کہ وہ اسوۂ نبی کریمؐ کی اشاعت میں مدد دینے کے لئے کچھ نکالیں۔ اور حبیب خدا کی سیرت پاک کے کسی نہ کسی نوع پر کوئی مضمون (نظم یا نثر میں) لکھکر اخیر ستمبر تک ارسال فرمائیں۔ خدا ان کی دماغ سوزی کا صلہ ان کو بہترین صورت میں دیگا۔ جملہ مضامین اور خریداری کے آرڈر و ترسیل زر بنام **منشی مولا بخش کشتہ ایڈیٹر اتحاد الاسلام امرتسر** (پنجاب)

اخبار الفقیہ امرتسر ہندوستان بھر کے اہلسنت والجماعت کا واحد ہفتہ وار مذہبی اخبار جسمیں مذہب اہلسنت والجماعت و فقہ حنفیہ کی حمایت و تائید میں علمائے کرام کے زبردست مضامین شائع ہوتے ہیں اور [illegible] اعتراضات کے دندان شکن جواب ہوتا۔ ہر ایک سنی بھائی کیلئے اسکا ملاحظہ ضروری ہے۔ خصوصاً ایسے حضرات کیلئے جنہیں غیر مقلدین مرزائی وغیرہ فرقوں سے گفتگو کا موقع ملتا ہے۔ انکیلئے تو ایک زبردست معاون و مددگار کا کام دیتا ہے ہر انگریزی مہینے میں چار بار شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ للعہ ششماہی [illegible] ملنے کا پتہ:۔ منیجر اخبار الفقیہ امرتسر پنجاب

ضمیمہ القریش ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء

خلاصۂ تقریر

جو حضور گورنر صاحب بہادر پنجاب نے انبالہ میں مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۲۴ء کو سکھ جاگیرداروں اور زمینداروں کے ایڈریس کے جواب میں فرمائی

"اب میں سکھ جاگیرداروں اور زمینداروں کے ایڈریس کی توجہ کرتا ہوں۔ امن علاقہ کے جاگیرداروں کا گورنمنٹ کے ساتھ بڑا پرانا اور گہرا تعلق ہے۔ یہ تعلق پنجاب میں انگریزی عملداری ہونے سے بھی پہلے کا ہے۔ میں آج آپ کو تمام سکھ قوم سے علیحدہ سمجھ کر کوئی بات نہیں کہتا۔ بلکہ آپ کو سکھ قوم کا ایک بڑا حصہ خیال کرتا ہوں جس کو کہ اپنے مذہبی کاموں کے ساتھ پیار ہے۔ اور جو یہ سوچ سکتے ہیں کہ ان شخصوں کی چال کیسی ہے جو کہ کچھ عرصہ سے آپ کے معاملات کو ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں"۔

"آپ کہتے ہیں کہ تمام سکھ قوم سرکار کی وفادار ہے۔ اور امن و امان سے رہنے والی ہے۔ آپ ان لوگوں کی چالوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ جو کہ مذہبی کاموں کے بہانہ سے الٹے خیال پھیلا رہے ہیں۔ جن سے قوم کے امن کا ستیاناس ہو رہا ہے۔ اور جن سے گڑبڑ زیادہ ہو رہی ہے۔ میں آپ کو ٹھیک کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جس کو سکھ قوم کے پرانے حالات معلوم ہیں۔ وہ ان کی خدمات کی بڑی قدر کرتا ہے۔ جو انہوں نے سرکار کے لئے کی ہیں۔ اور وہ سکھوں کی سب خوبیوں کو بھی جانتا ہے۔ جن سے سکھوں نے نام پیدا کیا ہے۔

ایسا شخص کون ہے۔ جو ان کے ساتھ ہمدردی نہ کرے۔ جو اپنے مذہب کی خاطر سچائی سے کام کرنے والے ہوں۔ گورنمنٹ بھی کبھی ان کے برخلاف نہیں ہوئی۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ ہمارے راج میں ایسے اچھے اور جائز کاموں کی مخالفت ہو ہی نہیں سکتی۔"

"اب میں ایک بات اپنی طرف سے کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اپنی قوم کے ایک گروہ کی۔ باتیں سنیں تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ وہ میری نسبت یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ میں نے سکھوں کے ساتھ دشمنی کرنے کا عہد کر لیا ہے۔ اور میں ان کا ستیاناس کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں ایسی بے بنیاد باتوں کے گھڑنے والوں اور ایسی افواہوں کے اڑانے والوں کو کیا کہوں۔ میں اپنی اور گورنمنٹ کی رائے میں مناسب تمیز نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر مجھے ظاہر کرنا پڑے۔ تو میں یہی کہوں گا کہ ہم سکھوں کو تباہ کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ان کو بچانا چاہتے ہیں۔ جو قوم کسی غرض سے دوسرے فرقوں کی حق تلفی کرے۔ یا سرکار کے حکم کو رد کرے۔ وہ قوم بدنام ہو جاتی۔ اور اپنے مرتبے سے گر جاتی ہے۔ ہم سکھوں کو اس نقصان کے خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سکھوں کی مدد کرکے ان کے گوردوارے قانونی اور جائز طریقہ سے ان کو دلوا دیں۔ ہم نے آج تک ان کے مذہبی کاموں میں جو قاعدہ اور قانون کی حد کے اندر کئے جاویں۔ کبھی رکاوٹ نہیں کی ہے۔ اور نہ آیندہ کریں گے۔ ہم نے اس معاملہ میں اس نیت سے دخل نہیں دیا۔ کہ ہم سکھوں کے کسی گروہ کی ان کے مذہبی کاموں میں مخالفت کریں۔ لیکن ہمارا ضروری فرض ہے۔ کہ امن اور قانون کو قائم رکھیں۔ اور دوسرے فرقوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔ اور لوگوں کو عدالتوں سے ہوئے حقوق کا پورا فائدہ اٹھانے دیں"۔

"ہمارا شروع سے یہ دستور رہا ہے۔ کہ ہم کسی فرقہ کے مذہبی کاموں میں دخل نہ دیں۔ لیکن اگر مذہب کے بہانہ سے لوگ دوسروں کے حق اور جائداد پر قبضہ کرنے لگ جاویں۔ اور ملک کے عام قانون کو توڑنے لگ جاویں۔ تو ہم یہ کسطرح سے گوارا نہیں کر سکتے جس گورنمنٹ کی عدالتوں کی حکموں کی تعمیل نہ ہو سکے۔ اس گورنمنٹ کی کیا حالت ہوگی"؟

"اگر آج کوئی قوم زبردستی سے کسی خاص قوم کی جائداد پر قبضہ کرتی ہے۔ تو کل کو دوسری

قسم کی جائداد پر بھی قبضہ کرلے گی۔ اگر ایسی باتوں کو اب ہی نہ روک لیا جاوے۔ تو بچاؤ کیسے ہوگا۔ یہ ہے ہماری حالت کا خلاصہ اس میں کسی کے ساتھ دشمنی کی کوئی بات نہیں۔ نہ دباؤ ڈالنے کا مطلب ہے۔ بلکہ کسی اچھی حکومت کو قائم رکھنے کی موٹی موٹی اور لازمی باتیں ہیں۔ خواہ کوئی بھی گورنمنٹ ہو اس کو یہ طریقہ ضرور اختیار کرنا پڑے گا۔"

"آپ بھی ہماری طرح چاہتے ہیں۔ کہ یہ مشکل حل ہو جاوے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بہت بھولے بھالے اور اچھے لوگ ایسے رستہ پر لیجائے جا رہے ہیں جس میں خطرہ اور نقصان نظر آرہا ہے۔ بلکہ آپ کا تو اس معاملہ میں گورنمنٹ سے بھی بڑھ کر تعلق ہے۔ کیونکہ آپ کی اپنی قوم کی ہر قسم کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ سرکار کی دقت تو صرف اتنی ہے۔ کہ اسے صوبہ کی تین بڑی قوموں میں سے ایک قوم کے ایک گروہ کی وجہ سے کل صوبہ کے صرف چند ضلعوں میں امن و امان قائم رکھنے کے متعلق کچھ تکلیف گوارا کرنی پڑتی ہے۔"

"جو لوگ اس شورش کو پھیلا رہے ہیں۔ ان کی بڑی بھاری غلطی ہوگی۔ اگر وہ اب بھی پہلے کی بخیال کریں۔ کہ وہ گورنمنٹ کو تنگ کرنے میں موجودہ حد سے بڑھ سکتے ہیں۔ آپ اس علاج کی تلاش کر رہے ہیں۔ اور ہمارا بھی فرض ہے۔ کہ آپ کی قوم کی اس معاملہ میں مدد کریں۔ کیونکہ اس قوم سے ہمارے پرانے اور گہرے تعلقات ہیں۔"

"میں اب سارے سکھوں کے متعلق ذکر کرتا ہوں۔ نہ کہ ان کے کسی خاص گروہ کے متعلق۔ تمام سکھ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے تمام گوردوارے حاصل کریں۔ اب تک ایسے تمام جھگڑوں کا فیصلہ دیوانی قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور ہم اس قانون کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اور رکھیں گے۔ اگر دیوانی عدالتیں کسی شخص کے حق میں آخری فیصلہ کریں۔ کہ اسے کسی مذہبی مقام یا وقف کی جائداد پر حق حاصل ہے۔ تو خواہ ہماری ذاتی رائے یا ہمدردی کچھ ہی ہو۔ اور خواہ ڈگریدار کوئی ہی ہو۔ ہم کو ایسی ڈگری کی اجرار کرانی پڑے گی۔ خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو۔ اگر عدالتیں کوئی ریسیور مقرر کریں۔ تو اس کو بحال رکھنا ہمارا فرض ہوگا۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ننکانہ صاحب اور گورو کے باغ

کے متعلق نئے واقعات کو مدنظر رکھ کر ان حالات کو صاف طور پر ظاہر کر دوں۔ ہم خود ایسے جھگڑے کھڑے نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص پہل کرتا ہے۔ تو ہم معاملہ عدالت کے سپرد کر دیتے ہیں لیکن ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ کوئی جماعت یا گروہ ہماری عدالت کے حکموں کو کسی بہانہ سے بھی توڑے"۔

"اس کے بعد سکھ قوم اگر خیال کرتی ہے۔ کہ نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ تو علاج صرف ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ موجودہ قانون کو تبدیل کرایا جائے۔ ہم نے یہ علاج پہلے بھی آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور اب پھر پیش کرتے ہیں۔ ہم کسی صورت میں دوسروں کی حق تلفی اور خلاف قانون کارروائی کے حامی نہیں بنیں گے۔ لیکن اگر آپ اس بات کا خیال رکھکر کہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو۔ اپنے گوردواروں اور وقف کی جائدادوں کو اپنے قبضہ میں لانے کے لئے کوئی مناسب قانون بنوانا چاہیں۔ تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ یہ غلط بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہماری موجودہ پالیسی سکھوں میں نفاق ڈلوانے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے خلاف کھڑا کرنے کی ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے۔ کہ تمام سکھ برابر اور پورا حصہ لیں۔ اور جو طریقے میں نے ابھی بیان کئے ہیں۔ ان کے مطابق عمل کر کے اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کریں"۔

آفتاب برقی پریس امرتسر

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایمائے سے القریش نمونۃً ارسال ہو رہا ہے ان کا

قومی واخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے اپنے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب
واعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی قوم کی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔
کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرضِ محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور رہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کرکے وہ اپنے ارادۂ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع
کریں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی زیر باری کی موجب نہ ہو۔ خاموشی رضامندی پر محمول کرکے آئندہ اشاعت
پرچہ بصیغہ وی۔ پی روانہ کرنیکا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

رؤسا حضرات سے للعہ/ متوسط احباب سے عہ/ طلباء سے عہ فی پرچہ ۴/ امتیازی قیمت سے ۳/

رعایتیں

(۱) چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے علی التواتر
پسندیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے
صاحب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل
فہرست بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت۔

مینیجر القریش امرتسر

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ سہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا۔

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثارِ نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل کے مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں:۔

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جس سے مقاصد مجوزہ مذکرہ کی تکمیل مقصود ہو۔

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر کیونکہ کسی پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ **منیجر القریش امرتسر**

کلام الملوک ملوک الکلام

تقریب میلاد النبی صلعم جو فرمان خسروی جریدۂ غیر معمولی میں شائع ہوا۔ اور صیغہ سیاسیات کے توسط سے عز ورود لایا ہے۔ وہ افادۂ مسلمین کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

قطعہ

جلوہ فرماست عجب ماہ ربیع الاول — مظہر مہر عرب ماہ ربیع الاول
ساختہ سرو در و دیوار منور عثمان — رشک مراۃ حلب ماہ ربیع الاول
مقطع۔ اگرچہ شامل خلق لیکن اے عثمان — ہم از خدائے تو باشد حیا رسول کریم

نعت شریف

مطلع۔ شہ دیار فنا و بقا رسول کریم
مدار دور سماؤ علا رسول کریم
سراج عقل و محیط علوم و حیط فضل
مناط سلسلۂ انبیا رسول کریم
طراز عرش برین زیب کرسئ توحید
ہمایۂ کنگرۂ ارتقا رسول کریم
شعاع شمس نبوت۔ ضیائے بدر کمال
زہد فہم و ورا انورا رسول کریم
معین عین عنایات و مستعان ہمہ
ملاذ و مامن و ماوائے رسول کریم
مریض ہجر تو از ہر علاج مستغنی است
مسیح نام تو۔ یاد ت دوا رسول کریم
گدائے کوی توام غیر ازیں نبایدنیست
تو محرم من خستہ بیا رسول کریم
ز ہوش رفت چو موسیٰ ہر آنکہ جرعہ کشید
زکاسۂ تو مئے پر صفا رسول کریم
بدان کہ حبل متین خدا بہ مذہب ما
علاقہ ایست کہ داریم یا رسول کریم
ز ہے محمد و محمود و احمد و حامد
شفیع و شافع و کہف الوریٰ رسول کریم

دیگر

مطلع۔ عشقے بدلم ہست ز سر وا مدینہ
یارب بسر من کن بہ سرکار مدینہ
چون مسکن آن مطلع انوار خدا ہست
نور یست عیاں از در و دیوار مدینہ
یک نفحۂ عنبر بد ماغم برساں زود
اے باد صبا زاں گل بیخار مدینہ
اے شیخ ترا جنت فردوس مبارک
باشم من شوریدۂ گلزار مدینہ
از بہر خریداری رحمت ملک آئند
پا ساختہ از سر سوے بازار مدینہ
اے ساقی کوثر ز فیوض تو بخواہد
این تشنہ دہن شربت دیدار مدینہ
از عرش بہ ہر شام و سحر بہر زیارت
افواج ملائک شدہ حضار مدینہ
عمریست کہ ہستم بدل و جاں من شیدا
جویندۂ و مشتاق و طلبگار مدینہ
باشد چہ فلک۔ عرش بریں نیست مشابش
اے صلی علیٰ رفعت انوار مدینہ
ہر خاک نشین تخت نشین است در آنجا
چتر است بہ سر سایۂ اشجار مدینہ
مقطع۔ از لطف عمیم شہ لولاک عجب نیست۔ عثمان برسی گر تو بہ دربار مدینہ

شذرات

احباب ذیل سے کھلا مطالبہ

منیجر القریش کی اپیل

ذیل کی اپیل بغور پڑھیں اور اس میں نام دیکھیں

"القریش" کی توسیع اشاعت کے لئے بارہا دست سوال دراز کیا گیا۔ اس کے آمد و خرچ کا گوشوارہ چھپ کر شائع ہوئے۔ کئی دفعہ یہ بات ظہور میں لائی گئی کہ القریش کی مالی حالت نہایت کمزور ہے۔ مگر افسوس ہے کہ (۱) پیر اصغر علی صاحب ضلعدار (۲) قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات (۳) خان بہادر مولوی خان محمد صاحب فاروقی آنریری مجسٹریٹ کے سوا کسی نے بھی توجہ نہیں کی حالانکہ اس کی خدمات حق کا لفظی اور زبانی اعتراف بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے جس کے لحاظ سے ایک ہی اشارہ پر ہمارے مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے احباب کو اپنی تمام و کمال توجہ ادہر معطوف کر لینی چاہئے تھی۔

چونکہ عام اعلان کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور مالی کمزوری کی انتہا ہو گئی ہے۔ اس لئے آج ہم اپنے ان خاص مربیان کی جن کی ذات پر القریش کو بہت بڑا دعوےٰ اور ناز ہے۔ اپیل کرتے ہیں کہ وہ ذرہ قومی حمیت توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اس کی خدمات کا عملی اعتراف کریں۔

جن احباب کے اسمائے گرامی ذیل میں دئے گئے ہیں۔ یہ سب کے سب بفضل خدا حلقۂ اثر وسیع رکھتے ہیں۔ اور یہ ناممکن ہے کہ دو دو چار چار خریدار مہیا کرنے میں ان کی ساعی کامشکور نہ ہوں۔ اگر ہر ایک صاحب کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ خریدار مہیا کر دیں۔ تو القریش کی مالی مشکلات ایک حد تک رفع ہو سکتی ہیں۔

امید ہے کہ ہماری یہ خاص اپیل رائیگان نہ جائے گی۔

اسمائے گرامی

(۱) مولانا نامی کوہ سوار نظامی (۲) قاضی عبدالعزیز صاحب گورداسپور (۳) مولوی حامد علی صاحب (۴) پیر غضنفر حسین صاحب سب انسپکٹر پولیس (۵) پیر نور اللہ شاہ صاحب ہیڈ کلارک (۶) مولوی عبدالحمید صاحب سوداگر (۷) ایس ایم اے کشفی شاہ صاحب نظامی (۸) قریشی فقیر محمد صاحب پنشنر انسپکٹر (۹) شیخ غلام حسین صاحب شاکر سب اوورسیر (۱۰) مولوی امام الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ (۱۱) قریشی محبوب عالم صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ (۱۲) قاضی شاہ ولی صاحب وکیل (۱۳) قاضی عطاء اللہ صاحب وکیل (۱۴) منشی حبیب اللہ خان صاحب ٹھیکیدار (۱۵) بابو غلام اصغر شاہ صاحب سب اوورسیر (۱۶) پیر اکبر علی صاحب نائب تحصیلدار (۱۷) مولوی غلام غوث صاحب صدیقی سکرٹری ایڈ آفس (۱۸) مولوی غلام صدیقی داروغہ (۱۹) مولوی عبدالعزیز صاحب صدیقی تحصیلدار (۲۰) مولوی انعام اللہ صاحب صدیقی اپر سبارڈینیٹ (۲۱) ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب ایڈیٹر سکرٹری انجمن قریشیہ (۲۲) پیر علی احمد صاحب فریدی (۲۳) قاضی باقی شاہ صاحب (۲۴) سید حبیب پیر صاحب سکرٹری خلافت (۲۵) نواب سعادت علیخان صاحب قزلباش (۲۶) قریشی مہر الدین صاحب کلرک بنک (۲۷) قریشی نواب علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (۳۰) پیر فیروز شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس (۳۱) جناب مولوی محمد الیاس صاحب آبدار (۳۲) قریشی غلام نبی شاہ صاحب رئیس و ذیلدار۔

پافندون کی بیداری

چند روز ہوئے امرتسر کے مقام پر پافندہ برادری کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ قومی سود و بہبود اور اصلاحی امور میں انہوں نے دلچسپی لیتے ہوئے قومی مرکز کے قیام کی سخت ضرورت محسوس کی۔ انہوں نے اپنی تعلیمی اور اقتصادی حالت سدہارنے اور میدان عمل میں ترقی پذیرفتہ اقوام کے قدم بقدم چلنے کے لئے حسب جرأت و جسارت کا عملی ثبوت پیش کیا۔ وہ ان لوگوں کے لئے شرم و ندامت کا باعث ہے جو پدرم سلطان بود کا مصداق اور قومیت پر نازاں رہ کر ہاتھ پر ہاتھ دہرے خاموش بیٹھے ہیں۔

قومی مرکز کی مالی ضروریات کے سوال پر چار آنہ ماہوار کی امداد حاضرین نے بخوشی تمام منظور کی چنانچہ کم و بیش اڑہائی تین ہزار کا زر چندہ اسی وقت نقد جمع ہو گیا۔

اجلاس میں علی الاعلان ان افراد برادری کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کیا گیا۔ جو ذات پات کے سوال کو لیکر شہرت و نام و نمود کے خیال سے دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئے تھے۔

پافندہ برادری کے اس اجلاس نے پنچایت سسٹم۔ تعلیم و تربیت اولاد اور رسومات قبیحہ کے انسداد کی طرف ایک زبردست اور تیز قدم اٹھایا اور تجاویز کو عملی صورت میں لانے کے لئے کارکن کمیٹیاں منتخب کر دیں۔

جو قوم "نیم تنا در گور اور نیم تن در زندگی" کی مصداق بنتی اور عوام کی نظروں میں پرلے درجے کی بیوقوف اور زمانہ کی ہوا سے نا آشنائے محض ہے۔ اپنی پہلی نشست میں وہ قابل رشک اور لائق تعریف کام کر جاتی ہے۔ جو ایک ممتاز ہستی کی دعویدار قوم سے نہیں ہو سکتا۔

ہماری غفلت

دنیا میں اس وقت کوئی قوم ایسی نہیں جو حالات زمانہ سے متاثر ہو کر اپنی عزت کے قائم و برقرار رکھنے کے لئے میدان عمل میں نہ آئی ہو رذیل و شریف ادنیٰ و اعلیٰ سب شاہراہ عمل میں گام فرسا ہیں۔ اور ایک سے دوسری بڑھنے اور اوج ثریا پر پہلے پہنچنے کے لئے ساعی ہے۔ مگر بدقسمتی سے مدعیان "قریش" یوں بے حس و حرکت اور خاموش بیٹھے ہیں

کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا
وہ سب کر چکے ایک باقی ہے مرنا

ان کالموں میں بارہا ہم دوسری قوموں کی ترقی و بیداری کی مثالیں پیش کر کے قریشی برادران کو قوم را سے بیدار کرنے کی تحریک و ترغیب اور ایسے ایسے اقتباسات درج ہو چکے ہیں جو ذرہ بھر بھی احساس رکھنے والی اقوام کے لئے "تازیانۂ عبرت" کا موجب ہو سکتے تھے۔ مگر افسوس کہ ہمارے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ ہمیں ہوش نہ آئی۔ دنیا بدل گئی۔ زمانہ پلٹ گیا حریف کہیں سے کہیں نکل گئے۔ لیکن ہم اسی نشہ و خمار میں مست و مدہوش ہیں۔ جو سر سے بغیر نہیں ٹلتا۔ ہمارا مرض مہلک ہے۔ ہماری حالت ناگفتہ بہ۔ ناشدنی سر پر سوار ہے۔ اور موت سرہانے کھڑی۔ آہ اگرچہ موجی سیر دالہ اور باقندہ برادری سے بھی ہم گئے گذرے ہیں لیکن ہمیں شرم نہیں آتی۔ ہم بدنام کنندۂ نکونامے چند کے سچے مصداق ہر گز نہیں ہیں۔ کیا ہم قریش کے نام لیوا ہیں۔ کیا ہم وہی ہیں جنہیں کبھی سرتاج اقوام عالم ہونے کا فخر تھا۔ آہ یہ رسالتماب ختم المرسلین فخر قریش کی یادگار قوم کا حال ہے۔ ہائے

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے　　کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آباء کو ہم سے گہن ہے　　ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے
نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت　　نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت　　خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں دوستی آشکارا
غرض کی تواضع غرض کی مدارا
نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم　　نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم　　نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں
تنزل کی ہے بری گت ہماری　　بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے حرمت ہماری　　نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کے جیتے ہیں سارے

کہتے ہیں کہ ہر وہ قوم جس پر ادبار و تنزل کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوتی ہیں۔ اور جو قعر مذلت کے اسفل السافلین اور انحطاط کے ورطۂ عمیق میں پہنچ چکی ہیں۔ اس میں فال فال ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو اپنی حالت پر ترس آتا ہے۔ کیا مدعیان قریش میں کچھ خدا کے بندے ایسے ہیں۔ جنہیں قوم کی اس حالت پر ترس آئے اور وہ مصائب و حوادث کے گرداب سے نکالنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار سکیں۔ اور خصتہ بخت قریشیوں کو اقوام عالم کی تقلید و پیروی کے۔ بیدار کرنے کی توفیق رکھتے ہوں۔

ہماری مایوسی و نا امیدی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب ہم قوم کی طرف سے جلے دل کے ان سوالات کا کوئی جواب نہیں پاتے۔

ہم چاہتے ہیں۔ کہ کرسمس دسمبر کی تعطیلات میں قوم کی پسماندگی اور وارفتگی پر غور کرنے کے لئے قریشیوں کا بھی اجتماع ہو۔ اور وہ بھی اپنی کھوئی ہوئی عزت و عظمت پر ایک نظر ڈال کر زمانہ کا ساتھ دیں۔ ورنہ وہ کچلے جائیں گے۔ تباہ ہو جائیں گے۔ اور اس گناہ کبیرہ کا بوجھ ان کی گردن پر رہے گا۔ جو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر کچھ نہیں کرتے۔

کیا ہمارے ناظرین اس رقت آمیز داستان سے متاثر ہو کر کہیں کسی نیک نتیجہ پر پہنچانے کے لئے اپنی اپنی آراء سے مستفید کریں گے۔

ناظرین القریش خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف　　(منیجر القریش امرتسر)

قصص القرآن

باب التفسیر

قتل نفس

قابیل و ہابیل

بصائر و مواعظ، نتائج و عبر

(۳)

اسلام دونوں کا جامع ہے

مسیح کی تعلیم صرف اخلاق ہے۔ اور موسیٰ کی شریعت صرف قانون لیکن وہ جس نے کہا کہ میں خانۂ نبوت کی آخری اینٹ ہوں دا، وہ جس طرح ایک معلم اخلاق تھا اسی طرح ایک مقنن آئین و قانون بھی تھا اس نے کہا۔ والذین اذا اصابہم البغی ھم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ فمن عفا واصلح۔ فاجرہ علی اللہ۔ انہ لا یحب الظالمین۔ ولمن انتصر بعد ظلمہ۔ فاولئک ما علیہم من سبیل۔ انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق۔ اولئک لہم عذاب الیم۔ ولمن صبر وغفر ان ذالک لمن عزم الامور۔

خدا کے پاس کی وہ اجرت جو سراسر خیر اور دائمی ہے۔ ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو اس سرکشی اور بغاوت کا جواب کے ساتھ کیجائے انتقام لیتے ہیں۔ کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے۔ البتہ جو معاف کردے اور صلح کرلے تو اس کا اجر خدا پر ہے۔ وہ ظالموں کو پیدا نہیں کرتا ہے۔ جو اپنے مظلوم کے بعد اپنے ظلم کا انتقام لے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو انہیں پر ہوتے جو خود لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں۔ جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ مگر جو صبر کرے اور دوسروں کی خطا بخشدے تو یہ بڑی ہی حوصلگی کے کام ہیں۔

اسلام اور شرائع سابقہ کا یہ فرق ایک نہایت اہم اور اصولی نکتہ دقیق ہے۔ اور افسوس کہ اس کی تشریح ضمناً ممکن نہیں۔ اور مصیبت یہ ہے۔ کہ ایک موضوع پر لکھتے ہوئے کتنے ہی ضمنی مطالب کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے۔

ماحصل مبحث

ان تمام آیات میں بار بار اعادہ ہوا ہے کہ شریعت حقہ الٰہیہ نے خونریزی کو اکبر الاثم اور قتل نفس کو معصیۃ کبریٰ قرار دیا ہے۔ تاہم بقائے حفظ سلام عالم، وامنیۂ انسانی و قیام عدل و نظام کیلئے دو دو صفتے کے لوگوں کا خون بہانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری و الزم بھی

بتلایا ہے۔

(۱) ایک وہ جس نے کسی مظلوم انسان کا ناحق خون کیا۔ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کہ اس کے عمل بد سے دنیا محفوظ رہے۔ اور اس کا اقدام خونیں متعدی نہ ہو۔

(۲) دوسرا وہ جو زمین کے امن و سلامتی کو برباد اور قوموں کے سکون و راحت کو غارت کرتا ہے۔ جو انسانوں کے خون کی عزت نہیں کرتا۔ جس کا وجود دنیا کے باعث مصائب و حوادث اور موجب برہمی صلح و سلام ہے۔ اور جو انسانوں کے حقوق اور خدا کی بخشی ہوئی آزادی و خود مختاری کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ وہ بھی قتل کیا جائے کہ فی الحقیقت اس کی دنیا کی زندگی ہے۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الباب۔ دانشمندو! قصاص و انتقام کے خون ہی میں تمہاری زندگی کا سرچشمہ ہے۔

اور اسلام کا یہ قانون کس کو معلوم نہیں

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ اور بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے جیسی کہ کی گئی ہے۔

یہی اصل الاصول دنیا کے مادی قوانین اور عدالت کو بھی قرار دینا پڑا ہے۔ اور سیاست اخلاقی بھی اپنی تعلیم رحم و درگذر کو یہاں پہنچکر یکسر بھلا دیتی ہے۔ وہی عدالت جو خون ریزی کو جرم بتلاتی ہے۔ جب خونریزی کی جائے۔ تو اس کا انصاف خونریزی ہی سے کرتی ہے۔ اور جس نے تلوار سے خون بہایا ہے۔ اس کو عدالت کے جلاد کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے۔ یا سولی کے تختے پر کھڑا کیا جاتا ہے۔

اخلاق سے بھی اگر فتویٰ کیا جائے۔ تو وہ عدالت کا ساتھ دیگا۔ کیونکہ اس بارے میں اصل الاصول یہ ہے۔ کہ "انسانی زندگی اور اس کے فطری حقوق کی حفاظت کی جائے"۔ رحم بھی اس لئے ہے۔ تاکہ کسی پر سختی کر کے اس کی حیات و حقوق طبیعہ کو گزند نہ پہنچایا جائے۔ درگذر اور عفو بھی اسی لئے ہے۔ تاکہ انسانی زندگی کا احترام اور انسانی حقوق حیات کا اعتراف کیا جائے۔ لیکن اگر اس عفو و درگذر۔ اس تعلیم حفظ نفس اور عدم قتل و خون ریزی سے خود وہی اصل الاصول خطرے میں پڑ جائے جس کی بنا پر یہ تمام اصول قائم کئے گئے تھے۔ تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ جس طرح انسانی زندگی و حقوق کی حفاظت کے لئے منع قتل کی تعلیم دی جاتی تھی ٹھیک ٹھیک اسی طرح انسانی زندگی اور حقوق کی حفاظت ہی کے لئے قتل و خونریزی کی بھی اجازت دی جائے۔

اخلاق کا وعظ کہتا ہے۔ کہ "قتل مت کرو" اور عدالت فیصلہ کرتی ہے۔ کہ "قاتل کو پھانسی پر چڑھا دو" دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک ایک ہی درجے میں دونوں انسانی زندگی اور حقوق طبعی کے محافظ ہیں۔ پہلا خون کے روکنے کے لئے ایسا کہتا ہے۔ تو دوسرے کا بھی فیصلہ خون ہی کی حفاظت کے لئے ہے۔

البتہ اس عالم کی ہر راہ بلصراط ہے۔ اور صراط مستقیم عدل و اعتدال کا نام ہے۔ پس اگر اخلاق کے وعظ نے تفریط کی۔ اور قانون و سیاست نے افراط۔ تو دونوں کی تعلیم نظام امن و عدل کو درہم برہم کر دیگی۔

کوہ سینا کے اعتکاف نشین نے مقدس تختیوں پر جو کچھ لکھا اور گلیل کی گلیوں میں جس اخلاق کی منادی کی گئی۔ وہ دونوں نظام دقوام کے دو علیحدہ عنصر ضرور تھے۔ پر الگ الگ دنیا کے لئے بیکار تھے۔ ایک یکسر قانون تھا۔ جو بقول یہودی انشاء پرداز پولیس کے صرف سزا ہی دے سکتا تھا۔ پھر بچا نہیں سکتا تھا۔ دوسرا اخلاق محض تھا۔ جو حسن و جمال میں تو دلفریب تھا۔ پر عمل و نظام کے لئے نہ صرف بیکار ہی تھے۔ بلکہ اس کی بیماری کو اور زیادہ کرنے والے تھے۔

لیکن جب وہ دنیا سے گیا۔ جس کا جانا ہی بہتر تھا۔ تاکہ آنے والے کو جلد بھیجنے کے لئے اپنے آسمانی باپ سے سفارش کرے۔ اور خداوند نے طور اور زیتون کے پہاڑوں کی جگہ فاران کی چوٹیوں سے اپنی ندا بلند کی۔ تو وہ آ گیا۔ جو موسیٰ کے قانون اور مسیح کے وعظ کو پورا کرنے والا تھا۔ اس نے ناقص کو کامل اور ادھورے کو پورا کیا۔ اور ان دونوں عنصروں کو جو الگ الگ تھے۔ تسویہ و اعتدال کیساتھ اس طرح ترکیب دیا کہ قانون کا عدل و اخلاق کا رحم دونوں باہم مل گئے۔ اور امنیت و نظام انسانی کا ایک مرکب صحیح و صالح پیدا ہو گیا۔

اسی مرکب میں "جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا" اور "ولمن صبر وغفر ان ذالک لمن عزم الامور" دونوں عنصر موجود ہیں۔

یہی شریعت حقہ الہیہ ہے۔ یہی ناموس طبعی و سنتہ ربانی ہے۔

یہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ہے۔ اور اگر ایک لحہ ایک دقیقہ کے لئے بھی اس کی حکومت دنیا سے اٹھ جائے اور صرف تورات کی قساوت یا صرف انجیل کی محبت دنیا پر مسلط ہو جائے تو دونوں حالتوں میں دنیا امن و مدنیۃ کی جگہ قتل و خونریزی۔ نہب و سلب وحشت و سبعیت اور جرائم و معاصی کا ایک شیطان کدہ بن جائے۔

آخری نتیجہ

آخری نتیجہ جو ان مراد و ترتیبات کے بعد سامنے آتا ہے یہ ہے۔ کہ اس شریعت الٰہیہ نفس انسانی کی محافظ ہے۔ اور اس لئے وہ دونوں صورتوں میں حسب تصریح بالا قتل نفس کو فرض والزام قرار دیتی ہے۔ ان صورتوں میں انسانوں کا قاتل مجرم و عدی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک نہایت مقدس فرض انسانیت و عدالت حقہ انجام دینے والا ہوتا ہے۔ وہ ویسا ہی محب انسانیت اور نوع خواہ و امن پرست ہو۔ جیسا کہ خود قانون اور عدالت کی قوت۔ اس کا اخلاقی عمل نہایت اقدس و محترم ہے کیونکہ اس قتل نفس کے ذریعہ تمام جمعیۃ انسانی اور عدل و نظام امنیت کی خدمت انجام دیتا ہے۔

دنیا کا قانون اور اخلاق دونوں شریعت الٰہیہ کے اس اصول حکم کے قولاً و عملاً دونوں طرح پیرو ہیں۔ گو بعض اوقات اپنے قول و عمل کو بھول جائیں۔

عود الی المقصود

پس اس لئے تھا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر کے بازار میں ایک قبطی پر ہاتھ اٹھایا۔ اور وہ مرگیا۔ اس کا قصہ "قصص بنی اسرائیل" کے سلسلے میں قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اور یہ آج کی تمہید طویل اسلئے تھی۔ تاکہ کل اس واقعہ پر ایک غائر نظر ڈال سکیں۔ اور پہلے ایک اصول قانون و فیصلۂ اخلاق و شریعت ذہن نشین ہو جائے۔

نوحہ رضیہ بیگم

آج میں اتفاقاً کانپور آنکلا۔ اپنے ایک عزیز کے پاس "القریش" ماہ ستمبر دیکھا پڑھا تو "وفات حسرت آیات" پر نظر پڑگئی اگر اب تک آپکے پاس مادۂ تاریخ وفات رضیہ بیگم نہ پہنچی ہو تو خاکسار کی قطعہ تاریخ ذیل قبول فرمائے جو جناب ہی کے نام سے لکھدیا گیا ہے۔

مری داد دے۔ اے خدائے جہاں
کہ نازل ہوئی آفت ناگہاں

وہ رضیہ جو تھی میری نور نظر
وہ رضیہ جو تھی میری آرام جاں

مجھے دے گئی صدمۂ جاں گداز
مجھے کر گئی مبتلائے فغاں

ہوئی بے صبر آج میری نگاہ
ہوا بے چراغ آج میرا مکاں

بری طرح تو میرے پیچھے پڑی
تجھے کیا کہوں گردش آسماں

نہیں صبر آتا دل زار کو
میں کب تک رہوں ہائے نالہ کناں

وہ آئی تھی لے کر سہ سالہ حیات
وہ اتنے ہی روزوں کی تھی میہماں

خدایا مجھے صبر اور شکر دے
اور اس بے گناہ کو عطا کر جناں

نہ تھا مادۂ فکر تاریخ کا
کہ مصروفیت غم میں تھی بے گماں

مگر کچھ یہ تائید غیبی ہوئی
کہ تاریخ خود آگئی بر زباں

یہ آسان ہے دوستو کہ روز و مرد
مگر ۔ آہ معصوم رضیہ کہاں

۱۲ ھ ۴۲

باب التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملک حبش میں ایک اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے چند مجاہدین

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۲)

ملک حبش

آٹھویں صدی ہجری میں حبش کا ملک ۱۲ صوبوں پر منقسم تھا۔ ہجرت تکرور۔ بجزا۔ رشارہ۔ دالوت۔ لاسخان۔ سنہر۔ زنج۔ سعد الامراء۔ حماسا۔ بار۔ یا۔ زیلغ۔

پہلا صوبہ زمانۂ قدیم میں مقام حکومت تھا۔ جس کا نام پہلے احترام اور بہتر فرما کبھی تھا۔ لیکن آٹھویں صدی میں دار الحکومت امجرا قرار پایا جو مرعدی کے نام سے موسوم ہے۔ آخری صوبہ جو زیلغ ہے بساحل بحر احمر کے پاس یمن کے مقابل واقع ہے۔ اور اس لئے وہاں عربوں کی کثیر آبادی موجود ہے۔ عربی نام اس صوبہ کا "خراز اسلامی" ہے۔

ان ۱۲ صوبوں میں سے ہر صوبے میں بادشاہ کی طرف سے ایک نائب تھا۔ جو اپنے صوبے کا بادشاہ ہوتا تھا۔ اور خود شاہِ اعظم کا لقب "حطی" تھا۔ جس کے معنی سلطان کے ہیں۔

مذہب

ایک قدیم زمانے سے جس کی مدت چوتھی صدی بتائی جاتی ہے رومیوں کے عہد حکومت میں مصر کے ذریعہ اس ملک میں نصرانیت داخل ہوئی۔ یعقوبی فرقہ جو اسکندریہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور جس کا مرکز عہد اسلام میں اسکندریہ تھا۔ تمام حبش میں آباد تھا۔ عہد اسلام بھی حبش کا بشپ اسکندریہ ہی کے بطریق کے انتخاب کے مقرر ہوتا تھا۔

جب کسی نئے بشپ کے تقرر کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو "حطی" والئے مصر کے پاس تحائف و ہدایا کے ساتھ اس کی ایک درخواست بھیجتا تھا۔ والئے اسکندریہ کے بطریق کو اس کی اجازت دیتا تھا۔ وہ ایک بشپ کا انتخاب کرکے اسے حبش روانہ کر دیتا۔

ہمارے مضمون کو ساتویں اور آٹھویں صدی سے تعلق ہے۔ اس زمانہ میں بھی حبش ایک نہایت ہی جاہل اور وحشی ملک تھا۔ مسلمان سیاحوں کا بیان ہے۔ کہ انہوں نے خواص ہمک کو کچا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے دیکھا ہے۔ کپڑے سی کر پہننا نہیں جانتے تھے۔ صرف ایک تہبند باندھ لیتے۔ اور ایک چادر اوپر سے اوڑھ لیتے۔

حکومت

وحشیانہ اور غیر منظم حکومت وہاں قدیم سے قائم تھی نہ کا عدالت کے دفتر تھے۔ نہ فوج تھی۔ عدالت اور مال کے محکمے۔ تحصیل خراج کا کوئی طریقہ انہیں معلوم ہی نہ تھا۔

لڑائی کے وقت ادہر ادہر سے لوگ جمع ہو جاتے تھے جن کے ہاتھوں میں پرانی طرز کے
ہتھیار ہوتے تھے غرضیکہ مقتولین کی تعداد معلوم کرنیکا ایک عجیب مضحکہ خیز طریقہ تھا۔
کوچ سے پہلے ہر سپاہی ایک پتھر اٹھا کر ایک جگہ رکھ دیتا تھا۔ جنگ سے واپسی کے بعد
ہر سپاہی اپنے اپنے پتھر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیتے آخر میں جتنے پتھر پڑے رہتے
اور ان کا کوئی اٹھانے والا نہ ہوتا اسی قدر مقتولین کی تعداد فرض کر لی جاتی

اصلاح

آٹھویں صدی کے اواخر میں یکے بعد دیگرے چند افسر جو فنون جنگ کے ماہر تھے۔
مصر سے بھاگ کر حبشہ کی جانب نکل آئے یہاں پہنچکر وہ "حطی" کے دربار میں داخل
ہو گئے۔ انہوں نے ایک فوج مرتب کی اور اس کو تیر اندازی۔ نیزہ بازی۔
تیغ زنی اور شہسواری کے فنون سکھائے۔ اس کے بعد مصر کا ایک اور افسر
فخر الدولہ نامی حبش آیا۔ اس نے حکومت کے دفاتر اور صیغے ترتیب دئے۔
اس تنظیم و ترتیب سے ملک میں ترقی اور سرسبزی کے آثار ظاہر ہونے لگے بادشاہ
جو پہلے معمولی کپڑوں میں دربار کیا کرتا تھا ایک ساز و سامان تزک و احتشام
کیساتھ مرکب و جلوس میں نکلنے لگا۔

مسلمانوں پر مظالم

حبشہ پر مسلمانوں کے ان متواتر احسانات کا نتیجہ معکوس یہ نکلا کہ اسحق ابن داؤد جو
اس زمانہ میں حبش کا بادشاہ تھا مسلمانوں کا سخت دشمن ہو گیا اسکے ملک میں جسقدر
مسلمان آباد تھے انکو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں بیشمار مسلمان مقتول ہوئے بزدور
غلام بنا کر فروخت کر دئے گئے۔ اس سے بھی اسکا دل ٹھنڈا نہ ہوا تو شاہان یورپ کو اسنے جنگ
صلیبی کی دعوت دی اور اس مقصد مشئوم کے انجام و اہتمام کیلئے مقدر بلاد اسلامیہ کیطرف
فوجی اقدام شروع کر دیا لیکن اللہ نے اسے مہلت نہ دی اور عین اسوقت کہ مقدر اسلامی کیطرف
بڑھ رہا تھا فرشتہ موت کا ہاتھ اس کی طرف بڑھ گیا فوقی اللہ المسلمین شر ذالک۔

زیلع کی ریاست اسلامیہ

قریش کا ایک خاندان حجاز سے آ کر ایک بستی "زیلع" متصل "ارفات" میں متوطن ہو گیا تھا
اپنے صلاح و تقوی کی وجہ سے مسلمانوں میں شہرت و نیک نامی بہت جلد حاصل کر لی جسکے
بعد حسب آئین اسلام اسکو حق ریاست دینیہ حاصل ہو گیا تھا جس بزرگ خاندان کے عہد میں ریاست
دینی ریاست سیاسی سے تبدیل ہوئی اسکا نام عمر معروف بہ "شمیع" تھا۔
چونکہ اس صوبہ کا کثیر حصہ مسلمان تھا اسلئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے مذاق و اعتقاد کے
مطابق اس صوبہ کی حکومت ہو۔ اسی بناء پر شاہ حبش نے عمر شمیع کو "ارفات" و اطراف کا گورنر مقرر کیا۔

عمر شمیع نے ایک زمانہ تک نہایت نیکنامی اور ہر دلعزیزی کیساتھ
گورنر رہ کر اپنا زمانہ امامت ختم کیا۔
عمر شمیع کی وفات کے بعد ان کے چار پانچ لڑکوں نے وراثتاً
اس ملک پر قبضہ کیا۔ اور "حطی" کی حکومت نے بھی اس کی تصدیق
کر دی۔ ان میں سے ایک کا نام حق الدین اور ایک کا نام صبر الدین محمد
تھا۔ جو ساتویں صدی کے اواخر میں ارفات پر قابض ہوا۔
صبر الدین کے بعد اس کا بیٹا علی بن صبر الدین امیر شہر منتخب ہوا۔
علی نہایت بلند حوصلہ اور دانشمند تھا۔ اس نے بہت جلد "حطی" کی حکومت
بالا سے آزادی اور اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ گاؤں اور صحرا
کی وحشی آبادی نے جو ایک مدت سے "حطی" کے زیر حکومت تھی۔ "علی"
کا ساتھ نہ دیا۔ اور بالآخر "حطی" نے علی کو جرم اعلان خود مختاری میں
امارت سے معزول کر کے اس کے بیٹے احمد معروف بہ ارعد کو اس کا جانشین
مقرر کیا۔ اور علی کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔
علی آٹھ برس قید میں پڑا رہا۔ لیکن اس کے بعد قصور معاف کیا گیا
ارفات کی ریاست پر دوبارہ حاکم مقرر ہوا۔ اور احمد حرب ارعد کو
دار الحکومت میں بلا لیا۔
احمد حرب ارعد یہاں مدت تک مقیم رہا۔ یہاں اس کے تین لڑکے
پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام سعد الدین محمد تھا۔ کچھ دن کے بعد
"حطی" احمد حرب ارعد کو "علی" کے پاس بھیجدیا۔ یہاں باپ کی ریاست
میں کسی پرگنہ کا افسر مقرر کر دیا گیا۔ اور آخر اسی خدمت پر ایک
لڑائی میں مارا گیا۔
احمد حرب کے بعد اس پرگنہ کی افسری پر اس کے بھائی ابو بکر بن
علی کا تقرر ہوا۔ احمد حرب ارعد کا ایک بیٹا جس کا نام "حق الدین" تھا۔
اپنے دادا علی کے پاس تھا۔ اور سیاست سے کنارہ کش ہو کر وہ
کسب علم میں مصروف ہو گیا۔
علی اس کو نہایت حقارت سے دیکھتا تھا اور ہمیشہ اس کو ذلیل
حالت میں رکھتا تھا۔ اس کے چچا "ملا اصفح بن علی" کو بھی حق الدین کی تحقیر
تذلیل کا ایک نیا سامان فراہم کیا یعنی اس کو ایک پرگنہ کے حاکم کے پاس
اس غرض سے بھیجا کہ گاؤں کے ذلیل اور چھوٹے چھوٹے کاموں پر

اس کو لٹکا دیا جائے۔

حسن تقدیر سے یہی سامان تحقیر عزت و شان کا نشان ہو کر چمکا۔ حق الدین نے اس حقیر فرض کو اس خوبی سے ادا کیا کہ رعایا میں اسے ایک عجیب و غریب ہردلعزیزی حاصل ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا نے پرگنہ کے حاکم کو معزول کر کے حق الدین کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ اور حق الدین نے اس دانشمندی اور عدل و انصاف کیساتھ اپنی چھوٹی سی حکومت کا انتظام کیا۔ کہ ایک قلیل مدت میں ایک بڑی فوج کی سپہ سالاری کے لائق ہو گیا۔

ملا صنغ کو حق الدین کی یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی۔ اس نے "حطی" کو حق الدین کی قوت کی اطلاع دی "حطی" نے تیس ہزار فوج حق الدین کی تادیب کے لئے ملا صنغ کے پاس بھیجی۔ حق الدین نے اپنی مختصر جمعیت کیساتھ جس سے ہر شخص حق الدین کا عاشق تھا۔ شاہی فوج کا مقابلہ کیا اور شکست دی۔ شکست خوردہ فوج نے دار الحکومت کا رخ کیا۔ حق الدین نے دار الحکومت تک تعاقب کیا اور بالآخر ملا صنغ مارا گیا۔

اس مہم کی کامیابی کے بعد اس نے ارفات کی طرف مراجعت کی جو زیلع پایہ تخت اور اس کے خاندان کا مستقر تھا۔ اس کا دادا علی زندہ تھا۔ اپنے بیٹے ملا صنغ کے مرنے کا اس کو سخت صدمہ تھا۔ حق الدین سے اس کی نفرت اور زیادہ بڑھ گئی لیکن وہ اپنے دادا کیساتھ بکمال عزت و احترام پیش آیا۔ اور ارفات کی حکومت پر جس کا وہ گویا مستحق تھا بدستور باقی رکھا۔

حق الدین اب پورے صوبہ کا مالک تھا۔ اس نے ارفات کی جگہ (جو اس کے لئے ایک مرکز آفات تھا) وصل کے نام سے ایک دوسرے شہر کی بنیاد ڈالی۔ اور اس کو اپنا مستقر حکومت قرار دیا۔ وصل کے آگے ارفات سرسبز نہ ہو سکا۔ اور آخر ارفات کے تمام باشندے یہاں آکر آباد ہو گئے۔

اعلان جنگ

"حطی" جو اپنی شکست سے نادم تھا۔ اس نے متعدد بار حق الدین سے اخذ انتقام کی کوشش کی لیکن بے کار گئی کیونکہ حق الدین سے قسمت سے جنگ تھی۔ آخر کار حق الدین نے اپنی آزادی و خود مختاری کا اعلان کر دیا جس کو "حطی" سیف ارعد اپنی موت تک تلخی سے سنتا رہا۔

سیف ارعد کے بعد اس کا بیٹا داؤد بن سیف تخت نشین ہوا۔ اس عہد میں حق الدین اطمینان سے حکومت نہ کر سکا۔ ۹ برس کی حکومت میں شاہ الحرہ یعنی "حطی" کے مقابلہ میں اس کو بیس سے زیادہ معرکے پیش آئے اور بالآخر آخری معرکہ (۷۷۹ھ) میں جان بحق تسلیم ہوا۔

حق الدین کے بعد اس کا بھائی سعد الدین ابو البرکات محمد جانشین ہوا۔ سعد الدین "حق الدین" کی طرح شجاع اور بہادر تھا۔ لیکن حق الدین کی طرح سریع الغضب اور مستعجل العمل نہ تھا۔ نہایت آسانی اور تدبیر کیساتھ امور سیاسیہ کو انجام دیتا تھا۔ اس طرز سیاست نے حق الدین سے زیادہ اس کو کامیاب بنا دیا۔ رعایا نے فوج میں داخل ہو کر فوج کی تعداد بہت بڑھا دی۔ لڑائیاں اکثر پیش آئیں۔ مگر سپاہیوں نے ہمیشہ ہمرکابی کی اور حکومت کا رقبہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا گیا۔

کثرت اعداد سپاہ کے بعد بھی سعد الدین امتحان شجاعت سے باز نہ آیا۔ ایک بار ۳۰۰ سواروں کو لیکر حطی کی فوج پر ٹوٹ پڑا ہزاروں کے حملہ میں ۳۰۰ سپاہی کب تک کام دے سکتے تھے؟ گرفتار ہو گیا لیکن فوراً ہی ایک مسلمان سپاہی نے بڑھ کر اسے حبشی فوج کے ہاتھ سے نجات دلائی۔

اس کے بعد سعد الدین نے اپنی منتشر جمعیت کو مجتمع کیا۔ اور اس زور سے حملہ آور ہوا کہ حطی کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مال غنیمت کا وافر حصہ ہاتھ آیا۔ چالیس ہزار گائیں صرف حصہ سلطانی میں آئی تھیں!

سلطان سعد نے میدان میں بار ہا اپنی شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا تھا۔ آؤ دیکھیں کہ پرائیویٹ زندگی میں کتنا بہادر تھا؟ فتح کے بعد سلطان نے اپنا تمام حصہ فقرا و مساکین اور اہل حاجت میں تقسیم کر دیا اور اتنا بھی اس کے پاس نہ رہا جس سے اس کے کھانے کا سامان ہو سکے۔ آخر سلطان کی ایک بیوی نے اپنے مطبخ سے کھانا بھیجا۔

سہیل بن عثمان سلطان کا داماد تھا جس کی ملکیت میں بارہ ہزار کانیں تھیں۔ سلطان نے زکوٰۃ کا حکم دیا۔ لیکن اس نے تعمیل نہ کی۔ سلطان اس سے علانیہ ناراض ہوگیا۔ یہاں تک کہ سلطان کی طرف سے خود قدرت الٰہی نے اس سے انتقام لیا۔ اور وہ مع اپنے تمام سامان و دولت کے دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ فسبحان من عظمت یدہ العقاب (باقی آئندہ)

اصلاح الاخلاق والاعمال

سشن جج

میں سشن جج ہوں۔ سشن جج درجہ اول۔ میرے دیوانی اختیارات غیر محدود ہیں۔ بہ حیثیت مجسٹریٹ مجھے دفعہ ۳۰ کے اختیارات حاصل ہیں۔ میں مجرم کو اور ملزم کو بھی سات سال کے لئے قید کر سکتا ہوں جس وقت عدالت کے کمرے میں اجلاس فرماتا ہوں۔ تو تمرد و مزاج۔ شداد دشتی فرعون طبیعت۔ ضحاک خصال بن جاتا ہوں۔ انسانی کمزوریاں مجھے دکھائی نہیں دیتیں۔ میں سخت گیر ہوں۔ میں تند خو ہوں۔ میں کج خلق ہوں۔ چالانی مقدمات میں کئی بار میرے ضمیر نے مجھے خبردار کیا۔ کہ ملزم بےگناہ ہے لیکن مصلحت نے مجھے اجازت نہ دی۔ کہ ملزم بری کر دیا جائے میرے خیال میں ملزم کو رہا کرنا سشن جج کا کام ہے۔

ایک دن میں ایک چالانی مقدمہ کی سماعت کر رہا تھا۔ کہ لکایک ایک دراز قد فقیر بے نواؤں کے لباس میں میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس فقیر کا رنگ سرخ اور سپید تھا۔ آنکھیں درویشی کے نور سے منور تھیں اور چہرہ سے جلال برس رہا تھا۔ فقیر کو دیکھ کر میں چیں بجبیں ہوا۔ گرم ہو کر بولا کہ سائیں یہ بازار نہیں عدالت ہے۔ فقیر نے بلند آواز سے قہقہہ مارا اور کہا یہ عدالت نہیں ہے یہ مقتل ہے۔ وہ مقام جہاں انصاف فروخت کیا جائے۔ جہاں انصاف پانے کے لیے سائل کو اپنے مقدور سے بڑھ کر روپیہ صرف کرنا پڑے۔ جہاں حاکم عدالت کو اتنی توفیق نہ ہو کہ خود قانون سمجھنے کے لئے مدعی یا مدعا علیہ کو اپنے خرچ سے وکیل کرنا ہو۔ مقتل سے بدتر ہے۔ جہاں جج اہلکار سرکار ہو۔ معقول تنخواہ پائے اور پھر اسے وکیل قانون بتائے۔ ضابطہ سمجھائے۔ اور جو کام وکیل جج کے فائدہ کے لئے کرے۔ اس کا بار سائل خود اٹھائے۔ اور اخراجات مقدمہ میں تباہ ہو جائے۔ اگر سرکار کے جج یا مجسٹریٹ اس قابل نہیں ہیں۔ کہ خود قانون سمجھیں۔ یا مشکلات مقدمہ کو حل کر سکیں۔ تو وہ شوق سے وکلاء کو بلائیں۔ لیکن سائل وکلاء کا محنتانہ کیوں ادا کریں۔ کیوں نہ یہ بار سرکار کے ذمہ پڑے جس کا فرض ہے۔ کہ رعیت ظلم سے امن میں رہے۔ اور انصاف سے بہرہ ور ہو۔ کیا یہ عدالت ہے۔ جہاں مقدمات میں گھاس کاٹی جاتی ہے۔ جہاں مقدمات کی تعداد پوری کرنے کے لئے تعمیل کی پرواہ نہیں ہوتی۔ جہاں دروازہ آباد کی تعمیل کافی سمجھی جاتی ہے۔ جہاں سمن بذریعہ ڈاک بصیغہ رجسٹری بھیجے جاتے ہیں۔ اور رجسٹری کی روانگی تعمیل سمجھ لی جاتی ہے۔ جہاں پیادے کی جھوٹی رپورٹ کو کلام وحی کا رتبہ دیا جاتا ہے۔ اور جہاں گویا ان کا انحصار اقتضائے رائے عدالت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیا یہ طریقہ عمل مغربی ملکوں میں بھی رائج ہے جہاں تہذیب کا آفتاب نصف النہار میں ہے۔ یا صرف تیرہ خاک ہند کے لئے مخصوص ہے۔ یہ کہہ کر اس قلندر نے ایک نعرہ مارا۔ اور عدالت کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کی موجودگی میں مجھ پر ایک ایسا رعب طاری ہوا۔ کہ زبان پر مہر لگ گئی۔ جب وہ چلا گیا تو مجھے ہوش آیا۔ میں نے کڑک کر کورٹ انسپکٹر کو کہا کہ اس کنگلے کو میرے روبرو پیش کر دے تو میں عدالت میں سزا دینا چاہتا ہوں۔ اس نے سپاہی دوڑائے مگر

وہ قلندر چھلاوے کی طرح ایسا غائب ہوا۔ کہ کسی کو نہ ملا۔

میں پنجاب یونیورسٹی کا گریجویٹ ہوں۔ مقابلہ کے امتحان کی بدولت حاکم عدالت ہوا۔ طالبعلمی کے زمانہ میں مجھے مطالعہ کا نہایت شوق تھا۔ لیکن ملازمت میں پڑ کر میری کایا پلٹ گئی۔ کتابوں کو طاق نسیان پر رکھ دیا۔ اور ادبی رسالہ جات سے بھاگنے لگا۔ جیسے لاحول سے شیطان صرف ٹریبون اخبار میرے لئے مطمح ذوق تھا۔ کچہری ٹھیک دس بجے جاتا۔ اور وہاں سے چار بجے آتا اور پھر شام تک آرام چوکی پر بیٹھ کر دھواں دھار حقہ اڑانا میرا معمول تھا۔ سیر سے مجھے نفرت تھی۔ اپنے ضلع میں لوگوں سے ملنا۔ میرے خیال میں باعث بدنامی تھا۔ اور وکلا کو منہ لگانا انہیں گستاخ بنانا۔

قلندر کی بیباکانہ گفتگو نے میرے دل پر کچھ ایسا اثر کیا۔ کہ میری طبیعت بدمزہ ہوگئی۔ مجھے غصہ یہ تھا۔ کہ کیوں میں نے اس زبان دراز گستاخ اور منہ پھٹ بینوا کی خبر نہ لی۔ اور کیوں اسے حوالات میں بھیجکر عوام الناس پر اپنا رعب نہ بٹھایا۔ رات کو جب پلنگ پر لیٹا تو اسی فقیر کی صورت میری آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ رفتہ رفتہ مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ اور میں سو گیا۔

یکایک مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ کسی نے میری چارپائی الٹ دی۔ اور میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ پھر جو میری آنکھیں اچھی طرح کھلیں۔ تو میرے ہوش اڑ گئے۔ اس وقت میں کسی غیر مکان میں تھا۔ اب وہ میر لوگ تھے۔ نہ وہ میری جا۔ ایک اجنبی ملازم حقہ تازہ کر رہا تھا مجھے کہنے لگا۔ کہ لالہ جی دروازہ پر پولیس کا پہرہ ہے۔ ہم لالہ جی نہیں ہیں۔ یہ کس کا مکان ہے۔ اور ہم یہاں کسطرح آ گئے۔ ہم تو اپنے مکان میں سوئے تھے۔ یہ کیا ظلم ہے۔ ملازم حیران ہو کر کہنے لگا۔ لالہ جی معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کے ڈر سے آپ پریشان ہو کر بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ تو دوکاندار ہیں۔ آپ جج کہاں سے بن گئے۔ یہ سنکر میرا خون خشک ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آفتاب طلوع ہوا۔ تھانہ دار نے دروازہ کھلوایا۔ مکان کی تلاشی لی۔ اور مسروقہ کی گٹھڑی برآمد کر کے مجھے کشاں کشاں کوتوالی لے گیا۔ راہ میں جو مجھے دیکھتا تھا وہ ہنستا تھا۔ سپاہی مجھے گالیاں دیتے تھے۔ اور میں ان کا منہ تکتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے جھلا کر تھانہ دار کو کہا۔ کہ تمہارے لئے بہتر نہ ہوگا۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں جج ہوں۔ یہ سنکر اس نے ایک ہیڈ کانسٹبل کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ جیڈا گلخیر دیا پاگل بنتا ہے۔ ذرا اس کی دعوت کر دو۔ وہ مجھے ایک طرف لے گیا۔ پہلے تو خوب کفش کاری کی پھر درخت سے لٹکا اور مرچوں کی دھونی دی۔ اس وقت میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ جب ملزم اقبال لکھوانے کے لئے میرے روبرو آتے تھے۔ تو کبھی کبھی تشدد کی شکایت کرتے تھے۔ اور مجھے یقین نہ آتا تھا۔ اس وقت میری آنکھیں کھلیں۔ میں آپ سے کیا بیان کروں۔ کہ دو دن میں کس عذاب میں آ رہا۔ ایک سپاہی مجھ پر مامور تھا۔ اور اس کو حکم تھا۔ کہ مجھے سونے نہ دے۔ جس وقت میں آنکھوں کو بند کرتا یا اونگھتا تھا۔ تو وہ مجھے ایک لکد رسید کرتا تھا۔ تیسرے دن تھانہ دار نے جب دیکھا۔ کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ تو چالان مرتب کر کے مجھے چلتا کیا۔

میں عدالت میں زیر دفعہ ۴۱۱ مجموعہ تعزیرات ہند مال مسروقہ لینے کے الزام میں پیش ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جج صاحب میرے دوستوں میں سے ہیں۔ میری باچھیں کھل گئیں۔ اور شکر کیا کہ وہ مجھے پہچان کر مہربانی کریں گے۔ لیکن

خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

جج صاحب نے مجھ سے آنکھ تک نہ ملائی۔ ایک دفعہ میں نے سلام کرنا چاہا۔ تو انہوں نے منہ پھیر لیا۔ اور ناآشنا محض ہو گئے۔ مقدمہ بلانے سے پہلے وہ سررشتہ دار سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کہ منشی جی اس ماہ میں دیوانی مقدمات فیصلہ نہیں ہو سکے جواب طلب ہوگا۔ بہتر ہے کہ مہینے کے اخیر میں بیس تیس مقدمات داخل دفتر کر دئے جائیں۔ ماہ آئندہ میں یہ برآمد ہو جائیں گے۔ سررشتہ دار نے بڑے زور سے تائید کی۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اجراء کا کام شروع کیا۔ اور وارنٹ قرقی اور گرفتاری مورد ملخ کی طرح جاری ہونے لگے۔ ایک اجراء اندر از سال تھی۔ اس میں نوٹس مدیون کے نام لازمی تھا۔ درخواست اجراء پر نوٹس جاری ہوا تھا۔ مگر اطلاع نہ ہوئی تھی۔ ڈگریدار نے عدم پیروی میں درخواست اجراء داخل دفتر کرا کے دوسرے دن پھر درخواست جدید برائے اجراء دیدی تھی۔ جو اندر سال تصور کی گئی۔ اور بلا نوٹس وارنٹ قرقی بخلاف ڈگری

میں جاری ہو گیا۔ حالانکہ سابقہ مرحلہ سے پھر نوٹس جاری ہونا چاہئے تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہی بھیانک غلطیاں جو جلد کرنے کے خیال سے میں کیا کرتا تھا۔ اس عدالت میں بھی ہو رہی تھیں۔ اور جج صاحب زیادہ فیصلہ دکھانے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے۔ گھاس نہیں کاٹ رہے تھے۔ انصاف کا خون کر رہے تھے۔ وہ ڈگر یدار سے میری طرح ہمدردی کر رہے تھے۔ اور مدیون کو کشتنی سوختنی اور گردن زدنی جانکر قابل دار سمجھتے تھے۔ ابے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ ایسی کارگذاری پر کہ جس میں انصاف کا خون ہو جائے۔ تف حرف۔

جب جج صاحب دیوانی کے کام سے فارغ ہو گئے۔ تو فوجداری مقدمات کی باری آئی۔ میں دروازے کے ساتھ بیٹھا ہوا سب حال دیکھ رہا تھا۔ گو اس وقت پولیس کے نرغہ میں تھا۔ میں نے کسی کو کچہری کے احاطہ میں کہتے سنا تھا۔ کہ جج صاحب شریفوں کے دشمن ہیں۔ اگر کوئی بدقسمتی سے پھنس جائے۔ تو اسے پامال کئے بغیر نہیں رہتے۔ میں کانپنیا ہوا رو بروگیا۔ مجھے دیکھ کر ان کا چہرہ بیر بہوٹی کی طرح سرخ ہو گیا۔ کڑک کر بولے کہ ہم عدالتی کارروائی میں کبھی رعایت نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ کون مردود کہتا ہے۔ کہ رعایت کرو۔ مگر انصاف تو کرو۔ اس پر بگڑ کر بولے کہ ابے ہم ظالم ہیں۔ کیا ہم انصاف نہیں کرتے۔ رسی جل گئی لیکن بل نہیں گیا۔ تو اس قابل ہے۔ کہ تجھے سزائے تازیانہ دیجائے۔ گستاخ پاجی رذیل کہیں کا! یہ سن کر میں سن ہو گیا۔ اور پھر نہ بولا۔ میرے برخلاف گواہان پیش ہونے شروع ہوئے۔ سرکاری وکیل بھی پولیس کی درخواست پر حاضر تھا۔ مگر بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مقدمہ کی پیروی کرتا اور اصلیت کو ظاہر کرتا۔ پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑا ہوا تھا۔ گواہان کو ڈراتا تھا۔ دھمکاتا تھا۔ لقمے دیتا تھا۔ اور ان سے مفید استغاثہ فقرے جبراً کہلاتا تھا۔ سرکاری وکیل اگر ڈال ڈال تھا۔ تو جج پات پات تھا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اب دام بلا تیار ہو گیا۔ اور اس سے خلاصی ناممکن ہے۔ میں اس حال میں گرفتار تھا۔ اور اپنے آپ کو کوس رہا تھا۔ کہ یہ مکافات عمل ہے۔ نہ میں بحیثیت جج ظلم اور ستم کرتا۔ نہ اس مصیبت میں پھنستا۔ لیکن چڑیاں کھیت چگ گئی تھیں اور اب پچھتانے سے کیا بنتا تھا۔ اب میں کیفیت طلسمی میں گرفتار تھا۔ مجھے اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ کچہری کی کارروائی میری نگاہوں میں جادو کی لالٹین کی متحرک تصویر تھی۔ یکایک مجھے ایسا معلوم ہوا۔ کہ موت کی گھنٹی بجنے لگی۔ اور جج نے کرخت اور گوش دآواز میں فرد جرم سنا کر صفائی طلب کی۔ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا۔ اور میرا سر چکرانے لگا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ بیگناہ ملزموں کا فرد جرم سنکر یہی حال ہوتا ہوگا۔

قند پارسی

(از جناب مولانا قاضی شادی صاحب وکیل نکودر)

فیض از وجود باری ہر جا رسیدہ گیر | از ماہ تا بماہی نورش پدیدہ گیر
در کن فکان عالم ہم نخبہ مظاہر | و نفخت فیہ روحی آدم دمیدہ گیر
اے دل چو روشن آمد ہر آنچہ ہست انسان | در ہر لباس ہستی خورد آرمیدہ گیر
آخر بدان و دل ہم ظاہر ست و باطن | مردم بباش شاداں از من شنیدہ گیر
اے آنکہ شوق فطرت بہ تمنائے ہر فضائے | وا کن تو دیدہ از دل فرحت چشیدہ گیر
دانی نظر نچہ ہست بہ تعین نمود عالم | در خود بغور بنگر غیرش ندیدہ گیر

قاضی بہ ساز ساماں دو راز قیود کلی
ہو ہو بہ بین تو ہر سو ہمت دو یدہ گیر

۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء

مُسلم پُرجوش اُٹھ

غیروں کی بیداری بھی دیکھ!

(از جناب مولوی فضل الدین صاحب نوری بی۔ اے)

مسلم پُرجوش اُٹھ غیروں کی بیداری بھی دیکھ
اپنی غفلت دیکھ لے اور ان کی ہشیاری بھی دیکھ

لٹ رہا ہے کارواں اور تو پڑا مدہوش ہے
محشر خاموش اٹھ دنیا کی خودداری بھی دیکھ

قافلے والوں کی تیزی اور سرگرمی بھی دیکھ
اس پہ اپنی ہائے ظالم سست رفتاری بھی دیکھ

دشمنانِ دیں کا غافل تغلب دیکھ لے
چیرہ دستی دیکھ لی ان کی شرر باری بھی دیکھ

تھی کبھی تیرے جلال و جاہ کی دنیا میں دھوم
اب ذرا اپنی مذلت اور ناداری بھی دیکھ

دیکھ غافل تو حریفوں کا ذرا اَوجِ کمال
ان کی رفعت دیکھ اور اپنی نگونساری بھی دیکھ

سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں سے سن
عالم اسلام کی ہاں نالہ و زاری بھی دیکھ

دم بخود رہتے ترے جو شوکتِ اقبال سے
اس حریف کم سخن کی چرب گفتاری بھی دیکھ

تھے ذلیل و خوار جو پہلے بنے ہیں اب وہ کیا
اپنی ذلت دیکھ غافل ان کی بیداری بھی دیکھ

لُٹ رہے ہیں ہو رہے ہیں خوار بھی برباد بھی
پھر بھی اس پر مسلمانوں کی دل آزاری بھی دیکھ

برہمن کی آرتی زنار پوشی دیکھ لے
شیخ کی ارکانِ اسلامی سے بیزاری بھی دیکھ

تو سمجھتا تھا جنہیں کہ ہیں تیرے وہ دست راست
دیدۂ عبرت سے ان کی اب "وفاداری" بھی دیکھ

اس چمن میں اپنی رسوائی کے سامانوں کو دیکھ
تو شگفتانِ چمن کی گرم رفتاری بھی دیکھ

تھا کبھی ظالم تو ہائے قطرۂ طوفاں بدوش
اس پہ اپنی خشک کامی اور ناداری بھی دیکھ

اس مذلت پر بھی وائے یہ گراں جانی تیری
خون رلواتی ہے ظالم تنگ دامانی تیری

تذکرۃ السلف

تاریخ کا ایک زرین ورق

یہ ایک بیوگرافی ہے ۔ اور میرے نزدیک قوم قریش کو زرین قبل تاریخی مضامین کی زیادہ ضرورت ہوگی ۔ خواہ وہ کسی طبقہ یا کسی خاندان کے متعلق کیوں نہ ہوں (۱)

معلومات عامہ کے ان دنوں بھی ایسی ہی ضرورت ہے ۔ جیسے کہ ازمنہ ماضیہ میں تھی ۔ تاریخ درحقیقت بنی آدم پر گذرنے والے حالات کے مجموعہ کا نام ہے ۔ اور جن اشخاص کا تاریخ میں ذکر ہو وہ گویا ہمارے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں ۔ اور ان کے کاموں کے نتائج کو ہم دیکھ رہے ہیں ۔ یہ صرف تاریخ ہی کی برکت ہے کہ ہمیں آجتک اپنے بزرگوں کے کارنامے یاد ہیں ۔ میری حیرت کا اس وقت کوئی انتہا نہیں رہتی ۔ جبکہ عام تحریر و تقریر میں روزمرہ کی گفتگو میں ہر ایک علمی مضمون محاکمہ اور رائے میں اڈیسن ۔ ملٹن ۔ کارلائل ۔ اسپنسر ۔ نیوٹن وغیرہ کے حوالہ جات دئے جاتے ہیں ۔ حالانکہ اسی قسم کے اقوال اور حوالہ جات فخر رازی ۔ محقق طوسی ۔ ابن اسد قریشی وغیرہ کی تصانیف اور دیگر بزرگان عظام کے حالات زندگی سے بکثرت ملسکتے ہیں ۔ (۲) یہ مضمون اگرچہ لمبا معلوم ہوتا ہے ۔ مگر ممکن اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ اور ضروری واقعات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکا کیونکہ پھر مقصد اصلی فوت ہو جاتا ہے ۔ اور دعوے بلا دلیل موزوں نہیں ہوتا (۳) خصوصیت کے ساتھ ملتمس خدمت ہوں ۔ کہ اگر اس کو ٹکڑے کر کے درج کیا گیا ۔ تو بے سود ہو جائے گا ۔ اس لئے آپ کی از حد عنایت ہوگی ۔ کہ سالم مضمون کے اندراج کی گنجائش پیدا فرمائیں ۔

(قاضی نظیر حسین فاروقی)

دنیا میں صداقت اور جبر و استبداد کے درمیان جس قدر جنگیں ہوئیں ۔ ان میں سے بلحاظ اپنی نوعیت کے تاریخ کا یہ بھی ایک نہایت اہم اور ضروری واقعہ ہے ۔ جس کے ضمن میں ہمارے جلیل القدر آباؤ اجداد زندگی کی دشوار گذار منزلوں کو طے کرنے کے بعد بالآخر کابل سے سرزمین پنجاب میں ہمیشہ کے لئے کوچ اور نقل مکانی کر آنے پر مجبور ہوئے ۔ ظلم اور غارت کے زہرہ گداز اور جگر پاش حالات کے بالمقابل جب ان کی اولوالعزمی ۔ استقلال اور ایثار پر خیال کیا جاتا ہے ۔ تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ؎

خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (آمین)

اس سلسلہ میں دودمان فریدی کے نامور اسلاف کے ورود پنجاب کی ہسٹری بروایت میراث الاولیا ۔ یوں ہے کہ جس زمانہ میں بادشاہی کابل فرخ شاہ عادل کے تحت میں تھی ۔ تو بادشاہان دیگران کے مطیع و منقاد تھے ۔ لیکن جب حوادث روزگار سے سلطنت کابل شاہ غزنی کے تصرف میں آئی ۔ تو فرخ شاہ کی اولاد دیار کابل میں اپنے املاک و اسباب پر قابض و متمکن رہی ۔ حتیٰ کہ مابعد چنگیز خان نے خروج کیا ۔ اور ایران و توران کو تہ تیغ کر ڈالا ۔ جب اس نے غزنی پر لشکر کشی کی اور کابل میں پہنچا ۔ تو کابل کو لوٹا اور تاخت و تاراج کیا ۔ شیخ احمد (جد اعلیٰ حضرت گنجشکر) لڑائی میں از دست کفار شہید ہوئے ۔ جن کے بعد علامہ شیخ شعیب اپنے تین صاحبزادوں اور ان کی والدہ محترمہ سمیت جو سلطان محمود غزنوی کی ہمشیرہ تھیں ۔ از

میں پہنچے۔ جہاں سے پھر قصبہ قصور میں گئے۔ قاضی قصور آپ کے خاندان
کی بزرگی و عظمت کے حالات پہلے ہی سن چکے تھے۔ اس لئے تعظیم و
تکریم سے پیش آئے۔ چند قیام کرنے کے بعد بادشاہ دہلی کی طرف سے
قضاء بلدہ کوٹھوال (بعلاقہ ملتان) حضرت شعیب کے تفویض ہوئی۔
جس پر آپ فائز و متمکن ہوئے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا اور صاحب جواہر فریدی کا شہادت اور
تاخت و تاراج کے حالات کے بعد متفق ہیں۔ کہ شیخ فریدالدین کے
والد بزرگوار شیخ جمال سلیمان (خواہرزادہ سلطان محمود غزنوی)
بعہد سلطان شہاب الدین غوری لاہور میں تشریف لائے۔ اور حسب الحکم
بادشاہ ہند علاقہ ملتان میں منصب قضا پر فائز ہوئے۔

تعین زمانہ کے جزوی اختلاف کی بحث کو سردست نظر انداز کرتے
ہوئے اس وقت ان حالات سے مقصود صرف یہ ہے۔ کہ مظالم چنگیز کا
ہی کابل سے نقل مکانی کا سبب اصلی ہوئے۔ اور بنیاد ظلم کا وہ پہلا
پتھر تھا۔ جو ہمارے خاندان کے لئے ظالم چنگیز کے ہاتھوں رکھا گیا۔

سرزمین پنجاب میں خاندان سے منصب قضا پر مامور ہونے کا
افتخار اولین جن کو حاصل ہوا۔ بایں حالات وہ حضرت شعیب یا مولانا
جمال الدین سلیمانی ہی تھے۔

حضرت فریدالحق والدین گنجشکر قدس سرہ العزیز کا سلسلۂ اولاد
اس قدر وسیع ہے۔ کہ اس مختصر میں اندراج کی گنجائش نہیں پاسکتا۔
اس لئے مجبوراً سلسلہ کے درمیانی واسطوں کو چھوڑتے ہوئے اس
سب سے آخری اور متعلقہ کڑی کا ذکر کیا جاتا ہے جس پر ہمارے
خاندان کے منصب قضا کا خاتمہ ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے عملی پہلو
میں اس تعلق کو قضا آگئی۔ وہ نامور ہیرو جنہوں نے منصب
قضا کا آخری اعزاز پایا۔ ہمارے امجد حضرت مولانا قاضی غلام محمد صاحب
فاروقی (نور اللہ مرقدہ) ہیں۔ تاریخ ولادت نہیں ملسکی۔ لیکن نوشتہ
ہائے قلمی سے ظاہر ہے کہ قصبہ امین آباد کو آپ کا مقام ولادت ہونے
کا افتخار حاصل ہوا۔ سایہ پدری خوردسالگی ہی میں آپ کے سر سے
جدا ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ کی تعلیم و تربیت و پرورش کے متکفل
آپ کے دادا شیخ محمد ہاشم صاحب فاروقی ہوئے۔ آپ کی درس و
تدریس کے لئے مولانا محمد جمیل صاحب وزیر آبادی جو علوم دینی میں فرد
اور یگانہ ہونے کے علاوہ عالم باعمل تھے۔ اتالیق مقرر کئے گئے جب
آپ سن تمیز کو پہنچے۔ تو علم کے ساتھ ساتھ فرصت کے وقت باز۔ جرہ
اور باشہ سے شکار کا شوق بھی کرتے۔ پھر اشتیاق علم میں حصول
تعلیم کے لئے آپ عرصہ تک لاہور میں رہے۔ اور فارغ التحصیل ہونے
پر واپس امین آباد آگئے۔ جہاں پر وجہ معاش کے لئے ایک زمین
معافی کفالت سے زیادہ تھی۔ اس لئے آپ ابتدا جوانی ہی سے فارغ البالی
اور فراغت کے ساتھ زیادہ تر مصروف بہ عبادت رہے۔ چند پشت سے
اگرچہ منصب قضا و قضا خاندانی میں موروثی چلا آتا تھا۔ تاہم اس
تجدید آپ کے نام نامی پر بادشاہ دہلی سے عمل میں آئی۔ اور آپ مجدداً
منصب قضا و افتا پر فائز ہوئے۔ آپ کی علم پروری کی شہرت دور
و نزدیک تک پہنچی۔ چنانچہ ہندوستان کا ایک مطرب زادہ بھی حصول
علم منطق کے لئے آپ کے حلقۂ شاگردی میں داخل ہوا۔ کچھ عرصہ کے
بعد آپ نے اتفاقاً اس سے پوچھا کہ علم منطق تمہارے پیشہ میں کس جگہ کام
آسکتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر صحبت علماء میں نقلہائے عجیبہ کے
بیان کرنے کا اتفاق ہو جائے۔ تو پھر سوائے علم اعداد کے اور کچھ
کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ بطریق مثال اس نے فوراً یہ کلیہ منطقہ وضع کیا۔
در کل شئی تحرک فکہ الاسفل الا التمساح عند المضغ اور کہا یہ کلیہ اس
طرح پر منطبق ہوتا ہے کہ وقت جاع فک اعلیٰ متحرک میشود و از اسفل زن
متحرک میشود۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ اس زمانے میں محض
کتابی کیڑے ہی پیدا نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ علم کی جس شاخ سے تعلق ہوتا
اس کا صحیح مقصد حاصل کیا جاتا جو پھر عملی زندگی کے لئے کارآمد
ہوسکتا۔

ہندوستان پر ہی کیا منحصر تھا۔ ہر کجا اپنی حکومتوں میں ایک
پوشیدہ اور مضبوط قوت جاذبہ رہی۔ جس کی وجہ سے ہرفن کے لئے
صاحب کمال پیدا ہوتے رہے۔ چنانچہ قرطبہ میں سلطان عبدالرحمن
ثانی کے عہد میں جن چار شخصوں کی رائے پر جمیع معاملات سلطنت کا
انحصار رہا۔ ان میں فاریاب فن موسیقی کا ایک مشہور استاد بھی
تھا۔ جو اصل میں ایران کا باشندہ اور بغداد کے مشہور کلاونت

اسحاق کا شاگرد رشید تھا۔ فاریاب صرف گویا ہی نہ تھا۔ بلکہ بوجہ کثرتِ مطالعہ اس کے معلومات نہایت وسیع تھے۔ ہزار سے زیادہ راگنیاں اس کو ازبر یاد تھیں۔ تنبورے پر پانچواں تار اسی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اندلس میں ایک قسم کی رکابی اس کے نام پر قاب الفاریاب مشہور رہی۔ بالوں کی فیشن ایبل تراش میں اس نے موشگافیاں کیں۔ دسترخوان پر طعام نو ایجاد کی بنیاد ڈالی۔ دہات کی بجائے کانچ کے کوزے چرمی بستر اور بہت سے اسباب معاشرت کے استعمال کا آغاز اسی سے ہوا۔

دوسری طرف سے قدردانی کا یہ عالم تھا۔ کہ فاریاب کو سلطان کی طرف سے ایک معقول رقم بطور پنشن ملنے کے علاوہ جملہ لوازمات اکل و شرب سامان سکونت اور دیگر حبوب ضرور یہ بھی ملتے

یہ بات تو ضمناً درمیان آگئی۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا قاضی غلام محمد مستجاب الدعوات اور صاحب سِر بھی تھے۔ آپ سے بیشمار کرامتیں ظہور میں آئیں۔ ایک سیدہ کے داماد محمد میر نام عرصہ سے مفقود الخبر تھا جس کی تلاش میں وہ بیچاری حیران و سرگرداں رہتی۔ ایک دن وہ آپ سے مستمد دعا ہوئی۔ آپ نے اس کو چند روز تک دعا تالیف علی مرتضیٰ پڑھنے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس سے ساتویں روز بعد داماد آپہنچا جس نے دریافت پر بتلایا کہ میرا ماہانہ تیار تھا۔ اور نواب مظفر خاں صوبہ دار ملتان تقسیم تنخواہ میں مصروف تھا کہ ایک نورانی صورت پیر مرد وہاں آیا جس نے مجھے کہا کہ اٹھ اور امین آباد کو روانہ ہو۔ چنانچہ میں اپنا ماہانہ چھوڑ کر یہاں آگیا۔ بعد ازاں جب وہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھتے ہی معاً چلا اٹھا کہ "ہمیں پیر بود" آپ نے فرمایا کہ راز افشا نباید کرد۔

علم تعبیر میں بھی آپ کو دستگاہ کامل حاصل تھی۔ ایک شخص نے خواب میں اپنے تمام دانتوں کو گرا ہوا دیکھا۔ اور آپ سے اس کی تعبیر چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے تمام بھائیوں کے بعد فوت ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نثر کے علاوہ نظم بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ حمید تخلص فرماتے۔ آپ نے اپنے جد امجد حضرت فریدالدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی مدح اور شان میں ایک قصیدہ لکھا جس کے آخری چند اشعار لطف کلام کی غرض سے نمونۃً درج ذیل ہیں:-

حمید از گفتگو زبان درکش	عرضِ احوالِ خویش پیش آور
کہ کمالات او نمی گنجد	از ہزاراں یکے بصد دفتر
بندہ از کمترین فرزنداں	از سعادت نہادہ سر بر در
رحمتِ فرزند از پریشانی	می توانی بروں کشید آخر
از کرم دستِ ایں فتادہ بگیر	کہ چنیں است لطفِ جد و پدر

آپ کی غیرت ملی اور حمیت دینی کا یہ عالم تھا۔ کہ جب حکومت مغلیہ کے آخری سلاطین ملکداری کی کمزوریوں کے علاوہ امور خلاف شرع کے ارتکاب میں بھی دلیری اور جسارت برتنے لگے۔ جس سے سلطنت ہی کے لئے نہیں بلکہ حفاظت اسلام از دست کفار۔ مرہٹہ و سکھوں کے متعلق بھی خدشہ پیدا ہو گیا۔ اور حکومت مغلیہ ملکی انتظام کے لحاظ سے درجہ تباہی کو پہنچتی ہوئی معلوم ہونے لگی تو آپ نے محض اس ارادہ اور نیت سے کہ دین پاک اسلام عرب سے براہِ سندھ و افغانستان کن مشکلات کے ساتھ تکیدۂ ہندوستان میں لایا اور پھیلایا گیا ہے۔ اور اب ان کمزور سلاطین مغلیہ کے ہاتھوں گرداب بلا میں پھنس رہا ہے۔ اسلامی حکومت ملحقہ یعنی غازی احمد شاہ درانی پادشاہ کابل کو دعوت دی کہ ہندوستان میں پہنچ کر دینِ اسلام کے علم کو قائم و برقرار رکھے۔ چنانچہ احمد شاہ نے آپ کی اس دعوت کو بطیب خاطر قبول کیا۔ یہی نہیں بلکہ بحیثیت پاس خاطر احمد شاہ موصوف اپنے چہل حدیث درباب جنگ با کفار (مرہٹہ و سکھ) تصنیف کئے جس میں اس مقصد کے لئے طریق علاج و فراہمی اسباب مضبوط کی تشریح کی۔ یہ ایسا نازک وقت تھا۔ جبکہ ہندوستان کی آئندہ قسمت کے فیصلہ کے متعلق کسی امپیریل پالیسی یا کسی دوراندیشی حکمت عملی کے وضع اور تجویز کرنے کی ایسی اہم تر ذمہ داری کا اپنے آپ پر لینا جان جوکھوں کے کام سے کم مشکل نہ تھا۔ جس کے دو ہی نتیجے ہو سکتے تھے۔ تخت یا تختہ۔ چنانچہ فی الواقع اس کے نتیجہ میں جہاں حکومت پنجاب میں انقلاب عظیم واقع ہوا۔ وہاں آپ کی ذاتی اور خاندانی حیثیت اور وجاہت میں بھی تغیر عظیم رونما ہوا۔ مگر محبت اسلام میں آپ نے سب کچھ قبول کیا۔

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے۔ کہ اکتوبر ۱۷۴۷ء مطابق ۱۱۶۰ھ میں احمد شاہ ابدالی سریر آرائے سلطنت ہوا یہ آخری فاتح اور آخری علم بردار اسلام درہ خیبر کی راہ سے باغیوں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی قیام امن۔ استحکام مملکت اور حفاظت اسلام از دستِ کفار کی غرض سے سات مرتبہ ہندوستان میں آیا۔ مگر ہر دفعہ کے آنے میں اس کو ترغیب و تحریک پنجاب ہی سے ہوتی رہی۔

احمد شاہ آیا تو سہی مگر اس کا آنا علامہ قاضی غلام محمد صاحب کے مصائب و شدائد کا بیشتر خیمہ بن گیا کیونکہ سکھوں پر دعوتِ تحریک کا راز واضح اور فاش ہو گیا۔ اور انہوں نے انتقام کے لئے منصوبے باندھنے شروع کر دئے شیخ غلام مرتضیٰ صاحب قریشی تحصیلدار مرحوم اپنے قلمی نسخہ "تاریخ عہد سکھاں" میں رقمطراز ہیں۔ کہ بالآخر ۱۷۶۲ء میں جبکہ احمد شاہ کابل میں تھا۔ تو جرلت سنگھ د جد رنجیت سنگھ وغیرہ سکھوں کے جم غفیر نے باہم اتفاق کر کے یہ عزم بالجزم کیا کہ مسلمانوں کو مار کر (پنجاب سے) نکال دینا چاہئے چنانچہ (اس مقصد کی تکمیل کے متعلق تجاویز کے لئے) ان کا ایک بڑا مجمع امرتسر میں جمع ہوا۔ اور باہم یہ صلاح ٹھیری کہ امین آباد کو بھی لوٹا جائے۔ کیونکہ وہاں کے قاضی احمد شاہ ابدالی کے ممد و معاون ہیں۔ اور سکھوں کی بیخ کنی کے خواہاں۔

یہ بھی قرار پایا کہ گورنجن (نرنجن داس) سکنہ جنڈیالہ کو بھی سزا دیجائے کیونکہ وہ شاہ درانی کا خیر طلب ہے۔

اس قرارداد کے مطابق جرت سنگھ نے ایک ہزار سوار کی جمعیت کے ساتھ امین آباد کو لوٹا۔ وہاں کے پادشاہی فوجدار کو قتل کیا۔ اور شہر میں گھس کر جس قدر مال و اسباب اٹھایا جا سکتا تھا۔ اٹھا لیا (ملاحظہ ہو تاریخ پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۷ء مرتبہ رائے بہادر کنہیا لال)

عہد سکھی کے نوشتہ ہائے قلمی میں مندرج ہے۔ کہ آنچہ بیشتر قیمت مال و اسباب و اثاث البیت از غارت قاضیاں بدست آمد برکسید و بسبیت چہار شتران بارکردہ در لاہور فرستادہ شد۔ و کرایہ بسبیت روپیہ فی شتر ہمراہ بلوچاں کرایہ داران مقرر شدہ۔ جنڈیالہ میں پہنچکر گورو نرنجن کے مسکن کا بھی سکھوں نے محاصرہ کیا جس کے متعلق بھی رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں۔ کہ سکھوں کی اس وجہ پر عاقل داس گدی نشین مہنت جنڈیالہ سے کمال دشمنی تھی۔ کہ اس کی دوستی مسلمانوں سے بہت تھی۔ اور احمد پادشاہ کو اس نے بوقت مہم دہلی بہت سا روپیہ بطور امداد قرض دیا تھا۔ اس لئے ۱۷۶۳ء کے آغاز میں سکھوں نے مجتمع ہو کر جنڈیالہ پر یورش کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ پنجاب میں احمد شاہ کے خیر سگال اس طرح پر لوٹے جا رہے تھے۔ اس لئے ان واقعات کی اطلاع اس کو کابل میں بذریعہ شتر سوار پہنچائی گئی۔ بمصداق اس کے کہ

بجرم عشق توام میکشند غوغا ایست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ایست

جس کے ملتے ہی وہ شیر ژیاں کی طرح غراتا اور چالیس ہزار سوار کے ساتھ یلغار کرتا ہوا پنجاب میں پہنچا۔ اور سرہند کے مقام پر جس قدر سکھ اس کے سامنے آئے ان کا کچومر نکال دیا۔ چنانچہ ۲۴ ہزار سکھ قتل اور بیشمار مجروح و نیم جان میدان میں رہے۔ اور بقیۃ السیف بھاگ نکلے۔ غازی قریشیان اس معرکہ سے فارغ ہو کر امرتسر میں داخل ہوا۔ اور اس نے سکھوں کے اس معبد (مندر) کو جہاں سے کہ بنا اس فساد کی پڑی تھی (یعنی جس میں جمع ہو کر امین آباد کے خاندان قضاۃ کو لوٹنے کا منصوبہ باندھا گیا تھا) مسمار کروا دیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں۔ کہ پادشاہ نے اپنا غضب مندر پر نکالا اور حکم دیا کہ مندر گرا یا جاتے اس کی بنیادیں بارود رکھ کر اڑا دیجائیں۔ تالاب کی عمارت گرا کر اس کا مغاک مٹی سے بھروا دیا جائے۔ چنانچہ فی الفور حکم کی تعمیل ہوئی اور مندر کی تمام عمارت ایک دو روز میں مفقود ہو گئی۔

احمد شاہ نے اگرچہ حق رفاقت پورے طور پر ادا کیا مگر ۱۷۶۳ء کے اخیر میں اسے واپس کابل جانا پڑا جس کے بعد سکھوں کے غول کے غول از سر نو جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور پنجاب میں جور و جبر اور لوٹ کھسوٹ کا پھر آغاز ہو گیا۔ اس لئے تز ائد عمل سکھاں کو بھانپتے

ہوئے علامہ مفتی غلام محمد صاحب نے منصب قضا سے دست کشی فرمالی۔

پس ایسے نازک اور پر آشوب حالات میں جبکہ جانوں کا سلامت لے نکلنا ہی مغتنمات سے تھا۔ علامہ ممدوح آپ کی ذریت کا آئندہ کے لئے امین آباد میں رہ سکنا غیر ممکن ہوگیا۔ اس لئے آپ نے اپنی بیشتر قیمت جائداد غیر منقولہ از قسم اراضیات و مکانات قیمتی اثاث البیت کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔ جس سے سکھوں کے اس ظلم عظیم کی دائمی اور نہ مٹنے والی یادگار ابدالآباد کے لئے صفحہ ہستی پر قائم ہوگی۔ اور آپ اس بیشتینی وراثت کے وارث ہوئے۔ جو عہد جہانگیر ہی سے بعد زمانہ سکھی میں آپ ہی کے لئے مقرر تھی۔

دوران بقا چو باد صبا بگذشت تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

تعلقات جد مادری کی بناپر پناہ گزینی کیلئے آپ بوچہ چھچھہ اور خانپور گکھڑان میں گئے مگر وہاں کی آب و ہوا بھی راس نہ آئی اس لئے آپ اپنے جد امجد حضرت قطب العالم کے روضہ مبارک پر پاک پٹن میں تشریف شریف لے گئے۔ اس وقت وہاں کے سجادہ نشین شیخ عبدالسبحان صاحب تھے۔ وہاں عرصہ تک آپ یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ اور حدیث و تفسیر کی تعلیم دیتے رہے۔ لیکن آپ کے صاحبزادہ شیخ فتح اللہ نے زندگی کے تکلفات رسمیہ سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے اس امر کا تہیہ کر لیا کہ

رہئے اب ایسی جگہ چلکر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار کے اک گھر بنایا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مرجائے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

چنانچہ عزلت گزینی کے ازیں قبیل مصلحتوں کی بناپر کہ ہیچ آفت نرسد گوشہ تنہائی را۔ آپ تلاش ملجا میں آوارہ خانماں پھر رہے تھے۔ اور بطور رہگذر چاوڑاں والہ پر فروکش تھے۔ کہ اہالیان دیہہ کے اصرار و استدعا پر آپ نے سادہ و گوارا یہ جیسے غیر معروف[1] قریہ کی اقامت کو پسند فرمایا۔ جس میں آپ کو سستانے اور کچھ آرام پانے کا موقعہ ملا۔ اور پھر وہی قریہ آپ کی اولاد کا مستقل دارالاقامت بن گیا۔ چنانچہ دادا جان مرحوم قاضی نبی بخش صاحب اپنی ایک تصنیف میں بزبان پنجابی اس کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

سادہ خوش وسے قاضی نبی بخشا جتھے قاضیاں مینوں آرام کیتا
مگر باایں ہمہ امین آباد کی یاد بھی ہمیشہ دامنگیر رہی جس کے متعلق آپ رقمطراز ہیں۔

میں قاضی مڈھ قدیم دا
شہر امین آباد یتیم[2] دا

تاریخ کی یہ ایک ناقابل تردید شہادت ہے۔ کہ جو قومیں اسلام کی دشمنی کے لئے اٹھیں یا تو مشرف باسلام ہوکر اسلام ہی میں جذب ہوئیں۔ یا دشمنی کی آگ میں جلکر خاکستر ہوگئیں۔ اس دستور الٰہی کے مطابق چنگیز خاں کی نسل بالآخر داخل اسلام ہوکر قوت اسلام میں مذب ہوئی اور رنجیت سنگھ جیسے مبدء ظلم کی نسل کا تعلق حکمرانی بالآخر سرزمین پنجاب سے ہمیشہ کے لئے منتقم حقیقی نے منقطع کردیا۔ ان کا مال و املاک غیروں کے تصرف میں دیا گیا اور پرکاہ (تنکا) تک نہ چھوڑا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا

نزول الماء کے عارضہ کی وجہ سے علامہ قاضی غلام صاحب بہت زیادہ عرصہ تک پاک پٹن نہ ٹھیر سکے اور واپس تشریف لے آئے جب کی حیات مستعار کا پیمانہ لبریز ہونے کے قریب آگیا تو خفیف سے بخار کے دوران میں شب جمعہ کو نماز ادا کر لینے کے بعد آپ نے باواز بلند کلمہ

---

[1] اب خاصہ قصبہ ہے۔ نظیر

[2] قبلہ قاضی نبی بخش صاحب مرحوم کے سر سے خوردسالگی ہی میں سایۂ پدری اٹھ گیا تھا۔ اس لئے مناسبت یتیمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ نے اس موقعہ پر لفظ یتیم کا استعمال فرمایا۔ نظیر

کلمہ طیب پڑھتے ہوئے فرمایا کہ "ما میروئیم" اتنے میں آپ کی روح پر فتوح علیین کو پرواز کر گئی۔ اور علم و فضل زہد و عبادت۔ کشف و کرامت سیاست و فراست اور عظمت و شوکت کا وہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کے جنازہ پر نزول باران رحمت ہوا۔

تاریخ وصال ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ ہے۔ آپ کے مزار پر انوار کے محل وقوع کے متعلق قبلہ قاضی نبی بخش صاحب مرحوم یوں تحریر فرماتے ہیں "قبرش در شہر امینا آباد۔ بر چاہ ظاہر والہ۔ متصل کوٹلی قاضیاں زمقتیاں) الحال ویران۔ بطرف جنوب مغرب از خانقاہ سلیم شاہ حقی۔

یا ایں حساب اگرچہ آپ کو خلد بریں میں استراحت فرماتے ہوئے اب ڈیڑھ صدی کے قریب زمانہ ہونے کو ہے۔ مگر اولوالعزموں کے ہمیشہ زندہ رہنے والے عظیم الشان کارناموں کی طرح آپ کی اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی کے کوائف و حالات صفحۂ یاد کے چمکیلے حروف ہیں جواب بھی زبان حال سے پکار پکار کے کہہ رہے ہیں۔

ثبت است بر جریدۂ دوام ما

قاضی نظیر حسین فاروقی۔ ریٹائرڈ مستوفی۔ از گوجرانوالہ

مکتوب مبارک

سلطان عبدالمجید خاں معزول خلیفہ کے مرسلہ خط کی نسبت فرمان حیب الاذعان جو ۲۴ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ کو شرف صدور لایا ہے۔ وہ مع خط کے اردو ترجمہ کے ذیل میں بغرض اطلاع مسلمانان عالم شائع کیا جاتا ہے فقط۔ مہدی یار جنگ معتمد سیاسیات

فرمان

سلطان عبدالمجید خاں معزول خلیفہ نے حال میں اپنے قلم سے لکھکر زبان ترکی میں جو خط میرے نام بھیجا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ منسلک ہے۔ بغرض اطلاع مسلمانان عالم جریدۂ غیر معمولی میں طبع کرا دیا جائے

اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

۲۴ صفر ۱۳۴۳ھ

شرف مستقط مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

صاحب عظمت و نجابت آصف جاہ نظام الملک۔ حیدرآباد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

برادر عزیز

خدمت عالی میں اس امر کی عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ کا مرحمت آمیز فرمان شاہی جو میرے متعلق امپیریل بنک آف انڈیا پر صادر ہوا ہے توسط حیدر نواز جنگ بہادر مجکو وصول ہوا۔ میں تہ دل سے آپ کی حمیت اسلامی کی قدر کرتا ہوں۔ جو بفضل خدا مخلصین واعیان دولت پر حقیقی اخوت اسلام کو ظاہر کرتی ہے۔ آپ جیسے عالیشان فرمانروا اسلام کا وجود اس وجہ سے کلی باعث فخر ہے۔ کہ آپ کے فیاضانہ سلوک سے اقلیم ہند کے برادران اسلام کے جذبات قلبی ظاہر ہوتے ہیں۔ جو کہ اس پر آشوب زمانہ میں اسلامی تعلقات کے استحکام کی بین دلیل ہے۔ آپ کا احسان اس ہمدردی اور محبت کا کھلا ثبوت دیتا ہے۔ جو کہ اسلامی دنیا کو عثمانیہ ترکوں کی قوم اور میرے معزز آبا و اجداد کے ساتھ رہی ہے جنہوں نے صدہا سال تک جان و دل سے خلافت اسلام کی حمایت و حفاظت کی۔

اللہ تعالیٰ سے میری دلی دعا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل و کرم سے آپ کے شاہی خاندان کو عزت و سعادت کے ساتھ سلامت رکھے۔ اور آپ کے ملک و قوم پر ہمیشہ اپنی رحمت نازل کرے بحرمت سید المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

یوم جمعہ

۷ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

(از مقام ازویہ تاریخیہ۔ ساریہ)

عبدالمجید خلیفہ رسول اللہ

سیادت قریش

(نمبر ۲)

صاحب اصابہ لکھتے ہیں کہ جناب حضرت سیدہ علیہا السلام کی بابت حضور نے جب یہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ حضرت خدیجہ حضرت آسیہ حضرت مریم کی بابت بھی تو یہی ارشاد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی سردار ہوں گی (علیہن السلام) جناب حضرت علی مرتضیٰ کی بابت ارشاد ہوا تھا۔ کہ یا علی انت سید فی الدنیا وسید فی الآخرۃ۔ یعنی اے علی آپ دنیا میں بھی سید ہیں اور آخرت میں بھی یعنی آپ ایسی قوم میں سے ہیں جن کی سیادت دنیا میں بھی ہے۔ اور آخرت میں بھی یعنی سادات قریش۔ اور جناب حضرت جعفر طیار کی بابت ارشاد ہوا کہ سید الشہداء جعفر سادات اہل الجنۃ ہے۔ نیز بنو عبدالمطلب ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سید کے معنی سردار کے ہیں۔ کہ یہ حضرات اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر جو جنت میں جائیں گے سردار رہیں گے۔

جناب حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں۔ تفقہوا قبل ان تسودوا یعنی اس کی تفسیر اہل لغت اس طرح کرتے ہیں۔ کہ شادی کرنے سے پہلے تم کو چاہئے کہ عالم ہو جاؤ۔ یہاں تسودوا کے معنی تزوج ہونے کے ہیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں۔ تعلموا العلم ما دمتم صغاراً قبل ان تصیروا سادۃ یعنی تم کو چاہئے۔ کہ بچپن میں علم حاصل کرو قبل اس کے کہ تم سید بنو۔ کیونکہ جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو اپنے سے عمر میں چھوٹے لوگوں سے علم حاصل کرتے ہوئے شرماؤ گے۔ یہ قول بالکل حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث سے مشابہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ وہ لوگ ہمیشہ اچھی حالت میں رہیں گے۔ جو بڑوں سے علم حاصل کریں گے۔ اور جب یہ حالت ہو گی کہ بچپن کا زمانہ لہو و لعب میں گذاریں گے۔ اور جب بڑے ہو جائیں گے۔ یہاں سید کے معنی بڑے کے ہیں۔ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ حدیث و قرآن و صحابہ کے اقوال تھے۔ اب اہل لغت کو لیجئے وہ سید کے متعلق جو کچھ لکھتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہے

ابو عبیدہ کہتے ہیں۔ کہ سید دراصل اس کو کہتے ہیں۔ بعض شعرا نے سید کے معنی حق کے لئے ہیں وہ لکھتا ہے۔ حبا صقعن بلیل۔ یزید بن سعید عقبۃ بن شمیل کہتے ہیں۔ کہ سید کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے۔ جو مالداری اور سمجھ میں اوروں سے ممتاز ہو۔ عکرمہ کے نزدیک سید وہ شخص ہے۔ جو مغلوب الغضب نہ ہو۔ قتادہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ ان کی تحقیق یہ ہے۔ کہ جو شخص عابد زاہد پرہیزگار ہو حلیم ہو وہ سید ہے بقول شخصے

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

بمجوائے کلام پاک ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اصمعی کا خیال ہے۔ کہ سید ہر مقہور اور مغلوب کو کہتے ہیں۔ جو بوجہ حلم کے لوگوں کے ظلم سہے۔

بعض اہل لغت کے نزدیک سید۔ کریم کو کہتے ہیں۔ فراء کی تحقیق یہ ہے۔ کہ سید اصل میں بادشاہ اور اس قوم اور سخی کو کہتے ہیں۔ سید العبد اس کا آقا ہوتا ہے۔ سید المراۃ۔ عورت کا شوہر ہوتا ہے۔ صاحب قاموس لکھتے ہیں۔ سید کل شئی اشرفہ وارفعہ یعنی ہر چیز کا سید وہ ہوتا ہے۔ جو سب سے بزرگ اور بلند مرتبہ رکھتا ہو۔ ابن الانباری کہتے ہیں۔ کہ عرب کی زبان میں بہت سے معنی سید کے دیکھے گئے ہیں۔ سید۔ اللہ تعالیٰ کو بھی کہتے ہیں۔ آقا کو بھی کہتے ہیں۔ رئیس و مقدم کو بھی کہتے ہیں۔ حلیم و کریم کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا محل ہو گا۔ ویسے ہی اس کے معنی لئے جائیں گے۔

اس تمام تحقیق سے حضرات ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ سید کا

مقتب ایسے ہی لوگوں کا ہوتا ہے۔ جو سب سے اشرف و ارفع ہوتے ہیں دنیا کی تمام قوموں پر اگر نظر ڈالی جائے گی تو کوئی قوم سادات قریش سے اونچے مرتبہ کی نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بنی اسرائیل کے فضائل کلام پاک میں بہت ہیں۔ مگر حضور سرور عالم نبی آخر الزمان کا وجود باوجود چونکہ قریش ہوا۔ اس لئے اس کی فضیلت سب پر ہو گئی۔ اور یہی قوم سیادت کی مستحق ٹھہری۔ چنانچہ خود جناب سرور کائنات علیہ التحیہ والتسلیمات نے اس قوم کے فضائل بیان فرماتے ہوئے۔ ان کی سیادت کا ثبوت دیدیا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری کتاب الادب میں ام ہانی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور سرور عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ فضل اللہ قریشا لسبع خصائل۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سادات قریش کو سات فضیلتیں ایسی عنایت فرمائی ہیں۔ کہ تمام دنیا کی قوموں سے ان کو امتیازی شان حاصل ہو گئی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) انی منھم۔ یعنی میں ان میں سے ہوں۔ اللہ اکبر کس قدر بڑی فضیلت اس قوم کی ہے۔ کہ حضور سرور عالم نبی آخر الزمان جن کی آمد آمد کی خبر تمام انبیا علیہم السلام دیتے آئے ہیں۔ وہ اسی قوم قریش کے مایۂ ناز فرزند تھے۔ اس قوم کی شان چونکہ تمام اقوام سے ارفع و اعلیٰ تھی۔ حضور کے وجود باوجود سے اور اس میں چار چاند لگ گئے۔ خود حضور نے ان کی شان کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ میں ان میں سے ہوں۔ بہت ممکن تھا کہ حضور یہ فرما دیتے انی من بنی ھاشم۔ یعنی میں ہاشمیوں میں سے ہوں۔ اور بہت ممکن تھا۔ کہ حضور یہ فرما دیتے کہ میں بنی آدم میں سے ہوں کیونکہ حضور تمام دنیا کی ہدایت کے لئے رونق افروز ہوئے تھے۔ مگر حضور نے اس موقع پر خاص طور پر سادات قریش کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں ان میں سے ہوں بس جس قوم میں سید الانبیا ہزاروں ہزار اجلال کے ساتھ پیدا ہوں اس قوم کی سیادت کا ڈنکا اگر چار دانگ عالم میں بجے تو حق بجانب ہے۔

(۲) نبوت اور پھر ختم نبوت کے لئے اسی خاندان کو منتخب فرمایا گیا۔

(۳) سقایہ کی جیسی شان و شوکت کی خدمت اسی قوم کو تفویض ہوئی۔

(۴) بیت اللہ کی دربانی کے لئے یہی قوم منتخب ہوئی۔

(۵) اصحاب فیل جیسی ظالم و جابر قوم پر اسی قسم کی مدد خدا نے لشکر طیور سے کی اگر یہ قوم خدا کی برگزیدہ و پسندیدہ اور محبوب نہ ہوتی تو اس کے تباہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی۔ مگر خداوند عالم نے اس آفت کو بآسانی ان سے دور کر دیا۔

(۶) دس سال اس قوم کے افراد نے خاص طور پر خدا کی عبادت کی خصوصاً ایسی حالت میں کہ دنیا شرک سے بھری ہوئی تھی۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ایک پوری سورۃ اسی قوم کے تذکرہ میں اتاری اور ان کی پرورش اور ان کے اس میں رہنے کے متعلق خاص طور پر انتظام کا تذکرہ فرمایا ہے۔ سوائے اسکے اور کسی قوم کا اس میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اس سے بڑھ کر ان کی سیادت کا اظہار اور اس کی طرح ہو رہا ہے یہ ہے کہ اپنے کلام کو انہیں کی زبان میں نازل فرمایا۔

اسی بنا پر حضور کا ارشاد تھا کہ الناس تبع لقریش یعنی تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔ اور حضور کا ارشاد الائمۃ من قریش صاف طور پر ان کی سیادت پر دال ہے۔

چنانچہ جب انصار نے حلیہ کیا ہے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ ان میں سے مسلمانوں کا امیر ہو جائے اس وقت حضرت صدیق اکبر نے یہی ارشاد فرمایا تھا۔ کہ امارت کے حق دار تو قریش ہی ہیں۔ تم لوگ وزارت کے مستحق ہو۔

حضرت صدیق کے اس قول پر سب کی گردنیں جھک گئیں۔

یہ وہ باتیں ہیں۔ جن سے قوم کی سیادت صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

اس قوم کی محبوبیت خداوندی دربار میں اس قدر تھی۔ کہ جب اور جس وقت بھی اس کو کسی قسم کی ضرورت ہوتی تھی۔ فوراً قدرتی طریقہ سے پوری ہو جاتی تھی۔

(باقی دارد)

مسئلہ استرداد برار پر بحث

لندن میں ہندوستانی طلبا کی یونین

(نمبر ۲)

مجوز کی تقریر

ذیل میں مسٹر علی خاں مجوز کی تقریر درج کیجاتی ہے:۔

صاحب صدر خواتین اور اصحاب میں تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور بالخصوص ان اصحاب کا جو اس مجلس کے ارکان نہیں ہیں۔ اور میری درخواست پر انہوں نے شرکت فرمائی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جو چیز آپ کو یہاں پر کھینچ لائی ہے۔ وہ آج کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آج کا بحث حقیقت کو بالکل واضح کردیگا۔ اور آپ کو غور و فکر کا موقع دیگا۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں اس کام کی مشکلات کو پوری طرح محسوس کرتا ہوں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ مسئلہ کے ضمن میں شخصی حکومت اور جمہوری حکومت کے متعلق بہت سے متضاد سوالات پیدا ہو جائیں گے۔ اور میں اپنے بعض ان احباب کے عندیہ سے بھی واقف ہوں۔ جو اس مسئلہ کو محض برار کے لوگوں کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کو حیدرآباد کے لوگوں کا یا اعلیحضرت نظام کا مسئلہ بالکل نہیں سمجھتے۔

میں پورے زور اور قوت سے روشن کرونگا۔ کہ برار کا مسئلہ ایک اصولی مسئلہ ہے۔ یہ انصاف مساوات کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اور انہی اصولوں کے مطابق اس کا حل طلب کیا جاتا ہے۔

قبل اس کے کہ میں اپنا مضمون شروع کروں میں جملہ حضرات کی خدمت میں اور بالخصوص ان حضرات کی خدمت میں جو آج تقریر فرمانے والے ہیں۔ التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنی نظر محض آج کے مسئلہ زیر بحث پر جمائے رکھیں اور ضمناً بعض ایسے سوالات کو جن کا اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ داخل نہ کریں اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ آپ اس مسئلہ پر غور کرتے وقت اپنی نظر کے دائرے کو وسیع کریں اور تعصب و تنگدلی کو پاس تک نہ کھٹکنے دیں۔

میں محض سہولت اور وضاحت کے لئے اس مسئلہ کو تین حصص میں تقسیم کر دیا ہے۔

(۱) تجویز کی تشریح اور اس کا آئینی پہلو۔

(۲) تاریخ پر تاریخی دستاویز اور دیگر کاغذات متعلقہ مسئلہ برار۔

(۳) وہ مفاد اور جو استرداد برار کے بعد اہل برار حیدرآباد اور ہندوستان کو حاصل ہوں گے۔

آئینی پہلو

میں اپنے انگریز اصحاب کی خاطر اور ان احباب کے لئے جنہوں نے ہندوستانی تاریخ کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ لفظ نظام اور برار کو صاف کرنا چاہتا ہوں۔ معزز خواتین اور اصحاب ہیں۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نظام اور برار کے الفاظ کا نصرانیوں کے یسوع مسیح سے کوئی تعلق نہیں لہذا آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں۔ کہ میں ایک مذہبی غذ کہنے لگا ہوں (قہقہہ) لفظ نظام حیدرآباد کے حکمران کا خطاب ہے۔ اور لفظ

برار سے مراد صوبہ برار کے اضلاع ہیں۔ جو اس وقت بدقسمتی سے صوبجات متوسط سے ملحق ہیں۔

میری قرارداد کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ اضلاع برار حکومت نظام کے ساتھ دوبارہ شامل کر دینے چاہئیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ برار اعلیٰحضرت حضور نظام کو واپس ملنا چاہئے۔ اور بڑے زور سے اور دعوے سے یہ کہتا ہوں۔ کہ ملنا چاہئے۔ کیونکہ آئین و انصاف کے تمام قوانین کا یہی مطالبہ ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو تعصب کی پٹی کو اپنی آنکھوں سے ہٹا کر اس مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے۔ وہ بے اختیار ہو کر بڑے زور سے کہتا ہے۔ کہ برار کے اضلاع نظام کی حکومت سے ملحق کر دینے چاہئیں۔ میں نہایت مختصر طور پر اس مسئلہ کے تمام آئینی پہلو بیان کرتا ہوں۔ تمام عہد و مواثیق قانون اجارہ کے ماتحت آتے ہیں۔ اس سے تین سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا یہ عہد و مواثیق طرفین کی رضامندی سے ہوئے تھے۔ یا زور اور دھوکے سے

(۲) کیا یہ مواثیق غور و فکر کے ماتحت ہوئے۔

(۳) کیا یہ میثاق شرائط اور مدت سے محدود تھا۔ یا بلا کسی شرط اور تعین مدت کے تھا۔

رضامندی کے متعلق تو تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ یہ ۱۸۵۳ء اور ۱۹۰۲ء میں ہر دو وقت مفقود تھی۔

اسسٹنٹ ریذیڈنٹ کا خط جس میں نظام کو دھمکی دی گئی ہے۔ کہ اس کے ملک کا محاصرہ کر لیا جائیگا۔ اس بات کا بین اور روشن ثبوت ہے۔ کہ اجارہ کے طے کرتے وقت طاقت کے استعمال کا اظہار کیا گیا۔

تیسری بات اجارہ کی مشروط حالت کے متعلق ہے۔ اسکے لئے ذرا زیادہ توجہ درکار ہے۔ دو شرط تھے۔ (۱) قرضہ کی بے باقی (۲) حیدرآباد امدادی فوج کے اخراجات کی باقاعدہ ادائیگی۔ قرضہ کے متعلق تو کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ برطانی افسران نے آمد اور خرچ کے جو تخمینے دئے ہیں انکی رو سے کبھی قرض ادا ہو چکا ہے۔ آج حیدرآباد میں کوئی امدادی فوج موجود نہیں ہے۔ اور جن بنیادی اصولوں پر اجارہ ہوا تھا وہ گذر چکے ہیں مجھے بحیثیت قانون کا ایک طالب علم ہونیکے اب نظر نہیں آتا کہ یہ اجارہ اب کسطرح قائم رہ سکتا ہے۔ اور برار کا رکھنا اب کسطرح حق بجانب ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

پس انصاف کا تو یہی تقاضا ہے۔ کہ برار حکومت نظام میں ملحق ہو جانا چاہئے۔

آپ میرے ان دلائل کو تسلیم کرنیکے بعد ضرور میرے اس امر سے اتفاق کرینگے کہ برار کو واپس نہ کرنے میں نہایت نا انصافی برتی گئی ہے۔ آخر میں میں انگلستان اور ہندوستان کے ہر ایک فرد سے پر زور درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ مطالبہ کی حمایت کریں اور برار کی

ایک نیچری اور پردہ

کل ایک نیچری سر بازار مل گئے — بی بی جوان تھی ساتھ میں بے باک بے حجاب

یہ حال دیکھ کے مجھے صدمہ ہوا کمال — کی عرض ان سے کس لئے پردہ سے یہ عتاب

مرشد خدا حیا ہی جہاں میں ہے کوئی شے — بی بی حسین کے منہ پہ ضرور اپنے نقاب

کہنے لگے صدف میں گہر کی نہیں ہے قدر — باہر نکل کے ہی تو ہوا ہے یہ آب تاب

میں نے کہا حضور خطا ہو مری معاف

بے آب ہو نہ جائے کہیں یہ دُرِ خوش آب

محمد رشید نیری

قرآن مجید فرمائی۔ انجمن کی کارروائی کے بعد ایک دردناک اور حسرت آمیز ریزولیوشن ڈاکٹر محبوب الٰہی صدیقی زبدۃ الحکماء نے مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا۔

انجمن قریش گوجرانوالہ کا یہ جلسہ عزیزہ رضیہ بیگم بھتیجی مولانا مولوی قریشی محمد علی صاحب رونق نائب صدر انجمن قریشیان ہند و ایڈیٹر اخبار القریش کی وفات پر از حد دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کے اس لخت جگر کی جدائی پر قریشی صاحب موصوف سے ہمدردی کرتا ہوا دعا کرتا ہے۔ کہ خداوند کریم مرحومہ کو فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے۔ اور اس ناقابل تلافی صدمہ کے برداشت کرنے کے لئے جناب مولوی صاحب اور مرحومہ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

جس کی تائید صاحب صدر نے کی اور تمام حاضرین جلسہ نے مرحومہ کے واسطے دعائے خیر مانگی۔ اور جلسہ صاحب صدر کی درخواست سے برخاست کیا گیا۔

محبوب الٰہی صدیقی آنریری جنرل سکرٹری گوجرانوالہ

جالندھر، ہوشیارپور اور ریاست کپورتھلہ کی قریشی برادری کا افتتاحی اجلاس ۲ نومبر کو جالندھر کے مقام پر منعقد ہونے والا ہے۔ دعوتی مراسلات جاری ہو چکے ہیں۔ اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے بزرگان و برادران قوم تشریف لا کر مشکور فرما دیں۔

کارروائی آئندہ درج کی جائیگی۔

رسومات قبیحہ کے استیصال کی طرف عام توجہ کی جا رہی ہے۔ ۲۵ ستمبر کو میاں علیم اللہ صاحب ہیڈ کانسٹیبل کی دختر نیک اختر کی شادی امرتسر کے مقام پر ہوئی کوئی بات خلاف شرع نہیں ہونے پائی۔ بلکہ نہایت خاموشی اور سادگی کے ساتھ جانبین نے تقریب کو انجام دیا اگر احباب اسی طرح توجہ سے کام لینے لگیں۔ تو رسومات قبیحہ کا استیصال بہت جلد بوجہ احسن ہو سکتا ہے۔

مخدومی مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات القریش کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ ان کی عنایات کا ذکر ان کالموں میں ناظرین کرام دیکھتے رہے ہیں۔ آپ معہ سات خریداروں کی قیمتیں انہی ایام میں دفتر میں بھجوا چکنے کے باوجود تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"القریش کے متعلق میں اپنے فرض کو پورے طور پر ادا نہیں کر سکا۔ اگر اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی شمولیت کے لئے میرا جانا کیمبل پور ہو گیا تو میں سوچوں گا کہ اس وقت وہاں اپنے احباب میں القریش کی اشاعت کے متعلق کیا کچھ کر سکتا ہوں"۔

ہم آپ کے اس احساس اور تسلی آمیز الفاظ کے بدل مشکور و ممنون ہیں۔ اگر دوسرے احباب بھی اپنا فرض اسی طرح محسوس کریں اور اپنے قومی رسالہ کی توسیع اشاعت میں مدد دیں۔ تو القریش کا اثر اور آواز وسیع و بلند ہونے کے علاوہ مالی کمزوری کا رفع ہو جانا بہت جلد ممکن ہو سکتا ہے۔ "القریش" نے جن احباب سے اسکے توسیع اشاعت کے لئے اپیل کی ہے امید ہے کہ وہ اپنی توجہ خاص بہت جلد ادہر مبذول کریں گے۔

جن برادران نے القریش کی توسیع اشاعت میں مدد فرمائی انکے اسمائے گرامی شکریہ درج ذیل ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزا۔

(۱) جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب فاروقی کھیانڈوی (۲) جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب بخاری ایل ایم ایس معرفت جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی (۳) جناب مولوی سید عالم صاحب بی۔ اے ایل معرفت جناب قاضی نظیر صاحب فاروقی (۴) جناب قاضی مقبول حسین صاحب ہیڈ ماسٹر ڈسٹرکٹ بورڈ سکول (۵) جناب مولانا قریشی عبدالحق صاحب صدیقی معرفت پیر عطا محمد صاحب (۶) جناب قاضی محبوب الٰہی ...... بدر الاسلام صاحب (۷) جناب مولانا سید علی محمد صاحب وکیل ہائیکورٹ۔

اس سوال کا جواب کہ کیا انجمن قریشیان ہند کروٹ لیگی؟ باوجود سخت تاکید کے احباب کی طرف ہنوز موصول نہیں ہوا۔ یہ خاموشی حوصلہ شکن ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ احباب رسالہ کی مطالعہ کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ کیا اس طریقۂ عمل سے کسی اصلاح کی امید ہو سکتی ہے؟

نظم در فضیلت ارکان خمسہ

ذیل کی نظم میں مولوی حامد علی صاحب صدیقی ضلعدار بہرڈ نگہ نے خاص صفت رکھی ہے۔ نظم کے حق الفاظ پر ڈلیش دیا ہوا ہے۔ اور نیچے اعداد ہیں ان کو جمع یا نفی کرنے سے وہ لفظ حل ہوتا ہے۔ جس پر دو ڈلیش اور نیچے اعداد ہیں۔
نظم فضیلت ارکان اسلامی سے متعلق ہے۔ اور خاص صنعت کی وجہ سے نہایت دلچسپ ہے۔ اس لئے ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے۔

در فضیلت پانچ ارکان دین

پارٹ ۱۔ آدمی جائے گذر گر ذیل کے اعمال میں
ہو شجاعت سے خطا ثابت رہو افعال میں
پڑھ نماز اور کلمہ ہر دم روزہ رکھو ہر حال میں
حج کر خانہ خدا کا دے زکوٰۃ ہر مال میں
دنیا اس سے دور کر باقی شجاعت ہے رہا
ہے شفیع حامد کا آخر کو محمد مصطفےٰ۔ الخ

پارٹ ۲۔ اسلام میں سجدہ گہ یزدان پرستی مبنی ہے
جان سن حسد تکبر ہو وسے بد اخلاقی مبنی ہے
من میں خودی ملا کر دیکھو بن گیا آپ تیر برا
شوق میں جلوہ کر دو بہشت آپ محبت مبنی ہے
عاقل میں امید ملاؤ نور تھا اس طور یہاں
بندگی بیداری ملکر قلب صفائی مبنی ہے
اسلام میں دین و ایمان ملکر سب معشوق ہوا
لکن مقدمہ کو اولش پس یوں اشرافت مبنی ہے
الخ

در فضیلت نماز و عاجزی

کمائی فقہ میں کر لو بنے گا شائع طالب
جدا حاصل وہاں ہوگا جہاں عجز و نیاز ہوگا
کمائی نیک میں کر لو صدق جتنا کہ چاہو تم
کرامت بھی وہاں ہوگی جہاں روزہ نماز ہوگا
کیا مستی گدا کی ہے کہ زاری کو کرے حاصل
کہ زاری بھی وہاں ہوگی جہاں کلمہ نماز ہوگا
علم تنہا میں کیا طاقت بنا دے عقل مند انساں
کہ بے علمت وہاں حاصل جہاں عجز و نیاز ہوگا
قبول ہو سکتی ہے طالب یہاں پر کس طرح تو بہ
سینے تو بہ و گر اس میں صفائی قلب باز ہوگا
کمائی بد میں ثبت کر بے علم و بے حیا دونوں
مگر شیطان حبیب ہوگا۔ اگر وہ بے نماز ہوگا
جمع کر بندگی اور عاجزی۔ کلمہ۔ عمل میں اب
سینے واحد انیت خالص کہ حبیب شامل نماز ہوگی
صفائی قلب بھی ہو اور شامل ہو حجاب اس کے
شکر حاصل وہاں ہوگا جہاں کلمہ نماز ہوگا بہ گا
عبادت یاد کو کر لو جمع سجدہ میں لے حامد بہشت ہوگا وہاں حاصل با عجز و نیاز

برادران وطن کا ادعائی تاریخ دانی

عوام فریبی کو جا و بیجا گل فشانی

نمبر ۲

قول اشیاء:۔ یزدجرد کی بڑی لڑکی ماہ بانو کو نوشیرواں کے لوگ ہندوستان نکلے تھے۔ اس کے ساتھ مہارانا کے ایک بزرگ نے شادی کی۔ اور لڑکیاں بھی اس خاندان میں لی گئیں۔ اس ماہ بانو کی وجہ سے عرصہ تک حکمرانان میواڑ میں سے جو شخص مرتا تھا۔ وہ بجائے جلائے جانے کے دفن کیا جاتا تھا۔ باقی کریا کرم کے مثل ہوتا تھا۔

قول فرحتی:۔ مذکورہ بالا غلط بیانی سے مہارانا کے مسلم الثبوت ہندی الاصل خاندان کو ایک علانیہ داغ لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ جو پارسی اس وقت وارد ہند ہوئے۔ ان کی کوئی بیٹی کسی راجہ نے خلاف رسم و رواج ملکی و قومی آج تک نہیں لی۔ نوشیرواں کی کسی دختر یا فرزند کا ایران سے ہندوستان بھاگ کر آنا کسی قدیمی و معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہوتا۔ مہارانا کے اسلاف جو اس زمانہ میں قومی و مذہبی قیود کے سخت پابند تھے۔ اور اب تک اسی طریقہ پر کاربند ہیں۔ کسی غیر ملکی و غیر قوم و ملت کی دختر ہرگز زوجیت میں قبول نہیں کر سکتے تھے کہ مہارانا یا ان کا کوئی صاحب نام و نشان برادر راجپوت نسل کے علاوہ کسی دوسری ہندو قوم مثل برہمن و بقال کی دختر خانہ آباد کرلے۔ اور اس سے فرزند پیدا ہو۔ تو رئیس کا جانشین نہیں ہو سکتا۔ اور خالص النسل راجپوت خاندان میں اس کا ازدواج روا نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ دیگر راجگان جیسے جے پور، راجودھ پور وغیرہ بھی اسی دستور پر عمل پیرا چلے آتے ہیں۔ نیز مہارانا کے بزرگوں میں کبھی تدفین کا ہرگز رواج نہیں ہوا۔ جیسا کہ پنڈت جی کا منطقہ غلط بخیال فرضی رشتہ داری دختر نوشیرواں کے ہے۔ حالانکہ گبر آتش پرست۔ جن کا ایک فرد نوشیرواں بھی تھا۔ اپنے مردوں کے جنازہ کو بجائے تدفین کے ایک مکان دخمہ یعنے برج خموشی میں پیش آفتاب کشادہ رکھنے کے عامل ہیں جن کو ذریعہ نجات جانتے ہیں۔

ع یہ اندازہ تیرے بیند انسی۔ کجا بود اشہب کجا تاختی

قول اشیا:۔ ان واقعات کا مفصل ذکر تواریخ ایدیش پرسد معاصر الامراء۔ بساط الغنائم مصنفہ لچھمی نرائن۔ آئین اکبری ٹاڈ راجستان۔ اتہاس میواڑ میں موجود ہے۔

قول فرحتی:۔ پنڈت جی نے ایسی کتابوں کے نام لکھے ہیں جنمیں سے بعض قیاسی ہیں۔ اور بعض کو ان واقعات سے کوئی تعلق و واسطہ ہی نہیں ہے۔ ایدیش پرسد کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ فرضی کو ایک غلط دقیانوسی نام گھڑ دیا گیا ہے۔ معاصر الامرا بھی کوئی کتاب نہیں ہے۔ پنڈت جی نے اصل کتاب تو کہاں دیکھی ہوگی۔ سنے سنائے نام ماثر الامرا کو معاصر الامرا لکھدیا ہے۔ جیسا راجہ شوپرشاد نے اپنی تاریخ میں لکھ مارا ہے۔ ماثر الامرا ایک مبسوط فارسی کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ابتدائی عہد اکبری سے تا زمانہ محمد شاہ جمیع امرائے شاہی و منصبداران کا مختصر تذکرہ بطور فہرست کے ہے۔ گویا وہ مغلیہ عہد کے نامور بادشاہوں کے شہزادوں اور عہدہ داروں کی مطول سول لسٹ ہے۔ اس کے خاندان نوشیرواں اور رشتہ داری مہارانا سے کوئی مستند کتاب علم تاریخ میں نہیں ہے۔ جس سے ممالک ایران و ہندوستان کے معتبر واقعات کا اخذ کیا جاوے۔ آئین اکبری۔ مصنفہ ابوالفضل بجائے

خود اکبر بادشاہ کی تاریخ نہیں ہے۔ تاریخی حالات اکبرنامہ کی تین مبسوط جلدوں میں لکھے گئے ہیں۔ آئین اکبری کی پہلی جلد میں آئین و قوانین و دستورات مروجہ دربار معسکر اکبر بادشاہ تحریر کئے گئے ہیں۔ اور جلد دوم میں ملک ہند کا جغرافیہ۔ آبادی و مزارعات ہر صوبہ کا ذکر مع اقسام پیداوار و مالگزاری کے درج ہے۔ جس کی بنیاد پر بتطبیق سن و سال فصلی اب تک گورنمنٹ برطانیہ کا حساب کتاب وصولات صیغہ مال زیر دستی چل رہا ہے۔ اس کتاب کو نوشیروان اور میواڑ کے تعلقات سے کیا نسبت تاڈ راجستان جو پچھلے زمانہ کی سو سال قبل کی داستان رطب و یابس سے پر ہے۔ اس میں بھی نہیں لکھا۔ کہ نوشیروان مہارانا کے خاندان سے تھا۔ اور اس کی رشتہ داری کے باعث مہارانا کے خاندان میں دون کی [illegible] مثل اہل اسلام کے جاری تھی۔ بلکہ ایک غلط شہرت کی بنیاد پر اس قدر لکھا ہے۔ کہ حملات اہل اسلام کے وقت نوشیروان کی ایک دختر ہندوستان چلی آئی جس سے مہارانا کے بزرگ والی بلبھی پور واقع گجرات نے شادی کی۔ یہ بیان بھی غلط ہے۔ کیونکہ فتح ایران کے وقت بلبھی پور ویران ہو کر اس کا خاندان تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ ان باتوں کو مہارانا کے اہل خاندان ہرگز نہیں مانتے۔ نہ ان کی اتہاس میں اس کا کہیں پتہ ہے۔ جس کا ذکر پنڈت ارمان صاحب بلا علم و فہم کر رہے ہیں۔

اتہاس میواڑ و راجپوتانہ

چالیس سال قبل زیر نگرانی کویراجہ سانولداس صاحب شمس العلماء مہو و جانکاہ تحقیقات و کوشش کے ساتھ بصرف چند لاکھ تالیف و ترتیب دیا گیا ہے۔ جس کے اہتمام کا اہم حصہ راقم الحروف کے بھی حوالہ تھا۔ صدہا کتب تاریخ مطبوعہ و قلمی زبانہائے مختلفہ۔ ہزارہا دیرینہ فرامین بادشاہان و شاہزادگان و امراء و راجگان موجودہ کتب خانہ ریاست۔ جنکی فراہمی و ترتیب میں تقریباً دو لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ مطالعہ کئے گئے۔ بہت سے سنگی کتبات مثبتہ قلعجات راجپوتانہ و مالوہ و گجرات وغیرہ کندہ زبانہائے عربی و فارسی و سنسکرت۔ جن سے اخذ مطالب بلا ماہران کامل کے دشوار امر تھا۔ کام میں لائے گئے۔ کیونکہ ایک ہزار سال ماقبل کی زبان کے اشکال حروف ایسے پائے گئے۔ جو حروف مروجہ حال سے مختلف ہیں اور ان کو بلا ماہر کے اس زمانہ کے پنڈت لوگ نہیں پڑھ سکتے۔ نیز پانسو سال سابق کے کتبات عربی و فارسی اس قسم کے طغرائی امتزاجی میں کندہ ہیں۔ جو زمانہ حال کے طغرا سے جدا ہیں۔ اور بہ آسانی قابل فہم نہیں ہیں۔ ایسے قابل ذخیرہ سے بہ محنت و جانکاہی میواڑ کا اتہاس و تاریخ تیار کی گئی ہے۔ جن میں بہت سے افسانہائے غلط مندرجہ پرتھوی راج راسہ و ٹاڈ راجستان وغیرہ کی تردید و تصحیح موجہ طریق پر کی گئی ہے۔ اور بہت سے واقعات تاریخی جنکا کتب مروجہ میں پتہ نہیں لگتا۔ ظاہر کئے گئے ہیں۔ جسنے ہماری تاریخ تحفہ راجستان کو ایک نظر دیکھا ہو۔ وہ ان کوائف عجیبہ کی قدر کر سکتا ہے ؎ بسیار نظر باید تا پختہ شود خامے

قول الشیدا۔ اس خاندان نے کسی بادشاہ کو خراج نہیں دیا۔ نہ اس خاندان کی بیٹی کسی مسلمان بادشاہ کو دی گئی۔

قول فرحتی۔ یہ ادعائے بیجا بھی برنہجہ غلط ہے۔ کیونکہ جہانگیر بادشاہ کے ابتدائی عہد میں جب مہارانا امر سنگھ پسر مہارانا پرتاپ سنگھ نے بوجہ جنگ مغلوبہ کے بادشاہ شہزادہ خرم کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر تقصیرات پیش کیا۔ تو عہد اطاعت منضبط ہو کر قرار پایا۔ کہ بالعوض مہارانا کے کنور کرن سنگھ حاضر دربار بادشاہی ہوگا اور بعد کو ہر ولیعہد اسپر مداومت کریگا جسکی ماتحتی میں مہارانا کی ایکہزار فوج سوارہ خدمت بادشاہی کو حاضر علاقہ شاہی رہا کریگی اور پندرہ ہزار سالانہ نقد روپیہ بطور خراج مستمر کے مہارانا کیجانب سے داخل خزانہ سلطانی ہوتا رہیگا۔ اس پر محمد شاہ کے عہد تک یعنی جبتک سلطنت دہلی قوی رہی۔ عملدرآمد ہوتا رہا۔ دیکھو توزک جہانگیری۔ جہانگیر نامہ بادشاہ نامہ۔ بہادر شاہی۔ مرآت واردات۔ مرآت آفتاب نما وغیرہ۔ اسی خراجگزاری کی بنا پر گورنمنٹ برطانیہ نے خراج و فوج خرچ ریاست میواڑ پر ۱۸۱۸ء سے قائم کیا ہے۔ جس کی مقدار اس وقت ڈہائی لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔

اس خاندان کی دختر دہی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ خاص مہارانا کی بیٹی تو کسی بادشاہ کو دینا کہیں نہیں پایا گیا۔ لیکن مہارانا کے ہمجدی ہمخاندان مہاراجہ ڈونگرپور کی دختر اکبر بادشاہ کو بھی گئی۔ جس کا مفصل حال اکبرنامہ و منتخب التاریخ و خفی خانی میں مندرج ہے۔ پنڈت ارمان صاحب تاریخی قومیات عرب ایران و ہندوستان سے قطعاً ناآشنا معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ہر امر میں غلط نگاری اختیار کر کے مغالطہ ہی عوام کو اپنا مفتخرانہ مضمون اخبار الشیدا میں شائع کیا۔ مجبوراً ہم کو صحیح غلطی کی تصحیح کرنی پڑی۔

المرقومہ فرحتی العباسی امروہوی یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء

کرشن کی بانسری اور سندری کا اشتیاق!

جب کرشن جی مہاراج نے ہند کی سرزمین میں کھڑے ہوکر بانسری بجائی تو جنم جنم کے کامیش دور ہونے شروع ہو گئے۔ اگر دہریہ دنیا یا آریہ اس کو تسلیم کرنے سے انکار کریں۔ تو اس سے آفتاب کی روشنی کو داغ نہیں لگ سکتا۔ وہ روشنی تھی۔ چلی اور چمک کرکے دنیا کو توحید کا پیغام دیکر کے خاموش ہو گئی۔ بانسری کی آواز نے توحید کا پیغام سنایا۔ روحانیت کے دریا بہا دیئے۔ بھارت کے مشہور جنگ میں اسی بانسری کی آواز نے کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ اگر تمام دنیا بھی انکار کر دے۔ تو بھی یہ انکاری کچھ اثر نہیں رکھتی۔ زمانہ بدلتا ہے۔ موسم تبدیل ہو جاتا ہے۔ نیا دور آتا ہے۔ دنیا میں انقلاب نمودار ہوتے ہیں۔ احد کے میدان میں بدر کی بزم میں بانسری کی آواز آتی ہے۔ دنیا جہالت کے دلوں میں زندگی بسر کر رہی تھی۔ بانسری کی آواز سن کرکے لبیک لبیک کہتی ہوئی حاضر ہوتی ہے۔ کہ آخری آور زمین بانسری نے بنا دیا۔ کہ آج قدرت ربانی نے اپنا دین مکمل کر دیا۔ اب کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔

مگر یہ وقت بھی گذر گیا۔ دنیا حرص و آز میں پھنسنے لگی۔ ایک اور انقلاب پیدا ہوا۔ بعض ہستیوں نے اپنی پرانی زندگیوں کی خیر باد کہنا قبول نہ کیا۔ وہ الست کے قول کی بھول گئیں۔ اور قدرت نے ان کے دلوں پر آنکھوں پر کانوں پر مہر لگا دی۔

آج یہ وقت آیا۔ دنیا اپنی ہستی کو بھول رہی ہے۔ تو اس سے مطلب نہیں۔ وہ بانسری کی آواز اگر آج بھی بجائی جائے۔ تو وہی سماں پیدا کر سکتی ہے۔ جو بدر اور احد کے میدان میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ دکھایا تھا۔ جو حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر ~~دیکھا~~ جلوہ دیکھا تھا اس کا کرشمہ یہاں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور دنیا دیکھ سکتی ہے۔ کہ پیا کی بانسری کیا اثر رکھتی ہے۔

آج اگر راد ہا نہیں جو اپنے وجود کو بھول کر اپنی ہستی کو مٹا کر اپنا مال و زر قربان کرکے ایک بانسری کی آواز کی عاشق بن جائے تو پرواہ نہیں۔ دنیا آج بھی اگر بصیرت کی نگاہوں سے دیکھے اگر آج بھی دنیا یہ تسلیم کرے۔ کہ اب کوئی دین نہیں۔ سوائے اسلام دین کے کہ جس کے واسطے سند آگئی۔ کہ وہ مکمل ہو گیا۔ تو وہ نظارہ وہ جلوہ سندری اپنے وجود سے دکھانے کے واسطے تیار ہے۔ کرشن نہیں کہ اجودھیا کے میدان میں بانسری بجائے موسیٰ اب نہیں کہ جلوہ کوہ طور پر لن ترانی کی صدا لگا دے۔ احد اور بدر کے میدان نہیں۔ مگر دنیا موجود ہے۔ اور اس میں سعید ہستیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور رادہا کی طرح اپنا سب کچھ قربان کرنے کے واسطے ایک آواز پر لبیک لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ وہ بانسری کی آواز نمودار ہوئی۔ پیا بانسری لئے کھڑا ہے۔ اب پھر تمام دنیا کے کلیش دور ہونے کا وقت آگیا۔ رادہا کا اشتیاق نہ دیکھا ہو۔ تو سندری اپنے وجود اس کو اپنے وجود سے اس کو دکھا سکتی ہے۔ وہ بانسری کی آواز نمودار ہوئی۔ بانسری نے توحید کی آواز میں پکارا۔ سندری نے لبیک کہا۔ دنیا خاموش تھی۔ دنیا کو خبر نہ تھی۔ دنیا نے اگر آواز کو نہ سنا۔ تو وہ سندری کے وجود میں بانسری کی آواز کی سننے کے واسطے تیار رہے۔ کیونکہ اب کرشن نے اجودھیا

مراسلات

مسلمانان نرسنگڈھ کی جمیع اہل اسلام سے اپیل

حضرات! نہایت کرب و بے چینی سے جو التجا آپ صاحبان کے روبرو پیش کی جاتی ہے۔ وہ ضروری ہی نہیں۔ بلکہ لازمی ہے۔ اگر آپ صاحبان نے خدانخواستہ توجہ نہ فرمائی۔ تو جو حالت ہو۔ تو وہ ناقابل برداشت و ناقابل اصلاح ہوگی۔ پس جو آرزو جو آپ صاحبان کے روبرو عرض کی جاتی ہے۔ قابل التفات و توجہ ہے۔ اور امید واثق ہے۔ کہ عندا اہماری اعانت و دستگیری فرما کر اس بار کو جو کہ خصوصیت سے ہم لوگوں پر اور عام طور پر آپ فدائیان اسلام پر وارد حال ہے۔ اٹھانے میں یا ہلکا کرنے میں دریغ نہ فرمادیں

(۱) نرسنگھ گڈھ ایک ہندو ریاست ہے۔ جو سنٹرل انڈیا میں واقع ہے۔ یہاں خاص دارالریاست میں بحمد اللہ مسلمانوں کی آبادی ۱۴۰۰ ہزار کے قریب ہے جس میں ہر فرقہ کے اشخاص ہیں۔ مگر سنت والجماعت کی تعداد بفضلہ تعالیٰ زیادہ ہے۔ مگر باعتبار معاشرتی زندگی کے مسلمانوں کی تعداد نفی میں ہے۔ جو کچھ بھی ہیں وہ ملازم پیشہ اور ملازم بھی ادنیٰ درجہ میں کہ جس کے باعث ان کی حالت کا نقشہ بتانا غیر ضروری ہے۔ کیونکہ سرتا پا افلاس کا فوٹو ہے۔ کہ جس کے باعث یہ قوم جو بام عروج پر رہ چکی تھی۔ آج نہایت پستی و افلاس میں مبتلا ہے۔ اور اغیار اپنی چشم تعصب سے اس حالت کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور کوشاں ہیں۔ کہ اس وجود کو بھی ملیامیٹ کر دیا جائے۔ اور یہ عمل غالباً اغیار کا حق بجانب بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اغیار زیور تعلیم و تجارت سے آراستہ ہیں۔ وہ اسے جس کے پاس نہ تعلیم ہو اور نہ تجارت ہے۔ اور نہ زر ہے۔ دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ مسلم حضرات زیادہ تر تعلیم سے بے بہرہ و تجارت سے غافل ہیں لہو لعب میں مشغول ہیں۔ بس یہی اسباب ہیں۔ کہ ہم اپنی تاریکی جہالت میں غلامی کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اور نور کی جانب آنے کی کوشش نہیں کرسکتے وائے برحال ما۔

(۲) اس نرسنگڈھ میں زمانہ دراز سے تین مسجدیں ہیں۔ جنکی حالت ضبط تحریر میں لانا نہایت رنجدہ واقعہ ہے۔ مگر مختصر طور پر قوم کے مواجہ میں یہ ضروری عرض کرنا ہے۔ کہ نہ تو فرش ہے۔ اور ما انتظام روشنی اور نہ انتظام جاروب کشی۔ اور نہ آذان اور نہ امام۔ آرایش و احترام تو کجا دروازہ تک ناتمام ہیں۔ کہ جن کے باعث بے حرمتی مسجد تک ہوتی رہتی ہے۔ مگر قوم کی حالت جمود میں ہے۔ اور نہ کسی فرد قوم کو احساس نہیں۔ حیف۔ صد حیف

(۳) واقعات بالا جو ضمناً عرض کئے گئے ہیں۔ مجمل خاکہ ہے۔ ورنہ حالت اس سے بھی زیادہ ہیں۔ کہ جنکی مفصل صراحت کرنے کیلئے اس اپیل میں گنجایش نہیں۔ پس اس خلفشار سے قوم کو نکالنا یا قوم کے نونہالان کو قابل بنانا یا کم از کم علم دین سے آشنا کرنا ضروری اور ایک لازمی خیال تھا۔ کہ جس کی تکمیل اور اصلاح کی جانب کچھ افراد نے توجہ کی ہے۔ چنانچہ کچھ زمانہ مقتضی ہوا۔ کہ ایک انجمن نظام الاسلام قایم کی گئی ہے۔ کہ جسکی نمایاں غرض وغایت تعلیم دین ہے کیونکہ اسی تعلیم میں تمام راز ترقی روشنی کے مخفی ہیں کہ جس سے ظلمت کافور ہوگی۔ اور نور کی ضیا باری ہوگی:۔

(۴) اس غرض و غایت کی تکمیل کے لئے مدرسہ معلم۔ و تنخواہ معلم کے اہم سوالات انجمن کے سامنے ہیں۔ جن کا حل اراکین انجمن نے چند طریق سے تجویز کیا۔ لیکن نہایت افسوس و یاس سے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ انجمن مذکور اندرین عمل کسی تجویز میں کامیاب نہیں ہوئی۔ مدرسہ جو بحمد اللہ قایم کیا گیا ہے۔ تو اس کے لئے کوئی مکان نہیں۔ بلکہ مسجد ہے۔ معلم جو مقرر کیا گیا ہے۔ وہ عارضی ہے۔ طلبا جو ہیں۔ وہ متفکر ہیں۔ کہ معاش کا انتظام نہیں۔ نہ اس قدر مقدرت ہے کہ کتاب درسی بھی خرید سکیں۔ غرض کون سا واقعہ ہے۔ کہ جس پر اطمینان کیا جاسکے۔ اور اس تجویز کو کامیاب بنایا جاوے۔ کہ قوم میں تعلیم ہو۔

(۵) مکان مدرسہ نہ ہونے کے سبب مسجد کی بیحرمتی کا سوال جداگانہ ہے۔ معلم یا مولوی کی تنخواہ کا ایک ایسا بار ہے۔ کہ جس کے متحمل مسلمان نرسنگڑھ نہیں ہو سکتے۔ ان تمام امور کی محض بوجہ افلاس ہے۔ یعنی باشندگان نرسنگڑھ ایسی ثروت و اقتدار نہیں رکھتے۔ کہ بیس یا پچیس روپے ماہوار معلم کے مستقل طور پر کفیل ہو کر اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچاویں۔ اور جب یہ دشواری اس قلیل رقم کی فراہمی ہی میں موجود ہے۔ تو مکان مدرسہ کی تعمیر کے سرمایہ کا جمع ہونا تو نہایت ہی غیر اغلب امر ہے۔ دکہ جس کا تخمینہ دو ہزار روپیہ کے قریب کیا گیا ہے)

(۶) سرمایہ تعمیر مدرسہ نرسنگڑھ کے لئے انجمن نے جو سعی کی منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھی۔ کہ جو صاحب یکمشت مبلغ ایک ہزار روپے مرحمت فرمائینگے۔ ان کے نام نامی سے مدرسہ تعمیر کیا جاوے گا۔ اس امر کی مشتہری بھی ہوئی۔ مگر واہ ری جمود قوم کہ کسی صاحب نے اس کار ضروری میں اعانت تو کجا دریافت تک نہ کیا کہ اس کی ضرورت بھی ہے کہ نہیں۔ اور افسوس اور حیرت کے ساتھ اظہار کیا جاتا ہے۔ کہ اس سرمایہ کے لئے بھی کسی قوم نے ایک حبہ تک مرحمت نہیں فرمایا۔

(۷) چندہ کی رفتار کو جو دیکھا جاتا ہے۔ تو وہ بھی ایسی دھیمی ہے۔ کہ مشکل صد روپے ماہوار ہوتی ہے۔ کہ جس کو اراکین انجمن نہایت محنت اور جانفشانی سے و محنت سے فراہم کر کے جو کچھ انتظام اس ردی حالت میں ہو رہا ہے۔ کرتے ہیں۔ اسی میں تعلیم کا گزارہ۔ اسی میں فرش (و) اسی میں غریب طلباء کی امداد کتب وغیرہ

(۸) ان حالات میں اور اس پونجی میں وہ حضرات ہماری مشکلات کو نظر عبرت سے ضرور مشاہدہ فرمائینگے۔ کہ جن کو خود اسی قسم کا کام تفویض ہیں۔ اور قومی کار رفاہ ہے ہیں کہ ہم ان مسجدوں اور ایک مدرسہ کا انتظام کس مصیبت و مجبوری سے انجام دیتے ہیں۔ اور کیا انجام نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اب ہماری کرہمت ایوس کن حالات میں ہم کو جواب دیتے ہیں۔ کہ ان تمام حالات میں معذوری یا مجبوری سے اس کار کو موقوف کردیں۔ لیکن ہماری نظر جب لا تقنطوا من الرحمة الله پر جاتی ہے تو کمر ہمت باندھ لیتے ہیں۔ اور اس کار کیلئے اپنی جانیں تک قربان کرنے کو تیار پاتے ہیں۔

(۹) مدرسہ انجمن میں طلباء کی تعداد ۸۰ ہے۔ اس وقت انجمن نے جو کچھ کیا۔ وہ بنیادی کام کیا جا سکتا ہے۔ اور آگے چلنے کے لئے تا وقتیکہ قوم اعانت نہ فرمادے۔ دشوار ہی نہیں۔ از حد مشکل و غیر اغلب معلوم ہو رہا ہے۔ اسلئے ہم لوگ اپنی مقامی تجاویز کو پس پشت ڈال کر آج بیرونی امداد کے طالب ہوئے ہیں۔

(۱۰) پس کہاں ہیں صدقہ جاریہ کے متلاشی ادکہاں ہیں مجاہد فی سبیل اللہ کدہر ہیں۔ ہمدردان قوم دکدہر ہیں۔ غیرت حضرات کیا حالات و واقعات مندرجہ بالا کی بنا پر بھی آپ ہم کمزور و مفلس بھائیوں کی اعانت و دستگیری کرامے درمے نفرمادیں یا کل مومن اخوة کے مصداق نہ ہوں گے۔ اور کیا ہماری یاس درد انگیز کہانی پر نہ چونکینگے۔

(۱۱) چونکہ یہ اپیل ہماری ذاتی اغراض یا ذاتی آرزو پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ قوم کی حالت قوم کے حضرات اہل دل کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ پس آپ حضرات عنداللہ و عندالناس اپنی نیک کمائی سے اس انجمن کی امداد فرماویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امداد و آپ کی نیک کمائی میں برکت فرمائے گا۔ اور آپ کو و ہمکو نصرت بخشیگا۔ آمین۔

(۱۲) ہم باوثوق طریقہ پر یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ جو حضرات اس کار خیر میں انجمن کو امداد بخشینگے۔ اسکا اندراج باقاعدہ انجمن ہذا میں ہونیکے علاوہ حسنا تعمیر وغیرہ دریعہ اخبارات شائع کرادیا جاوے گا۔ اور نیز معطی صاحبان کے نام نامی بھی بمعہ شکریہ شائع کرادیا جاویگا۔ دنیز یہ گذارش کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ جو صاحب بموجب قرارداد انجمن یکمشت ایک ہزار روپیہ برائے تعمیر مدرسہ مرحمت فرمادینگے۔ ان کے نام نامی سے مدرسہ منسوب کیا جاوے گا۔ جگہ مدرسہ و بنیاد کا تعین ہو چکا ہے۔ صرف تعمیری کرانا باقی ہے۔ اور سامان تعمیر کی ضرورت ہے :- پس یہ اپیل ہم اپنے جمیع اہل اسلام کی خدمت میں نہایت وثوق کے ساتھ ذریعہ اخبارات شائع کرتے ہوئے گذارش پرداز ہیں۔ کہ خدا را ہم کو بھی ہلاکت و بربادی سے بچا کر ہم کو بچا یا جاوے۔ اور ہم کو صراط مستقیم کے حصول میں مدد و رعایت فرمائی جاوے۔ کل عطیات بنام سکرٹری انجمن نظام الاسلام نرسنگڑھ ارسال فرمائی جاوے۔ المشتہرین خادمان قوم۔ (۱) سید علی محمد وکیل پریذیڈنٹ (۲) یوسف حسین بیگ سکرٹری (۳) سید محمد حسین خزانچی۔ انجمن نظام الاسلام نرسنگڑھ اسٹیٹ سنٹرل انڈیا ایجنسی۔

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و عزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادہ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔پی کی واپسی زیرباری کا موجب نہ ہو۔
خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔پی روانہ کرنے کا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ متوسط احباب سے ۶؍ طلباء سے ۴؍۔ فی پرچہ ۲؍ امتیازی قیمت ۳؍

رعایتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین نشر ملکیہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے علی التواتر عمدہ جیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل حالات بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت

منیجر القریش امرتسر

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۷۴۸)

اسرار صدری

خزینۃ الاطبا

(مرتبہ عالیجناب حکیم علم الدین صاحب گوالیہ اڈیٹر المعالج)

یہ وہ قابلقدر کتاب ہے۔ جس کا چرچا طبی دنیا میں [illegible] گیا تو عرصہ تین سال سے ہونے لگا اور جس کے دیکھنے کے لئے اکثر مشتاق نگاہیں بڑی بے صبری سے انتظار میں تھیں۔ خدا کے فضل سے کل چھپ کر تیار ہوگئی۔

دو سو مایہ ناز مشہور و معروف زمانہ اور موجودہ وقت کے طبیبوں ویدوں اور ڈاکٹروں

کے وہ خاص الخاص اسراری راز و نکات اور تجربہ کے مسیحائی اثر رکھنے والے مجربات درج ہیں۔ کہ جن کو بہت کم ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور جو اس سے پہلے یا تو صاحب نسخہ کے سینے ہی میں مدفون چلے جایا کرتے تھے۔ یا بعد سے اپنے خاص خاندانی افراد کے دوسرے پر ظاہر کرنا معیوب اور گناہ کبیرہ خیال کئے جاتے تھے۔ ہمارا دعوٰے ہے۔ کہ ان سے بہتر اور زود اثر وقت پر فوراً اثر دکھانے والی بالخاصہ صدری مجربات آپ کے سینکڑوں روپے خرچ کرکے اور ہزارہا تکلیفیں برداشت کرکے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

پونے دو ہزار سے زیادہ کی تعداد میں بالخاصہ اکسیری مجربات

درج ہیں

اور قریباً ہر ایک مرض کے کئی کئی نسخہ جات ایک سے بڑھ کر ایک مل سکتے ہیں۔ ہر قسم کے کشتہ جات بنانے کا بھی اس میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔ ایک کشتہ کی کئی کئی ترکیبیں خاص تجربہ میں درج ہوتی ہیں۔ کتاب ۲۲×۱۸ سائز کے سات سو صفحہ پر ختم ہوئی۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ اور نفیس ٹائٹل لگایا گیا ہے۔ جلد نہایت خوبصورت اور ولایتی کپڑے کی اور ولایتی فیشن کی بنائی گئی ہے۔ جس کی پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔

قیمت بلا جلد چار روپے بارہ آنے (للعہ) محصول ڈاک علیحدہ ہوگا۔

ملنے کا پتہ:- مہتمم کتبخانہ دائرۃ العلوم

(دروازہ نو منزل) امرتسر (پنجاب)

۴۸۶

بدن کے سفید داغ

کی

اکسیر فقیری چشتی بوٹی

اگر اس کے ایک دن کے استعمال سے تین بار لیپ کرنے سے بدن کے سفید داغ جڑ سے نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس [illegible] اعتبار نہ ہو تو ٹکٹ لگا کر اقرار نامہ لکھا لیں

قیمت [illegible] روپیہ [illegible]

چھپی [illegible]

عطیہ دو رتی [illegible]

[illegible]

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ سہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا۔

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل کے مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں:-

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ مذکرہ کی تکمیل مقصود ہو)

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر کیونکہ کسی پسماندہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ **منیجر القریش امرتسر**

فہرست مضامین القریش ماہ نومبر ۱۹۲۴ء

معاملہ کی بات

بعض احباب بڑے طمطراق اور ذوق شوق سے نمونہ کا مطالبہ کرتے ہیں رواداری اور اعتبار کی بنا پر نمونہ بھیجا جاتا ہے اور استدعا کی جاتی ہے کہ وہ منشائے خریداری و عدم خریداری سے دفتر کو جلد مطلع کردیں۔ لیکن وہ خاموش رہتے ہیں اور دو تین پرچے نمونۃً ملاحظہ کرنے کے باوجود بھی توجہ نہیں دیتے۔ لیکن جب وی پی کیا جاتا ہے۔ تو واپس کردیتے ہیں جو معاملہ اخلاق کے سخت خلاف ہے۔ چونکہ دفتر کو اس سے خواہ مخواہ نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ چار آنے کے ٹکٹ موصول ہوئے بغیر نمونہ بھیجا جائے گا۔

منیجر:-

شذرات

القریش ایک خلافِ معمولی کئی دن کی تاخیر سے شائع ہوتا ہے اس میں بعض مجبوریوں کے علاوہ ہمارے اس طویل غیر حاضری کو بھی ہے۔ جو اصلاح برادری کی غرض سے دوابہ لسبت جالندھر کے سفر کے سبب سے ہوئی۔ اس سفر میں بڑا اور اہم کام جو انجام ہوا۔ وہ یہ ہے۔ کہ جالندھر میں ”انجمن قریش ضلع جالندھر“ قائم کی گئی جس کی مفصل کارروائی ”تذکرہ برادری“ میں درج ہے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ احباب اس تاخیر کی پرواہ نہ کریں گے۔

اس اشاعت میں ”تاریخ کا ایک زرین ورق“ جو گذشتہ نمبر میں اشاعت پا چکا ہے۔ کتابت کی ان افسوسناک غلطیوں کی وجہ سے مکرر درج کیا گیا ہے۔ جو اس کی خوبی اور صحت بالخصوص مطالب و معانی پر بدترین اثر ڈالنے کا موجب ہوئی تھیں۔ ہماری کوشش رہتی ہے کہ کتابت کی غلطیوں سے مضامین پاک رہیں۔ مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ غلطیاں ضرور رہ ہی جاتی ہیں۔ انشاء اللہ تعالے آئندہ ہم اس بات کا خاص اور زیادہ خیال رکھیں گے۔

القریش کو توسیع اشاعت میں امداد و اعانت کی بڑی ضرورت ہے۔ بارہا اس کے لئے دستِ سوال دراز کیا گیا۔ لیکن چند دردمندان کے سوا افسوس ہے کہ کسی نے بھی نہ کی یہی وجہ تھی۔ کہ گذشتہ اشاعت میں بے باکانہ طور پر اپنے خاص معاونین سے بہ یقین کرتے ہوئے نام بنام اس امداد کا کھلا مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہ اس مخصوص مطالبہ کو وہ ضرور قبول کریں گے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کیا احباب اب توجہ دیں گے؟

اس مہینہ میں صرف حسبِ ذیل پانچ احباب نے القریش کی اعانت فرمائی یہ رفتار اشاعت نہایت مایوس کن اور حوصلہ شکن ہے۔ جس کام کی مجموعی سالانہ آمدن ایک ہزار اور خرچ ڈیڑھ ہزار ہو اس کے انجام پر غور کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ احباب توجہ فرمائیں!

(۱) منشی شہاب الدین صاحب طالب العلم خورد (۲) ایم عطا اللہ صاحب خورد (۳) جناب مولوی محمد حسین صاحب ایل بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل ہو جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی (۴) جناب مولانا مولوی محمد سعید صاحب معتمد انجمن معید الاسلام (۵) جناب حکیم رحمت علی صاحب قریشی ہو جناب قاضی شاہ ولی صاحب پلیڈر گوجر

اعتذار

اس دفعہ نئے کاتب کی ناتجربہ کاری سے ”القریش“ کی ترتیب بگڑ جانے کے علاوہ مضامین میں رنجیدہ اور افسوسناک غلطیاں واقع ہوگئی ہیں۔ ہم سفر کی وجہ سے نگرانی سے معذور رہے۔ خیال تو تھا۔ کہ کاتب کا تبادلہ بہترین حالت پیدا کریگا۔ مگر افسوس کہ یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ اور پہلے سے بھی ناقص حالت ہوگئی۔ اب سوائے عذر خواہی کے کوئی چارہ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ خاص انتظام کیا جائیگا۔

رونق

سازِ نیرنگ ہوں ہر تان نئی ہے میری طرز آہنگ ہر اک آن نئی ہے میری
رنگِ دُنیا سے الگ شان نئی ہے میری آگہی شیوہ ہوں پہچان نئی ہے میری

چشمِ نظارہ گئی انجمن آرائی ہوں
آئینہ خانۂ قدرت کا تماشائی ہوں

سُرمۂ چشمِ تمنا ہے تماشا میرا دلکشِ حُسن ہے انداز نرالا میرا
آفتاب فلک قدس ہے ذرا میرا عقل کل سنتا ہے افسانۂ سودا میرا

رنگ لایا ہے میرا ذوق تکلّم کیسا
جوش زن رحمت باری کا ہے قلزم کیسا

شان رحمت کی ادا میری شکایت دیکھو آ گئی کام مصیبت کی حکایت دیکھو
مجھ سے ناچیز پہ اس درجہ عنایت دیکھو ہم سخن بندے سے معبود ہے قسمت دیکھو

ایسی رحمت کے فدا شانِ کرم کے صدقے
طرزِ شفقت کے فدا شانِ کرم کے صدقے

جب بڑھا درد جگر آ گئے لب پر نالے — پہنچے تا عرش بریں دل سے نکلکر نالے
خوب جی بھر کے لگاتے رہے چکر نالے — راہ رو پا کے مجھے بن گئے رہبر نالے

تیز رو ایسے کہ دم بھر میں افق تک پہنچے
ایک پرواز ہی میں عرش کے در تک پہنچے

سچ ہے ہم تجھ سے ترے لطف کے سائل ہی نہیں — ہو اگر آنکھ تو پردہ کوئی حائل ہی نہیں
ہم کو رونا ہے یہی ہم کسی قابل ہی نہیں — جلوہ افروز تو جس دل میں ہو وہ دل ہی نہیں

ڈھونڈنے والے نے جس چیز کو ڈھونڈا پایا
مصر میں جذب طلب سے مہِ کنعاں پایا

پیروِ فخرِ عرب دل سے اگر ہم ہوتے — کیوں پریشان مفت گرد سفر ہم ہوتے
سرمۂ دیدۂ ارباب نظر ہم ہوتے — خسروِ کشورِ اقبال و ظفر ہم ہوتے

امتِ احمدِ ذی شاں ہیں فقط کہنے کو
کفر آئیں ہیں۔ مسلماں ہیں فقط کہنے کو

راہ پر آئیں وہ ہمت ہی نہیں ہے ہم میں — ڈھائیں بتخانے وہ طاقت ہی نہیں ہے ہم میں
سختیاں سہنے کی جرأت ہی نہیں ہے ہم میں — بندہ بن جانے کی عادت ہی نہیں ہے ہم میں

دل میں رکھتے ہیں تو کہتے ہیں ہجوم الحاد
دیں کے پودے کو جلاتی ہے سموم الحاد

ناصیہ سائی کے آثار جبینوں میں نہیں — ذکر تک کعبے کا ہم دیر نشینوں میں نہیں
حق شناسی کے مضامین سفینوں میں نہیں — داغ الفت جسے کہتے ہیں وہ سینوں میں نہیں

ننگِ دارین ہیں ہم امتِ احمد ہو کر
بندگی شیوہ نہیں بندۂ سرمد ہو کر

وہ نظر ہی نہیں قدرت کا تماشا کیسا! — آنکھ رکھتے نہیں گلشن کا نظارا کیسا؟
کرتے ہیں بندگی غربت۔ ترا سودا کیسا؟ — ہم جو مے نوش نہیں نشۂ صہبا کیسا؟

مائلِ بتکدہ ہیں راہ حرم بھول گئے
تجھ سے جو عہد کیا تھا اسے ہم بھول گئے

اب نہ وہ ہم ہیں نہ وہ رات کی بیداری ہے — وہ تضرع ہے نہ فریاد نہ وہ زاری ہے
جنسِ ناکارۂ غفلت کی خریداری ہے — گردش جام شرابی نئے سے خواری ہے

دل شیدا جو بغل میں نہیں سودا بھی نہیں
سوز الفت جو نہیں داغ تمنا بھی نہیں

جس کو دنیا میں نہ پوچھے کوئی وہ فن ہم ہیں — جس سے بخیہ نہ ہو وہ دہر میں سوزن ہم ہیں

جام ٹوٹے ہوئے اُجڑے ہوئے مسکن ہم ہیں　ایک بھی پھول نہ ہو جس میں وہ گلشن ہم ہیں

کوئی مونس نہیں - ہمدم نہیں غمخوار نہیں
ہم ہیں وہ جنس - کوئی جس کا خریدار نہیں

اب وہ محفل نہیں وہ خم نہیں وہ جام نہیں　وہ طریقہ نہیں وہ ملّتِ اسلام نہیں
عملِ احمدِ مختار سے کچھ کام نہیں　یہی باعث ہے جو راحت نہیں آرام نہیں

اپنی محفل میں نہیں روشنی شمع ولا
ایک کے دل میں نہیں روشنیٔ شمع ولا

ذوقِ الحاد ہے پابندیٔ ملّت کیسی - جانتے ہی نہیں ہوتی ہے شریعت کیسی
طرزِ اغیار پہ مائل ہے طبیعت کیسی - بے خبر رکھتی ہے کونین سے غفلت کیسی

فکرِ امروز نہ ہے کچھ غم فردا ہم کو
ڈر ضرر سے ہے نہ بہبودئے پروا ہمکو

جتنے عالم ہیں عمل سے انہیں بیزاری ہے　زُہد کے جسم میں پوشاکِ ریاکاری ہے
قلب کے مدرسے میں درس حسد جاری ہے　کچھ دوا جس کی نہیں وہ ہمیں بیماری ہے

دل میں ہے شوق صنم نام زباں پر تیرا
جب یہ حالت ہے تو پھر ہے کوئی کیونکر تیرا

ننگ اسلام ہیں جتنے ہیں جہاں میں مسلم　کیسے پابند ہیں زنجیر زیاں میں مسلم
محو رہتے نہیں تکبیر و اذاں میں مسلم　روزے رکھتے نہیں ماہ رمضان میں مسلم

بت پرستی کے خیالات تراویحوں میں
شرکتِ رشتۂ زنار ہے تسبیحوں میں

وہ خطا کار کہ ہم چلتے نہیں راہ صواب　آنکھ رکھتی نہیں آنکھوں میں ہدایت کی کتاب
کثرتِ جرم کی پروا نہ غم روزِ حساب　خانقاہوں میں پیا کرتے ہیں غفلت کی شراب

قلب میں داغ محبّت کا ہمیں سوز نہیں
کیا اجالا ہو جہاں شمع دل افروز نہیں

کب ہے اسلاف کا دستور ہمارا دستور　ہم ہیں آزار کی خو رحم کا ان کا دستور
دشمنی اپنا چلن ان کا نرالا دستور　خود وہ اچھے تھے تو اچھا تھا طریقہ دستور

عشق کے داغوں سے گلزار تھے سینے ان کے
تیری توحید کے دفتر تھے سفینے ان کے

اب وہ ایمان نہ وُہ جوش نہ وہ روزہ نماز　اور نہ وہ درد زباں اور دلوں میں نہ گداز
وہ پرستش کا طریقہ نہ وہ انداز نیاز　جانب گلشن معنی نہ وہ شوق پرواز

باغ اندلس میں ہمارے وہ نشیمن نہ رہے
منہدم ہوگئے سسلی میں وہ مسکن نہ رہے
قوم اسلام میں توحید کی دولت نہ رہی بادہ آشامیٔ خم خانۂ ہمت نہ رہی
دل کے آئینے میں تصویر صداقت نہ رہی وہ محبت وہ مروت وہ حمیت نہ رہی
وہ نمازی ہیں نہ وہ شوق جبیں سائی ہے
ضعف اسلام کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے
ایک وہ عہد تھا قیصر بھی تھے فغفور بھی ہم تابع حکم تھے جتنے تھے سلاطین عجم
کبھی باہر نہ پڑا سرحد کوشش سے قدم اور راحت تھا بس اک سایۂ شمشیر دو دم
ہر جگہ جلوۂ توحید دکھایا کس نے
قطرہ پایا تو اسے بحر بنایا کس نے
آج اگر حال زبوں ہے تو الم بے جا ہے سلب اقبال ہوا ہے تو اچنبا کیا ہے
دیکھئے باغ اجڑتا ہے کبھی پھلتا ہے تنگدل ہیں تو کریں صبر یہی اچھا ہے
جب بہار آئی ہے کلیوں کی چٹک کہتی ہے
کب ہمیشہ خلش تنگدلی کہتی ہے۔

جناب صاحبزادہ مصطفیٰ خانصاحب ثمر
ہوم سکرٹری ریاست رام پور

معاونین کرام سے ایک عرض

ہمارے بعض کرم فرما ازرو ہمدردی القریش کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ احباب کو اعانت وخریداری کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اور اُن میں اگر کوئی اقرار کرتے ہیں تو ہمیں اجرائے وی پی کے لئے ارشاد کرتے ہیں۔ لیکن جب وی پی کیا جاتا ہے۔ تو وہ واپس آجاتا ہے۔ جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ لہذا احباب کو چاہیے۔ کہ وہ مہربانی کرکے ایسے بد عہد اور بد زبان لوگوں کے نام وی پی کرنے کے لئے نہ لکھا کریں۔ جن پر انہیں کامل یقین نہ ہو۔ بہتر تو یہ ہے۔ کہ وعدہ کے ساتھ ہی رقم وصول کرکے منی آرڈر کروا دیا کریں۔ تاکہ دفتر کو نقصان نہ ہو۔

(مینجر)

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومت اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم

(۱)

تمام دنیا میں جمہوریت کے خیالات پھیل رہے ہیں۔ شخصی استبداد و مطلق الحکمی سے ہر جگہ نفرت کی جا رہی ہے اور اس حقیقت کا اعتراف مبہم ہے کہ قانونی و سیاسی آزادی میں تمام انسان مساوی الرتبہ ہیں۔ قوم کو اپنے ثمرات ملک سے تمتع کا حق حاصل ہے وہ اس حق میں دوسروں پر مقدم ہے

دنیا کی تمام قومیں اس حقیقت پر ایمان لا چکی ہیں اور ہر ممکن ذریعہ و کوشش سے اس کے حصول کے لئے کوشاں ہیں۔ بعض کوششیں ہدف مقصود تک پہنچ چکی ہیں اور بعض پہنچنے کے قریب ہیں۔

لیکن مسلمان جو دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں ابتک اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور جو باخبر ہیں وہ اس کے تصور میں اس کی صورت مہیب ہے۔ حالانکہ اس حق طلب اور داخذ جماعت میں سب کے آگے مسلمانوں کو ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ ان کا پیغمبر دنیا میں صرف اس لئے آیا تاکہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائے۔

یورپ کی قومیں دور سے طفری مسلمانوں کے اعمال و حرکات جہل عن الحقیقۃ کا تماشا دیکھ رہی ہیں۔ ہمکو از راہ لطف وکرم اس راستے کے شدائد وخطرات سے مطلع کیا جاتا ہے۔ اور وعید و تہدید کی کڑک میں یہ تنبیہ کرنے والی آواز سنائی دیتی ہے۔ کہ دیکھنا! اس زنجیر کو جس سختی سے کاٹنا چاہو گے اُسی سختی سے یہ پاؤں میں اور زیادہ لپٹ جائیگی۔ اکثر واعظین سیاست از راہ شفقت و نصیحت دینی ہمکو یہ بھی تلقین کرتے ہیں کہ حریت حکومت کیلئے اس قسم کی کوششیں اور جدوجہد تعلیمات قرآنیہ کے خلاف اور تاریخ اسلام کے منافی ہیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ واقعات تازہ نے مسلمانوں کی حسیات زندہ کردی ہیں انکو اپنا از یاد رفتہ خواب پھر یاد آگیا ہے۔ اتباع احکام ربانی کے لئے ان میں ایک نیا ولولہ پیدا ہوگیا ہے اور اسلام کی حریت و آزادی کے اسباق پر پھر انہوں نے نظر ڈالنی شروع کردی ہے۔ اس لئے ان کے ناصحین و مشفقین سیاست کو ان کی ہدایت سے مایوس ہو جانا چاہیئے کہ ان کا اب گمراہ ہی ہونا ان کے حق میں ہدایت سے بہتر ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

نوبت زہد فروشان ریا کار گذشت
وقت شادی وطرب کردن رنداں برخاست

اسلام خود اپنے بیان کے مطابق " ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ" دین و دنیا کی اصلاح

کے لئے آیا تھا۔ اور اسی لئے دونوں جہاں کی برکات اس کے
ساتھ تھیں۔ پھر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسلام کے خزانہ ہدایت
میں حسنات سیاست دنیاوی کا وجود نہیں تو اس کے یہ معنی
ہونگے کہ نصف خدمت انسانی کی انجام دہی سے وہ مقصر
رہا۔ جس کا تخیل بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اس لئے
ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے کارنامہ ہائے نمایاں سے
و طرق اصلاح حکومت دنیویہ سے آج واقفیت حاصل کرے۔

آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ دنیا استبداد و استعباد
کے عذاب الیم میں مبتلا تھی۔ غلامی کی زنجیروں نے اس
کا بند بند جکڑ رکھا تھا۔ فرمانروایان ملک۔ امرائے شہر، رؤسائے
قبائل اپنے اپنے حلقۂ فرمانروائی میں "اربابا من دون اللہ"
تھے اور ان کے ہاتھ میں ان کے اطاعت گذار اور پیرو بالکل
مثل معدوم الارادہ آلات عمل کے تھے جنکی زندگی کا موضوع
واحد صرف اپنے فادر قابض کی تکمیل ہوائے نفس و اتباع
مرضیات تھا۔ صداقتوں کی حقیقت اور امور و واقعات کی صداقت
کا فیصلہ سلاطین و امرا کے چشم و ابرو کا ایک اشارہ اور ملوک و
رؤسا کے کام و دہن کی ایک جنبش کرتی تھی مسیح سے ۱۰۰۰
برس پہلے ذات شاہی ہر تقدیس سے متصف ہر احترام فوق العادت سے مقدس
اور ہر نقص و عیب سے مبرا تھی کیونکہ وہ خدا تھی خدا کا
سایہ تھی یا کم از کم مرتبۂ انسانیت سے ایک بالاتر شے ضرور
تھی

فراعنہ مصر دیوتا تھے۔ اسی لئے مصر کے ایک فرعون نے
مسیح سے ۱۷۰۰ برس پہلے اپنے درباریوں کو کہا تھا انا ربکم الاعلیٰ
یعنی موسیٰ کا خدا کون ہے؟ تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں۔ کلدانیوں
کے ملک میں نمرود بابل کی پرستش کے لئے ہیکل بنتے تھے۔ ہندوستان
کے راجہ دیوتاؤں کے اوتار بن کر زمین پر اترتے تھے۔ روما
کا پوپ خدا کے فرزند کا جانشین تھا۔ اور اس کا آستانہ قدس
سجدہ گاہ ملوک و سلاطین ؑ

روم کو قیصر و فارس کو کسریٰ گو خدا نہ تھے لیکن فطرت بشریہ سے منزل و مرتبہ انسانیہ
سے بلند تر ہستی تھے جن کے سامنے بیٹھنا ممنوع۔ جن کے سامنے
ابتدائے کلام گناہ، جن کا نام لینا سوء ادب، اور جن کی شان
میں ادنیٰ سا اعتراض بھی موجب قتل تھا۔ بیت المال ملکی سامان
مصرف، رعایائے ملک غلامان درگاہ شہنشاہی تھے

دنیا اسی تعبد و غلامی اور ذلت و تحقیر میں تھی۔ کہ بحر احمر
طرف ثانی البحر کے ساحل پر ریگستانی سرزمین میں ایک "عربی بادشاہ" کا ظہور
ہوا جس نے اپنے معجزانہ زور اور توانائی سے قیصر و کسریٰ کے
تخت الٹ دئے۔ پاپائے رومۃ الکبریٰ کے ایوان قدس کی بنیادیں
ملادیں۔ تعبد و غلامی کی زنجیریں اس کی شمشیر غیر آہنی کی ایک ضرب
سے کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں۔ اور استقلال ذات و ذکر حریت
خیال و رائے و شرف و احترام نفس، مساوات حقوق اور [illegible]
شاہنشاہی کی روشنی دنیائے قدیم ملک عرب کے قلب سے نکلکر
تمام دنیا میں پھیل گئی۔ شاہان عالم مرتبہ قدوسیت و معصومیت
سے گر کر عام سطح انسانی پر آ گئے۔ اور عام انسان سطح غلامی و
حیوانیت سے بلند ہو کر مصر و بابل کے دیوتاؤں اور روم و
ایران کے قیصر و کسریٰ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو گئے۔ اور
بقول گبن (مشہور مورخ) قوائے عمل و زندہ دلی جو
صومعوں اور خانقاہوں میں پڑی سوتی تھیں عسکر حجازی کی آواز
دہل سے چونک پڑیں۔ اور اسلام کی اس نئی سوسائٹی کا ہر ممبر
حسب استعداد فطرت و حوصلہ اپنے اپنے مرتبے پر پہنچ گیا۔

یہ معجزانہ قوت و توانائی کیا تھی؟ جلال روحانی سے
بھری ہوئی ایک آواز تھی۔ جو بوقبیس کی پہاڑی سے بلند
ہوئی۔ اور جس نے کنبہ عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا کہ اے
اہل عالم
تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ
ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً
من دون اللہ ۔ آؤ ایک بات جو اصولاً و عقلاً ہم میں تم
میں متفق علیہ ہے۔ اس کو عملاً بھی تسلیم کریں۔ یعنی خدا کے سوا

کسی کی پرستش نہ کریں۔ اور نہ اسکی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم خدا کے سوا ایک دوسرے کو اپنا خدا اور آقا بنائیں۔

اس ایک آواز سے انسانی جباری و الوہیت کے بت سر نگوں ہو کر گر پڑے۔ شہنشاہوں ... کا پر اسرار اور عجیب الخواص طلسم ٹوٹ گیا۔ بادشاہ خادم رعایا۔ بیت المال، خزینۂ عمومی اور تمام انسان مساوی المرتبہ قرار پا گئے۔ عرب کے بادشاہ نے نہ اپنے لئے قصور و ایوان طیار کرایا۔ نہ قاقم و دیبا کے فرش بچھائے۔ نہ سونے چاندی کی کرسیوں سے دربار سجایا۔ اور نہ اس نے اپنی ہستی کو انسانیت سے مافوق بتایا۔ بلکہ علی الاعلان کہدیا انما انا بشر مثلکم میں بھی تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں

یہ تو عرب سے باہر کا حال تھا۔ خود عرب کا حال کیا تھا؟ اطراف عرب یمن، غسان، حیرہ، بحرین، عمان میں روم و فارس کے ماتحت جو ریاستیں تھیں۔ وہ تو سرتاپا روم و ایران کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ لیکن وسط عرب کی بھی حالت یہ تھی۔ کہ اسلام سے پہلے وہ بالکل مبتلا ہے تھا۔ جس طرح قبیلے قبیلے کا خدا الگ تھا اسیطرح ہر ہر قبیلے کا شیخ بھی الگ تھا۔ آپس کی جنگ و جدال اور حرب و قتال نے تمام ملک کو کارزار بنا رکھا تھا۔ بے اطمینانی دلینے ہی عرب کے گوشے گوشے میں موجود تھی۔ قبایل کا ایک دوسرے کے موکات پر غارتگری بہترین کسب معاش تھی۔ اس پر شعرا سے قبایل فخریہ قصاید لکھتے تھے۔ اور ہر شخص دوسرے کی عزت و ناموس کو اپنے لئے بہترین مصرف قرار دیتا تھا۔

غرضیکہ دنیا کے اس خشک و بے آب ملک کا چپہ چپہ انسانوں کے خون سے سیراب کیا جارہا تھا کہ دفعتہً سلطنت الہٰی کا ظہور ہوا۔ اور وادی مکہ میں عرب کے سب سے بڑے مجمع کے اندر اس کے اس فرمان کا اعلان کیا گیا۔ کہ اے اولاد آدم! ہوشیار ہو جاؤ۔ کہ آج جان اور مال کی حرمت قایم کیجاتی ہے۔ جس طرح کہ آج کے روز کی اس شہر مکہ میں اور اس ماہ حج میں حرمت ہے۔ ہوشیار ہو کہ جاہلیت کی تمام باتیں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ ایام جاہلیت کی خونریزی اور اس کے انتظام کے تمام واقعات آج سے فراموش ہیں۔ اور سب سے پہلے میں خود اپنے عمزاد بھائی ابن ربیعہ بن حارث کا خون فراموش کرتا ہوں۔

یہ ایک آواز تھی جس سے عرب کے پرشور و شر فضا میں سکوت طاری ہو گیا۔ امن عام کا ابر چھا گیا۔ حکومت الہٰی کے اس والی نے نصرانی شہزادہ طے سے فرمایا تھا۔ کہ عرب کی بے اطمینانی سے نہ گھبراؤ۔ وہ وقت آئیگا۔ کہ ایک بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی عرب کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں نکل جائیگی۔ اور کوئی اس سے تعرض نہ کرے گا۔ بس وہ وقت آگیا کہ بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں نکل گئی۔ اور کسی نے اس سے تعرض نہ کیا۔

تاسیس اصلاحات حکومت

اس سلسلہ میں یہ عجیب بات ہے۔ کہ اسلام نے حکومت اسلامی کا جو نظام قرار دیا۔ وہ ایک ایسی چیز تھی۔ جو اس کے گردوپیش کی سلطنات حکومت میں کہیں بھی موجود نہ تھی۔ اس نے ایک قاعدہ قانونی جمہوری نظام کی بنیاد ڈالی حقوق عامہ کی تشریح و تعیین کی۔ تعزیرات و حدود جرائم کے مناصب قایم کیے۔ مالی، ملکی، اور انتظامی قوانین وضع کیے۔ عدل و انصاف کی تعلیم دی۔ قانونی تسامح و استثنائے شخصی کی ممانعت کی شخصی حکومت و ذاتی امتیاز کو ایک قلم مٹا دیا۔

یہ مجمل بیانات ہیں۔ جن کی تفصیل و اثبات کے لئے موجودہ اصول جمہوریت و عمومیت کی بنا پر متعدد مباحث طے کرنے چاہئیں۔

تاریخ کا ایک زرّیں ورق

دنیا میں صداقت اور جبر و استبداد کے درمیان جس قدر جنگیں ہوئیں۔ ان میں سے بلحاظ اپنی نوعیت کے تاریخ کا یہ بھی ایک نہایت اہم اور ضروری واقعہ ہے جس کے ضمن میں ہمارے جلیل القدر آباؤ اجداد زندگی کی دشوار گذار منزلوں کو طے کرنے کے بعد بالآخر کابل سے سرزمین پنجاب میں ہمیشہ کے لیے کوچ اور نقل مکانی کر آنے پر مجبور ہوئے۔ ظلم اور غارت کے زہرہ گداز اور جگر پاش حالات کے بالمقابل جب ان کی اولوالعزمی۔ استقلال اور ایثار پر خیال کیا جاتا ہے تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے تحمل بر جفا کردن
خدا اجرے دہد آں صابران پاک طینت را (آمین)

اس سلسلہ میں دودمانِ فریدی کے نامور اسلاف کے ورود پنجاب کی ہسٹری بروایت صاحب سیر الاولیا یوں ہے کہ جس زمانہ میں بادشاہی کابل فرخ شاہ عادل کے تحت میں تھی تو بادشاہانِ دیگر اُن کے مطیع و منقاد تھے۔ لیکن جب حوادثِ روزگار سے سلطنت کابل شاہ غزنی کے تصرف میں آئی تو فرخ شاہ کی اولاد دیار کابل میں اپنے املاک و اسباب پر قابض و متمکن رہی رہتے کہ مابعد چنگیز خاں نے خروج کیا اور ایران و توران کو تہ تیغ کر ڈالا۔ جب اس نے غزنی پر لشکر کشی کی اور کابل میں پہنچا۔ تو کابل کو لوٹا اور تاخت و تاراج کیا۔ شیخ احمد (دادا علی حضرت گنجشکر) لڑائی میں از دست کفار شہید ہوئے جس کے بعد علامہ شیخ شعیب اپنے تین صاحبزادوں اور انکی والدہ محترمہ سمیت جو سلطان محمود غزنوی کی ہمشیرہ تھیں۔ لاہور میں پہنچے۔ جہاں سے پھر قصبہ قصور میں گئے قاضئے قصور آپ کے خاندان کی بزرگی و عظمت کے حالات پہلے ہی سُن چکے ہوئے تھے۔ اسلئے تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ چندے قیام کرنے کے بعد پادشاہ دہلی کیطرف سے قضاۃ بلدۂ کوٹھیوال (بعلاقہ ملتان) حضرت شعیب کے تفویض ہوئی جسپر آپ فائز و متمکن ہوئے۔

صاحب خزینۃ الاصفیا اور صاحب جواہر فریدی شہادت اور تاخت و تاراج کے حالات کے بعد رقمطراز ہیں۔ کہ شیخ فرید الدین کے والد بزرگوار شیخ جمال الدین سلیمان (خواہرزادۂ سلطان محمود غزنوی) بعہد سلطان شہاب الدین غوری لاہور میں تشریف لائے اور حسب الحکم پادشاہ عہد علاقۂ ملتان میں منصب قضا پر فایز ہوئے۔

تعین زمانہ کے جزوی اختلاف کی بحث کو سردست نظرانداز کرتے ہوئے اسوقت ان حالات سے مقصود صرف یہ ہے کہ مظالم چنگیزی ہی کابل سے نقل مکانی کا سبب اصلی ہوئے اور بنیاد ظلم کا وہ پہلا پتھر تھا۔ جو ہمارے خاندان کے لئے ظالم چنگیز کے ہاتھوں رکھا گیا۔

سرزمین پنجاب میں خاندان سے منصب قضاء پر مامور ہونے کا افتخار اولین جنکو حاصل ہوا۔ بایں حالات وہ حضرت شعیب یا مولانا جمال الدین سلیمان ہی تھے۔

حضرت فرید الحق والدین گنجشکر قدس سرہٗ العزیز کا سلسلۂ اولاد اس قدر وسیع ہے کہ اس مختصر میں اندراج کی گنجائش نہیں پا سکتا۔ اس لئے مجبوراً سلسلہ کے درمیانی واسطوں کو چھوڑتے

ہوئے اوس منصب سے آخری اور متعلقہ کڑی کا ذکر کیا جاتا ہے جس پر ہمارے خاندان کی منصب قضا کا خاتمہ ہوا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے عملی پہلو میں اوس قضا کو قضا آگئی۔ وہ "نامور" ہیرو جنہوں نے منصب قضا کا آخری اعزاز پایا۔ ہمارے جد امجد حضرت مولانا قاضی غلام محمد صاحب فاروقی (نور اللہ مرقدہٗ) ہیں تاریخ ولادت نہیں مل سکی۔ لیکن نوشتہ ہائے قلمی سے ظاہر ہے کہ قصبہ ایمن آباد کو آپ کا مقام ولادت ہونے کا افتخار حاصل ہوا سایہ پدری خورد سالگی ہی میں آپ کے سر سے جدا ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش کے متکفل آپ کے دادا الشیخ محمد ہاشم صاحب فاروقی ہوئے۔ آپ کی درس و تدریس کے لئے مولانا محمد جمیل صاحب وزیرآبادی جو علوم دین میں عزو اور یگانہ ہونے کے علاوہ عالم باعمل تھے اتالیق مقرر کئے گئے۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو علم کے ساتھ ساتھ فرصت کے وقت بانز۔ جرعہ اور باشہ سے تنکار کا شوق بھی کرتے۔ پھر اشتیاق علم میں حصول تعلیم کے لئے آپ عرصہ تک لاہور میں رہے۔ اور فارغ التحصیل ہو سکنے پر واپس ایمن آباد آ گئے۔ جہاں پر وجہ معاش کے لئے آئمہ زمین معافی کافی سے زیادہ تھی۔ اس لئے آپ ابتداء جوانی ہی سے فارغ البالی اور فراغت کے ساتھ زیادہ تر مصروف بہ عبادت رہے۔ چند پشت سے اگرچہ منصب افتا و قضا خاندان میں موروثی چلا آتا تھا۔ تاہم اس کی تجدید آپ کے نام نامی پر پادشاہ دہلی سے عمل میں آئی۔ اور آپ مجدداً منصب قضا و افتا پر فائز ہوئے۔ آپ کی علم پروری کی شہرت دور و نزدیک تک پہنچی۔ چنانچہ ہندوستان کا ایک مطرب زادہ بھی حصول علم منطق کے لئے آپ کے حلقہ شاگردی میں داخل ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اتفاقاً اوس سے پوچھا۔ کہ علم منطق تمہارے پیشہ میں کس جگہ کام آسکتا ہے۔ اوس نے عرض کیا کہ اگر صحبت علماء میں لطیفہائے عجیبہ کے بیان کرنے کا اتفاق ہو جائے۔ تو پھر سوائے علم ادراک کے اور کچھ کام نہیں آسکتا چنانچہ بطریق مثال اوس نے فوراً یہ کلیہ منطقیہ وضع کیا۔ "کل شیئ یتحرک فکہ الا سفل الا التمساح عند المضغ" اور کہا یہ کلیہ اس طرح پر منطبق ہوتا ہے کہ وقت جماع نک علے مرد متحرک مے شود۔ از اسفل زن متحرک مے شود۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اوس زمانے میں محض کتابی کیڑے ہی پیدا نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ علم کی جس شاخ سے تعلق ہوتا اوسکا صحیح مقصد حاصل کیا جاتا جو پھر عملی زندگی کے لئے کارآمد ہو سکتا۔

ہندوستان پر ہی کیا منحصر تھا۔ ہر جگہ اپنی حکومتوں میں ایک پوشیدہ اور مضبوط قوت جاذبہ رہی۔ جس کی وجہ سے ہر فن کے لئے صاحب کمال پیدا ہوتے رہے چنانچہ قرطبہ میں سلطان عبدالرحمٰن ثانی کے عہد میں جن چار مخصوص کی رائے پر جمیع معاملات سلطنت کا انحصار رہا۔ ان میں زریاب فن موسیقی کا ایک مشہور استاد بھی تھا جو اصل میں ایران کا باشندہ اور بغداد کے مشہور کلاونت اسحاق کا شاگرد رشید تھا۔ زریاب صرف گویا ہی نہ تھا بلکہ بوجہ کثرت مطالعہ اوس کے معلومات نہایت وسیع تھے ہزار سے زیادہ راگنیاں اوس کو ازبر یاد تھیں۔ تنبورے پر پانچواں تار اسی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ اندلس میں ایک قسم کی رکابی اوس کے نام پر ناب الزریاب مشہور رہی۔ بالوں کی فیشن ایبل تراش میں اوس نے موشگافیاں کیں دسترخوان پر طعام نو ایجاد کی بنیاد ڈالی۔ دہات کی بجائے کانچ کے کوزے۔ چرمی بستر اور بہت سے اسباب معاشرت کے استعمال کا آغاز اوسی سے ہوا۔

دوسری طرف قدردانی کا یہ عالم تھا۔ کہ زریاب کو سلطان کی طرف سے ایک معقول رقم بطور پنشن ملنے کے علاوہ جملہ لوازمات اکل و شرب۔ سامان سکونت اور دیگر حبوب ضروریہ بھی ملتے

یہ بات تو ضمناً درمیان آ گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا

قاضی غلام محمد مستجاب الدعوات اور صاحب سر بھی تھے۔ آپ سے بیشمار کرامتیں ظہور میں آئیں۔ ایک سیدہ کا داماد محمد میر نام عرصہ سے مفقود الخبر تھا۔ جس کی تلاش میں وہ بیچاری حیران و سرگردان رہتی۔ ایک دن وہ آپ سے مستمند دعا ہوئی۔ آپ نے اوس کو چند روز تک دعا نادِ علی مرتضےٰ پڑھنے کیلئے کہا چنانچہ اوس سے ساتویں روز بعد اوس کا داماد آ پونچا۔ جس نے دریافت پر بتلایا کہ میرا ماہانہ طیار تھا۔ اور نواب مظفر خان صوبہ دار ملتان تقسیم تنخواہ میں مصروف تھا۔ کہ ایک نورانی صورت پیر مرد وہاں آیا۔ جس نے مجھے کہا۔ کہ اٹھ اور امین آباد کو روانہ ہو چنانچہ میں اپنا ماہانہ چھوڑ کر یہاں آ گیا۔ بعد ازاں جب وہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھتے ہی معاً چلا اٹھا کہ "ہمیں پیر بود" آپ نے فرمایا کہ راز افشا نباید کرد۔

علم تعبیر میں بھی آپ کو دستگاہ کامل حاصل تھی۔ ایک شخص نے خواب میں اپنے تمام دانتوں کو گرا ہوا دیکھا۔ اور آپ سے اس کی تعبیر چاہی آپنے فرمایا کہ تو اپنے تمام بھائیوں سے بعد فوت ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نثر کے علاوہ نظم میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ جنید تخلص فرماتے آپنے اپنے جد امجد حضرت فریدالدین گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ کی مدح اور شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ جس کے آخری چند اشعار لطف کلام کی غرض سے نمونۃً درج ذیل ہیں۔

جنید از گفتگو زبان درکش
عرضِ احوالِ خویش پیش آور
کہ کمالاتِ او نہ گنجد
از ہزاران یکے بصد دفتر
بندہ از کمترین فرزندان
از سعادت نہادہ سر بر در
رخت فرزند از پریشانی
مے تواند بروں کشید آخر
از کرم دستِ ایں فتادہ بگیر
کہ چنیں است لطفِ جد و پدر

آپ کی غیرت ملی اور حمیت دینی کا یہ عالم تھا کہ جب حکومت مغلیہ کے آخری سلاطین ملکداری کی کمزوریوں کے علاوہ امور خلاف شرع کے ارتکاب میں بھی دلیری اور جسارت برتنے لگے جس سے سلطنت ہی کے لئے نہیں۔ بلکہ حفاظتِ اسلام از دستِ کفار (مرہٹہ و سکھ) کے متعلق بھی خدشہ پیدا ہو گیا۔ اور حکومتِ مغلیہ ملکی انتظام کے لحاظ سے درجہ کہولت کو پہنچتی ہوئی معلوم ہونے لگی۔ تو آپ نے محض اس ارادہ اور نیت سے کہ دینِ پاک اسلام عرب سے براہ سندھ و افغانستان کن مشکلات کے ساتھ تگ و دو سے ہندوستان میں لایا اور پھیلایا گیا ہے۔ اور اب ان کمزور سلاطین مغلیہ کے ہاتھوں گرداب بلا میں پھنس رہا ہے۔ اسلامی حکومتِ ملحقہ یعنے غازی احمد شاہ درانی بادشاہ کابل کو دعوت دی کہ ہندوستان میں پونچکر دینِ اسلام کے علم کو قائم و برقرار رکھے۔ چنانچہ احمد شاہ نے آپ کی اس دعوت کو بطیبِ خاطر قبول کیا۔ یہی نہیں بلکہ بجہت پاسِ خاطر احمد شاہ موصوف آپ نے چہل حدیث درباب جنگ با کفار (مرہٹہ و سکھ) تصنیف کئے۔ جس میں اس مقصد کے لئے طریق سلاح اور فراہمی اسپان مضبوط کی تشریح کی۔ یہ ایسا نازک وقت تھا۔ جبکہ ہندوستان کی آیندہ قسمت کے فیصلہ کے متعلق کسی امپیریل پالیسی (شاہی حکمت عملی) کے وضع اور تجویز کرنے کی ایسی اہم تر ذمہ داری کا اپنے پر لینا جان جوکھوں کے کام سے کم مشکل نہ تھا۔ جس کے دو ہی نتیجے ہو سکتے تھے۔ تخت یا تختہ۔ چنانچہ فی الواقعہ اس کے نتیجہ میں جہاں حکومت پنجاب میں انقلاب عظیم واقعہ ہوا۔ وہاں آپ کی ذاتی اور خاندانی حیثیت اور وجاہت میں بھی تغیر عظیم رونما ہوا مگر محبت اسلام میں آپ نے سب کچھ قبول کیا۔

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے کہ اکتوبر ۱۷۴۷ء مطابق سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں احمد شاہ ابدالی سریر آرائے سلطنت ہوا۔ یہ آخری فاتح اور آخری علمبردار اسلام درہ خیبر کی راہ سے

باغیوں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی۔ قیام امن۔ انتظام مملکت اور حفاظت اسلام از دست کفار کی غرض سے سات مرتبہ ہندوستان میں آیا۔ مگر ہر دفعہ کے آنے میں اس کو ترغیب تحریک پنجاب ہی سے ہوتی رہی۔

احمد شاہ آیا تو سہی گرامی کا آنا علامہ قاضی غلام محمد صاحب کیلئے مصائب و شدائد کا پیش خیمہ بن گیا کیونکہ سکھوں پر دعوت تحریک کا راز واضح اور فاش ہو گیا۔ اور انہوں نے انتقام کے لئے منصوبے باندھنے شروع کر دئے۔ شیخ غلام مرتضیٰ صاحب قریشی تحصیلدار مرحوم اپنے قلمی نسخہ "تاریخ عہد سکھاں" میں رقمطراز ہیں۔ کہ بالآخر ۱۷۶۲ء میں جبکہ احمد شاہ کابل میں تھا۔ تو چڑت سنگھ (جد رنجیت سنگھ) وغیرہ سکھوں کے جم غفیر نے باہم اتفاق کرکے یہ عزم بالجزم کیا۔ کہ مسلمانوں کو ملک (پنجاب سے) نکالدینا چاہیئے۔ چنانچہ (اس مقصد کی تکمیل کے متعلق تجاویز کے لئے) ان کا ایک بڑا مجمع امرتسر میں جمع ہوا اور باہم یہ صلاح ٹھیری کہ امین آباد کو بھی لوٹا جائے۔ کیونکہ وہاں کے قاضی احمد شاہ ابدالی کے ممد و معاون ہیں۔ اور سکھوں کی بیخ کنی کے خواہان۔

یہ بھی قرار پایا کہ گرو نرنجن (نرنجن داس) سکنہ جنڈیالہ کو بھی سزا دی جائے کیونکہ وہ شاہ درانی کا خیر طلب ہے۔

اس قرار داد کے مطابق چڑت سنگھ نے ایک سو سوار کی جمعیت کے ساتھ امین آباد کو لوٹا۔ وہاں کے بادشاہی فوجدار کو قتل کیا اور شہر میں گھس کر جس قدر مال و اسباب اٹھایا جا سکتا تھا۔ اٹھا لیا (ملاحظہ ہو تاریخ پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۷ء مرتبہ رائے بہادر کنہیا لال)

عہد سکھی کے نوشتہ ہائے قلمی میں مندرج ہے۔ کہ "آنچہ بیش قیمت مال و اسباب و اثاث البیت از غارت قاضیان بدست آمدہ بر کمید و بیست بہار شتران بار کردہ در لاہور فرستادہ شد و کرایہ بیست روپیہ فی شتر ہمراہ بلوچاں کرایہ داران مقرر شدہ"۔

جنڈیالہ میں پہنچکر گورو نرنجن کے مسکن کا بھی سکھوں نے محاصرہ کیا جس کے متعلق رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں۔ کہ سکھوں کی اس وجہ پر عاقل داس گدی نشین و مہنت جنڈیالہ سے کمال دشمنی تھی۔ کہ اس کی دوستی مسلمانوں سے بہت تھی اور احمد شاہ بادشاہ کو اس نے بوقت مہم دہلی بہت سا روپیہ بطور امداد قرض دیا تھا۔ اس لئے ۱۷۶۲ء کے آغاز میں سکھوں نے مجتمع ہو کر جنڈیالہ پر یورش کرکے اس کا محاصرہ کر لیا۔

یہ وہ وقت تھا۔ جبکہ پنجاب میں احمد شاہ کے خیر سگال اس طرح پر لوٹے جا رہے تھے۔ اس لئے ان واقعات کی اطلاع اس کو کابل میں بذریعہ شتر سوار پہنچائی گئی۔ بمصداق اسکے۔

بجرم عشق توام مے کشند و غوغا ایست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشا ایست

جسکے ملتے ہی وہ شیر نر بیان کی طرح غراتا اور چالیس ہزار سوار کے ساتھ یلغار کرتا ہوا پنجاب میں پہنچا۔ اور سرہند کے مقام پر جسقدر سکھ اس کے سامنے آئے۔ ان کا کچومر نکال دیا۔ چنانچہ ۲۴ ہزار سکھ قتل اور بیشمار مجروح و نیم جان میدان میں رہے۔ اور بقیۃ السیف بھاگ نکلے۔ غازی ذیشان اس معرکہ سے فارغ ہو کر امرتسر میں داخل ہوا۔ اور اس نے سکھوں کے اس معبد (مندر) کو جہاں سے کہ بناء اس فساد کی پڑی تھی (یعنی جس میں جمع ہو کر امین آباد کے خاندان قضاۃ کو لوٹنے کا منصوبہ باندھا گیا تھا) مسمار کرا دیا۔ اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے اپنا غضب مندر پر نکالا اور حکم دیا کہ مندر گرا دیا جائے اس کی بنیادیں بارود رکھ کر اڑا دی جائیں۔ تالاب کی عمارت گرا کر اس کا مٹی سے بھر دیا جائے۔ چنانچہ فی الفور حکم کی تعمیل ہوئی اور مندر کی تمام عمارت ایک دو روز میں مفقود ہو گئی۔

احمد شاہ نے اگرچہ فتح و ظفر پورے طور پر حاصل کیا مگر ۱۷۶۳ء کے آخر میں اسے واپس کابل جانا پڑا۔ جس کے

بعد سکھوں کے غول کے غول از سر نو جمع ہونے شروع ہو گئے اور پنجاب میں جور و جبر اور لوٹ گھسوٹ کا پھر آغاز ہو گیا اس لئے ترائید عمل سکھاں کو بھانپتے ہوئے علامہ مفتی غلام محمد صاحب نے منصب قضا سے دست کشی فرما لی۔

پس ایسے نازک اور پر آشوب حالات میں جبکہ جان کا سلامت لے نکلنا ہی مغتنمات . تھا۔ علامہ ممدوح اور آپکی ذریت کا آئندہ کے لئے امین آباد میں رہ سکنا غیر ممکن ہو گیا اس لئے آپ نے اپنی بیش قیمت جائداد غیر منقولہ از قسم اراضیات و مکانات اور قیمتی اثاث البیت کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا۔ جس سے سکھوں کے اس ظلم عظیم کی دائمی اور نہ مٹنے والی یادگار ابدا لآباد کے لئے صفحۂ ہستی پر قایم ہو گئی۔ اور آپ اوس پشتینی وراثت کے وارث ہوئے جو عہد چنگیزی سے لیکر زمانہ سکھی میں آپ ہی کے لئے مقدر تھی۔

دوران لقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد
بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

تعلقات جد مادری کی بناء پر پناہ گزینی کے لئے آپ بوچہ چٹھہ اور خانپور گکھڑ ان میں گئے۔ مگر وہاں کی آب ہوا بھی راس نہ آئی اس لئے آپ اپنے جد امجد حضرت قطب العالم کے روضۂ مبارک پر پاک پٹن میں تشریف لے گئے اوس وقت وہاں کے سجادہ نشین شیخ عبد السبحان تھے وہاں عرصہ تک آپ یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ اور حدیث و تفسیر کی تعلیم دیتے رہے۔ لاکن آپ کے صاحبزادہ شیخ فتح اللہ نے زندگی کے تکلفات رسمیہ سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے اس امر کا تہیہ کر لیا۔ کہ ؎

رہئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار کا اک گھر بنایا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

چنانچہ عزلت گزینی کی انہیں قبیل مصلحتوں کی بناء پر کہ ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را۔ آپ تلاش ملجا میں آوارۂ خانماں پھر رہے تھے۔ اور بطور رہگذر چاہ ابن والہ پر فروکش تھے۔ کہ اہالیان دیہہ کے اصرار و استدعا پر آپ نے سادو[51] گورایہ جیسے غیر معروف قریہ کی اقامت کو پسند فرما لیا۔ جسمیں آپ کو ستانے اور کچھ آرام پانے کا موقعہ ملا اور پھر وہی قریہ آپ کی اولاد کا مستقل دار الاقامت بن گیا۔ چنانچہ

دادا جان مرحوم قاضی نبی بخش صاحب اپنی ایک تصنیف میں بزبان پنجابی اس کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں ؎
سادو خوش وسّے قاضی نبی بخشا جیتھے قاضیاں بیٹھ آرام کیتا
مگر بایں ہمہ امین آباد کی یاد بھی ہمیشہ دامنگیر رہی جس کے متعلق آپ رقمطراز ہیں ؎

میں قاضی مُڈھ قدیم دا
شہر امین آباد یتیم[52] دا

تاریخ کی یہ ایک ناقابل تردید شہادت ہے۔ کہ جو قومیں اسلام کی دشمنی کے لئے اٹھیں یا تو مشرف باسلام ہو کر اسلام ہی میں جذب ہوئیں۔ یا دشمنی کی آگ میں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ اسی دستور الٰہی کے مطابق چنگیز کی نسل بالآخر داخل اسلام ہو کر قوت اسلام میں جذب ہوئی اور چڑت سنگھ جیسے سید الظلم کی نسل کا تعلق حکمرانی بالآخر سرزمین پنجاب سے ہمیشہ کے لئے منتقم حقیقی نے منقطع کر دیا۔ ان کا مال و املاک غیروں کے تصرف میں دیا گیا

---

[51] ۔ اب خاصہ قصبہ ہے۔ نظیر۔

[52] ۔ قبلہ قاضی نبی بخش صاحب مرحوم کے سر سے خورد سالگی ہی میں سایہ پدری اٹھ گیا تھا۔ اسلئے اس مناسبت یتیمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ نے اس موقعہ پر لفظ یتیم کا استعمال فرمایا۔ نظیر۔

اور پر گاہ   تک نہ چھوڑا گیا - فاعتبروا یا اولی الابصار -

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا

نزول الماء کے عارضہ کی وجہ سے علامہ قاضی غلام محمد صاحب بہت زیادہ عرصہ پاکپٹن میں نہ ٹھیر سکے اور واپس تشریف لے آئے - جب آپ کی حیات مستعار کا پیمانہ لبریز ہونے کے قریب آگیا - تو خفیف سے بخار کے دوران میں شب جمعہ کو نماز عشا ادا کر لینے کے بعد آپ نے باواز بلند کلمہ طیب پڑھتے ہوئے فرمایا کہ "سامے روپم" اتنے میں آپ کی روح پر فتوح علیین کو پرواز کر گئی - اور علم وفضل - زہد و عبادت - کشف وکرامت - سیاست و فراست - اور عظمت و ثروت کا وہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون - آپ کے جنازہ پر نزول باران رحمت ہوا -

تاریخ وصال ۱۷ ذیقعد ۱۲۰۰ ہجری ہے - آپ کے مزار پرانوار کے محل وقوع کے متعلق قبلہ قاضی نبی بخش صاحب مرحوم یوں تحریر فرماتے ہیں "قبرش در شہر امین آباد - برچاہ ظاہر والہ - متصل کوٹلی قاضیاں (مفتیاں) الحال ویران بطرف جنوب - مغرب - از خانقاہ سلیم شاہ جتی -

بایں حساب اگرچہ آپ کو خلد بریں میں استراحت فرماتے ہوئے اب ڈیڑھ صدی کے قریب زمانہ ہونے کو ہے - مگر اولوالعزموں کے ہمیشہ زندہ رہنے والے عظیم الشان کارناموں کی طرح آپ کی اعلےٰ اور پاکیزہ زندگی کے کوائف وحالات صفحۂ یادگار کے چمکیلے حروف ہیں - جواب بھی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں -

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما -

قاضی نظیر حسین فاروقی۔
مستوفی الریاست قلات
از گوجرانوالہ

تعلیم نسواں کی ترویج اور حقوق نسواں کی حفاظت کی غرض سے اس نام کا ایک ماہوار رسالہ نوشابہ خاتون بی-اے - وبیم رفیعہ خاتون کی ادارت میں امرتسر سے جاری ہوا ہے - دوسرا نمبر ہمارے ملاحظہ سے گذرا - رسالہ بحالت مجموعی اچھا ہے - کاغذ، طباعت اور کتابت دیدہ زیب - قیمت سالانہ سرورق پر درج نہیں مینجر صاحب رسالہ "سہیلی" رامباغ سٹریٹ امرتسر سے طلب کیجیے

اُسوۂ حسنہ

ایثار کی اعلےٰ ترین نظیر

عشقِ رسولؐ کا معیار

کافروں نے یہ کیا جنگ اُحد میں مشہور
کہ پیمبر بھی ہوئے کشتۂ شمشیر دو دم

ہو کے مشہور مدینے میں جو پہنچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدہ حسرت و غم

ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف
جن میں تھیں سیدہ پاک بھی بادیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصار نکو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس انکی بہم

موقعہ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیر ستم

سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہ الم

اس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم!

سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضور
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اس نے رخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

شبلی نعمانی رح

رسوم

(از جناب منشی اخلاق حسین صاحب)

کوئی قوم۔ کوئی ملک۔ کوئی ملت ایسی نہیں جس میں رسوم کا رواج نہو رسم ہے کیا ؟ رسم اُن رواجوں کا نام ہے جو ایک عرصہ تک کسی ملک میں جاری رہنے کے بعد لوگوں پر اسقدر عادی ہوجاتی ہیں کہ ان کو مضر سمجھنے کے بعد بھی ان سے پیچھا چھڑانا دشوار کیا ناممکن معلوم ہونے لگتا ہے بخصوصیت کے ساتھ ان رسوم کو ترک کرنا جن کو بواسطہ یا بلا واسطہ مذہب سے منظوری حاصل ہوتی ہے۔

رسم پر ہندوستان کے اردو رسایل اور اخبارات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور یہاں ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہے۔ جو رسم کی پابندی کو وضعداری خیال کرتا ہے۔ وہاں اُس گروہ کے افراد بھی کچھ کم نہیں ہیں جو رسم کو ایک مہمل حرکت خیال کرتے ہیں۔ رسم کی پابندی کے معاملہ میں جو طبقہ زیادہ پابند وضع ہے۔ وہ عورتیں ہیں تقریب قریب ہر گھر میں مردوں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ عورتیں رسوم کی پابندی کے لئے بیجا زور دیتی ہیں۔ اور بعض اوقات تو یہاں تک ہوتا ہے۔ کہ گھروں میں لڑائی کی بنا یہی رسم کی پابندی ہوجاتی ہے خاوند صاحب رسم کی پابندی حرام خیال کرتے ہیں۔ بیگم صاحبہ رسم کو چھوڑنا کفر سمجھتی ہیں۔ اس چھوٹی سی بات پر آپس میں شکر رنجی ہوجاتی ہے۔ اسوقت تک جو بحثیں اس مسئلہ پر ہوتی ہیں وہ یہ بتاتی ہیں۔ کہ نوے فیصدی بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ رسوم محض لغو ہوتی ہیں۔ مگر تعجب اور رونا اس بات کا ہے۔ کہ وہ تعلیم یافتہ گروہ جو رسم کو کفر اور اس کے کرنے والے کو قریب قریب کافر سمجھتا، آنکھوں دیکھے کنوئیں میں گرتا اور رسموں کو پورا کرتا ہے۔ رسوم قبیحہ کو چھوڑنے کا وعظ کہنے سے پہلے ہم کو ان باتوں پر غور کرنا چاہیئے جو رسم کو چھوڑنے نہیں دیتیں۔ کیونکہ مرض کی تشخیص ضروری ہوتی ہے اور جب مرض تشخیص ہوجاتا ہے۔ جب کہیں مرض کیلئے دوا تجویز ہوسکتی ہے یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ رسوم کو چھوڑنے کے لئے جو چیز مجبور کرتی ہے وہ یا تو کفایت کا خیال یا محنت کی پریشانی اور تکلیف سے بچنے کی غرض یا اس رسم کا عام تہذیب کی ترازو میں پورا اُترنا۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو رسم کی پابندی سے آزاد کرنا چاہے تو وہ کم از کم اس وقت تک اس سے سبکدوش نہیں ہوسکتا جب تک پہلی مرتبہ وہ اپنے مقصد کو فوت نہ ہوجانے دے۔ بادی النظر میں یہ ایک مہمل سی رائے ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے دی گئی ہے۔ جو دنیا، کنبہ، قبیلہ اور لوگوں کی طعنہ زنی کا حد درجہ خیال کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو اس خاص پابندی سے مبرا خیال کرتے ہیں۔ وہ بالکل آزاد ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ رسوم کو چھوڑ کر اپنے آپ کو تکلیف سے بچا لیں اور کفایت کا ضروری مقصد بھی حاصل کریں مگر وہ لوگوں سے اپنی تقلید نہیں کرا سکتے۔

ہندوستان میں اور خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں میں نوے فیصدی آدمی ایسے ملینگے۔ جو نہ تو خود کفایت کرتے ہیں۔ اور نہ کسی دوسرے کو کفایت کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے۔ بلکہ اس کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں ہر شخص خواہ کسی حیثیت اور کسی مرتبہ کا کیوں نہ ہو فطرتاً وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی فرد بھی اسے بے وقعت سمجھے اور اسی لئے وہ رسوم کو چھوڑنے کے فوائد کو محض اس لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ کہ کہیں لوگ اسے بے وقعت خیال نہ کرنے لگیں اس لئے اس شخص کے لئے جو رسوم کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ لازم ہے کہ وہ ابتدا میں کفایت اور اپنی تکلیف کے خیال کو نظر انداز کرے۔ جب وہ دو چار دفعہ کے بعد اپنے اصل مقصد کو پورا کر سکے گا۔ تو رسوم کی اصلاح ہونے لگیگی۔

جہاں میں رسوم کی اصلاح کا مدعی ہوں وہاں میں یہ نہیں کہتا کہ رسوم کو یکقلم ترک کردیا جائے کیونکہ ہندوستانی عورتوں کا ملنا جلنا بہت کچھ ان رسوم پر مبنی ہے۔ اور اس ملنے جلنے سے بہت سے ضروری کام مثلاً

و باس وغیرہ کی اصلاح سلیقہ شعاری اور طریقہ برتاؤ کا علم اور شادی بیاہ سے متعلق ابتدائی معاملات سرانجام پانتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملنے جلنے میں تخفیف کرنے کا خیال کرنا میرے نزدیک سوسائٹی کے لئے مُضر معلوم ہوتا ہے اور اس مضمون کے لکھنے سے میرا مدعا یہ ہے۔ کہ رسوم بھی رہیں - اور ان میں ایسی سہولتیں ہم پہنچ جائیں۔ جو خوبی اور لطف کے مقابلہ میں حد سے زیادہ تکلیف دہ نہ ہوں۔ اس خاص مسئلہ پر ملک کے اہل قلم اپنی اپنی رائے دیں۔ کہ موجودہ رسوم میں کس طرح اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور ان کی تکلیف دہ باتوں کی جگہ کیا کیا ایسی بابتیں کی جا سکتی ہیں - جو سہل العمل بھی ہوں اور نسبتاً پُر لطف بھی۔

اسباب عروج و زوال

تمام قوموں کی تاریخ حیات درحقیقت ان کے عروج و زوال کی داستان ہے۔ لیکن یہ داستان اس لئے نہیں ہے۔ کہ اس کو پڑھ کر ہم تھوڑی دیر کے لئے لطف و انبساط حاصل کریں بلکہ اس لئے ہے کہ قوموں کے عروج و اقبال کے حوصلہ افزا واقعات ہم میں جوش و ولولہ پیدا کریں۔ اور ان کے ادبار و انحطاط کا افسانہ پُرالم ہمارے لئے عبرت و بصیرت کا باعث ہو اور ہم کو اس پُرخطر راہ سے آگاہ کرے جس پر چلکر قوموں نے اپنے کو ہلاکت و بربادی کی سرحد تک پہنچا دیا ہے۔

یہ تو کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے کتنی قوموں نے عروج حاصل کیا اور کتنی قوموں کا یاس و حسرت سے ناکامی کی موت پر خاتمہ ہوا لیکن تاہم کم از کم گذشتہ چھ سات ہزار سال کی تاریخ تو ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو عروج و زوال اور اقبال و ادبار کا ایسا عجیب مرقع ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ جس کو دیکھ کر ہم یکسر تصویر حیرت بنجاتے ہیں -

نکتہ سنج اور دقیقہ شناس مورخین ان علل و اسباب سے بھی بحث کرتے ہیں۔ جو عموماً قوم کے عروج و زوال کا باعث ہوا کرتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی قوم کی ترقی یا اس کے زوال کے اسباب متعدد ہوتے ہیں۔ اور جبتک کہ تمام اسباب جمع نہ ہو جائیں۔ نہ تو کوئی قوم کامل ترقی کر لیتی ہے، نہ کلیتہً تباہ و برباد ہو جاتی ہے تاہم بعض اسباب نہایت قوی ہوتے ہیں۔ جن کا اثر نہایت گہرا اور نتیجہ خیز ہوتا ہے چنانچہ منجملہ اسباب تنزل کے اختلاف آرا اور آرام طلبی و اسراف ایسی چیزیں ہیں۔ جو عموماً قوموں کے زوال کا باعث ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر برباد شدہ قوم کی تاریخ اس کی شہادت دے سکتی ہے۔

اختلاف آرا درحقیقت مضر چیز نہیں بلکہ اکثر معاملات میں اختلاف سے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں لیکن جب ہی اختلاف کسی بدنما صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو قوم کا شیرازۂ اتحاد بکھر جاتا ہے۔ اس کی عزت و طاقت کو صدمہ پہنچتا ہے، اس کا اقتدار بالکل زائل ہو جاتا ہے۔ اور آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ قوم اجتماعی طاقت سے اپنی بہبودی کے لئے کوئی کام نہیں کر سکتی، اور چونکہ ہر شخص کی رائے جداگانہ ہوتی ہے۔ اس لئے افراد میں خودغرضی اور سخن پروری کے صفات نمایاں طور پر ترقی کر جاتے ہیں۔ اور ہر شخص ذاتی مقاصد پر قومی مقاصد کو قربان کرنے کے لئے طیار رہتا ہے۔ رفتہ رفتہ جب یہ عادات و اطوار زیادہ ترقی پذیر ہو جاتی ہیں تو وہ قوم حیوانیت و وحشت کے درجہ میں آجاتی ہے۔ پھر یا تو خود ہی ٹکڑا ٹکڑا کر فنا ہو جاتی ہے۔ یا کسی دوسری قوم کی غلامی و بندگی کی زنجیروں اس کے دست و گلو کا ہار ہو جاتی ہیں۔ گذشتہ قوموں کی تاریخ ذرا اٹھا کر دیکھو تو صاف نظر آئیگا کہ ہر قوم کی تباہی و بربادی کے اسباب میں باہمی اختلاف کو سب سے زیادہ نمایاں جگہ حاصل ہے۔ جب اختلاف کے نتائج اسقدر خطرناک ہیں تو ہم کو دیکھنا یہ ہے۔ کہ خود مسلمانوں میں تو یہ مرض موجود نہیں۔ اور اگر ہے تو کس حد تک -

اختلاف باہمی کے علاوہ دوسری خوفناک مصیبت جس میں موجودہ مسلمان عام طور پر مبتلا ہیں ٭ وہ ان کی راحت پسندی و آرام طلبی ہے

جس نے ان کو بالکل از کار رفتہ کر دیا ہے۔ محنت و مشقت اور جفاکشی ان سے مفقود ہو چکی ہے۔

ہر شخص عیش و تنعم کا شیدا اور آرام و راحت کا طالب ہے۔ اس لئے تمام قوم سے عزم و حوصلہ رخصت ہو چکا ہے۔ اور شریفانہ جذبات کا خاتمہ ہو گیا ہے چہرے افسردہ ہیں اور جذبات مُردہ۔ نہ کام کرنے کی طاقت نہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہمعصر قوموں کے دوش بدوش ترقی کرنے کا حوصلہ نہ مشکلات پر غالب آنے کا جوش نہ کاروبار میں استقامت نہ قومی غیرت۔ ان حالات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ کسی زمانہ میں ہم بھی ابھریں گے اور دنیا میں کچھ کام کر دکھائیں گے۔

اس راحت پسندی کے بدنتائج میں سے ایک یہ ہے۔ کہ تمام قوم افلاس کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور لاکھوں ایسے ہیں۔ جو نان شبینہ کو محتاج ہیں۔ چونکہ سعی اور محنت سے کمانے کی ہمت نہیں ہے اس لئے گداگری وبال کی طرح پھیل رہی اور اس دریوزہ گری کا قدرتی نتیجہ یہ ہے۔ کہ غیرت و حمیت ان میں بالکل باقی نہیں رہی ہے۔ لاکھوں آدمی ہیں جو محنت کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ناجایز ذرایع سے روپیہ حاصل کرنے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔ ضرورت و حاجت ان کو خوفناک جرایم پر آمادہ کرتی ہے۔ اس لئے ہم میں جرایم پیشہ لوگوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ دوسرے کے حقوق غصب کرتے ہیں۔ ان کو ذرا بھی تامل نہیں ہے۔ ملت فروشی اور قومی خیانت کے ذریعہ سے دولت کمانے میں وہ سب سے زیادہ بیباک ہیں۔ ماحصل یہ ہے کہ اس راحت طلبی نے قوم میں سینکڑوں بداخلاقیاں پیدا کر دی ہیں۔ خصوصاً دیانت و امانت کے معاملہ میں تو ان کی حالت نہایت افسوسناک ہے۔

اسلامی حکومتوں کی تباہی و بربادی کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں ایک بڑا سبب سلاطین اسلام کی راحت پسندی بھی ہے جس نے ان کی حکومت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور ان کی بداعمالی کے دردناک نتایج ان کی قوم کی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ حکومت ایک عطیۂ ایزدی ہے۔ اور خدا حکومت کا تاج صرف اس قوم کے سر پر رکھتا ہے جو انصاف پروری اور معدلت گستری کیلئے طیار ہو۔ اور جبر و ظلم کا قلع قمع کرے اور اس کا عدل و انصاف تمام اصناف رعایا کے ساتھ مساوی ہو۔

آج تک دنیا میں کسی راحت طلب قوم نے عزت و دولت نہیں حاصل کی۔ اور کسی نازپروردہ کے سر پر عزت و کامرانی کا سہرا نہیں رہا گیا خصوصاً موجودہ زمانہ میں جو مقابلہ اور کشمکش کا زمانہ ہے۔ اور تمام اقوام عالم باہم مسابقت کی کوشش کر رہی ہیں۔ کون شخص بغیر جد و جہد کے کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ لہذا اس زمانہ میں صرف وہی قومیں اپنی ہستی کو قایم رکھ سکتی ہیں۔ جو محنت پسند، جفاکش اور مستقل مزاج ہیں اور عزم استقامت کے ساتھ مسلسل کام کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

تیسری چیز جس نے مسلمانوں کو کچھ کم تباہ و برباد نہیں کیا وہ ان کا غیر معمولی اسراف ہے۔ درحقیقت مسلمانوں کی حالت بھی عجیب و غریب ہے۔ وہ کمانے میں تو نہایت تنگ حوصلہ ہیں، لیکن خرچ کرنے میں سب سے زیادہ فراخ حوصلہ نظر آتے ہیں۔ مگر اُن کے یہ مصارف قوم و ملک کی بہبودی کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ نفس پروری اور سامان عیش و عشرت کے لئے۔ غرض ایک طرف تو کاہلی و سستی اس پر طرہ یہ کہ اسراف و فضول خرچی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قوم پر افلاس و ادبار کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کی جائدادیں ان کے ہاتھ سے نکل نکل کر غیر قوموں کے قبضہ میں جا رہی ہیں۔ تباہی و بربادی کی علامتیں ہر طرف نمایاں ہیں۔ اور نکبت و فلاکت نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ ان کی دماغی و ذہنی قوتیں معطل ہو چکی ہیں۔ اور ان کی سوسائٹی طرح طرح کے اخلاقی امراض میں مبتلا ہے۔ فضول مراسم اور ظاہری نمائش کا شوق اُن کو برباد کر رکھا ہے۔ اور حقیقی راحت جو اعتدال و کفایت شعاری کا نتیجہ ہے مسلمان اُس سے محروم ہیں۔

ہمیں فقدان احساس پر حیرت ہوتی ہے۔ کہ وہ گرد و پیش کے واقعات سے بھی عبرت و بصیرت نہیں حاصل کرتے۔ حالانکہ اگر وہ غور کریں تو ہمسایہ اقوام کے حالات اُن کے لئے تازیانۂ عبرت کا کام دے سکتے ہیں جو ان سے زیادہ دولتمند ہیں۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ محنتی و جفاکش ہیں اس لئے وہ زیادہ کماتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ ان کی کفایت شعاری اور میانہ روی کا حال بھی سب کو معلوم ہے۔ انکی معاشرت نہایت

معتدل و قابل تقلید ہے۔ بیجا غرور و نمائش کا اُن کو مطلق شوق نہیں وہ کسی معاملہ میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر قدم نہیں رکھتے۔ البتہ قومی مقاصد کیلئے وہ فیاضی و دریا دلی سے روپیہ صرف کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے تمام قومی کام سرسبز و شاداب ہیں۔ اور ان کی تعلیم گاہیں نہایت شاندار طریقہ سے کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔

اگر یہ سچ ہے۔ کہ انسان دوسروں کے واقعات سے بصیرت حاصل کرتا ہے۔ اور بسا اوقات دوسری قوموں کا میدان عمل میں بازی لے جانا مردہ قوموں کے لئے تازیانۂ عبرت ہوتا ہے جو ان کو ہوش میں لے آتا ہے۔ اور ان کی حمیت و غیرت اِس ذِلت کو گوارا نہیں کرتی کہ وہ کسی سے پیچھے رہیں۔ تو مذکورہ بالا واقعات ضرور اس قابل ہیں۔ کہ مسلمانوں کے جذبۂ حمیت میں جوش پیدا کریں۔

(ملخص)

استرداد برار

اور

ہمارے سیاسی لیڈر

حضور نظام کی مخالفت کیوں ہو رہی ہے؟

لیڈروں کی کمزوری کا بیّن ثبوت

حضور نظام نے واپسی برار کے مطالبے کے سلسلے میں برار کو حکومت خود اختیاری عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر بعض ملک کے سیاسی لیڈروں نے بجائے اس کے کہ اس زرّین موقعہ کا پرجوش خیر مقدم کرتے۔ نظام کے اس وعدے کو بالکل ٹھکرا دیا۔ اور فرماتے ہیں جب حضور نظام پہلے اپنے موجودہ ممالک مقبوضہ ممالک میں سلف گورنمنٹ بخشدیں پھر برار کا نام زبان پر لائیں۔

اس پر محترم معاصر ذوالقرنین لکھتا ہے کہ یہ بالکل ایسا ہی جواب ہے۔ جیسے کوئی انگریز ہندوستانی لیڈروں سے یہ کہے کہ اوّل ہندوستان کے ہندو تمام اچھوت ذاتوں سے مساویانہ برتاؤ کرنے لگیں۔ تب افریقہ کی نوآبادیوں گوروں اور کالوں کے درمیان مساوات کا تذکرہ زبان پر لائیں۔ ورنہ ابھی گھر میں تو اصلاح ہوئی نہیں۔ اور غیر ملکوں میں اصلاح کا مطالبہ۔

بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ نظام کے وعدۂ سلف گورنمنٹ سے لیڈروں کا یہ استغنا و تعصب مذہبی اور تنگ خیالی پر مبنی ہے۔ مگر معاصر موصوف اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ ہندو لیڈروں میں بعض ایسے بزرگ شامل ہیں۔ جن پر مذہبی تعصب اور تنگ خیالی کا الزام کسی طرح عاید نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جسقدر نامور سیاسی لیڈر کونسلوں میں۔ اخباروں میں جلسوں میں۔ فوری سوراج کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے دل میں خوب جانتے ہیں کہ باوجود زبانی دعووں۔ لسانی جمع خرچ اور منطقی دلایل کے ہم ہنوز حکومت خود اختیاری کے قابل نہیں ہیں۔ اگر ان لیڈروں کو حقیقت میں اپنی حکمرانی اور انتظامی قابلیت اور اہلیت پر اعتماد ہوتا

تو کبھی تو یہ مطالبہ کرتے کہ اچھا ایک کمشنری یا ایک ضلع امتحاناً ہم کو دیا جائے اور ہم حکمرانی کر کے اپنی قابلیت کا ثبوت دیں۔ اگر حقیقت میں ان کو اپنے اوپر اعتماد ہوتا تو حضور نظام کے وعدہ سلف گورنمنٹ کا دوڑ کر پُر جوش خیر مقدم کرتے اور سب لیڈر متفقہ کوشش سے برار کی آزادی کی کوشش کرتے۔ اور وہاں برس دو برس اُس نمونے کی حکومت کر کے جیسی کہ وہ ہندوستان میں چاہتے ہیں دنیا پر ثابت کر دیتے کہ ہندوستانی اس طرح حکومت کر سکتے ہیں۔ مگر لیڈر ہرگز ایسا کوئی خطرہ مول لینے پر آمادہ نہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہم کوئی عمدہ نمونہ حکومت کا پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے اُن کا مطالبہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ سارے ملک میں پوری خود مختارانہ حکومت ایک وقت میں ہمیں دیدو۔ یہی مطالبہ ان کی کمزوری کی علامت ہے ہم ہندو مسلمان دونوں مذہب کے لیڈروں سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ کیا ایمانداری سے اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہندو مسلم فسادات کو جو ملک کے ہر حصہ میں ہمیشہ برپا رہتے ہیں۔ خود فرو کر سکتے ہیں۔ جب ہندوؤں کو مسلمانوں پر اعتماد نہیں اور مسلمانوں کو ہندوؤں پر اعتماد نہیں۔ تو پھر کیونکر ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ قائم ہو سکتی ہے۔ اس دعویٰ کی اب تک کسی نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ کہ سوراج ملنے پر یہ فساد مٹ جائیں گے۔ کیوں مٹ جائیں گے۔ کیا ہندو گاؤ کشی کی روا داری کریں گے ہندی پر اردو کو فوق دیں گے۔ ملازمتوں میں مسلمانوں کو ان کا پورا حق دینا گوارا کر لیں گے یا مسلمان مسجدوں کے سامنے باجہ کا بجایا جانا گوارا کر لیا کریں گے ؟ یا امین آباد پارک میں مغرب کی نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے آخر وہ کیا تغیر ہوگا جو دلوں سے مذہبی جوش سرد پڑ جائیگا۔ یہ کہنا غلط ہے۔ کہ انگریز اور گورنمنٹ یہ فساد برپا کراتے ہیں کسی نے آج تک یہ پتہ نہیں دیا۔ کہ فلاں انگریز یا فلاں حاکم کے اشارے سے فلاں فساد ہؤا۔ دنیا میں ہمیشہ کوئی راز راز نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ کیسا راز ہے۔ کہ آج تک فاش نہ ہؤا۔ کہ فلاں انگریز کے اشارہ سے فساد شروع ہؤا۔ جب تک کوئی ثبوت نہ ہو۔ دعویٰ بے دلیل قابل تسلیم نہیں۔ بعض لیڈر ہندوستانی ریاستوں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ کہ وہاں ہندو مسلم فساد کبھی نہیں ہوتا۔ یہ مثال بالکل غلط ہے۔ ہندوستانی فرمانروا بالکل خود مختار اور آزاد ہوتے ہیں ہندو ریاست میں مسلمان چوں نہیں کر سکتے۔ اور مسلمان فرمانروا کی ریاست میں ہندو دم نہیں مار سکتے۔ بھرت پور میں مسلمانوں کی تین مسجدیں شہید ہوگئیں۔ مگر وہاں کے مسلمانوں نے اُف نہ کی حالانکہ کانپور کی مسجد کے خفیف معاملے میں گولیاں چلیں۔ اور کئی مسلمان شہید ہوئے اسی طرح بھوپال میں قانون ارتداد کے خلاف بھی ہندوستان کے سب اخباروں نے شور مچایا۔ مگر بھوپال کے کسی ہندو نے زبان نہیں ہلائی۔ اگر ہندوستانی ریاستوں کی سی حکومت سوراج ہی نصیب ہوگئی۔ تو ایسے سوراج کو دُور سے سلام ہیں۔ اس کا تو یہ مطلب ہؤا کہ جہاں ہندوؤں کا غلبہ رائے ہوگا۔ وہاں مسلمانوں کا گلا گھٹا رہے گا۔ اور جہاں مسلمانوں کی رائے غالب ہوگی۔ وہاں ہندوؤں کی زبان بند ہوگی۔ یہ نہیں تو آخر پھر کیا ہوگا ؟

غزل

نہ جب ذوقِ تماشا آرزوئے چشمِ عالم تھا — یہ ان کے حسنِ عریاں کی فراوانی کا عالم تھا

نمودِ عشق سے پہلے یہ تھی اس بزم کی رونق — اطاعت ہی اطاعت تھی محبت تھی نہ آدم تھا

مری عرضِ تمنا پر رہے خاموش وہ جب تک — میری امید و ناکامی کا آپس میں تصادم تھا

اطاعت ہیں ایسے کہتے کہ سر خم کرکے آنکھوں پر — لئے جس نے محبت کے قدم وہ اک مرادم تھا

خدا کا شکر ہے۔ میری وفا کی آبرو رکھ لی۔ — اٹھی تیغِ جفا جس دم بھی ان کی سر مرا خم تھا

ادھر مشتاقِ بندش تھا گلوئے خونفشاں میرا — ادھر بیتاب اُن کا حلقۂ گیسوئے پر خم تھا

خسِ عصیاں بہا کے لے گیا ہے ایک دم۔ یارب — میرے اشکِ ندامت میں کہاں کا یہ تلاطم تھا

پریشانی خبر دیتی تھی دنیائے جمعیت کی — دلِ صد چاک میرا بھی یہ گویا ساغرِ جم تھا

یہ پایا راز ہے میں نے گرہ سے نقدِ دل دیکر — مرے آئینۂ ہستی کا جوہر سوزِ پیہم تھا

یہ شوقِ لذتِ آزار اس کا بزمِ پرستش میں — دلِ زخمی مرا یہ بے نیازِ لطفِ مرہم تھا

نگاہِ رشک و خودداری میں چارہ گر کی منت سے — گراں مایہ مجھے اپنی تمناؤں کا ماتم تھا

رقم کی کلکِ قدرت نے میری قسمت میں وہ گردش — کہ میں نخچیر میں گویا مثالِ سنگِ بلغم تھا

سہارا ہے دیا آکر مجھے رحمت نے اے شاکر
گراں باریٔ عصیاں سے وگرنہ ناک میں دم تھا

(شاکر صدیقی)

تقریظ و تنقید

موقت الشیوع رسائل و اخبارات

اخبار عالمگیر

اُن تمام الزامات کی تاریخی پہلو سے شانت و سنجیدگی کے ساتھ تردید کرنے کے لئے خواجہ محمد ضیاء اللہ صاحب کی ادارت میں امرتسر سے روزہ شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ جو برادران وطن کی طرف سے اکابرین قوم و بزرگان اسلام پر آئے دن لگائے جاتے ہیں۔

غازی اعظم شہنشاہ ہند اعلیٰحضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی ذات ستودہ صفات کا ہندو برادران کی نظر میں مشتبہ ہونا آپ کا نام انہیں خار کی طرح کھٹکنا ۔ عالمگیر کے اجراء کا باعث ہوا عالمگیر کے اس وقت تک سترہ نمبر نکل چکے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اخبار نہایت قابلیت اور عرق ریزی سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ اور الزامات کی نہایت سنجیدگی کے ساتھ تردید کرتے ہوئے غازی اعظم کی اصل پوزیشن روشنی میں لائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں ایسے اخبار کی سخت ضرورت تھی کارپردازان "عالمگیر" اس کے لئے مستحق مبارکباد ہیں ۔ برادران اسلام کا فرض ہے کہ وہ اس کی قدر کریں ۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ "عالمگیر" روز افزوں ترقی کرے اور اُسے اپنے بہترین مقاصد کی تکمیل کی توفیق ہو۔

قیمت سالانہ پانچ روپے ششماہی دو روپے بارہ آنے فی پرچہ ۔ / مینجر صاحب اخبار "عالمگیر" امرتسر سے طلب کیجئے۔

رسالہ حنیف

غازی محمود دھرم پال بی۔ اے کی شخصیت علمیت اور قابلیت سے کون ہے۔ جو واقف نہیں، آپ کی کتاب "کفر توڑ" نے

دنوں میں ہی فضائے عالم میں شہرہ صداقت کی گونج پیدا کر دی تھی یہ ماہوار رسالہ آپ ہی کی ادارت میں طودبانہ سے جاری ہوا ہے۔ مقاصد نام ہی سے عیاں ہیں۔ حنیف کے دو نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہیں پہلے نمبر میں "ہندو مسلم اتحاد کا بنیادی پتھر" کے عنوان سے ایک مبسوط اور مسلسل مضمون ہے۔ جس میں آپ نے کفر توڑ کی اشاعت کے مقدمہ میں معافی مانگنے اور اس سے متعلقہ اخبارات کے الزامات کا جواب اور ڈیفنس پیش کیا ہے۔

دوسرے نمبر میں "خنجر بغداد" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون ہے۔ جو شاندار مذہبی ۔ اور تاریخی پہلو لئے ہوئے ہے ۔ اس میں بعض تاریخی واقعات ایسے درج کئے گئے ہیں۔ جو عام تاریخوں میں نہ ملنے کا سبب عام نظریں اس سے محروم ہیں ۔ رسالہ کی دلچسپی کا یہ عالم ہے ۔ کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا ۔ ہر ایک نمبر کی ضخامت ۳۲ صفحہ سے کم نہیں، کتابت و طباعت عمدہ ہے۔

ہم ناظرین القریش سے سفارش کرتے ہیں ۔ کہ وہ اس بہترین رسالہ کے مطالعہ سے ضرور مستفید ہوں۔

قیمت سالانہ چھ روپے فی پرچہ ۱۲/ مینجر صاحب رسالہ "حنیف" طودبانہ سے منگائیے ۔

رسالہ دلکش

یہ علمی ۔ ادبی اور اخلاقی ماہوار رسالہ نذیر احمد خاں صاحب یزدانی اور شیخ عبدالعزیز صاحب بی۔ اے (ایچ بلو) کی ادارت میں لاہور سے جاری ہوا ہے۔ تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ مضامین بہ حیثیت

مجموعی اچھے ہیں۔ کاغذ طباعت دیدہ زیب۔ حجم ۴۰ صفحات تقطیع ۲۲×۱۸/۸ قیمت سالانہ ایک روپیہ بارہ آنے ششماہی ایک روپیہ۔
مینجر صاحب رسالہ دلکش لاہور سے نمونہ طلب کیجئے۔

کوکب ہند

سید محفوظ الحق صاحب علمی مولوی فاضل، مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی کی ادارت میں یہ ہفتہ وار اخبار حضرت بہاء اللہ کی تعلیم اور اس کے مذہب کی اشاعت اور قادیانی جماعت کی تکذیب وابطال کیلئے آگرہ سے جاری ہوا ہے۔ اس کا مقصد وحید زیادہ تر یہ ثابت کرنا ہے کہ احمدی تحریک یقیناً بابی تحریک سے تاثر کا نتیجہ ہے۔ اخبار نہایت محنت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ کاغذ طباعت و کتابت عمدہ قیمت سالانہ للعہ ششماہی ۸؍ سہ ماہی عہ مینجر صاحب کوکب ہند آگرہ سے منگائیے۔

رسالہ معین الصحت

دہلی سے یہ طبی ماہوار رسالہ حاذق الہند حکیم حاجی احمد علی خانصاحب کی سرپرستی اور حکیم محمد مظفر علی صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ علم طب کے متعلق اس میں قیمتی اور بہترین مضمون اور نسخے شائع کئے جاتے ہیں۔ تشخیص امراض اور طریق علاج کے طریقہ پہ بحث کی جاتی ہے۔ کتابت طباعت اچھی ہے۔ قیمت سالانہ عہ؍ ناظم دفتر معین الصحت باڑہ ہندو راؤ دہلی سے طلب کیجئے۔

رسالہ کشاف

مولوی محمد الدین صاحب عزیز منجم و جفار اور مہندس اس رسالہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ دلچسپ خیالی مضامین اور پیچیدہ لفظوں کے علاوہ شائقین کے لئے علم ہندسہ، رمل و جفر کا بہترین ذخیرہ بہم پہنچایا جاتا ہے کئی قسم کے سوالات اور ان کے حل کا طریق بتلایا جاتا ہے۔ اس وقت تک چار نمبر شائع ہوچکے ہیں۔ اور ہر ایک نمبر پہلے سے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کاغذ طباعت اور کتابت نہایت عمدہ۔ سائز کتابی حجم مع سرورق ۳۶ صفحات۔ قیمت سالانہ عہ؍ مینجر صاحب رسالہ کشاف امرتسر سے منگائیے۔

کھیہ سوٹا

حکیم ایم معراج الدین احمد ایڈیٹر الفقیہ امرتسر نے اکالی تحریک کی مخالفت میں اخباری شکل کا ایک دو ورقیہ شائع کرنا شروع کیا ہے صرف دو نمبر شائع ہوئے ہیں۔ سال میں ۲۴ پرچے بالتعین وقت شائع ہونگے۔ خدا کرے حکیم صاحب کے لئے اس کا اجراء ہی حصول مراد کا موجب ہو اور وہ مالامال ہوجائیں۔ بہرحال ہم آپ کی جدت کی داد دیتے ہیں قیمت فی پرچہ ۔ غربا کو مفت۔

کتاب تقسیم میراث

اس ۳۲ صفحات کی کتاب میں تقسیم میراث کے آسان طریقے نقشہ جات عام فہم اور سلیس اردو میں مفصل درج کئے گئے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کی بہت سی کتابیں شایع ہوچکی ہیں۔ لیکن اس کے مولف ابو محمد مولوی محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ "اصلاح التعلیم" نے اس میں مزید آسانیاں پیدا کردی ہیں۔ ہمارے خیال میں اس قسم کی شرعی کتابوں کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ قیمت صرف ۴؍ مولف مذکور مسجد مبارک امرتسر سے منگائیے۔

شریعت اور رواج

دائرۃ الاصلاح لاہور ان اہم فرائض کی انجام دہی میں کماحقہٗ مصروف و مشغول ہے۔ جو ترویج و اشاعت شریعت حقہ کے لئے از بس ضروری ہیں۔ مولانا غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری اس انجمن کے رکن اعلیٰ ہیں۔ آپ اصلاحی معاملات میں خاص شغف اور ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اس کتاب میں شرح محمدی کے سراپا عدل و انصاف اصول تقسیم ترکہ اور رواج کی بے اصولی اور ستم شعاری بیان کرکے واضح کیا گیا ہے۔ کہ از روئے قرآن پابند شریعت کے لئے عجلت اور

اس کے منکر کے لئے نار جہنم ہے۔

جس میں روافض کے وہمی امام غایب کے گم ہونے پر پھر ظہور فرمانے اور بعد از حصول غلبۂ اسلامی بزرگوں کو جلا کر عذاب دینے معابد و مساجد کا نقشہ مٹا کر ان کی ہیئت بدلنے کے دلچسپ قصے بیان کئے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ افسانے قرآنی تعلیم اور فہم و فراست سے کوسوں دور ہیں۔ مسلمانوں کو ان پر ہرگز یقین نہیں کرنا چاہئیے۔

۳۔ سادھو خاموش

جس میں لاہور کے ایک بے زبان شیعہ کے میاں مٹھو اور بچپن کے رافضی جاہل سادھو لڑکے کی افترا پردازیوں کا انکشاف اور مذہب اہل سنت پر اسکے ناپاک حملوں کا مسکت جواب نہایت احسن اور افضل طریق پر دیا گیا ہے۔

یہ تینوں کتابیں دائرۃ الاصلاح لاہور سے مفت مل سکتی ہیں۔

(نمبر ۳)

چونکہ یہ ایسی جگہ کے رہنے والے تھے۔ کہ جہاں کھیتی کا کام نہیں تھا۔ لواد غیر ذی زرع خود کلام پاک میں ہے۔ مگر اس کے لئے سب قسم کا کھانیکا سامان مہیا ہوجاتا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت تھی۔ لوگوں کے دل ان کی طرف کھچے چلے جاتے تھے۔ اور تمام عرب میں ان کی عزت و سیادت کا یہ مرتبہ تھا۔ کہ سفر کی حالت میں ان کے لئے راہیں کھلی ہوئی تھیں جب اور جہاں جاتے کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ عرب کی دیگر اقوام تو اشہر حرام میں سفر کرنے کے لئے اس انعام خداوندی کا کیا بیان ہو سکتا ہے بقول کلام پاک اطعمھم من جوع و اٰمنھم من خوف یعنے قوم قریش کو جناب باری تعالےٰ یہ بھوکے ہوتے تھے تو کھانا کھلاتا تھا۔ اور خوف کی حالت میں امن۔ بعض صوفیاء کرام نے اس آیت کے دوسرے معنے لئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس قوم کا تقرب روحانیت اس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ کہ بھوک ان کی غذا ہے اور خوف ان کیلئے امن۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ لوگ روحانی غذا سے پرورش پاتے تھے۔ اور دل ان کے عظمت خداوندی میں اس قدر پڑے تھے۔ کہ ظاہری خوف کی حالت میں یہ ایسے رہتے تھے جیسے کوئی امن کی حالت میں رہتا ہو۔ انہی باتوں نے اس قوم کو تمام اقوام سے ممتاز کر دیا تھا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین حضور نے تمام قریش کے جسقدر بطون تھے یکبارگی آواز دی ہے یابنی فہر یابنی عدی۔

دوسری روایت میں ہے یابنی عبد مناف یابنی عبد المطلب اور پھر اپنے عم مکرم حضرت عباس اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا اور اپنی پھپھی صاحبہ حضرت صفیہ کو آواز دی تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابن عباس انی لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں جس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہ اے میری قوم میں تم سے کسی امر کا طالب نہیں ہوں بلکہ اس تعلق و رشتہ داری کی جو مجھ کو تم سے ہے محبت چاہتا ہوں تم کو میری قرابت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ جناب ابو طالب نے آخر وقت جب سادات قریش کے سامنے خطبہ دیا ہے۔ یہ فرمایا تھا یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ وانتم قلب العرب الی آخر یعنے اے گروہ قریش تم لوگ خدا کی مخلوق کے خلاصہ ہو تو تمام

عرب کا دل ہو۔ یعنے تم لوگ سادات عرب ہو اسی بنا پر حدیث میں آیا ہے۔ من یرد هوان قریش اهانه الله (ترمذی) یعنے جو شخص قریش کے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا۔ خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ اللہ اکبر

آج کل ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس قوم کو شیخ کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اور ایسے کریہ الفاظ کہ شیخ تیلی دال کے کھانے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ بڑے منتری اور چالاک ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ الفاظ سے ان کی تذلیل کیجاتی ہے۔ اس لئے ایسے پر آشوب زمانہ میں بڑی ضرورت ہے۔ کہ یہ اپنے پرانے لقب سے ملقب کئے جائیں۔

اگر یہ لوگ خواہشات نفسانی میں مبتلا نہ ہوتے اور ماداموا علی الحق پر عمل کرتے تو کیوں محکوم ہوتے لہذا اس قوم کو چاہیئے کہ اپنی شخصیت اور وقار قومی کو قایم رکھنے کی کوشش کریں اور اپنے ناموں کے ساتھ لقب سید ضرور لکھیں۔ بقول شخصے

اپنی خود فکر تے ہیں عزت گر نہیں کرتا کوئی
سر ہر ایک فرعون کے آگے نہ ٹھہراتے ہیں ہم

جیسے سید عباسی سید علوی سید صدیقی سید فاروقی سید عثمانی سید جعفری وغیرہ جیسا۔ ہندوستان سے باہر اور ممالک اسلامیہ میں اب بھی قریشی سید کہلاتے ہیں۔ چنانچہ مصر کے شیخ الاسلام سید توفیق پاشا بکری اور ہندوستان میں حضور نظام خلد اللہ ملکہ میر کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور ترکستان میں یہ لوگ سید و میر کہلاتے ہیں۔

اور افغانستان میں بھی سادات فاروقی کی عزت سادات بنی ہاشم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ یہ محض ہندوستان کے ہندوؤں کی تقلید کرتے ہوئے بعض حضرات نے اس بدعت کی ایجاد کی ہے۔ اور یہاں تک جرأت کہ اپنے لغو اور وہم پر لوگوں کو بھی سیادت سے خارج کر لیا۔ اور اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ خود اپنے گھر کے لوگوں کو یعنے آل عبد المطلب اور آل ابی طالب کو بھی سیادت سے خارج کر دیا۔ حالانکہ اسلامی حقوق حرمت مال صدقہ و زکوٰۃ و استحقاق خمس و اہل بیت نبی ہونے میں یہ اور وہ برابر ہیں۔ مگر اس کی کوشش کیجاتی ہے۔ کہ سوائے ان کے اور کسی جعفری عباسی کو کوئی سید شریف نہ کہے حالانکہ تمام تاریخ کی کتابوں میں ان حضرات کے ناموں کے ساتھ یہ لقب لکھا ہوا ہے۔

ابن خلکان میں ہے کہ حضرت امام علی سجاد عباسی کان عابد الله شریفا نیز طبقات ابن سعد میں ہے کان العباس شریفا وغیرہ وغیرہ

بس اس تمام بیان سے حضرات ناظرین خیال فرمائیں کہ تمام قریشی خاندان سید کہلانے کا مستحق ہے۔ اور سادات بنی ہاشم سید و شریف کہلانے کے حقدار ہیں۔ کیونکہ قریش نے لقب سید کے ساتھ لقب شریف کو آل ہاشم کے ساتھ اضافہ کر دیا ہے۔ تاکہ ان کے اسلامی حقوق محفوظ رہیں۔ بعض متعصب حضرات لکھتے ہیں کہ حرمت صدقہ کوئی فضیلت نہیں ہے یہ تو بہت سے ہاشمیوں کو حاصل ہے۔ ان کو چاہیئے کہ فتاوے شامی دیکھیں اس میں صاف لکھا ہوا ہے۔ ثم هاشم اعقب اربعته انقطع نسل الكل الا عبد المطلب وانه اعقب اثنا عشر تصرف الزكوٰة الى اولاد كلهم اذا كانوا مسلمين فقراء الا آل العباس وآل حارث وال ابيطالب من علي وجعفر وعقيل یعنے حضرت ہاشم کے چار بیٹے ہوئے سب کی نسل منقطع ہو گئی۔ سوائے حضرت سید عبد المطلب کے۔ ان کے باراں فرزند ہوئے ان سب کی اولاد کو زکوٰۃ و صدقہ کا مال دے سکتے ہیں۔ اگر یہ مسلمان ہوں۔ اور محتاج ہوں سوائے آل حضرت عباس آل حارث اور آل ابی طالب کے جس میں حضرت علی حضرت جعفر اور حضرت عقیل ہیں۔ ان کے بچے پر قیامت تک مال صدقہ حرام ہے۔ اور یہی لوگ ذوی القربیٰ میں ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا قول لکھا ہے۔ کہ مراد ذوی القربیٰ سے آل عباس اور آل ابی طالب ہیں اسی بنا پر سادات قریش نے ان حضرات کی امتیازی شان کا لحاظ کرتے ہوئے شریف کے لقب کا سید کے ساتھ اضافہ کیا تھا۔ چنانچہ قرون اولیٰ سے لے کر اب تک برابر یہ سید و شریف کے لقب سے ملقب رہے ہیں۔ اور ہیں۔ چنانچہ اسعد الشریف العباسی

السید الشریف العلوی السید الشریف الجعفری برابر تاریخ کی کتابوں میں دیکھ لیجئے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض متعصب حضرات آل حضرت عباس اور آل حضرت جعفر طیار کو سید نہیں کہتے۔ حالانکہ وہ حضرت علی کی اولاد کو اب سید لکھنے لگے ہیں۔ جو بی بی فاطمہ علیہ السلام سے نہیں ہیں۔ کس قدر تعصب اور لاعلمی کی بات ہے۔ ان کی سیادت کے متعلق ہمارے پاس دو شیعہ عالموں کے فتوے ہیں ایک جناب مولانا سید ناقا حسین صاحب مجتہد العصر لکھنوی اور دوسرے جناب مولانا قاری سید عباس حسین صاحب پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج۔

دونوں صاحبوں نے آل حضرت جعفر طیار کی سیادت تسلیم کی ہے اور یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہ خاندان سادات میں داخل اور بنی ہاشم ہونے کے باعث مستحق خمس اور جناب قاری صاحب موصوف لکھتے ہیں اگر کسی نے جہالت سے جعفریوں کو شیخ لکھدیا ہے غلط ہے۔ سیادت ان کی قطب فریقین سے ثابت ہے۔ الغرض اس تمام مضمون سے ثابت ہوگیا کہ تمام قریشی خاندان سید کہلانے کا مستحق ہے۔ اور ان میں سے آل عباس اور آل ابیطالب سید و شریف کہلانے کے حقدار سیادت کو محض حضرت فاطمہ علیہ السلام کی اولاد پر منحصر رکھنا نہ مذہب سے ثابت ہے اور نہ تاریخ سے۔ جو اشخاص اس حصہ پر زور دیتے ہیں وہ زیادہ تر ثبت مباہلہ کو پیش کرتے ہیں۔ یہ جزوی فضیلت ہے۔ اگر ساتھ لے جانے سے ہی سیادت کا ثبوت کیا جاتا ہے۔ تو ہجرت کے وقت حضرت صدیق کو آنحضرت نے اپنے ہمراہ لیا تھا۔ اور لیلۃ العقبیٰ میں آنحضرت حضرت عباس کو اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ یہ جزوی فضیلتیں ہیں۔ نہ دلیل سیادت باقی اگر یہ دلیل پیش کیجاتی ہے۔ کہ سید الشباب اهل الجنة الحسن والحسین حضور نے فرمایا ہے۔ تو اسی طرح کے خطاب سے تو بہت سے ہاشمی اور قریشی مخاطب ہوئے ہیں۔ اس لئے ان سب حضرات کی اولاد سید ہونی چاہیئے۔ سیدھی بات ہے کہ قریشی نسب کے لقب سے ملقب ہیں اور آل عباس آل ابیطالب سید و شریف کے لفظ سے ملقب ہیں۔ فقط سادات بنی فاطمہ پر حصر سیادت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ علمائے کرام وعلماء النسب و مورخین اس بیان پر اپنے اپنے تحقیق اظہار فرما کر قوم کو مستفید فرمائیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ؛

فرید احمد عباسی از طبیہ کالج دہلی

جالندھر میں انجمن قریش کا قیام

شہر جالندھر میں مولانا مولوی برکت علی صاحب کے مکان پر ۳ نومبر ۱۹۲۴ء کو ضلع جالندھر، ہوشیارپور اور ریاست کپورتھلہ کی قریشی برادری کا قومی سود و بہبود اور فلاح و اصلاح پر غور کرنے کیلئے اجتماع ہؤا۔

مولوی برکت علی صاحب موصوف کی تحریک اور حاضرین جلسہ کی بالاتفاق تائید سے جناب قاضی عنایت علی صاحب آنریری جنرل سیکرٹری انجمن قریشیان ہند (امرت سر) صدر جلسہ قرار پائے مولوی حکیم علم الدین صاحب موتھانوالیہ نے تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ صاحب صدر نے قومی جمود و سکوت پر ایک برجستہ تقریر فرمائی اور حاضرین کو اقوام عالم کی جدوکد اور قابل رشک ترقی سے متاثر کر کے ترقی پذیرفتہ اقوام کی تقلید کی تاکید کی۔

آپ کے بعد مولوی برکت علی صاحب نے ایک مبسوط تقریر میں برادری کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے قومی مرکز کے قیام کی ضرورت کا اظہار کیا۔ جس کے بعد حسب ذیل قرار دادیں پیش ہو کر بالاتفاق پاس ہوئیں۔

۱۔ ضلع جالندھر، ہوشیارپور اور ریاست کپورتھلہ کی قریشی برادری کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے۔ کہ اصلاح برادری کی غرض سے جالندھر میں انجمن قریش کے نام سے قومی مرکز قائم کیا جائے۔

محرک، مولوی برکت علی صاحب

مؤید، مولوی محمد شاہ صاحب گورنمنٹ پنشنر سکنہ مٹھ

مؤید ثانی، ڈاکٹر شاہ محمد صاحب

۲۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے۔ کہ انجمن قریش جالندھر کو مرکزی انجمن (انجمن قریشیان ہند امرتسر) کے ساتھ ملحق کر دیا جاوے۔ اور بذریعہ درخواست بتوسل جناب آنریری جنرل سکرٹری صاحب مرکزی انجمن سے اس کی منظوری حاصل کیجاوے۔

محرک، حکیم مولوی چراغ الدین صاحب خاندانی شاہی حکیم ریاست کپورتھلہ۔

مؤید، منشی سکندر علی صاحب

مؤید ثانی، مولوی برکت علی صاحب،

۳۔ اس اجلاس کے خیال میں یہ بات نہایت مناسب اور ضروری ہے۔ کہ انجمن قریشیہ ضلع جالندھر مرکزی انجمن کے مجوزہ اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط و نیز دیگر مناسب ہدایات کی پابندی و تعمیل کرے اور ہر ضروری و اہم معاملہ میں اس کے مشورہ کو مقدم سمجھے۔

محرک، ڈاکٹر بابو شاہ محمد صاحب،

مؤید، بابو شبیر محمد صاحب،

مؤید ثانی، منشی محمد افضل صاحب،

۴۔ چونکہ انجمن کا وجود باقاعدہ طریق پر آج ہی قائم ہؤا ہے۔ اس لئے یہ اجلاس تجویز کرتا ہے۔ کہ آج سے پیشتر کے جملہ کاغذات و کارروائی ہائے تلف و منسوخ متصور ہوں۔ اور انتخاب عہدہداران بھی از سر نو عمل میں لایا جائے، دفتر کے جملہ کاغذات از سر نو مرتب کئے جائیں۔ آمد و خرچ اور دیگر ضروری کاغذات کا نمونہ مرکزی انجمن سے طلب کیاجاوے۔

محرک، منشی سکندر علی صاحب،

مؤید منشی برکت علی صاحب کرتارپوری،

مؤید ثانی، بابو سردار علی صاحب،

اس قرار داد کی تعمیل و تکمیل کے لئے ضروری سمجھا گیا۔ کہ کارکنان کا

انتخاب بھی اسی وقت کر لیا جائے۔ چنانچہ حسب ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

پریذیڈنٹ۔ جناب مولانا مولوی برکت علی صاحب۔

وائس پریذیڈنٹ، جناب مولانا مولوی محمد شاہ صاحب گورنمنٹ پنشنر سکنہ مٹھ،

وائس پریذیڈنٹ، جناب ڈاکٹر شاہ محمد صاحب،

سیکرٹری، (دنیازمند) سردار علی،

جوائنٹ سیکرٹری، جناب حکیم مبارک علی صاحب۔

فنانشل سیکرٹری، جناب منشی عبد المجید صاحب،

اکونٹنٹ، جناب بابو محمد افضل صاحب،

اگزیمینر، جناب قاضی فقیر اللہ صاحب،

حسب ذیل ممبران اگزیکٹو کمیٹی منتخب ہوئے،

(۱) جناب بابو بشیر محمد صاحب (۲) جناب بابو محمد حسن صاحب
(۳) جناب منشی محمد شریف صاحب (۴) جناب منشی برکت علی خاں پٹواری
(۵) جناب منشی سکندر علی صاحب پٹواری (۶) جناب حکیم علم الدین صاحب
(۷) جناب بابو محمد حسین صاحب (۸) جناب منشی عطا محمد صاحب
(۹) جناب منشی عبد الرسول صاحب، متذکرہ احباب کے علاوہ منتخب عہدیداران انجمن بھی اگزیکٹو کمیٹی کے ممبر متصور ہونگے۔

اس کے بعد جناب مولوی قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی منصبدار دولت عالیہ آصفیہ، مالک و ایڈیٹر رسالہ القریش امرتسر نے ایک رقت خیز و ولولہ انگیز تقریر کی جس سے حاضرین ایسے متاثر ہوئے کہ وہ قوم کی شیرازہ بندی اور برادری کو مرابط کرنے کے لئے انجمن کے کاروبار کو ذاتی کاروبار سے مقدم قرار دینے کے حلفیہ عہد و پیماں پر خود بخود مجبور ہو گئے۔ چنانچہ حاضرین میں سے ایک ایک نے فی نفسہٖ حلفیہ عہد کیا۔ کہ انجمن کو فروغ دینے اس کے کاروبار میں حصہ لینے اور اتحاد یگانگت کی سطح پر افراد قوم کو لانے کے لئے ہماری کوششیں بہم جاری و ساری رہیں گی،

رونق صاحب کی تقریر کے بعد حسب ذیل قرار دادیں پیش ہو کر پاس ہوئیں۔

۵۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے۔ کہ اپنی برادری کی واقفیت کے لئے آج کے جلسہ کی مفصل کارروائی بعد از انطباع جملہ برادران متعلقہ انجمن کی خدمت میں بھیجی جائے۔ اور اس کے خرچ کے بجٹ کی منظوری اگزیکٹو کمیٹی سے حاصل کیجاوے،

محرک، منشی عبد الرسول صاحب،

مؤید، قاضی فقیر اللہ صاحب کرتارپوری،

مؤید ثانی، مولوی حکیم علم الدین صاحب موٹھا نوالیہ،

۶۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے۔ کہ آج کی کارروائی بغرض اشاعت دفتر "القریش" اور بغرض اطلاع دفتر انجمن قریشیاں ہند امرتسر میں بھیجی جائے۔

محرک، مولوی محمد شاہ صاحب پنشنر

مؤید، منشی نور احمد صاحب،

مؤید ثانی، منشی عطا محمد صاحب،

۷۔ صدر جلسہ کی تحریک اور حاضرین کی بالاتفاق تائید سے تجویز ہوا۔ کہ رسالہ القریش چونکہ ایک قومی رسالہ ہے۔ مرکزی انجمن اور دیگر شاخہائے کی کارروائی کے علاوہ عام تذکرہ برادری اور اصلاحی مضامین شائع کرتا اور گوناگون معلومات بہم پہنچاتا ہے اس لئے انجمن قریش ضلع جالندھر کیلئے اس کی ایک کاپی خرید کیجائے جس کی قیمت سالانہ انجمن کے فنڈ سے ادا کی جائے، اور انجمن کے جملہ ممبران بھی اپنی اپنی گرہ سے سالانہ قیمت ادا کر کے ایک ایک پرچہ اپنے نام جاری کرائیں۔

اس کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ انجمن کے دفتر میں انجمن کے جملہ ممبران کا ایک ایک نسب نامہ ضرور پیش کیا جائے۔ قاضی فقیر اللہ صاحب کرتارپوری نے اس ضرورت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ فیصلہ ہوا۔ کہ اس معاملہ میں مرکزی انجمن کی پیروی کی جائے گی۔

حاضری اگرچہ کافی تھی لیکن داعیان کے خیال میں حسب توقع نہ تھی۔ اس لئے جناب مولانا محمد علی صاحب رونق نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کی برادری میں آج کسی مقام پر شادی کی تقریب

بھی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اکثر بھائی اس کی وجہ سے شرکت جلسہ سے معذور رہے ہوں۔ اس لئے آئندہ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ آپ لوگ اجلاس کی تاریخ مقرر کرتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھ لیا کریں۔ کہ شادی، عقیقہ وغیرہ کی کوئی تقریب آپ کے کام میں حارج تو نہیں) اور برادری میں اسباب کا اعلان کر دیں۔ کہ کوئی بھائی اجلاس کی مقررہ تاریخ سے دس دن قبل و بعد شادی وغیرہ کی تاریخ مقرر نہ کیا کریں۔ جسے جملہ حاضرین نے تسلیم کیا۔

اس کارروائی کے بعد اجلاس کی طرف سے داعیان خصوصاً مولوی برکت علی صاحب، مولوی محمد شاہ صاحب، اور منشی فقیر اللہ صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور ذیل کی قرارداد پیش ہو کر پاس ہوئی۔

۸۔ یہ اجلاس انجمن قریشیان ہند (امرتسر) کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ اس نے اپنا قابل سکرٹری لبطور نمائندہ بھیج کر ہماری رہنمائی کی تکلیف فرمائی۔

نیز یہ اجلاس اُن جملہ احباب کا جو دور و نزدیک سے جلسہ کی شرکت اور ہماری عزت افزائی کے لئے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے تشریف لائے ہیں دلی شکریہ ادا کرتا ہے،

محرک، قاضی فقیر اللہ صاحب کرتار پوری سیکرٹری جلسہ،
مؤید، مولوی حکیم چراغ الدین صاحب خاندانی شاہی حکیم ریاست کپورتھلہ،
مؤید ثانی، جملہ حاضرین اجلاس بالاتفاق،

کارروائی بر دعائے خیر کے ساتھ ختم ہوتے ہی مولوی برکت علی صاحب و ڈاکٹر شاہ محمد صاحب نے امرتسر سے تشریف لانے والے احباب کی خدمت میں دس روپے کی حقیر رقم بطور سفر خرچ پیش کی۔ جو انہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ کہ "انجمن چونکہ مالی اعانت کی محتاج ہے۔ اس لئے یہ رقم اس کے سرمایہ میں داخل کر دی جائے" واپس کر دی۔ جو بعد شکریہ قبول کر لی گئی۔

نیاز مند
سردار علی سکرٹری انجمن قریش ضلع جالندھر جالندھر شہر

تنقید

اتحاد الاسلام

ایک بہترین ہفتہ وار اخبار منشی مولا بخش صاحب کشتہ امرتسری کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس کا نبی نمبر ایک خاص اہتمام اور مخصوص شان کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قابل اور مشہور مضامین نگاروں کے بہترین مضامین سے اوراق نبی نمبر مزین ہیں۔ قیمت فی پرچہ ۲/

مینجر صاحب اتحاد الاسلام امرتسر سے منگائیے

دواخانہ فراق
جناب خواجہ حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے کمالات سے سارا ہندوستان خبردار ہے
آپ ایک طبیب ایک حکیم ایک معالج بالیاقت ہیں اور اسی فن کے تجربہ میں ساری عمر گذاری ہے ایک دواخانہ آپ نے قایم کیا ہے۔ جس میں آپ کے مجربات اور ہر قسم
کی ادویہ مہیا ہیں۔ اور سب کی سب سچی اور بے ضرر ہیں اس دواخانہ کی غایت یہی ہے۔ کہ مخلوق ان لوگوں کی جھوٹی دواؤں سے اپنے تئیں محفوظ رکھے جو نہ حکیم ہیں نہ ڈاکٹر ہیں نہ وید اور روپیہ کمانے کیلئے جال پھیلا رہے ہیں۔ اگر سچی اور اچھی دوا گھر بیٹھے منگا کر صحت و سلامتی کے طالب ہیں تو حضرت فراق کے دواخانہ سے منگائیے
حب اشراق
یہ گولیاں اپنی تاثیرات میں نادر اور یکتا ہیں انسان کی جملہ مرض اور بیماریوں پر حاوی ہیں عورت مرد جوان بوڑھے بچہ کو ہر موسم ہر زمانہ میں مفید ہوتی ہیں۔ سوداوی بلغمی دموی صفراوی ریاحی شکایتیں دور ہوجاتی ہیں۔ خون صاف ہو کر رنگ انار کے دانہ کی طرح سرخ ہوجاتا ہے۔ بھوک لگتی ہے۔ نیند وقت پر آتی ہے قبض کو دفع کرتی ہیں اگر پیٹ نرم ہو تو باندھ دیتی ہے۔ اعضائے رئیسہ قوی ہوجاتے ہیں اولاد تندرست پیدا ہوتی ہے۔ ایک چلہ تک ان کا استعمال ضرور ہے پرہیز مطلق نہ کیجئے۔ یہ دوا لاثانی اور عجیب و غریب ہے۔ پرانے ناسور بھگندر دیرینہ زخم ایک چلہ میں جاتے رہتے ہیں حب شیشی میں اسی گولیاں ہیں اوس کی قیمت علاوہ محصول کے دو روپیہ ہیں۔ اور حب شیشی میں چالیس گولیاں ہیں اسکی قیمت ایک روپیہ محصول در خرچ بہر حال بذمہ خریدار ہوگا
لذت جان
بسا اوقات میاں بیوی تخلیہ کرتے ہیں اور کچھ لذت و لطف حاصل نہیں ہوتا۔ اور اسی باعث سے اولاد کو ترستے ہیں۔ یہ دوا لگانے کی ہے جو طرفہ لطف انگیز ہے۔ اور عیش پرستوں کیلئے تو گویا لطف جنت پیدا کر دیتی ہے
قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ (عہ)
حب بے نظیر
ہر قسم کے بخاروں کے واسطے سوائے دق کے بخار کے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ قیمت فی شیشی خورد عہ بڑی شیشی دو روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک
آنکھوں کا سچا علاج
آنکھوں میں پانی نہیں گرنے دیتا اترتا ہوا رک جاتا ہے۔ جالا دھند نگاہ کی کمزوری۔ رتوندہ۔ آشوب کھائی ناخنہ دار ہر طرح اور ہر قسم کی آنکھوں کی بیماریاں کھو دیتا ہے سرمہ
قیمت۔ ایک روپیہ (عہ)
پر بال
جو آنکھ میں نکل کر ستاتے ہیں۔ اور بڑے بڑے حکیم اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ ہماری دوا ایک بار لگانے سے عمر بھر نہیں نکلتے۔ رعایتی قیمت عہ
دانتوں کا سچا علاج
دانتوں کی ہر قسم کی بیماریاں اور جلن اور بدبو دور ہوجاتی ہے۔ رعایتی قیمت ۸
دست پیچش آؤں لہو
پرانے سے پرانے بند ہو کر بالکل صحت ہوجاتی ہے۔ قیمت رعایتی عہ ایک روپیہ

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی واخلاقی فرض

اس بات کا متقضی ہے کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و اعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادہ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔ پی کی واپسی زیر باری کا موجب نہ ہو۔

خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔ پی روانہ کرنے کا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ متوسط احباب سے ۱۲ طلباء سے ۱۰ فی پرچہ ۱/۳ امتیازی قیمت ۳ ر

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے۔ علی التواتر عمدہ چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل حالات بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت

منیجر القریش امرتسر

اسرار صدری

خزینۃ الاطبا

(مرتبہ عالیجناب حکیم علم الدین صاحب مہاگو والیہ ایڈیٹر المعالج)

یہ وہ قابلقدر کتاب ہے۔ جس کا چرچا طبی دنیا میں خصوصاً بڑی گرمجوشی کیا تھا عرصہ تین سال سے ہونا اور جس کے دیکھنے کے لئے اکثر مشتاق نگاہیں بڑی بے صبری سے انتظار میں تھیں۔ خدا کے فضل سے مکمل چھپ کر تیار ہو گئی۔

دو سو مایہ ناز مشہور و معروف زمانہ اور موجودہ وقت کے طبیبوں ویدوں اور ڈاکٹروں

کے وہ خاص الخاص اسراری راز و نکات اور تجربہ کے مسیحائی اثر رکھنے والے مجربات درج ہیں۔ کہ جن کو بہت کم ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور جو اس سے پہلے یا تو صاحب نسخہ کے سینے ہی میں مدفون چلے جایا کرتے تھے۔ یا بعد سے اپنے خاص خاندانی افراد کے دوسرے پر ظاہر کرنا معیوب اور گناہ کبیرہ خیال کئے جاتے تھے۔ ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ ان سے بہتر اور زود اثر وقت پر فوراً اثر دکھانے والی بالخاصہ صدری مجربات آپ کے سینکڑوں روپے خرچ کر کے اور ہزار ہا تکلیفیں برداشت کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

پونے دو ہزار سے زیادہ کی تعداد میں بالخاصہ اکسیری مجربات

درج ہیں

اور قریباً ہر ایک مرض کے کئی کئی نسخہ جات ایک سے بڑھ کر مل سکتے ہیں۔ ہر قسم کے کشتہ جات بنانے کا بھی اس میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔ ایک کشتہ کی کئی کئی ترکیبیں خاص تجربہ میں درج ہوتی ہیں۔ کتاب ۲۲×۱۸/۸ سائز کے سات سو صفحہ پر ختم ہوئی۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ اور نفیس ٹائٹیل لگایا گیا ہے۔ جلد نہایت خوبصورت اور ولائتی کپڑے کی اور ولائتی فیشن کی بنائی گئی ہے۔ جس کی پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔

قیمت بلا جلد چار روپے بارہ آنے (للعہ) محصول ڈاک علیحدہ ہوگا۔

ملنے کا پتہ:- مہتمم کتبخانہ دائرۃ العلوم

(رونق منزل) امرتسر (پنجاب)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ سہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا۔

مقاصد

افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل کے مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افراد قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں:-

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو)

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر کیونکہ کسی پسماندہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر القریش امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(از جناب مولانا قاضی شاہ ولی صاحب وکیل)

حمد بے حد مر خدا را می سزد — آنکہ جملہ خلق را می پرورد

خلق بر عالم ز فیضش بہرہ ور — حسب استعداد ہستی واں مگر

بے تمنا آنچہ بخشش میکند — از تقاضا اسم رحمٰن در رسد

واں چہ باشد با تمنا از رحیم — خواہ بدنیا ہم بآخر مستقیم

دین و دنیا آخرت را خالقی — نیک و بد ہم عاقبت را مالکی

مر ترا حق عبادت لائق ست — مدد تو از ہر مدد بس فائق ست

می کنیم از دل عبادت روز و شب — استعانت ہم ز تو باشد طلب

چوں شدہ تو رب مایاں بالیقیں — پس دعائے ما بدربارت ہمیں

آں کہ دانی نیک و بد را امتیاز — گذر ما بر نیک کن اے بے نیاز

راہ نیکاں کو عنایت یافتند — بہرہ از انعام تو بر داشتند

نہ کہ ایناں یافتہ بس غضب تو — زانکہ ماندہ گم رہ بے ادب تو

ربِّ ما تلقیں نمودہ ایں دعا
قاضیا برگو تو آمین خوش صدا

۲۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء

جلد ۱۰ نمبر ۱۲ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — القریش امرتسر — بابتہ ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء

شذرات

خاتمہ جلد دہم

حق سبحانہ تعالیٰ عز اسمہ کا شکر ادا کرنے سے زبان قلم قاصر ہے جس کے فضل و کرم اور توفیق و تائید سے القریش کی یہ دسویں جلد اختتام کو پہنچی، انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ پرچہ سے گیارھویں جلد کا آغاز ہوگا اور حتی الامکان اس امر کی کوشش کی جائیگی کہ شروع ہونیوالی جلد بھی القریش کی خصوصیات معلومہ سے مزین ہوکر شائع ہو اور قوم و ملت کو اس سے نفع پہنچے، واللہ الموفق وہو المستعان!

القریش کی قیمت

دسویں جلد کے آغاز پر ہمنے اس خیال سے بادلِ ناخواستہ آٹھ آنہ کی کمی کردی تھی، کہ معاونین کی تعداد بڑھیگی اور مالی حالت سدھرنے کے ساتھ ہی اس کا حلقۂ اثر وسیع ہوگا۔ اور آواز بلند ہوگی لیکن افسوس ہے کہ باوجود چند خاص احباب کی مخصوص کوششوں کے بھی اشاعت میں حسب دلخواہ ترقی نہوئی،

اب اکثر بہی خواہان کا خیال ہے کہ چونکہ رسالہ کے حجم میں آٹھ صفحہ کا اضافہ ہوگیا ہے اور مضامین کے لحاظ سے یہ اعلیٰ اور بہترین رسالہ ہے اس لئے اسکی سالانہ قیمت ۲؎ کی بجائے پھر ۳؎ کردی جائے، چونکہ القریش کی مالی حالت نہایت کمزور ہے، اس لئے ہم قدردان احباب کی اس رائے کی قدر کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ شروع سال یعنے جنوری کی اشاعت سے القریش کی قیمت میں تین روپے لی جائیگی، لہذا جن احباب کو اس قیمت میں القریش گراں معلوم ہو وہ براہِ نوازش و کرم ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ سال آئندہ کا چندہ وصول کرنے کیلئے رسالہ ان کے نام وی پی نہ بھیجا جائے اور جو حضرات القریش کی خدمات تین روپے سالانہ معاوضہ سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہوں وہ ازراہ ہمدردی توسیع اشاعت میں بھی کوشش فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ کہ بغیر باہمی معاونت و ہمدردی کے القریش جیسے مخصوص مقاصد کے رسالہ کا اپنی قابل تعریف خصوصیات کے ساتھ زندہ رہکر قوم کی خدمت کرنا مشکل ہے،

دوسری قوموں کے رسائل و اخبارات یقیناً کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، وہ لوگ باوصف زیادہ قیمت ہونیکے بھی انکی فراخ دلی سے مدد کرتے ہیں، القریش دس سال سے چیخ رہا ہے لیکن آج تک اسے پانسو ایسے معاون نہیں مل سکے جو اس کی خدمات کی قدر کرکے چار آنہ مہینہ اس کے لئے خرچ کردیں۔ العجب ثم العجب،

دسویں جلد پر ایک نظر

خدائے تبارک و تعالےٰ کے فضل و کرم سے دسویں جلد صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے نویں جلد سے بہتر رہی، فروری کی اشاعت ہماری خطرناک بیماری اور شفاخانہ کی حاضری میں شائع نہوسکی اور جون کا پرچہ کاتب کی اس شوخ چشمی کی نذر ہوا جس کا ذکر جولائے کے پرچہ میں مفصل آچکا ہے، دس

پہنچے شائع ہوئے جن کے حجم اور ظاہری و باطنی حالت نے نعم البدل کی صورت پیدا کر دی،

مضامین

اس جلد کے مضامین نظم و نثر میں کوئی بھی غیر مفید یا غیر دلچسپ نہیں تھا۔ اس جلد کے مختلف نمبروں پر اکثر معزز معاصرین نے نہایت حوصلہ افزا رائیں ظاہر کی ہیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص اس امر کا اندازہ کر سکتا ہے کہ القریش کی خدمات اعلیٰ طبقہ میں کس نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور قوم و ملت کے حق میں کس قدر مفید ہے،

اس جلد میں ہمیں جن کرمفرماؤں سے قلمی امداد کا فخر حاصل ہوا ہے ان میں مخصوص مولانا ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی، مولانا قاضی کوہ سوار صاحب نظامی، مولانا غلام حسین صاحب شاکر صدیقی سب اوورسیر، مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات، مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی، مولانا سید محمد عبید اللہ صاحب فرحتی پنشنر رجسٹرار، مولانا قاضی شاہ ولی صاحب وکیل ہماری دلی شکریہ کے مستحق ہیں،

ناظرین القریش سے درخواست ہے کہ مندرجہ بالا قلمی معاونین کے لئے جن سے القریش کو گراں قدر قلمی امداد مل رہی ہے دعائے خیر فرماتے رہیں، کہ خداوند تعالیٰ ان کو فائز المرام اور ان کی مساعی کو مشکور فرمائے، آمین،

توسیع اشاعت

اشاعت کی کمی اور مالی کمزوری سے مجبور ہو کر ہمیں بارہا معاونین کرام سے امداد طلب کی، حتیٰ کہ نام بنام کھلے مطالبے سے احتراز نہ کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ صرف مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مدظلہ نے اس ضرورت کا احساس کیا اور کم و بیش پندرہ خریداران کی امداد سے ہماری حوصلہ افزائی کی۔ پیر علی اصغر صاحب ضلعدار کا دوسرا نمبر ہے جنہوں نے پانچ خریداروں کے علاوہ کچھ مالی مدد بھی کی۔ ان کے علاوہ دو تین اور احباب ہیں جنہوں نے ایک ایک دو دو خریداروں سے ہماری مدد کی جس کے لئے ہم بدل مشکور ہیں، امید ہے کہ وہ اعانت و امداد کا یہ سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ہمیں شکر گذاری کا موقع دیتے رہیں گے، دوسرے احباب کا بھی فرض ہے کہ وہ قومی خدمت میں توسیع اشاعت سے ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

آخری التماس

مندرجہ بالا سطور پڑھ کر آپ نے اس امر کا اندازہ کر لیا ہوگا کہ ہم نے اپنے فرائض اور محترم ناظرین و معاونین کے حقوق ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور نفع و نقصان کے خیال کو نظر انداز کر کے ہمیشہ اس کوشش میں رہے، کہ کسی طرح القریش کی خدمات سے قوم کو معتدبہ نفع پہنچے، انشاء اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ مساعی بھی ضرور بار آور ہونگی بشرطیکہ آپ بھی ہماری اعانت و سرپرستی فرماتے رہے اور سال حال کی طرح بے التفاتی سے ہماری امیدوں اور آرزوں پر پانی نہ پھیر دیا۔ امید ہے کہ آپ اس آخری التماس پر ضرور توجہ دیں گے، کہ بغیر باہمی اعانت کے آپ کے قومی رسالہ کا کامیابی کے ساتھ زندہ رہکر قوم کی خدمت کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے،

اس اشاعت میں **مذاکرہ و مناظرہ** اور **قضا و قدر** دو خاص مضمون ہیں، جو اپنی اپنی حیثیت و نوعیت میں عجیب ترین ہیں، علم دوست احباب انہیں خاص نظر اور گہری دلچسپی سے مطالعہ کریں۔ اور ان کے متعلق خصوصاً **مذاکرہ و مناظرہ** کے متعلق اگر کوئی اہم خیالات پیدا ہوں۔ تو انہیں قلمبند کر کے بھجوانے کی تکلیف کریں۔

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے

"منیجر"

تذکرۂ برادری

انجمن قریشیان ہند

ماہِ نومبر کے آخری عشرہ میں انجمن قریشیان ہند کے پیہم دو اجلاس یکے بعد دگرے دفتر القریش میں بزیر صدارت حکیم نور احمد صاحب و قریشی محمد علی صاحب دونوں منعقد ہوئے، جن میں دفتر سے متعلقہ امور پر بحث ہوئی،

عنقریب ایک جنرل میٹنگ آئندہ سالانہ اجلاس کے انعقاد پر غور کرنے کے لئے منعقد ہونیوالی ہے، خیال ہے کہ حالات کی موافقت اور اوقات کی مساعدت کی صورت میں ماہ اپریل (ایسٹر) کی تعطیلات میں اجلاس منعقد ہوگا امید ہے امور سے دلچسپی لینے والے اور قوم کی بہتری کے خواہاں احباب ابھی سے اپنے اپنے حلقۂ اثر اور دائرۂ برادری میں شرکت کی ترغیب دلاکر جلسہ کو شاندار و بارونق بنانے کی کوشش میں لگ جائیں،

دہلی اور خصوصاً قومی جلسوں کے مختلف مقامات پر منعقد کرنے سے چونکہ مقاصد کی تشہیر و اشاعت بآسانی اور بہترین طریق میں ہوسکتی ہے، دور افتادہ برادران کو شرکت کی بھی آسانی ہوتی ہے، اس لئے بعض سرگرم ممبران انجمن کا خیال ہے کہ آئندہ سالانہ اجلاس بجائے امرتسر کے کسی دوسرے مقام پر منعقد ہو ہمارے خیال میں بھی یہ مناسب اور نہایت موزوں بات ہے احباب اپنی اپنی آرائے کے اظہار سے مستفید فرمائیں اس وقت ہمارے سامنے گوجرانوالہ اور جالندھر دو بہترین مقام ہیں، وہاں کی برادری کو ان امور سے گہری دلچسپی بھی ہے،

ہمیں توقع اور کامل توقع ہے کہ جالندھر د گوجرانوالہ کے دردمندان قوم اس مسئلہ پر غور کرنے میں ہمارا ساتھ دینگے، عنایت علی آنریری جنرل سکرٹری

قومی خبریں اور ہم

مکرمی پیر علی احمد صاحب قریشی فریدی کے الفاظ ہیں، کہ "آپ لوگوں کو صرف دنیاوی خبروں کی خواہش رہتی ہے، قومی خبروں کے متمنی نہیں"۔ ان الفاظ پر ہم کوئی جرح نہیں کرنا چاہتے مگر یہ ضرور کہیں گے کہ القریش عام خبروں کی اشاعت سے ہمیشہ محترز رہتا ہے اور نہ ہی ایک ماہوار رسالہ میں تازہ خبریں بہم پہنچا سکتا ہے، اس کے جتنے مضمون ہوتے ہیں وہ خالص دینی قومی اور اصلاحی ہوتے ہیں اور اسے معزز اور علمدوست طبقہ تسلیم کرچکا ہے، باقی رہا قومی خبریں، اس کے متعلق ہم بارہا ناظرین کرام سے اپیل کرچکے ہیں کہ وہ اس کی بہم رسانی میں ہماری مدد کریں۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔ جب مختلف مقامات سے حالاتِ برادری موصول ہی نہ ہوں تو انصاف سے کہیئے کہ اس میں ہمارا کیا قصور،

آج ہم پھر قارئین کرام سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ قوم سے متعلقہ خبریں بغرض اشاعت و واقفیت ہمیں بھیجکر شکر گذاری کا موقعہ دیا کریں،

بعض اضلاع کی قریشی برادری میں ہندوانہ رسم ورواج کا یہ عالم ہو کہ بیوگان کے نکاح تک کو وہ کسرشان سمجھتے ہیں حالانکہ احکام اسلام کے یہ سراسر خلاف ہے، قریشی اور یہ حالت! این چہ بوالعجبی ست! یہ بیہودگی کا مہلک زہریلا اثر ہے جس کے انسداد کی بڑی ضرورت ہے برادران ضلع جالندھر کو اس معاملہ کیطرف خاص طور پر متوجہ...

بانگِ درا

مخمس بر ترانۂ اقبال مشتمل بر واقعاتِ ماضی و حال از تراوشِ طبع میرزا فہیم بیگ فہیم چغتائی گوالیاری

کیا پوچھتا ہے ہمدم گھر ہے کہاں ہمارا — سرکیشیا ہمارا زابلستاں ہمارا
بربر مراغہ برما اور اصفہاں ہمارا — چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

محبوب حق کی اُلفت سینوں میں ہے ہمارے — نورِ جمالِ حضرت سینوں میں ہے ہمارے
جوشِ شرابِ وحدت سینوں میں ہے ہماری — توحید کی امانت سینوں میں ہے ہماری

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

جس پر ہوا ازل سے انعامِ کبریا کا — جو آج تک ہے مرکز منظوری دعا کا
ملتا جہاں ہے درماں ہر درد لادوا کا۔ — دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

سر مایہ ہا ہمارے زیبِ سناں ہوئی ہیں — خونِ جگر سے اپنے دریا رواں ہمارا
تیور بتا رہے ہیں گو نیم جاں ہوئے ہیں — تیغوں کے سایہ میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں

خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

ہر اک جا پہ نسلیں تھیں حکمراں ہماری — ہوتی رہی ہیں قومیں ہمداستاں ہماری
تکبیر تھی حبش میں آتش فشاں ہماری — مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

ہمنے کیا تھا دم میں رومی صفوں کو برہم　　　ایرانیوں پہ پہنچے بنکر قضائے مبرم
للّٰہیت کو اپنی مانے ہوئے ہے عالم　　　باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

یورپ بنایا ہمنے مینو سواد تجھکو　　　علم و ہنر سکھائے حد سے زیاد تجھکو
مدت سے کہہ چکے ہیں گو خیر باد تجھکو　　　اے گلستانِ اندلس وہ دن ہیں یاد تجھکو

تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

طغیانیٔ نیل کی بھی ہاں جانتی ہے ہمکو　　　جو لہر ہے اٹک کی وہ مانتی ہے ہمکو
دنیا میں اک شناور گردانتی ہے ہمکو　　　اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہمکو

اب تک ہے دریا افسانہ خواں ہمارا

حقانیت کی اکثر حجت پہ مرمٹے ہم　　　طیبہ کے بام و در کی رفعت پہ مرمٹے ہم
بغداد کے شرف پر عظمت پہ مرمٹے ہم　　　اے ارض پاک تیری حرمت پہ مرمٹے ہم

ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

کب غیر کی طرف ہو دامن دراز اپنا　　　ہم جس کے امتی ہیں اس پر ہے ناز اپنا
دنیا و دیں میں جو ہے بندہ نواز اپنا　　　سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا

اس نام سے باقی آرام جاں ہمارا

اُٹھ اے فہیم کب تک یونہی رہیگا سویا　　　کتنا زمانہ تُنے غفلت میں حیف کھویا
منزل کی آرزو میں سب ہو رہے ہیں جویا　　　اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

(تنظیم)

اسلام کی استواری

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

زمانہ جانتا ہے کہ اولاد کلیجہ کی کور ہوتی ہے، ماں باپ خود گیلے میں سوتے ہیں بچوں کو سوکھے میں سُلاتے ہیں میاں سے زبان ایں وارے گویا تکیہ کلام ہوتا ہے، انکوں پیار کرتے ہیں اور اگر کہیں دشمن میری فدا بچہ کی جی الکسا ہوگیا۔ تو ماں باپ پیٹ پکڑے بیٹھے ہیں۔ ان کا دل ہرگز نہیں چاہتا۔ کہ اولاد کی انگلی میں پھانس بھی لگے، چہ جائیکہ اس کے بجائے ماں باپ اپنی اولاد سے کہیں کہ تم گھر سے کیا بلکہ اپنے شہر اور اپنے ملک سے بھی نکل جاؤ۔ اور جب مصیبت کا انہیں سامنا ہو تو ٹھنڈے پیٹوں جھیلو، مگر اللہ کے پاک بندے جو اللہ سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں انہیں پھر آل اولاد سے کوئی واسطہ نہیں رہتا، چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار قریش ہمیں مسلمان ہوجانے کی وجہ سے سخت ایذا دیتے ہیں اور ان کے ستم سہتے سہتے ہمیں پانچ برس ہولئے ہیں، اب ہمیں انکی سہار نہیں ہے، حضور نے فرمایا کہ لقائے ربانی بندہ کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے، جبکہ وہ اپنے تئیں اس کی رضا کے لئے فنا کر دیتا ہے، وقت کی تکلیفوں کو گوارا کرتا ہے اگر میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ اسلام کچھ مکہ کے رہنے کے ساتھ بندھا ہوا نہیں ہے تم مشرق میں ہو یا مغرب میں، جہاں رہو گے اسلام تمہارے ساتھ رہیگا۔ وَاَمَعکم اینما کنتم۔ اگر کفار قریش کے ظلم سے تنگ ہو تو مکہ چھوڑ کر کسی طرف چلے جاؤ، ربّ العزت تمہاری مدد کریگا اور کیا عجب ہے

کہ تم کسی اور خطہ میں پہنچکر کچھ آرام پالو، حضرت عثمان نے کہا بہتر ہے، میں یہاں سے کسی طرف نکل جاؤنگا۔ مگر اپنی ساتھ اپنی بیوی رقیّہ کو بھی لیجاؤنگا، رقیہ خاتون حضرت خاتون جنت کی بڑی بہن تھیں، اور رسول اللہ صلعم کے فرزند دلبند۔ حضور نے ارشاد کیا بے شک تم اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لیجاؤ کیونکہ اسے تمہاری خدمت ضروری ہے، جب حضرت رقیّہ اپنے خاوند کے ساتھ گھر سے نکل کر دربدر خاک بسر ہونیکے لئے تیار ہوئیں، تو آپ کی والدہ ماجدہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ زندہ تھیں ماں کی ممتا باپ کی شفقت سے کچھ زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ اس موقع پر ضرور تھا کہ آپ حضور انور سے کہتیں کہ میری بچی پردیس نہیں جائیگی، عثمان سے کہدو اسے میرے پاس چھوڑ جائے اور خود جدھر چاہیں چلے جائیں۔ کیونکہ کافروں کو اگر مذہب کی وجہ سے بیر اکھیری ہے تو مردوں کے ساتھ۔ عورتیں بیچاری کونسے کی سینکے والی ان سے کیا سروکار۔ مگر پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم نے سب پر یکساں اثر ڈالا تھا۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے روبرو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اُف بھی نہ کی اور حضرت رقیہ چار و ناچار حضرت عثمان کے ہمراہ مکہ سے روانہ ہوگئیں۔ حضرت عثمان کے ساتھ حضرت جعفر بن ابی اور ان کے علاوہ اور چند مسلمان جو کفار کے ستانے بولا گئے تھے۔ ہجرت پر آمادہ ہوکر چلدیئے۔ اس قافلہ میں سب مسلمان عورت مرد ملاکر چالیس نفر تھے اس قافلہ نے حسب قرارداد حبش

کی طرف رُخ کیا اور سمندر کے کنارہ جا پہنچا اور معلوم ہوا کہ کچھ
کشتیاں مسافروں کو لیکر ملک حبش کیطرف جا رہی ہیں یہ لوگ
بھی ان کشتیوں میں سوار ہو گئے، اگر کفار قریش ان صاحبوں
کو نہ ستاتے تو اپنی جانوں کو سمندر کے خطرناک سفر میں کیوں
جھونک دیتے۔ آخر کار خدا کے فضل سے کشتیاں ملک حبش
میں جا پہنچی۔ اور سب مسافر کشتیوں سے اتر کر اپنے اپنے وطن
چلدیے، ان مہاجرین کا اس ملک میں نہ کسی گاؤں کے اندر
گھر تھا نہ کسی شہر میں۔ اس لئے ان غریب بندوں نے اس ساحل
پر بسیرا کیا۔ اپنے ساتھ جو تھوڑا سا اذوقہ لائے تھے، اس پر اوقات
بسر کرتے تھے، یا جنگل کی گھاس پتی توڑ توڑ کر اپنا پیٹ بھر لیتے
تھے اور خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اس ساحل کے
قریب جو جنگل تھا اس میں ایک قزاق رہتا تھا جس کے پاس
ایک جماعت بدمعاشوں کی بھی تھی جو قافلے اس ویرانے سے
گذرتے تھے۔ یہ قزاق اپنے یاروں کی مدد سے انہیں لوٹ
لیتا تھا۔ اور اگر مقابلہ ہوتا تو یہ سرکش کمزور مسافروں کو مار بھی
ڈالتے تھے۔ انہوں نے پہلے اسی دن مسلمانوں کے قافلے کو تاڑ
لیا تھا اور وہ سمجھ گئے تھے، کہ یہ مفلس لوگ ہیں، انہیں چھیڑنا
عبث ہے مگر بڑے قزاق کو حضرت رقیہ کی صورت پسند
آگئی تھی اور وہ اس فکر میں تھا کہ کسیطرح ان معصومہ کو ان
کے وارثوں سے چھین لے جائے، چنانچہ ایک رات کو حضرت
رقیہ ام سلمہ اور کئی عورتوں کو ساتھ لیکر جنگل میں ضروریات
کے لحاظ سے اپنی منزل گاہ کو چھوڑ کر تشریف لیگئیں۔ جب
واپس ہوئیں تو ساتھ کی عورتوں نے اندھیرے کے ڈر سے لمبے
لمبے قدم رکھنے شروع کئے اور بی رقیہ پیچھے رہ گئیں۔
اور وہ بدشعار قزاق جو پہلے سے گھات میں بیٹھا تھا اپنے ساتھیوں
کو لئے آن پہنچا۔ ہر ایک بدمعاش کے ہاتھ میں تلوار تھی جب
وہ بالکل پاس آگیا تو اس نے چاہا کہ بیوی صاحبہ کو پکڑ
کر اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دے اور سب کے سب انہیں
لیکر بھاگ جائیں۔ اس بیدین کے بیڈول تن و توش
کو دیکھکر آپ نے ایک چیخ ماری اور آپ کے منہ سے بے اختیار
نکل گیا یا ابتاہ یا محمداہ ان کلموں کے ادا ہوتے ہی آسمان
سے ایک بجلی گری جس نے قزاقوں کے سردار کو کباب کر دیا۔
وہ تڑپ کر زمین پر گرا اور اس کے ساتھی اپنی جانیں بچا کر بھاگ
گئے۔ بجلی آسمان کو چلی گئی مگر جاتے جاتے اس نے تمام دشت
کو روشنی سے وادی ایمن بنا دیا۔ حضرت رقیہ کی چیخ سن کر ام
سلمہ اور تمام عورتیں جو کسیقدر آگے بڑھ گئی تھیں چیخ اٹھیں۔
اور ان بیکس عورتوں کی آہ و زاری سنکر حضرت عثمان حضرت
جعفر اور سب مسلمان دوڑے آئے۔ حضرت رقیہ اور عورتوں
کو دیکھا تھر تھر کانپ رہی ہیں۔ پوچھا تو انہوں نے سارا قصہ
بیان کیا۔ قزاق کی لاش اندھیرے میں اچھیطرح دکھائی نہ دی
سب کے سب اپنے مقام پر آگئے۔ صبح کی نماز کے بعد جب آفتاب
طلوع ہوا تو قزاق کی لاش کو جا کر دیکھا کہ جھلسی ہوئی پڑی ہے
اور اسے دیکھکر سخت عبرت ہوئی خدا کا شکر بجا لائے کہ اس
نے رسول ؐ کی دختر نیک اختر کو قزاقوں سے بچا لیا۔ پھر جو مسافر
اس جنگل سے گذرے اور انہوں نے قزاق کی لاش کو جلا ہوا
اور مسلمانوں سے اس کی موت کا حال سنا۔ تو جدھر جدھر
وہ لوگ گئے انہوں نے یہ روداد اپنی قوم کے سامنے بیان
کی اور حبشہ کے دار السلطنت میں بھی وہاں کے بادشاہ کے کان
میں یہ بات پہنچی۔ بادشاہ کا نام نجاشی تھا۔ نجاشی اس خبر کو
سنکر بہت خوش ہوا اور اس نے کہا مسلمان بڑے بابرکت
معلوم ہوتے ہیں کہ ان کی طفیل سے ہمارے ملک کی ایک زبردست
بلا ٹلی۔ اس قزاق نے ہمارے خطہ کو ویران کر دیا تھا۔ دن
رات قافلے لوٹتا تھا اور ہماری فوج بھی اس سے عہدہ برآ نہ
ہوتی تھی۔ اچھا میری طرف سے یہ تحفہ مسلمانوں کے پاس پہنچایا
جائے۔ چنانچہ کچھ نقد و جنس نجاشی کے ملازم ان مہاجرین
کے پاس لیکر گئے اور مہاجرین سے ملکر اور ان کی باتیں سنکر
خوش خوش واپس آئے اور اپنے آقا کے روبرو ان کے
اخلاق و عادات کی بڑی تعریف کی ادھر کفار قریش کو جب

وقت معلوم ہوا کہ چالیس عورت مرد مکہ سے نکل کر کسی طرف کو گئے ہیں تو ان کے پیٹ میں بلّو پڑ گئے، اور انہوں نے تجسس کیا کہ یہ لوگ کہاں گئے ہیں اور جب انہیں مہاجرین کا حبشہ پہنچنا تحقیق ہو گیا تو انہوں نے اپنے معززین سے مشورہ کیا اور ان کی طرف سے ایک خط نجاشی بادشاہ حبش کے نام اس مضمون کا لکھوایا کہ ہماری قوم میں سے چند نفر اپنے بزرگوں کے دین سے بیدین ہو کر اور کنبہ برادری کو چھوڑ کر آپ کی قلمرو میں پہنچ گئے ہیں۔ از راہ مہربانی انہیں ہمارے ان معتمدین کے ساتھ جو حضور کی خدمت میں ہمارا عریضہ لیکر حاضر ہوئے ہیں ہمارے پاس مکہ بھیجدیجیے اور اگر وہ اشخاص آنے میں کچھ حجت کریں تو آپ انہیں بجبر ہمارے پاس بھیجدیں سارا مکہ آپ کا شکر گذار ہوگا عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ وغیرہ کو یہ خط دیکر حبشہ روانہ کیا اور کچھ تحائف بھی بادشاہ کے لئے سفیروں کی معرفت بھجوائے، جب یہ جماعت کفار کی حبشہ پہنچی تو اس نے جاتے ہی وزیر حبشہ سے ملاقات کی اور اسے رشوت دیکر گانٹھ لیا اور اس نے ان سے وعدہ کر لیا کہ میں ان بھگوڑہ مسلمانوں کو جس طرح ممکن ہوگا آپ صاحبوں کی حراست میں دیکر اس ملک سے نکلوا دونگا۔ اور اس وزیر نے بہت چرب زبانی سے اپنے آقا کے روبرو عرض کی کہ اس اس طرح سرداران مکہ کے سفیر آئے ہیں اور حضور کے نام نامہ لائے ہیں۔ نجاشی نے کہا جب وہ خود معزز لوگ ہیں اور سرداروں کے بھیجے ہوئے ہیں تو انہیں بڑے احترام سے مہمان خانہ میں اتارا جائے، اور ان سے کہہ دیا جائے کہ میں مسلمانوں کو بلواتا ہوں۔ جب وہ آ جائیں گے تو انہیں اور آپ کو اپنے دربار میں بلا کر اور فریقین کا بیان سنکر مناسب جواب دونگا۔ وزیر نے کہا حضور اپنی ذات مبارک پر اتنی زحمت کیوں گوارا فرماتے ہیں کہ ان مسلمانوں کو ساحل سے طلب کیا جائے، اور جب وہ آ جائیں تو حضور ان کے اظہار لیں۔ بس یہ حکم کافی ہے کہ ان بیہودہ لوگوں کو مقید کر کے ان کے بھائی بندوں اور سرداروں کے پاس بھیج دیا جائے، فدوی اس حکم کی تعمیل کر دیگا۔ نجاشی نے غضب کی نظر سے وزیر کو دیکھ کر کہا خدا نے مجھے بادشاہ بنایا ہے تو مجھے عقل بھی عنایت کی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو لوگ سارا جہان چھوڑ کر میری پناہ ڈھونڈیں میں انہیں بے اصلیت معلوم کئے ان کے دشمن کے سپرد کر دوں اور اسی وقت اس نے ایک کارکن کو حکم دیا کہ بندر حبشہ کو ایک معتمد ہمارا جائے اور اپنے ہمراہ ان مسلمانوں کو لے آئے جو وہاں پڑے ہوئے ہیں اور جب وہ آئیں تو مجھے اطلاع دی جائے، وزیر اپنا سا منہ لیکر رہگیا۔ دو چار دن میں مسلمان مہاجر دار السلطنت حبشہ میں پہنچ گئے۔ نجاشی نے حکم دیا کہ کل دربار عام ہوگا۔ مکہ کی دونوں قومیں میرے سامنے لائی جائیں۔ جب آفتاب نے اہل اللہ کے دلوں کی طرح نور اور تجلی کے ساتھ مشرق کے گریبان سے اپنا سر نکالا۔ نجاشی اپنے دیوانخانہ میں رونق افروز ہوا۔ دہنے ہاتھ کو متعدد کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جن پر پادری راہب یہود کے علماء نیچے نیچے جبّے پہنے اپنے ہاتھوں میں توریت، زبور، انجیل اور آسمانی صحیفے لئے ہوئے بیٹھے تھے جن کے چہروں سے وقار ٹپک رہا تھا۔ بائیں ہاتھ کو سب ارکان سلطنت مودب حاضر تھے۔ جو وزیر نے عمرو بن عاص، عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی کے تخت کے سامنے حاضر کیا۔ انکے ہمراہ تحائف کے خوان تھے اور ایک خوان میں سرداران قریش کا خط تھا۔ بادشاہ نے خط اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اشارہ کیا کہ تحائف کے خوان ایک طرف رکھدئے جائیں۔ پھر نجاشی نے مکہ والوں کا خط بہت تامل سے پڑھا۔ اور سر اٹھا کر کہا ان دونوں صاحبوں کو کرسی پر بٹھایا جائے۔ اس کے بعد نجاشی نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ سے یہ گفتگو کی،

نجاشی ، میں نے آپ کے بزرگوں کے خط کو اچھی طرح مطالعہ کیا اور جو کچھ ان کا اور آپ کا منشا ہے اسے بخوبی سمجھا۔ مگر اس تحریر کے خلاف میں نے جہاں تک سنا ہے اس ملک کے رہنے والے مسلمانوں کی تعریف کرتے ہیں اور انہیں اچھا بتاتی

ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ آپ کے بزرگوں کا کیا ایسا گناہ کرکے بھاگ آئے ہیں جس کی پاداش میں انہیں پکڑوا کر طلب کرتی ہیں۔ خیر میں انہیں بلواتا ہوں ان کے عیب تو اب ابھی معلوم ہو جائیں گے یہ کہہ کر اس نے حاجب سے اشارہ کیا اور حاجب نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور تین اور مہاجرین کو بادشاہ کے سامنے پہنچایا۔ حضرت جعفر نے بہ آواز بلند کہا السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ان الفاظ کو سنکر بادشاہ اور حاضرین کے دل پر چوٹ لگی۔ بادشاہ نے کہا ان صاحبوں کے لئے بھی کرسیاں لاؤ۔ حضرت جعفر وغیرہ کرسیوں پر بیٹھ گئے،

نجاشی، آپ صاحبوں کا کیا دین اور کیا ملت ہے،

حضرت جعفر، ہم سب مکہ کے رہنے والے گمراہ تھے اور اپنے معبود کو نہیں پہچانتے تھے، پتھر پوجتے تھے، حرام اور مردار کھاتے تھے گندے کام کرتے تھے جو یکایک خدا نے ہم پر فضل کیا اور ہماری قوم میں بھی ایسا ایک نبی برانگیختہ کر دیا جو حسب نسب میں ہم سب سے افضل و اعلیٰ ہے اس برگزیدہ حق نے ہمیں توحید سکھائی خدا کی عبادت اور بندگی کا سبق دیا۔ فحش باتوں اور برے کاموں سے روکا ہمارے چال چلن سنوارے اس رسول کا معجزہ کلام اللہ ہے جسے جبریل کی معرفت خدا نے اس پر نازل کیا۔

جبریل کا نام سنتے ہی تمام پادری، راہب اور بادشاہ نجاشی اور حاضرین دربار قدوس قدوس کہتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے جب وہ سجدہ کر چکے تو انہوں نے سر اٹھائے اور پادریوں میں جو سب سے بزرگ پادری تھا اس نے اور نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر سے کہا خدا کا جو کلام جبریل آپ کے نبی کے پاس لائے ہیں اس میں سے کچھ ہمیں بھی سنائیے۔

حضرت جعفر، بہت خوب میں کلام الٰہی پڑھتا ہوں آپ دل کے کانوں سے سنئیے

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا۔ یہ سورہ

مریم تھی جو حضرت جعفر نے نجاشی کو سنائی۔ چونکہ حضرت مریم علیہا السلام کی طہارت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ پروردگار نے اعجاز قدرت کے ساتھ اس سورہ شریفہ میں بیان فرمایا ہے۔ نجاشی اور تمام پادری اور تمام عیسائی اسے سنکر دنگ ہو گئے، اور حاضرین دربار میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کے دل پر قرآن پاک نے اثر نہ کیا ہو اور وہ زار و قطار رو نہ رہا ہو۔ خصوصاً نجاشی بادشاہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں ٹپک رہی تھیں، سورہ مریم پڑھ کر حضرت جعفر نے کہا یہ کتاب جس رسول علیہ السلام پر اتری ہے، ہم اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ امر ہماری قوم کو ناپسند ہے اور وہ جلکر ہمیں ستاتی ہے۔ جب قوم کے ظلم و ستم اٹھاتے اٹھاتے ہم مجبور ہو گئے تو ہمارے پیشوا نے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ اس ہم دیس چھوڑ کر پردیسی ہو گئے، ہم نہ چور ہیں نہ کسی کے غلام ہیں،

نجاشی (اپنے بڑے پادری سے) آپ نے یہ کلام سنا؟ اس کی روشنی کا خزانہ اور اس کلام خزانہ جو موسیٰ و عیسیٰ پر نازل ہوا ہے ایک معلوم ہوتا ہے،

بزرگ پادری (نجاشی کے کان میں) یہ کلام جو عرب نے پڑھا ہے بیشک خدا کا کلام ہے اور جس شخص پر یہ نازل ہوا ہے، وہ خاتم المرسلین ہے جس کی آمد آمد کی خبر موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام اگلے انبیاء نے دی تھی اور ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ اے بادشاہ تو گواہ رہنا کہ میں اس نبی برحق پر ایمان لے آیا۔ مگر قوم کے ڈر سے اس وقت ظاہر کرنا مناسب نہیں جانتا ہوں۔ نجاشی نے پادری صاحب کے کان میں کہا اسی طرح میں بھی **محمد عربی** پر ایمان لے آیا۔ مگر ابھی اسے جتانا نہیں چاہتا ہوں۔ حضرت جعفر نے سلسلہ کلام پھر شروع کیا اور اسلام کی فضیلتیں اس فصاحت و بلاغت سے بیان کیں کہ درباریوں میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ عمرو بن عاص نے جو دیکھا کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کی مجلس میں اپنا رنگ جما لیا اس نے جلکر کہا، اے بادشاہ حبش، یہ مسلمان آپ کے خدا وند مسیح کی نسبت برے خیال رکھتے ہیں،

نجاشی (حضرت جعفر سے مخاطب ہوکر) کیوں صاحب عمرو بن العاص کا بیان کہاں تک صحیح ہے؟

حضرت جعفر! یہ بالکل غلط کہتا ہے، ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں نہایت پاک عقیدہ رکھتے ہیں، سنئے خداوند تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے، **عیسیٰ عبد اللہ و رسولہ وکلمۃ القٰھا الیٰ مریم و روح منہ**، نجاشی ان آیات کو سنکر بہت خوش ہوا اور کہا اے جعفر آپ اور آپ کے رفیق چین سے میری عملداری میں رہیں۔ مجھو آپکی اور آپ کے مذہب کی صلاحیت خوب معلوم ہوگئی۔ اگر اہل مکہ روئے زمین کے تحائف مجھے رشوت میں دیں گے تو بھی میں قبول نہ کرونگا۔ اور آپ کو دشمنوں کے حوالہ نکرونگا، پھر اس نے حکم دیا کہ عمرو بن عاص جو تحائف لائے ہیں وہ ہمیں لینے منظور نہیں۔ انہیں واپس دیدو۔ چنانچہ کفار قریش اپنا سا منہ لیکر واپس چلے آئے

میرے دوستو! جب تک ہم میں تم میں وہ صداقت پیدا نہ ہوگی جو ان حضرات صحابہ میں تھی اسلام دوبارہ زندہ نہو گا حضرت جعفر نے نجاشی بادشاہ اور حبش کے باشندوں کو نہ تلوار سے دھمکایا تھا نہ بندوق سے صرف صداقت نے ان لوگوں کو گرویدہ کرلیا تھا قرآن پاک اب تک ویسا ہی پر تاثیر ہے، جیساکہ تیرہ سو برس پہلے تھا۔ اسلام میں ابتک وہی خوشبو موجود ہے، جس نے سو برس کے اندر اندر تمام عالم کو معطر کردیا تھا۔ مگر فی زمانہ جن سینوں میں قرآن رہتا ہے جن زبانوں سے قرآن ادا کیا جاتا ہے وہ حضرت جعفر بن ابیطالب کے سینہ اور زبان کو نہیں پہنچے

راقم

حکیم سید ناصر نذیر فراق

جانشین حضرت مدظلہ

دہلی کوچہ چیلاں / ۲ نومبر ۱۹۲۴ء

ایک ضروری اطلاع

حسب ذیل بزرگان و برادران کا سالانہ چندہ اس نمبر کے ساتھ ختم ہوگیا ہے، اور سال آئندہ کے چندہ کی وصولی کے لئے جنوری کا پرچہ وی پی ہوگا۔ جو احباب مبلغ تین روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کردیں گے، انہیں ۲ کی بچت رہیگی، جو احباب خدانخواستہ کسی وجہ سے آئندہ اسے جاری نہ رکھنا چاہیں وہ بذریعہ پوسٹ کارڈ دفتر کو فوراً مطلع کردیں۔ تاکہ واپسی وی پی زیرباری و نقصان کا موجب نہو، مینیجر

(۱) جناب قاضی عبدالعزیز صاحب نمبر ۴۵ (۲) جناب قاضی باقی شاہ صاحب نمبر ۴۷ (۳) جناب مولوی حامد علی صاحب نمبر ۹۷ (۴) جناب پیر غضنفر حسین صاحب سب انسپکٹر نمبر ۸۶ (۵) جناب پیرزادہ نور احمد شاہ صاحب نمبر ۱۰۴ (۶) جناب مولوی عبدالحمید صاحب ۱۱۲ (۷) جناب منشی نظیر محمد صاحب منشی نمبر ۱۳۰ (۸) جناب پیر علی احمد صاحب قریشی فریدی نمبر ۱۴۲ (۹) جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر نمبر ۱۸۱ (۱۰) جناب مولوی امام الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ نمبر ۱۹۲ (۱۱) جناب منشی احمد جان صاحب نمبر ۳۶۵ (۱۲) جناب قاضی شاہ علی صاحب ۴۷۴ (۱۳) جناب شیخ احمد الدین صاحب ۴۸۰ (۱۴) جناب قریشی غلام غوث صاحب ۵۸۱ (۱۵) جناب مولوی غلام علی صاحب داد ۵۸۳ (۱۶) جناب مولوی عبدالعزیز صاحب منشی نمبر ۵۸۷ (۱۷) جناب مولوی انعام احمد صاحب ۵۸۸ (۱۸) جناب قاضی محمد امین صاحب ۶۰۳ (۱۹) جناب قریشی عبدالرشید صاحب ۶۰۴ (۲۰) جناب خواجہ نصیر الدین صاحب ۶۰۵ (۲۱) جناب قریشی مہرالدین صاحب ۶۰۶ (۲۲) جناب حکیم محمد عصمت اصغر صاحب ۶۱۲ (۲۳) جناب قریشی رفیق شاہ صاحب کلرک ۶۱۳ (۲۴) جناب قریشی نواب علی صاحب ای اے سی ۶۱۴ (۲۵) جناب پیر خیر شاہ صاحب سب انسپکٹر ۶۱۵ (۲۶) جناب مولوی محمد الیاس صاحب ابدار ۶۱۶ (۲۷) جناب مولوی عبدالحی صاحب ۶۳۳

مینجر

اسوۂ حسنہ

ایثار فاطمہؓ

ہونیکو سینکڑوں ہوئیں دُنیا میں عورتیں — ایثارِ فاطمہ رضؓ کی نہ لیکن ملی مثال
محروم کوئی بھی نہ پھرا در سے آپ کی — سائل کا آپ نے نہ کبھی رَد کیا سوال
کہانے سے پہلے دیکھتیں جاکر پڑوس میں — بہوکا پیاسا ہو نہ کوئی اور خستہ حال
فاقہ سے دیکھتیں تھیں کِسی کو اگر کبھی — پہلے اسے کہلاتی تہیں زھرای خوشخِصال
اِس خلق اس عطا کی مدینہ میں دھوم تہی — پڑھتا تہا کلمہ آپ کا ہر پیر خورد سال

اک روز خدمتِ شہِ طیبہ میں اک گدا — آیا اور اتفاق سے موجود تہا نہ مال
فرمایا اس سے آپ نے زہرہ رضؓ کے پاس جا — اور اس سے جاکے نامِ خدا کر کوئی سوال
مجبور ہوں کہ کچھہ نہیں اس وقت میری پاس — مسرور ہوں کہ دیگی ترا حال وہ سنبھال
القصہ آیا خدمتِ زھرا رضؓ میں وہ فقیر — اور دی صدا کہ فاطمہ رضؓ بی بی جئیں یہ لال
بھوکا ہوں اور غمزدۂ روزگار ہوں — لِللہ کردو زخمِ مصیبت کا اندمال
سنکر صدا فقیر کی گھبرائیں فاطمہ رضؓ — سوچا کہ آج گھر میں نہ آٹا ہے اور نہ دال
دو روز ہوگئے کہ ہے فاقہ سے گھر کا گھر — بچوں کا میرے بھوک سے مارے ہے جی نڈھال
لیکن فقیر غمزدۂ روزگار ہے — دونگی جواب صاف تو ہوگا بُرا خیال
دیکھا اِدھر اُدھر جو اٹھاکر نگاہ کو — آئی نظر پڑی ہوئی مینڈھے کی ایک کھال
سوتے تھے اس پہ رات کو آکر حسن حسینؓ — نورِ نگاہ مرتضٰی فاطمہ رضؓ کے لال
لاکر وہ کہاں آپ نے اس سے کہا کہ لے — اللہ اور دیگا وہ ہے رازقِ تعال
بولا فقیر! کہاں ہے موزوں لباس کو — اور اس سے پہلے بھوک کا میں نے کیا سوال
کہانا نہ پیٹ میں ہو تو کپڑوں کی فکر کیا — کہانا بھی ہو عطا تو پھر احسان ہو کمال
یہ سن کے اپنی کنٹھی اتاری بتول رضؓ نے — جو ہدیۂ کسی نے ابھی دی تہی بے مثال
کہنے لگیں کہ لے مری کنٹھی یہ بیچ لے — قیمت جو کچھہ ملے اسے کیسے میں اپنی ڈال
کھا پی کہلا پلا جو ترے جی میں آئے کر — بابا خدا کے نام پہ حاضر ہے جان و مال

(از جناب صفی الدین [illegible] اکبر آبادی)

بابُ التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملکِ حبش میں اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے چند مجاہدین

(۴۲)

دربارِ حبش میں دعوتِ اسلام

حبش میں ایک اسلامی حکومت کے ظہور و قیام کے حالات لکھنا مقصود ہیں۔ ورنہ ہجرت حبشہ کے واقعات میں بہت سے امور تفصیل طلب تھے،

علی الخصوص قریش مکہ کے معاندانہ مساعی و تدابیر اور باوجود مسلمانوں کی منتہا درجہ بے سروسامانی و بیکسی کے کامیابی و فتحیابی،

گذشتہ نمبروں میں خیال ہوا تھا کہ واقعہ ہجرت حبشہ کی کسیقدر مزید تفصیل کردیں، اور اس کے بعد آگے بڑھیں لیکن وقت بہت کم تھا۔ اس مرتب صفحات میں ترمیم نہو سکی آج چاہتے ہیں کہ گذشتہ نمبر کے بقیہ حصے کو شروع کرنے سے پہلے بطور تتمہ و تعلیق، ہجرت حبشہ کی تشریح مزید کردیجائے گذشتہ نمبر کے دوسرے کالم میں جہاں ہجرت کا ذکر ہے، مندرجہ ذیل سطور کو اس کا بقیہ تصور کیا جائے،

ابن ہشام نے اپنی سیرۃ میں حضرت ام سلمہ سے اس بارے میں روایات نقل کی ہیں۔ برمنجملہ مہاجرین حبش کے تھیں وہ کہتی ہیں کہ نجاشی نے ہمارے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا۔ ہم بازادی اپنے اعمال مذہبی ادا کرتے تھے اور چین اور آرام سے رہتے تھے، ہمارے خلاف وہ کوئی بات نہ سنتا اور نہیں کوئی مخالف اذیت پہنچا سکتا تھا۔

لیکن جب قریش نے ہمیں ایک گذشتہ عافیت میں محفوظ دیکھا۔ تو یہاں بھی ظلم و ستم سے باز نہ رہے، انہوں نے مجاز کی بہتر سے بہتر اور قیمتی سے قیمتی اشیا ر تحائف کیلئے جمع کیں۔ اور نہ صرف نجاشی کیلئے۔ بلکہ حبش کے تمام بطریقوں اور پادریوں کے لئے بھی طرح طرح کے ہدایا فراہم کئے، اور اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ تمام ملک کو وہ ہمارے برخلاف سازش کرنے کے لئے آمادہ کرسکیں۔

جب سامان فراہم ہوگیا تو عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس مہم کیلئے منتخب کیا اور وہ تمام تحائف و ہدایا لیکر حبش پہنچے، قریش مکہ نے ان لوگوں کو ہدایت کردی تھی کہ حبش پہنچکر پہلے نجاشی سے ملاقات نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اعیان دربار و رؤسا وغیرہ سے مشورہ کرے اور مشورہ کا نتیجہ ہماری خلاف نکلے، پہلے کچھ دنوں قیام کرکے ملک کے تمام بطریق و رؤسا کلیسا سے ملاقات کرلینا۔ انمیں سے ہر ایک شخص کو تحفہ تحائف دے کر موافق بنالینا اور جب یہ سازش مکمل ہوجائے تو پھر دربار کا رخ کرنا۔

چنانچہ اس وفد نے یہی طریقہ اختیار کیا اور تمام بطریقوں

سے ملکر کہا۔

ہماری ملک کے چند سفیہہ اور مفسد لڑکے ہیں جنہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا اور آپ لوگوں کا دین بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک نیا مذہب نکالا ہے۔ جس سے آپ اور ہم دونوں بالکل ناواقف ہیں اور کبھی اس کے احکام سننے میں نہیں آئے وہ بھاگ کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ ان کے بارے میں بادشاہ سے التجا کریں گے۔ اب اسے مشورہ دیں کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کردے،

اس کے بعد وہ دربار نجاشی میں پیش ہوئے اور تحائف کے گذراننے کے بعد انہی الفاظ میں اپنی خواہش ظاہر کی، نیز کہا کہ ہمیں ان لوگوں کی قوم کے اشراف داعیان اور اباد اعمام نے بھیجا ہے، تاکہ آپ انہیں ہمارے حوالے کردیں،

تمام بطریقوں نے بھی اس کی تائید کی اور کہا کہ انکی درخواست لائق پذیرائی اور انکی خواہش بالکل حق بجانب ہے،

لیکن نجاشی یہ سنتے ہی غضبناک ہوگیا۔ اس نے اپنے درباریوں پر نظر ڈالی، اور کہا کہ یہ کیسی بات ہے جو تم مجھ سے چاہتے ہو؟ میں ایسے لوگوں کو بغیر تحقیق و تفتیش کیے کیونکر ان کے حوالے کردوں جو میرے ملک میں پناہ لینے کو آئے ہیں، میں ان کو بلاتا ہوں، اور ان کے مقابلے میں اصل حقیقت پوچھتا ہوں اگر ان لوگوں کا بیان صحیح ثابت ہوگیا تو پھر البتہ انکی درخواست لائق قبول ہوگی

چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا اور پوچھا۔

وہ کونسا دین ہے جو تم نے اختیار کیا جسکی وجہ سے تم نے اپنی قوم کے دین کو بھی ترک کر دیا۔ اور ہمارے دین مسیحی کو بھی اختیار نہیں کیا؟

مہاجرین مسلمین کی جماعت میں سے جعفر بن ابیطالب حضرت امیر علیہ السلام کے بھائی کھڑے ہوئے اور انہوں نے جواب میں تقریر کی۔

ساتویں صدی کے ایک داعی اسلام کی تقریر

اے بادشاہ! ہم ایک وحشی قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے مردار کھاتے تھے، فواحش میں مبتلا تھے، قطع رحم اور قمار بازی ہمارا شیوہ تھا اور ہم میں سے ہر قوی ضعیف کو تباہ کردیتا تھا۔

یہ حالت تھی کہ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور خدا نے ایک مقدس رسول ہماری طرف بھیجا۔ جو ہم ہی میں ایک کا فرزند تھا۔ جسکی نسب کی بزرگی، خصائل کی پاکیزگی، اخلاق حسنہ کی عظمت کا ہم میں سے ہر شخص کو علم اور اعتراف ہے پس وہ آیا اور اس نے اللہ کی طرف ہم سب کو دعوت دی۔ کہ اس کی یگانگت کا اقرار کریں اس کے آگے جبین نیاز جھکائیں۔ اس کے سوا ان سب معبودانِ باطل کو چھوڑ دیں جنکی جہل و نادانی سے ہم اور ہمارے اباؤ اجداد پوجا کرتے آئے ہیں۔ اس نے ہمکو حکومت و دانائی کی تعلیم دی۔ اچھے کاموں کا حکم دیا اس نے بتلایا کہ سچائی کو اختیار کرو۔ کسی کی امانت کو ادا کردو۔ اپنے اعزا و اقارب کے حقوق کو نہ بھولو، ہمسایہ کے ساتھ بھلائی کرو، فواحش کے نزدیک نہ جاؤ، انسان کا خون نہ بہاؤ، فتنہ و فساد سے بچو، یتیموں کا مال نہ کھاؤ کسی پر تہمت نہ لگاؤ۔ صرف اللہ ہی کی پرستش کرو، پانچ وقت نماز ادا کرو، اپنے مال میں فقرا کا بھی ایک حصہ کہو اور اسی طرح اور برائیوں سے بچنے اور بھلائیوں کے اختیار کرنیکی طرف اس نے ہم سب کو بلایا۔

یہی دین جدید ہے جسکو وہ لیکر آیا اور یہی تعلیم ہے جس کے لئے ہم نے اپنی قدیمی بت پرستی اور جہالت و نادانی کو خیر باد کہا۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی، اور پھر طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگی۔ یہاں تک کہ ہم پر عرصہ حیات تنگ ہوگیا اور بے بس ہو کر ترک وطن پر مجبور ہوگئے، پھر بھی ہمکو چین سے اللہ کی بندگی کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ اور اے بادشاہ حبش یہ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے ہیں تاکہ ہمکو پھر دہاں لے جائیں اور پتھر کی پوجا چھوڑ کر آسمان و زمین کے مالک کی پرستش کرنے کا ہم سے انتقام لیں،

نجاشی پر نزول روح القدس

حضرت جعفر تقریر کر رہے تھے، اور صداقت الٰہی اندر ہی اندر چپکے چپکے اپنا کام کر رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوئے تو نجاشی پر ایک عالم مدہوشی طاری تھا اس نے پوچھا کہ تمہارے

نبی پر کوئی کتاب بھی اتری ہے؟ اور اگر اتری ہے تو تم اس میں سے کچھ سنا سکتے ہو؟

حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی اور نجاشی پر جوش تاثر سے عالمِ رقّت طاری ہوگیا۔ وہ بے اختیار چیخ اٹھا بے شک بے شک! یہ وہی صداقت کی روشنی ہے جو مسیح ابن مریم کی صورت میں چمکی تھی، اور یہ دونوں نور ایک ہی مشکوۃ قدس سے نکلے ہیں، قسم خدا کی! میں ان پرستاران خدا کو کبھی تم ظالموں کے حوالے نہیں کر سکتا۔ جاؤ اور اپنی درخواست واپس لے جاؤ۔

(سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ زاد المعاد جزو اول)

تذکرۃ السلف

انمول موتی

خاندان کی قلمی اور مہنوز غیر مطبوعہ تاریخ مظہر ہے۔ کہ ہمارے جد معظم علامہ شیخ محمد ہاشم صاحب فاروقی (نور اللہ مرقدہ) ۲۵ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ ہجری کو جبکہ ایک پہر رات باقی تھی۔ قصبہ امین آباد میں ضیا پاش عالم ہوئے۔

آپ نے بچپن ہی قرآن مجید اور معمولی علم تو اپنے والد بزرگوار سے پڑھا۔ مگر جب سن تمیز کو پہنچے تو حصول تعلیم کے شوق میں لاہور تشریف لے گئے، اس وقت کے دستور کے لحاظ سے تعلیم کے ساتھ ساتھ فن سپاہ گری میں مہارت حاصل کرنا بھی معیار شرافت دلیاقت سمجھا جاتا تھا اس لیئے وہاں آپ نے اپنے لئے ایک گھوڑا خریدا اور زمرۂ سواران شحنہ (کوتوال) میں داخل ہوگئے، دن بھر تو حصولِ علم میں مصروف رہے اور رات کو اپنی باری پر حفاظت شہر کے لوازمہ ادا فرماتے۔ اتفاقاً ایک دفعہ ادائے فرائض کے ضمن میں آپ رات بھر بیدار رہے اور بسبب بیخوابی آپکی پیشانی حسنہ زین سے مجروح ہوگئی۔ صبح کو جب کوتوال نے اس زخم آپکی وجہہ دریافت کی تو آپ کے رفقائے کار نے رازِ نہاں کو عیاں کر دیا کہ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل ہیں اس لئے غلبۂ خواب کیوجہ سے پیشانی حسنہ زین سے زخمی ہوئی کوتوال پر اسباب کا اس قدر اثر ہوا کہ آپ کا موجب ماہانہ دوچند کر دیا گیا اور حفاظت شہر کے لوازم کی تکلیف مرفوع کر دی گئی، جس کی وجہ سے حصول علم کے لیئے آپ کو حسب دلخواہ موقع مل گیا۔ چنانچہ آپ علم منقول، فقہ تفسیر اور حدیث میں کامل ہوئے، علم معقول، حکمت، ہئیت نجوم و ہندسہ اور موسیقی میں مہارت تامہ حاصل کی، یہی نہیں بلکہ لاہور کے برہمنوں اور پنڈتوں سے بھی آپ نے بقدر ضرورت استفادہ کیا اور اسطرلاب، شرح زیچ ہیئت باب اور رسالہ ہائے موسیقی تصنیف کئے، تصوف میں بھی یہاں تک دستگاہ بہم پہنچائی کہ نظام السلوک تصنیف فرمائی، علم طب و سیاق و حساب دفتر، انشا و مکاتبات بے نقط اور شعر و تاریخ گوئی میں اپنے ہم عصروں سے سبقت رکھتے۔ اگرچہ آپ فرمایا کرتے کہ الشعر تلامیذ الرحمٰن، مگر شعر خطا و غزل ہرگز نہ کہتے، بلکہ اس کے متعلق یوں فرماتے: "الشعر اکذب والشاعر کذاب"

فارغ التحصیل ہو نیکے بعد بسبب معاش کے لئے پرگنہ ہائے گجرات، حافظ آباد اور تارڑ وغیرہ کا اجارہ بطریق مستاجری

حاصل کیا کرتے، نذر اجارہ تو داخل خزانہ عامرہ کیا جاتا اور باقی آپ صرف ذاتی میں لاتے، وہاں کی رعایا برابر ہمیشہ آپ کے حسن اخلاق اور حسن سلوک سے مطمئن، مداح اور خوشنود رہتی۔ حکومتِ وقت کے نزدیک آپ کے اثر و اقتدار کا یہ عالم تھا کہ آئین سلطنت کے مطابق آپ کو اسباب حکومت از قسم اسپاں، قاطران، اشتراں اور نقارہ وغیرہ بھی مہیا تھا مگر با ایں ہمہ آپ فقر کو ہمیشہ عامل میں پوشیدہ رکھتے۔ حتیٰ کہ گھر میں عمال پوشن رہتے اور صرف کچہری کے وقت لباس لباسی (درباری) زیب تن فرماتے،

آپکی متعدد تصانیف حوادثِ روزگار سے ضائع ہو گئیں جن کا نام تک بھی اب معلوم نہیں، البتہ برخے ازانکہ باقی ماندہ قابل ذکر ہیں،

چنانچہ نسب نامہ، شجرہ چشتیہ بہشتیہ، نظام السلوک در جواب سلک السلوک، رسالہ علم موسیقی، مناقب حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ، درود ہاشمی، مراتب السادات، رسالہ علم حساب و تاریخ ہاشمی، اوراد ہاشمی، خلاصۃ الحکمۃ، تفسیر ہاشمی بانقط در جواب فیضی کہ بے نقط گفتہ بود، آپ کی تصنیفات سے ہیں،

عبدالصمد خاں (مرحوم) اس وقت حکومتِ لاہور کے فرمانروا تھے جو جد پدری سے صدیقی اور جد مادری سے فاروقی الاصل تھے، اس لئے کچھ تو اس وجہ پر اور کچھ اجارہ متذکرہ کے تعلق کی بنا پر، آپ نے ان کے لئے ایک قصیدہ لکھا۔ جس کے ہر ایک مصرعہ سے ۱۱۴۷ نکلتا ہے۔ عبدالصمد خاں نے بطریق اظہار تشکر اس کے صلہ میں آپ کے لئے ایک گھوڑا۔ قیمتی دوشالہ اور ایک سو روپیہ نقد بھجوایا۔ اور حاضری سے معذوری کا اظہار کیا۔ عمر کے آخری حصہ میں علامہ ممدوح ترک و تجرید اختیار کرتے ہوئے کلیتہً یادِ حق میں مصروف رہے۔ اور شروع کر لے کر اخیر تک آپ کے زہد و اتقا کا یہ عالم رہا۔ کہ سن تمیز سے لیکر دم واپسیں تک نماز تہجد قضا نہ ہونے پائی۔ آپ کا مزار پُر انوار امین آباد میں چاہ ظاہر والا پر واقعہ ہے تاریخ وصال نہیں مل سکی بلکہ کاغذات کے کہنہ ہو جانیکی وجہ سے قصیدے کے بعض الفاظ اور بعض مقامات بھی پڑھنے میں نہیں آسکے، بہرکیف باعتبار آپ کے کمالات ظاہری اور باطنی کے نامحالہ کہنا پڑتا ہے ؎

بناکرو است خوش رسمے بعلم و فضل کوشیدن
خدا اجرے دہد آں عالم علم حقیقت را

آمین

زمانہ کی موجودہ روش کے رو سے تو مروجہ علمی مارکیٹ میں ایسے علمی کمالات کے پرکھنے والے ناپید ہو چکے، اب ان سے استفادہ حاصل کرے، کیونکہ ؎ قدر زر زرگر بداند قدر جوہر، جوہری اگر زمانہ سے کیا گلہ

از دستم شکست وآں ساقی نماند

راقم
قاضی نظیر حسین فاروقی
ریٹائرڈ مستوفی
از گوجرانوالہ

شکریہ احباب

جن احباب نے از راہ قدر دانی القریش کی اس مہینہ میں اعانت قبول فرمائی ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں، باقی احباب سے توسیع اشاعت میں امداد کی زور درخواست ہے، مینجر

(۱) جناب قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی بتوسل جناب قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی،

(۲) جناب چودہری عنایت خاں صاحب " " " "

(۳) انجمن قریش جالندھر

(۴) جناب قریشی فیض علی صاحب قریشی بتوسل جناب قریشی فقیر محمد صاحب پنشنر، نیاز مند مینجر،

فکرِ صحیح

از جناب مولوی محمد حشمت علی صاحب رعد گورکھپوری

جاتے تھے واپس کسی غزوہ سے محبوبِ خدا راہ میں بیٹھا ہوا اک قافلہ اُن کو ملا،

آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم ہو کون لوگ؟ بولے وہ ہم ہیں مسلماں، ہم سے ہو راضی خدا

ایک عورت بیٹھی تھی اُنمیں جو سُلگاتی تھی آگ پاس اُس خاتون کے تنہا لاڈلا اُس کا کھڑا

آگ جب سُلگا چکی اور خوب روشن کر چکی اور جب شعلہ برابر آگ سے اُٹھنے لگا،

لیکے اس لڑکے کو وہ حاضر حضوری میں ہُوئی اُس نے پوچھا آپ سے "ہیں آپ محبوبِ خدا"

بولے آنحضرتؐ کہ بیشک میں رسول اللہ ہوں لائے ہیں جبریل میرے پاس پیغامِ خدا

اُس نے پھر پوچھا کہ بچوں پر ہوں میں جیسی شفیق ویسے ہی بندوں کے اُوپر مہرباں ہوگا خدا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہوگا ضرور بولی وہ بندی خدا کی "یہ تو ہے بالکل بجا"

اپنے لڑکوں کو تو لیکن میں جلاتی ہوں نہیں اپنے بندوں کو بنائیگا وہ ایندھن آگ کا

آپ کی آنکھوں سے یہ سنکر ہوئے آنسو رواں پھر طبیعت کو سنبھالا، اور اس سے یہہ کہا

جس نے اس کی ذات میں شامل کسیکو بھی کیا
بس اُسی ظالم کو دیگا وہ جہنم کی سزا

سُنن ابن ماجہ، باب ما یرجی من رحمۃ اللہ

(مشرق)

مذاکرہ و مناظرہ

جرأت صداقت پر ایک نظر

(از جناب مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی منشر امرتسر)

حضرت عباس ابن عبد المطلب، عم رسول مقبول کا فہ تمام اہل اسلام میں وہ عظیم الاحترام بزرگ گذرے ہیں، جن کی عظمت و بزرگی کو باوجود اختلافات کثیرہ و تفرقات عظیمہ کے تمام گروہ سنی، شیعہ، وہابی، بدعتی وغیرہ بالاتفاق مانتے ہوئے ہیں اور انکی شان فوق البیان میں کوئی گستاخی کی مبادرت نہیں کرتا۔ لیکن حیف ان دہریت پسند و نمائش طلب زمانہ سازوں پر ہے جو بلا عاقبت اندیشی اپنی دہریت کیشی کے جوش میں مدہوش ہوکر مسلم الثبوت بزرگ و اقرب الرسول کی تحقیر میں مبتذل و غیر مربوط نظم اس زمانہ صلاحیت پسند میں موزون کرکے عوام معاملہ نافہم طالب داد ہوتے ہیں، ایسی ہی کج اندیشانہ ہزلہ درائی سے اسلام میں تفرقات و باہمی مناقشات پیدا ہوتے رہے ہیں،

چنانچہ صحیفہ القریش بابت ماہ اگست ۱۹۲۴ء کے صفحہ دہم پر یہ نظم مکروہ بہ عنوان "صداقت کی جرأت" درج ہوئی ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ ایسی ناپسندیدہ و تفرقہ انداز نظم القریش میں اشاعت پاکر موجب ہزیمت مردمان ضعیف الاعتقاد ہو جس بزرگ کی رفعت شان کی تصدیق رسول خدا، خلفائے راشدین، اولیا و آئمہ صالحین فرما چکے ہوں انکی تحقیر میں مولوی شبلی جیسے جدید الاسلام کی نامربوط نظم کچھ پایا نہیں رکھتی۔ جائے غور ہے ان نو مسلم شبلی صاحب کو جس قدر علمی فیض پہنچا ہے، وہ عالم اجل جناب مولانا محمد فاروق عباسی کی ہی بذل توجہ کا طفیل تھا اور جس قدر دنیاوی رسوخ میاں شبلی نے پایا۔ وہ سر سید احمد خان کی مشن علیگڈھ کالج کی ملازمت کے باعث تھا، جبکہ عالم باعمل مولانا لطف اللہ صاحب جیسے محتاط حضرات نے نیچری تعلقات سے گریز اختیار فرمایا۔ ورنہ شبلی صاحب ندوہ لکھنؤ سے تو بدنام ہوکر کنارہ گیری پر مجبور ہوئے تھے، ہم مختصراً حضرت عباس کے فضائل احادیث معتبرہ اور کتب مستند سے درج ذیل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ شبلی نے کس قدر خلاف واقعہ یا وہ گوئی کی ہے،

حضرت عباس کی شرکت بدر کی حقیقت

اول واقعہ بدر کی حقیقت بیان کی جاتی ہے، جس کی آڑ میں شبلی نے خدا واسطے زہر اگلا ہے، قبول اسلام سے یا ہجرت سے قبل حضرت عباس نے کبھی رسول مقبول کے خلاف کوشش نہیں کی، جیساکہ ابتدا میں حضرت عمر یا خالد بن ولید سے ظہور میں آئی تھی۔ بدر کی شرکت پر کراہیت کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عباس اپنی خوشحالی کے باعث تمام اخوان و اقارب سے زیادہ آسودہ و مالدار تھے۔ اور ان کا زر کثیر اہل قوم میں بطور قرض دوام پھیلا ہوا تھا اس کے لاحاصل اتلاف سے اہل قوم میں سے مخالفین اسلام کو تقویت حاصل ہو جاتی، پس مصلحتاً بحال کراہیت اہل قریش کے ساتھ وہ مع اپنے دو برادر زادگان عقیل ابن ابی طالب اور نوفل بن حارث ہاشمی کے وارد میدان بدر ہوئے، اور طبعاً مقابلہ میں کوئی دست درازی نہ کرکے مع ہر دو برادر

زادگان مذکور کے گرفتاری گوارا کی، ورنہ شجاعان نبی ہاشم کے بلا مقابلہ آسانی کے ساتھ قید کرنے پر کوئی قادر نہ ہوتا۔ چنانچہ رسول مقبول واقف اسرار خفی وجلی نے مجاہدین سے فرما دیا تھا من لقی العباس فلا تقتلہ، یعنے جو حضرت کے مقابل ہو، ان کو قتل نہ کرے حتی کہ بعد گرفتاری وحاضری کے رسول اللہ نے اُن سے فرمایا کہ اَمَّا ظَاہِرُک فَکَانَ عَلَیْنَا یا بالکم فاما ظاہر امرک ہذا یعنی میں تمہارے ایمان سے خوب واقف ہوں لیکن آپ بظاہر مخالفین کے ساتھ ہوئے گویا اس کا فدیہ دینا چاہیئے، حضرت عباس نے زرِ فدیہ دیا اور اپنے ہر دو برادر زادگان عقیل ابن ابیطالب اور نوفل بن حارث کا ادا کیا۔ جس سے ان کا قول واحسان بر حالی برادران ظاہر ہے، حضرت عباس کے ہی ارشاد سے عقیل ونوفل علی الاعلان داخل دائرہ اسلام ہوئے، ان معاملات و ارشادات نبوی کے مقابل شبلی کے مظنہ باطل پر غور کرنا چاہیئے، جو حضرت عباس کو کہتا ہے کہ وہ مدتوں کافر تھے اسلام پر ان کو یقین نہ تھا۔

واقعہ عقبہ کی راز داری عباس

اسی قبیل کا واقعہ مقام عقبہ ہے جو واقعہ بدر سے بھی قبل اس وقت ظہور میں آیا۔ جب علانیہ حضرت عباس داخل اسلام نہ ہوئے تھے، لیکن رسول اللہ کے دل سے وفادار تھے، یہی واقعہ ہجرت نبوی کی بنیاد تھا۔ یوم العقبہ کی رات کو رسول اللہ کے ساتھ تنہا حضرت عباس بطور معاون و راز دار کے گئے تھے، کیونکہ اس جگہ جو سرداران انصار آنحضرت کی بیعت کو آئے تھے، احتمال تھا کہ کسی وقت بے وفائی یا افشائے راز نہ کریں۔ پس حضرت عباس نے بحق رسول اللہ ان اشخاص سے توثیق عہد چاہا کہ مستدام اعتقاد وہمراہی پر مستقیم رہیں۔ کسی وقت رسول اللہ کا ساتھ نہ چھوڑیں فلسفیہ توثیق عہد لینے کے بعد حضرت رسول خدا نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی، جو موجب ترقی اسلام ہوئی، بقول ابن قتیبہ اسی وقت رسول اللہ نے حضرت عباس کو بکمال اطمینان انصار پر سردار مقرر فرمایا تھا۔ جس پر وہ مدت العمر فائز رہے اور بعہد حضرت عثمان بعمر نود سالگی رحلت فرما ہوئے، کجا قول شبلی کجا امر حق،

حضرت عباس کی عام عظمت

حضرت ابوسفیان ہاشمی (جو معاویہ کے باپ کے ہمنام تھے) جنکی نسبت رسول اللہ نے سید فتیان اہل الجنۃ ابوسفیان فرمایا ہے اپنے والد حارث ابن عبدالمطلب سے راوی ہیں۔ کان العباس اعظم الناس عند رسول اللہ الصحابۃ یعترفون العباس بفضلہ ویشاورونہ یعنے عباس کو رسول اللہ سب لوگوں سے برتر جانتے تھے، اور صحابہ کبار ان کی فضیلت کے معترف تھے، اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے تھے، اس سے واضح تر حدیث تاج المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایکدن رسول اللہ نے بر سر عام مسجد میں ممبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا۔ ان العباس منی وانا منہ لا تو ذوا العباس فتؤذونی ومن سب العباس فسبنی یعنے بلاشک عباس میرے ہیں اور میں اُن کا ہوں ان کو ایذا نہ دو، ورنہ مجکو ایذا دو گے، اور جس نے عباس کو بُرا کہا گویا مجکو بُرا کہا، معاذ اللہ من ذالک شبلی کی ہزلہ درائی اسی وعید میں سمجھنی چاہیئے،

حضرت رسول خدا کا عباس کو بمنزلہ پدر جاننا

ایک حدیث طبقات ابن سعد جلد چار کی مشہور ہے قال رسول اللہ صلعم، انما العباس صنو ابی، فمن اذی العباس فاذا انی، یعنے رسول خدا نے فرمایا عباس میرے والد کی مثال ہیں۔ پس جس نے حضرت عباس کو ستایا گویا مجکو ستایا۔ کیا ان اقسام کی احادیث معتبرہ سے کوئی فضیلت زائد رسول اللہ کی جانب سے کسی دیگر بنی ہاشم اہل بیت کی نسبت ثابت ہو سکتی ہے، اختصار کے باعث دیگر احادیث جو برادر مولوی فرید احمد عباسی نے

سیرۃ العباس میں مفصل مدح کی ہیں، ہمنے چھوڑ دی ہیں،

حقیقت یہ ہے کہ قدیم سے بعض وحسد قومی و مذہبی لوگوں میں عام چلا آتا ہے۔ آل عباس کی خداداد خلافت طویلہ سے جو آج تک کسی فرقہ کو اسلام میں حاصل نہیں ہوئی۔ نسل پرست ضعیف الاعتقاد دلوں میں اس قدر رشک نفوذ کر گیا کہ انہوں نے اپنی حاسدانہ تحریرات سے حضرت عباس کے فضائل اور ان کی اولاد کے کارناموں کو گھٹا گھٹا کر عوام کو ابلہ فریب خیالات سے بالکل مخالف و منحرف بنا دیا ہے، جس سے ہر ایک خلفائے عباسیہ کے جبر و تعدی مفروضہ کا شاکی بنا ہوا نظر آتا ہے، خلافت اسلام حضرات بنی ہاشم سے آل امیہ نے بتدریج جنگ و جدل سے چھین لی حضرت حسن نے خوں ریزی سے متنفر فرما کر خلافت سے استعفا بحق معاویہ دیدیا وہ عہد کچھ امن سے گذرا لیکن یزید کے آغاز عہد سے آل ابیطالب یعنے علوی حضرات متواتر و تکاثر نصف صدی تک خروج کر کے قتل ہوتے رہے، ان کے ہمجدی یعنے بنی ہاشم ہونے کے ناکردہ گناہ میں بنی عباس بھی قید و قتل ہونے سے محفوظ نہ رہے، آل علی کو مسلسل یا دیر پا کامیابی حاصل نہ ہوئی، کیونکہ وہ بنی اسرائیل کی مثال تفاخر نسل پر شیدا تھے، اور ہر تدبیری کامیابی پر بلا تامل خلقت کے قتل و غارت کرنے میں تامل نہ کرتے تھے، خلقت نے انکی تعداد کے باعث ان کا پورا ساتھ نہ دیا۔ بنی عباس نے مدت تک مظالم بنی امیہ پر صبر کیا اور جب دیکھا کہ برادران علوی کی سخت گیری حلیہ کامیابی سے معرا ہے پس بلا اعانت ان مدعیان امارت کے اپنی تدابیر بالغہ سے ایک بار ایسا خروج منجانب خراسان کیا کہ ایک دو بار کی صف جنگ میں اعدائے بنی ہاشم سے ملک کو پاک و صاف کر کے خلافت نبوی کو حاصل کر لیا۔ ایک صدی سے زائد مدت تک ان میں چند قابل و عالم بے نظیر خلیفہ گذرتے رہے لیکن ہمیشہ ایک فرقہ میں جملہ نفوس نیکنام نہیں ہوا کرتے، بعض غیر معتدل بھی حسب حالات

زمانہ پیدا ہوئے، اس خداداد خلافت کو بنی عباس سے جو انہوں نے اپنی جاں نثاری سے بلا اعانت غیرے حاصل کی تھی حضرات علویاں نے علی التواتر چھین لینا چاہا۔ اہل ملک نے ان سے متعدد بار ہمدردی بھی کی۔ لیکن حسب عادت جبلی بتقاضے نسل انہوں نے از بنی عباس و عام خلائق کو حرق و غارت سے اکثر تباہ کیا۔ بنی عباس نے مخالفین کو اکثر سزائے قید دی اور ملک نے ان کی غیر مفید امداد سے دست کشی اختیار کی، مگر جو صلح پسند علوی حضرات تھے، ان کو بنی عباس نے وظائف دینے میں بھی کسر نہ رکھی، چنانچہ بنی عباس خلفا کی جانب سے حسنی حضرات کو حجاز و مکہ معظمہ کی حکومت جس کو عہدۂ شریف کہا جاتا ہے بہ تواتر عطا ہوتی رہی اسی کا طفیل ہے کہ اس زمانہ میں حسین شریف مکہ بنے ہوئے تھے ورنہ ترکی سلطنت عہدۂ شریف تو درکنار اپنی طرف سے کسی اہل عرب کو جمعدار بنانا گوارا نہ کرتی۔ شومئے بخت سے شریف حسین بہ امداد برطانیہ سلطان حجاز بنکر اپنے مظالم کے طفیل آج کل سلطان نجد ابن سعید کے دست تسلط سے خارج البلد ہوئے،

جائے غور ہے کہ جملہ اہل اسلام شریف حسین کو مخالفت ترکی پر لعن طعن کرتے رہے باوجودیکہ اس کو نسلاً ہاشمی علوی مانتے ہیں لیکن جن علویان نے بنی عباس ہاشمی الاصل سے بغاوت کر کے ملک کو ستایا۔ ان کو برا کہنے کے عوض آل عباس محافظ حقوق کو برا بھلا کہا جاتا ہے، علیٰ ہذا سلطان ترکی کو باوجود عجمی ہونے کے اس زمانہ کے علما، خلیفہ برحق مانتے ہیں اور خلفائے عباسیہ کو باوجود ترویج علوم خلیفہ کہنے کو گناہ کبیرہ جانتے ہیں پس یہ علانیہ ابن الوقت ہونیکی دلیل ہے، ہم اس بارہ میں کسی وقت مرجح لکھ کر اہل زمانہ کی ناانصافی و نامعاملہ فہمی کا کافی ثبوت دیں گے جس کی بنیاد محض نسل پرستی و حسد ہے ورنہ حضرت ابراہیم تک کی اولاد کو خدا نے منہم الصالحون و منہم دون ذالک یعنی ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی ہیں، فرما دیا ہے

(باقی آئندہ)

اصلاح معاشرت

تربیت اولاد

کیا یہ سخت متحیر کرنے والا واقعہ نہیں ہے کہ گو اولاد کی حیات و ممات اور اس کی اخلاقی بہبودی و تباہی اس کی تربیت ہی پر منحصر ہے تاہم ان لوگوں کو جو عنقریب ماں یا باپ بننے والے ہیں، تربیت اولاد کی بابت کبھی ایک حرف تک نہیں بتایا جاتا،

کیا یہ بات ہولناک نہیں ہے کہ نئی نسل کی قسمت کو نامعقول رسم و رواج، طبعی میلان، اور اٹکل پچو وہم و گمان پر چھوڑ دیا جائے، جس کے ساتھ جاہل اناؤں کی رائیں اور بڑھی بوڑھیوں کے متعصبانہ صلاح و مشورے شامل ہوں؟ اگر کوئی سوداگر جس کو حساب کتاب اور بہی کھاتہ سے واقفیت نہ ہو، اپنا کاروبار شروع کرے تو ہم اس کی حماقت پر شور و شغب برپا کریں گے، اور بربادی بخش اور تباہ کن نتائج کی توقع رکھیں گے، یا اگر کوئی شخص علم تشریح الابدان کے مطالعہ سے پہلے جراحی عمل شروع کر دے تو ہم اس کی بیباکی و شوخ چشمی پر حیران رہ جائیں گے، اور اس کے مریضوں پر رحم کریں گے، لیکن اگر والدین تربیت اولاد کے مشکل کام کو شروع کر دیں بغیر اس کے کہ انہوں نے جسمانی، اخلاقی، یا عقلی اصول پر ذرا بھی غور کی ہو، جن اصول پر کہ ان کو کاربند ہونا چاہیئے، تو ہمکو نہ تو ایسا کرنیوالوں پر تعجب آتا ہے، اور نہ ان کی مظلوم اولاد پر رحم آتا ہے،

ہزارہا بچے جو والدین کی غفلت سے مرجاتے ہیں، اگر اس تعداد میں ان لاکھوں بچوں کو بھی شامل کر لیا جائے جو بچ جاتے ہیں مگر ضعیف القویٰ اور نحیف الجثہ رہتے ہیں، اور ان کروڑوں بچوں کو بھی، جن کے قویٰ ایسے مضبوط نہیں ہوتے جیسے ہونے چاہئیں تو تم اس آفت کا کسی قدر تصور کر سکو گے جو قوانین زندگی سے جاہل والدین کے ہاتھوں اولاد کو بھگتنی پڑتی ہے، ذرا غور تو کرو کہ جو غذا بچوں کو دی جاتی ہے اس کا اثر ہر گھڑی اُن پر پڑتا رہتا ہے، جس کا نقصان یا نفع تمام عمر قائم رہتا ہے اور اسباب پر بھی دھیان کرو کہ غلطی کی بیس راہوں کے مقابلہ میں سیدھا رستہ ایک ہی ہوتا ہے اور تمکو اسباب کا کچھ نہ کچھ تصوّر ضرور پیدا ہو جائیگا۔ کہ ان غافلانہ اور نکڑ لیس تدبیروں سے جو عام طور پر رائج ہیں، قریب قریب ہر ایک جگہ کیسا نقصان عظیم ہو رہا ہے، کیا اس امر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ لڑکے کو مہین ناپائدار اور ناکافی لباس پہنایا جائے، اور اس کو ادھر ادھر کھیلنے پھرنے کی اجازت دی جائے گی۔ دراں حالیکہ سردی سے اس کے ہاتھ پاؤں سرخ ہوگئے ہوں؟ اسباب کا اثر اس کی تمام آئندہ زندگی پر ہوتا ہے یا تو وہ بیمار رہتا ہے۔ یا نشو و نما میں خلل واقع ہوتا ہے یا کام کرنیکی قوت میں کمی ہو جاتی ہے، یا سن بلوغ کو پہنچکر جسمانی قوت جیسی کہ چاہیئے، حاصل نہیں ہوتی، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باتیں کامیابی اور خوشی میں سدِ راہ ہوتی ہیں کیا بچوں کو اسباب کی سزا دی جاتی ہے کہ ان کو ہمیشہ ایک ہی طرح کی یا کم مقوی خوراک دی جائے؟ جب وہ جوان ہونگے تو انکی انتہائی جسمانی طاقت اور قابلیت میں اس وجہ سے ضرور کم و بیش فتور واقع ہوگا۔ کیا ان کو شور و غل کے کھیل کود سے منع کیا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ ان کے بدن پر اس قدر کافی

باس نہیں ہوتا کہ وہ کھلی ہوا میں چلنے پھرنے کی برداشت کر سکیں (سردی کے موسم میں ان کو گھر میں مقید رکھا جاتا ہے) وہ یقیناً صحت اور طاقت کے اس درجہ سے گرے ہوئے رہیں گے (جس درجہ تک بغیر اس قسم کی روک ٹوک کے پہنچ سکتے تھے) جب لڑکے اور لڑکیاں بڑے ہو کر بھی بیمار اور کمزور رہتے ہیں تو والدین اس بات کو عموماً بدنصیبی یا قہر الہٰی سے تعبیر کرتے ہیں اور ایک بے ڈھنگی روش کے موافق جس کا عام رواج ہے فرض کر لیتے ہیں کہ یہ مصیبتیں بغیر اسباب کے پیش آتی ہیں۔ یا یہ کہ ان کے اسباب فوق العادت ہیں، مگر یہ بات ہرگز نہیں ہے، ہاں بے شک بعض صورتوں میں موروثی اسباب ہوتے ہیں لیکن اکثر صورتوں میں احمقانہ تدبیریں ہی ان مصیبتوں کا باعث ہوتی ہیں۔

اس تمام دکھ درد، اس کمزوری، اس افسردگی اور ہر مصیبت کے ذمہ دار عموماً خود والدین ہوتے ہیں۔ انہوں نے اولاد کی جانوں کو ہر گھڑی اپنے قابو میں رکھنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ انہوں نے بے دردانہ لاپروائی سے زندگی کے ان علوم کا علم حاصل کرنے میں غفلت کی ہے۔ جن پر ان کے حکم و امتناع کا اثر برابر پڑتا رہتا ہے، علم فزیالوجی کے سیدھے سادے قوانین سے محض نابلد ہونے کی وجہ سے سال بسال اپنے بچوں کے قویٰ کو تحلیل کر رہے ہیں اور اس طرح سے نہ صرف اپنی اولاد بلکہ انکی نسلوں پر بھی بیماری اور قبل از وقت موت کا ستم ڈھا رہے ہیں۔

جب ہم جسمانی طبیعت سے اخلاقی تربیت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہاں بھی والدین کی جہالت، اور اس جہالت کی مضرت اسی قدر موجود ہے نوجوان ماں اور اس کے دایہ خانہ کے قانون پر غور کرو، چند ہی سال پہلے وہ مدرسہ میں تعلیم پاتی تھی جہاں اس کے حافظہ میں لفظوں، ناموں اور تاریخوں کو کوٹ کوٹ کر بھرا گیا تھا اور اس کے قوائے متفکرہ سے شاذ و نادر ہی کام نہیں لیا گیا تھا جہاں اس کو ان قاعدوں کا ذرا بھی تصور نہیں دلایا گیا تھا۔ جن کے موافق بچے کے کھیلنے والے دل کی تربیت ہونی چاہیئے، اور جہاں اس کی تعلیم و تربیت نے اس کو بالکل اس قابل نہیں بنایا کہ خود بطور خود تربیت اولاد کے قاعدوں پر غور کر سکے، مادرانہ فرائض کی اہم ذمہ داریوں کا خیال اب تک اس کو نہیں دلایا گیا۔ اور اس سنجیدہ عقلی تعلیم میں سے شاذ ہی کچھ تعلیم حاصل ہوئی ہو جو ایسی ذمہ داریوں کے لئے کسی قدر تیار کرتی ہے، لو، دیکھو اب ایک انسانی ہستی کی غور و پرداخت کا اہتمام اس کو سونپا گیا ہے، جس کے قوائے جسمانی و عقلی روز بروز نشو و نما پاتے ہیں، لو اور سنو! (اس پر طرہ یہ کہ) وہ ان امور سے جاہل مطلق ہے، جن سے اس کو کام پڑتا ہے، اس نے ایسے کام کے کرنے کا قصد کیا ہے جو نہایت ہی پورے علم کی مدد سے بھی صرف ادھورے طور پر انجام پذیر ہو سکتا ہے اس کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ جذبات طبیعت کی کیا کیفیت ہے کس ترتیب سے وہ نشو و نما پاتے ہیں؟ ان کے فرائض و افعال کیا ہیں؟ ان کا ٹھیک استعمال کہاں ختم ہوتا ہے اور برا استعمال کہاں سے شروع ہوتا ہے؟ وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ بعض جذبات سراسر خراب ہیں، حالانکہ یہ بات ان میں سے کسی ایک کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے اور بعض جذبات اچھے ہیں، خواہ کتنی ہی حد تک ان کو پہنچا دیا جائے، حالانکہ یہ بات بھی کسی جذبہ کی نسبت درست نہیں ہے پھر اسیطرح وہ اس جسم کی ساخت سے ناواقف ہے جس سے اس کو کام پڑتا ہے بالکل اسی طرح ان اثرات سے بھی بے بہرہ ہے، جو خاص خاص علاج معالجہ سے پیدا ہوتے ہیں، ان آفت ناک نتائج سے بڑھ کر جن کو ہر گھڑی پیدا ہوتے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، قطعی و یقینی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ چونکہ وہ اس علم سے بالکل عاری ہے کہ نفس ناطقہ کے قدرتی مظاہر کیونکر ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے اسباب و نتائج سے بھی بے خبر ہے اس لئے اس کی دست اندازی اکثر اوقات زیادہ مضر ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ

وہ اس قسم کے دخل در معقولات سے بالکل علیحدہ رہتی ہے، بچے کے ہر ایک فعل کو جو بالکل با قاعدہ اور مفید ہے وہ ہمیشہ روکتی ہے اور اس طرح بچے کی خوشی اور فائدہ کو گھٹاتی ہے، اپنی اور اس کے مزاج کو نقصان پہنچاتی ہے اور باہمی تنفر و بے گانگی پیدا کرتی ہے، جن کاموں کو تقویت دینی مناسب سمجھتی ہے، ان کو دھمکی یا رشوت سے یا تحسین و آفرین کی خواہش کو بھڑکا کر پورا کرتی ہے، اور جب تک بچے کا ظاہری رویہ درست ہے اس وقت تک اس بات کا خیال نہیں کرتی کہ اندرونی محرک کیا ہے،

پس اس قسم کی تربیت سے بجائے نیک خیالات کے ریاکاری اور خود غرضی بچے کی طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے، سچ بولنے کی تاکید کرتے وقت وہ ہمیشہ جھوٹ کا نمونہ بچے کے سامنے اس طرح پیش کرتی ہے کہ طرح طرح کی سزاؤں سے اسکو ڈراتی اور دھمکاتی ہے مگر سزا کبھی نہیں دیتی، ضبط نفس کی تاکید کرتے وقت اپنے چھوٹے بچوں کو غصہ سے ہر گھڑی ایسے کاموں پر ڈانٹ ڈپٹ بتاتی ہے جو اس کے مستحق نہیں۔ یہ بات کہیں اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتی کہ دنیا کی طرح دایہ خانہ میں وہی تربیت در حقیقت فائدہ مند ہے جس میں تمام نیک و بد کاموں پر قدرتی جزا و سزا دی جائے، یعنی ایسی جزا و سزا جس سے وہی راحت یا رنج حاصل ہو جو بہیئت کذائی ایسے کاموں سے حاصل ہونا چاہیئے،

فقط

مناجات

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

تو نے اپنی کرم سے اے مولا لطفِ آرام ہر سے مجھے بخشا
عمر کھو کر یہ راز مجھ پہ کھلا، راز میرا اک ہی تجھ پہ کھلا

چاند سورج کی ہے ضیا بخشی زندہ رہنے کو ہے ہوا بخشی
یہ خصائل ہی سارے ہیں مجھکو

ٹھنڈا پانی عطا کیا تو نے رزق کھانے کو ہے دیا تو نے
تیری بخشش پہ ناز ہے مجھکو

دین بخشا عطا کی دنیا بھی یوں ہی کر دی ہر اک تمنا بھی
تو غفور الرحیم ہے یا رب لطف تیرا عمیم ہے یا رب

اس پہ لیکن مری یہ ناشکری
بے سہاروں کا تو سہارا ہے ناامیدوں کا تو ہی چارہ ہے

شکر اس کا کیا نہ دل سے کبھی
میرے عصیاں شمار سے باہر فضل تیرا ہے اس سے بڑھ چڑھ کر

قدر نعمت کبھی نہ کی میں نے سرکشی میں نہ کی کمی میں نے
دونوں عالم میں سب سے گندہ ہوں پھر بھی یارب ترا ہی بندہ ہوں

دل میں رکھا خوف کچھ تیرا شیوہ ہر دم رہا ہے یہ میرا
توبہ کرتا ہوں اب میں تیرے حضور

عمر ساری ہی کی تباہ میں نے کوئی چھوڑا نہیں گناہ میں نے
آقا میرے معاف کر دے قصور

تیری بخشش ہوئی فراست سے کام نپٹا رہا ہوں میں اسلئے

اَلحُرّیۃُ فی الاسلام

نظامِ حکومتِ اسلامیّہ

وَاَمرُھُم شُوریٰ بینَھُم

(۲)

نظامِ جمہوریّہ

ایک بہتر سے بہتر حکومت کے تخیل کے لوازم کیا ہیں؟ اس کے جواب میں ہمارا موجودہ سیاسی لٹریچر ان دفعات سے بہتر کوئی شئے نہیں پیش کر سکتا۔ جو انقلابِ فرانس کے شدائد و مصائب کے بعد اٹھارہویں صدی میں مرتب ہوئے اور جن پر آج جمہوری حکومتوں کا عمل ہے، یعنی

(۱) حکومت جمہور کی ملک ہے وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں،

(۲) تمام اہل ملک ہر قسم کے حقوق و قانون میں مساوی ہیں،

(۳) رئیس ملک (پریسیڈنٹ) جسکو اسلام کی اصطلاح میں امام یا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کا تقرر ملک کے انتخاب و اختیار عام سے ہو، اور اس کو دیگر باشندگانِ ملک پر کوئی ترجیح نہ ہو،

(۴) تمام معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ملک کے اہل الرائے اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں،

(۵) بیت المال یا خزانہ ملکی عام ملک کی ملکیت ہو رئیس کو بغیر مشورہ ملک و اہل حل و عقد کے اس تصرف کا کوئی حق نہ ہو،

حکومت جمہور کی ملک ہے، وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں،

یہ بحث درحقیقت زبدۂ مباحث اور خلاصۂ جمہوریت ہے اور آئندہ کی تمام بحثیں درحقیقت اسی اصل کی فروع اور متعلقات ہیں۔ اس دعوے کے اثبات کے لئے کہ اسلام میں حکومت جمہور کی ملک ہے اور کسی خاص شخص کی ذاتی یا خاندانی ملک نہیں، بہترین دلیل خود اسی کی زبان ہے۔ قرآن مجید کا یہ حکم ہر شخص کو معلوم ہے،

وشاورھم فی الامر (اے نبی! مسلمانوں سے امور (۱) حکومت میں مشورہ لے لیا کرو)

دوسری جگہ حکومتِ اسلامیہ کی مدح میں ارشاد فرمایا ہے

وامرھم شوریٰ بینھم انکی حکومت باہمی مشورہ سے ہے

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں حکومت کے لئے مشورہ عام کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری آیت میں اس حکم کی تعمیل کی تصدیق کیگئی ہے۔ ان دونوں آیتوں سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں،

(۱) حکومت اسلامیہ میں مشورہ عام شرط ہے،

(۲) حکومت کی اضافت عام مسلمانوں کیطرف کیگئی ہے جس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کسی کی

ذاتی ملک نہیں بلکہ جمہور اسلام کی ملک ہے ،

(۳) ، تیسری بات ان سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا صدر اول میں اسی پر عمل تہا ۔ کیونکہ بغیر تاریخ سے مدد لئے ہوئے خود قرآن ہمیں بتلاتا ہے "ان کی حکومت باہمی مشورہ سے ہے ۔"

قرآن مجید کی ان آیات میں ہمکو اپنے دعوے کے اثبات کے لئے کسی دوسری دلیل کی احتیاج نہیں لیکن واقعات کے سلسلۂ ترتیب اور اعدائے اسلام کی شکست کے لئے ہم کو چند دیگر واقعات کا بھی اضافہ کرنا ہے جس سے اس کا عملی رخ اور زیادہ واضح ہو جائے ،

(۱) ، آنحضرت صلعم نے اور خلفائے راشدین نے اپنا جانشین کسی عزیز یا اپنے بیٹے کو نہیں بنایا ۔

(۲) ، تمام معاملات ضروری میں آنحضرت اور خلفائے راشدین مہاجرین و انصار سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً مشورہ لیتے تھے ،

(۳) ، خلفاء کا تقرر عموماً مشورہ عام سے ہوتا تہا ۔

(۴) ، بیت المال عام مسلمانوں کا حق تہا کبھی ذاتی طور پر اس کو صرف میں نہیں لایا گیا ۔ اور اسی لئے اس کا نام بیت مال المسلمین تہا ۔

حالانکہ اگر اسلام شخصی حکومت کی بنیاد رکہتا تو ضرور تہا کہ امور مذکورہ بالکلیہ حکومتِ اسلامیہ میں مفقود ہوتے ،

الغرض آیات مذکورہ کے علاوہ خلفاً کا عام مجمع میں انتخاب آزادی و حرّیت کے ساتھ ان کے احکام و اعمال کا انتقاد ، امور مہمہ میں خلفاء کا اہل الرائے اور ارباب حل و عقد سے استشارہ بیت المال کی شخصی حرمت اور اس کا خزینہ عمومیّہ ہونا ۔ اس امر کا محکم ترین ثبوت ہے کہ اسلام میں حکومت جمہور ملک کی طاقت کا نام ہے وہ کوئی شخصی استبداد نہیں ،

تمام اہل ملک مراتب حقوق ، قانون
اور قواعد مملکت میں مساوی ہیں

درحقیقت یہ اسلام کی واضح ترین خصوصیت ہے کہ اس کی نظر میں آقا اور غلام ، معزز اور حقیر ، چھوٹا اور بڑا ، امیر اور فقیر ، سب برابر ہیں ، صہیب و بلال جو آزاد شدہ غلام تھے اشراف قریش کے پہلو بہ پہلو ان کا نام ہے ، اسلام کے سامنے صرف ایک ہی چیز ہے ، جس سے انسانوں کے باہمی رتبے میں تفریق ہو سکتی ہے یعنی تقوٰی اور حسنِ عمل ،

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ، تم میں زیادہ معزز وہی ہے جو زیادہ متقی ہے ،

رسول اللہ صلعم نے صرف ایک فقرے میں مراتب کی تعریف کر دی ۔ الکرم التقوٰی بزرگی اور بڑائی صرف تقوٰی و حسن عمل ہے ۔

لیس لاحد علی احد فضل الا بدین وتقوی

ایک کو دوسرے پر فضیلت دین اور تقوٰی کے سوا اور کوئی حق ترجیح و فضیلت نہیں ہے ،

الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب ، تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تہا پس سب آپس میں برابر ہیں ،

مساوات قانونی کی اصلی تصویر صرف اسلام کے مرقع ہی میں مل سکتی ہے ، قانون اسلام کی نگاہ میں حاکم و محکوم اور امام و عامہ یکساں ہیں ، کیا اسلام سے پہلے یہ ممکن تہا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مقابلہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہو حضرت عمر اور ابی ابن کعب میں ایک معاملہ کی نسبت نزاع ہوئی ، زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہوا ۔ حضرت عمر جب ان کے پاس گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی حضرت عمر نے فرمایا "ابن ثابت" کے ہاں مقدمہ پیش ہوا ۔ حضرت عمر جب ان کے پاس گئے ، تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "ابن ثابت" یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی ۔ یہ کہکر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے ،

اسی طرح حضرت امیر جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ

بن کر آئے تو ان کو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا۔

عہد عباسیہ میں حکومت اسلامی کی خصوصیات نسبتاً کم باقی تھیں۔ لیکن پھر بھی جب مدینہ کے کلیوں نے خلیفہ منصور پر دارالقضاء میں دعویٰ کیا تو خلیفہ کو تنہا ان قلیوں کے دوش بدوش قاضی کے سامنے آنا پڑا۔ مامون کے دربار میں اس کے بیٹے عباس پر ایک بڑھیا نے نالش کی اور شہزادہ عباس کو برسر دربار بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی،

قانون اسلامی میں قریب و بعید کا بھی کوئی امتیاز نہیں۔ آنحضرت صلعم نے صاف فرما دیا۔ عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلعم، اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید ولا تاخذکم فی اللہ لومة لائم، خدا کے حدود یعنی خدا کے مقرر کردہ قوانین قائم کرو قریب رشتہ دار و غیر رشتہ دار سب پر یکساں جاری کرو۔ اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرو

نزع کے عالم میں ہے افسوس ایمان آجکل

از جناب مولانا شوکت علی صاحب میرٹھی

نام کے ہی رہ گئے ہیں مسلمان آجکل ۔۔۔ نزع کے عالم میں ہے افسوس ایمان آجکل

اہل دولت مٹ رہے ہیں مغربی تقلید پر ۔۔۔ جھونپڑوں ہی میں نظر آتا ہے ایمان آجکل

ناول انگلش ہوئے ہیں زیب دست نازنیں ۔۔۔ طاق پر رکھا ہوا سجتا ہے قرآن آجکل

باپ دادا کی کوئی عزت نہیں وقعت نہیں ۔۔۔ تھامنی مشکل ہے دستار بزرگان آجکل،

دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے اب فکر معاش ۔۔۔ دل ہی گھٹتا جا رہا ہے نور ایمان آج کل

داخل فیشن ہوئے ہیں چال اور مکر و فریب ۔۔۔ پالسی پر منحصر ہے عہد و پیمان آج کل

حسن بے پردہ ہے نہ ہی شوق ہے اب دیکھئے
پارک گویا بن گیا ہے باغ رضواں آج کل

القریش کی اشاعت بڑھانا آپ کا قومی فرض ہے
منیجر،

خط و کتابت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں، منیجر،

استرداد برار

شہریارِ دکن کو برار واپس دو

ایک انصاف پسند ہندو لیڈر کا مطالبہ

برطانیہ عظمیٰ پر جب خطرات و مصائب کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اس وقت ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست نے اس کی وفادارانہ مالی امداد کی برطانیہ کے مدبر نظام حیدرآباد کی اس امداد سے بخوبی واقف ہیں جو اس نے ہندوستان میں برطانوی اقتدار قائم کرنے کے لئے بڑی بڑی جنگوں میں دی، مختلف جنگوں میں فتح یابی کے بعد بجائے اس کے کہ نظام کو مفتوحہ علاقے میں سے جائز حصہ دیا جاتا۔ برطانیہ نے اپنے اس وفادار اتحادی کو اس اپنے علاقہ سے بھی محروم کر دیا۔ امدادی فوج کے اخراجات کے طور پر نظامی سرکار کے اضلاع انگلستان کے حوالے کئے گئے تھے، جو سلطان ٹیپو سے آخری جنگ کے بعد لئے گئے، اور مشہور گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد میں امدادی فوج کے روز افزوں اخراجات پورے کرنے کے لئے برار جبراً نظام سے لیا گیا۔ بمبئی کرانکل میں مسئلہ برار پر ایک مضمون کے دوران میں حکیم اجمل خاں صاحب لکھتے ہیں:

"حضور نظام نے وائسرائے کو جو خط لکھا ہے اس سے ایک طرف تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور ممدوح کا مطالبہ معقول اور مبنی بر انصاف ہے جس سے کوئی عقلمند حکومت انکار نہیں کر سکتی۔ اور دوسری طرف اس سے نہائت ہی ناپسندیدہ اور خودمختارانہ حکمت عملی کی قلعی کھلتی ہے، جو اس حکومت کے ہرگز شایانِ شان نہیں ہے، جس کے نام سے برطانوی حکام کی کئی نسلیں اس پر گامزن ہیں۔ اس سے نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور مہذب دنیا کا کوئی حصہ بھی اسے حق بجانب قرار نہیں دے سکتا

انگلستان کا سب سے بڑی دیسی ریاست کے ساتھ یہ سلوک کسی طرح بھی فیاضانہ نہیں ہے اس کی حکمت عملی کئی نسلوں سے ہندوستان کی بہت سی ریاستوں کے خلاف جارحانہ رہی ہے، جس سے ہو کے وفادار دوست بھی محفوظ نہیں رہے"

ایک دیانتدار انگریز کی رائے

اس سلسلے میں اگر میں برطانوی مدبروں کی توجہ مسٹر میلکم لیوں کی (جو کسی وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم رہے ہیں) تقریر مورخہ ۱ دسمبر ۱۸۸۵ء کی طرف منعطف کرادوں جو اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرس کے سہ ماہی اجلاس میں کی تھی تو یہ بے محل نہ ہوگا۔ اس تقریر میں مسٹر موصوف نے کہا تھا "ہندوستان کے خلاف ہم جو جارحانہ کارروائیاں کر رہے ہیں مضمون ختم کرنے سے پہلے میں اس کے متعلق بھی ایک فقرہ کہنا چاہتا ہوں۔ ہم اس کا نام اس کی جارحانہ کارروائیوں کے باعث غصہ کے ساتھ لیتے ہیں۔ لیکن جو جارحانہ کارروائیاں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت کی گئی ہیں، وہ اس کی تمام سابقہ کارروائیوں پر سبقت لے گئی ہیں، مسٹر برک کی ضرب المثل کہ "ہم نے کوئی ایسا معاہدہ نہیں کیا جسے توڑا نہ ہو"، کے ساتھ بالکل متفق ہوں، میسور میں جو اس وقت ایک دیسی راجہ کے قبضہ میں ہونا چاہئے تھا۔ ہمارا کیا رویہ رہا ہے؟ جیسے ہم نے معاہدہ کے ذریعہ سے اس پر قبضہ کیا ہے، اس کے مالیات میں نمایاں کمی ہو گئی ہے، پہلے بیان کیا جاتا تھا کہ جب مالیات میں اضافہ

ہوگیا تو یہ علاقہ اپنے سابقہ مالک کے حوالے کر دیا جائیگا بلکہ اس کی مالیات میں اضافہ بھی ہوگیا۔ لیکن ہم اب تک سینور اس پر قابض ہیں۔ جب ہم کبھی کسی ملک کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ہم نے اس کی ابتدا اس ملک کو امداد دینے کے ذریعہ سے کی۔ اس بیان کا ثبوت میں اپنے اس رویہ سے دونگا۔ جو حیدرآباد میں ہم نے اختیار کیا ہے۔ اور بھی بہت سے مضامین ہیں۔ جن پر میں کورٹ کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو اس سے زیادہ ٹھہرانا نہیں چاہتا۔

میں آپ کی توجہ اپنی جذب کرنے والی حکمت عملی کیطرف بھی مبذول کراتا۔ جو ڈیوک آف ولنگٹن کی رنس میں دلیسیوں کو ترقی دینے کی بجائے ان کو پستی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اور انہیں ہمارا دشمن بنا رہی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ستارہ اور جہانسی میں ہمارا جو طرز عمل رہا ہے۔ اس پر بھی بحث کردوں لیکن میں ان کو چھوڑ دیتا ہوں اور کہتا ہوں۔ کہ ہماری حکمت عملی کا تمام طرز عمل اکثر ظلم اور لوٹ کا ایک مسلسل بازار رہا ہے۔

لارڈ ڈلہوزی

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی حکومت کو رعایا اور واقف کار لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو لوگ اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کو اچھیطرح معلوم ہے کہ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک بے اطمینانی اور نفرت کے جذبات موجزن ہیں۔ ان غاصبانہ قبضوں اور دیگر قبضوں سے جو لارڈ ڈلہوزی نے کئے ہیں انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لارڈ موصوف نے تو ہر اس چیز پر جو اس کے ہاتھ آئی قبضہ کر لیا۔

اپنے وفادار اتحادی کے ساتھ برار کے معاملہ میں جو سلوک کیا گیا۔ وہ دول یورپ کی ان کارروائیوں سے کسیطرح بہتر نہیں جو وہ دنیا پر قبضہ کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ کلکتہ کانگرس منعقدہ سنہ ۱۹۰۶ء میں تجویز نمبر ۱۸ پیش کرتے ہوئے مسٹر (حال لارڈ) ایس پی سنہا نے بیان کیا تھا۔ کہ حکومت ہند کی یہ خواہش اب روزافزوں ترقی کر رہی ہے کہ ہندوستانی ریاستیں پولیٹیکل ایجنٹ

کے ہر جائز و ناجائز حکم کی پوری پوری تعمیل کریں۔ اور وائسرائے تو اکثر ان فیصلوں کی تصدیق کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہے جو افسر ماتحت نے کئے ہوں۔ جب نواب عبد الرحمن شاہ سعید نے سنہ ۱۹۱۹ء میں برار کا سوال اٹھایا تو سر مائیکل اوڈوائر نے جو اس وقت حیدرآباد کا رزیڈنٹ تھا اسے جبراً خاموش کر دیا۔ ایسی کارروائیوں نے وفادار اطاعت کیش والیانِ ریاست کے دلوں میں قدرتاً بداعتقادی شبہ اور بے اطمینانی پیدا کر دی ہے۔ مسٹر (حال لارڈ) ایس پی سنہا نے کانگرس کے موقعہ پر یہ بھی کہا تھا کہ دیسی ریاستوں کے اہم مسائل کے متعلق ہندوستانیوں پر نہ تو حکومت اور نہ ہی برطانوی جمہور اعتماد کرتے ہیں۔ جہانتک کہ حضور نظام کے ساتھ برطانیہ کے سلوک کا تعلق ہے لارڈ موصوف کے یہ الفاظ لفظ بلفظ صحیح ہیں۔ مسئلہ برار کے متعلق حکومت نظام نے کئی مرتبہ اپنے مطالبات پیش کئے لیکن کوئی فائدہ مند نتیجہ آج تک برآمد نہیں ہوا۔

ممتاز ہندو رہنماؤں کی حمایت

مسز کیا پرڈے، تاجی ماہاجنی اور ولیش پانڈے جیسے ممتاز ہندو رہنماؤں نے جو شاہی اور مقامی مجالس وضع قوانین کے ارکان رہ چکے ہیں اور برار کے انعامداروں، جاگیرداروں، خطاب یافتہ اصحاب اور دیگر نمائندہ اشخاص نے حضور نظام کو برار واپس دلانے کی زبردست کوششیں کیں۔ لیکن حکومت ہند کو یہ رویہ ناپسندیدہ معلوم ہوا اور اس نے سیاسی چالیں چلنی شروع کیں۔

حکیم اجمل خاں نے اہل برار سے استصواب رائے کی مخالفت دینے والی تجویز پر جو نقطہ چینی کی ہے وہ بالکل درست ہے بلاشبہ اس صوبہ پر حضور نظام کے حقوق ملکیت ہیں۔ اس لئے اس سوال کا اس تنقیح کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئیے۔ صوبہ برار پر حکومت برطانیہ کا قبضہ قائم رہنے کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں اس کا اقتدار اور اصلی منصب بہت کم ہوگیا ہے۔

مسئلہ برار کا تصفیہ کرتے وقت برطانوی مدبروں کو لارڈ روزبری کی وہ پرجوش تقریر نظرانداز نہیں کرنی چاہئیے جو لارڈ موصوف نے گورنر جنرل بمقام ڈنوتھیں (سکاٹ لینڈ) کے پبلک ہال میں مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۵۳ء کو کی تھی

لارڈ موصوف نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

"ان کا دلیعنی جرمنوں کا) اصول یہ ہے کہ طاقت ہی انصاف ہے دنیا دار لوگوں کے اخلاقیات میں اب غلط یا درست کوئی چیز نہیں ہے یورپ کا تو اب اصول ہو گیا ہے کہ عہد ناموں کو "ردی کاغذ" کے ٹکڑے قرار دیا جاتا ہے، دنیا اب تباہی کے گھاٹ پر پہنچ چکی ہے (نعرہ لگائے گئے) جرمنی کے نئے فلسفہ کے مطابق طاقت ہر چیز پر غالب ہے اب جنگ آزادی کے لئے نہیں لڑی جاتی۔ ایسی جنگ سے تو برطانیہ بالکل الگ تھلگ رہ سکتا ہے (نعرہ ہائے تحسین) بلکہ آج ہمیں اس خطرناک اصول کہ "طاقت ہی انصاف ہے" اور جس کے لازمی نتائج کا مقابلہ کرنا ہے ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ جرمنی کا حد سے زیادہ تعلق نہ صرف دوسری اقوام کی آزادی و خود مختاری کے بلکہ تہذیب کے بھی منافی ہے"

برطانیہ کی حکمت عملی

جو لوگ برطانیہ کی سیاسی کارروائیوں سے واقف ہیں، وہ بخوبی طرح جانتے ہیں کہ برطانی حکمت عملی کا ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست کے ساتھ کس پیرایہ میں ظہور ہوا۔ حالانکہ وہ ہمیشہ برطانیہ کی حامی رہی اور برطانیہ عظمی نے کس طرح معاہدوں کی خلاف ورزی کرکے ان کو "ردی کاغذ کے ٹکڑے" سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ اور یہ لارڈ کیننگ، لارڈ رپن، لارڈ منٹو اور لارڈ ہارڈنگ اور ان جیسے اور چند انصاف دوست انگریزوں کے طرز عمل کا نتیجہ ہے جو برطانیہ کی اعلیٰ عزت و اقتدار کو بچانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے ہندوستانی برطانی انصاف سے ابھی کمی مایوس نہیں ہوئے اور انہیں امید ہے کہ فرمانروائے دکن کے ساتھ بھی آخرکار انصاف کیا جائیگا

بادشاہ سلامت نے ۱۹۲۱ء میں مہاراجگان۔ والیان اور باشندگانِ ہندوستان کے نام جو پیغام بھیجا تھا اس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا۔ کہ برطانیہ پرانے معاہدوں کا ہمیشہ احترام کریگی کیونکہ وہ برطانیہ عظمی اور سلطنت کی مشترکہ وراثت ہیں۔

لیکن برطانی مدبرانِ ہند اس معاملہ میں اپنی اغراض کے مطابق ہمیشہ حکمت عملی میں تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے افعال اس اصول کے مطابق نہیں ہیں جو مندرجہ بالا شاہی پیغام میں بیان کیا گیا تھا۔ فرانسیسی لیگ آف نیشن سوسائٹی کے ایک وفد کو ۱۹۱۹ء میں فالکنر ولسن نے کہا تھا کہ اصول جبتک عمل میں نہ لائے جائیں وہ ایک فضول شئے ہیں۔

جمعیت اقوام نے اپنا سیاسی حلقہ تمام مہذب دنیا پر پھیلا دیا ہے اور بہت سے بین الاقوامی مسائل جو کسی وقت بہت پیچیدہ اور ٹیڑھے دکھائی دیتے تھے، اب مختلف اقوام کی منظم مشترکہ سعی و تدبیر سے سہل ہو گئے ہیں،

نظام کے مطالبہ کی حمایت کرو

اب یہ بہت لازمی بات ہے کہ حضور نظام کے اس مبنی بر انصاف مطالبہ کی حمایت کے لئے، اور برطانی حکام کے غیر دانشمندانہ طرز عمل کے مقابلہ کے لئے، جس سے انہوں نے انصاف اور دوستی کے تمام اصولوں کی مخالفت کی ہے اس ملک میں ایک زبردست اخلاقی قوت پیدا کی جائے، لارڈ ولنگڈن نے لنڈن میں جو تازہ تقریر کی ہے اس میں تسلیم کیا ہے کہ ہم نے اس ملک کے انتظام میں بہت سی فحش غلطیاں کی ہیں۔ اس لئے اب وقت ہے کہ تمام جائز طریقوں سے ان کی تلافی کی جائے، نظام کے مطالبہ استرداد برار کی اہمیت کو کم کرنا ایک سیاسی غلطی ہوگی، برطانیہ کو اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہونا چاہیئے، اسے چاہیئے کہ ان ذمہ داریوں کو رائٹ آنریبل مسٹر میکڈانلڈ کے ان شاندار الفاظ کی حقیقی روح میں پورا کرے کہ ہماری سلطنت کا قیام غرور کے سہارے نہیں ہے بلکہ علم اور عقل کے سہارے پر ہے اور ان شاہی ذمہ داریوں اور فرائض کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اہل برطانیہ پر عائد ہوتی ہیں۔ ان کو باقی اقوام کی نسبت اس علم اور عقل کی بہت زیادہ ضرورت ہے،

از مسٹر ایس ونکتا کرسنن نیڈو

(مسلم آؤٹ لک)

قضاء اور قریش

(از جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی مستوفی الریاست قلات)

نمبر ۱

"آل انڈیا قریشی کانفرنس" کے گذشتہ ایک اجلاس کی کار روائی سے اس بحث کا متعرض بحث میں آنا پایا جاتا ہے، کہ قضاء قریش کے لئے ضروری نہیں، یہ مسئلہ نہ صرف قومی نقطۂ نگاہ سے بلکہ تاریخی اور علمی حیثیت کے علاوہ حالاتِ حاضرہ کی رو سے بھی بذاتہٖ اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ مطلوبہ بحث میں جانے سے پیشتر "محکمہ قضا اور اس کی تاریخ" پر اولاً بنظر غائر غور کر لی جانی چاہیے جس کیلئے تاریخ اسلامی کی ورق گردانی کی ضرورت ہو گی،

قضا جس سے لوگوں کے مابین واقعہ ہونے والے جھگڑوں خصومتوں اور قضیّوں کا فیصل کرنا مراد ہے، ازمنہ ماضیہ کا ایک نہایت قدیم صیغہ ہے، کیونکہ انسان کے وجود میں آنے کے اول زمانہ ہی سے اس امر کی ضرورت تھی کہ کوئی اس کے قضایا فیصل کرے،

عرب کے ایام جاہلیت کے حالاتِ قضا کو اس وقت نظر انداز کرتے ہوئے سب سے پہلے آغاز اسلام کے دورِ اول کیطرف سے رجوع کرنے سے بالبداہت پایا جاتا ہے، کہ اسلام میں سب سے پہلے منصب قضا کے اختیارات بہ نفسِ نفیس جس کو حاصل رہے وہ حضور **سرورِ کائینات** فخرِ موجودات، جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صاحبِ شریعت اسلامیہ ہی کی ذاتِ مقدس تھی،

حضور صلعم کے بعد خلفائے راشدین اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے کیونکہ قضا کا عہدہ بھی کاروبار خلافت کے تحت میں تھا۔ صدر اسلام میں خلفائے راشدین بذات خاص اس فرض کو سر انجام دیتے اور اپنے سوا کسی کو یہ کام تفویض نہ کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عمر بن الخطاب **قاضی** مقرر ہوئے اور خلفائے راشدین میں سے سب سے اول جنہوں نے قضا کا کام کیا وہ عمر بن الخطاب ہی تھے،

اوائل اسلام میں منصب قضا، پر وہ لوگ مامور کئے جاتے جو خلفائے راشدین کے عصبہ یعنی ہم خاندان اہل عرب میں سے ہوتے، یا حلف یا رق یعنی غلامی سے آزاد شدہ، یا دیگر وجوہ سے وہ لوگ جو ان کے گہرے دوست ہوتے اور جنکی شرافت دیانت اور امانت مسلّمہ اور کامل طور پر قابل اعتماد ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بسا اوقات خود جناب صدیق اور بعض اوقات ان کے افسران ملکی بھی قضا کا کام سر انجام دیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے بھی ابتداءً اسی دستور کو جاری رکھا۔ کیونکہ حکومت کا نظم و نسق جب تک کہ مکمل نہ ہو ہر صیغے کا اجرا رعب وداب اور سیاستِ ضروریہ کا محتاج رہتا ہے اور فصلِ قضایا کا کام پورے طور پر سر انجام نہیں پا سکتا جب تک کہ فصلِ قضایا کے ماسوائے دیگر اختیار متعلقہ بھی حاصل نہوں۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت عمر نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ ایسا شخص قاضی مقرر نہ کیا جائے، جو صاحب اثر اور صاحب عظمت نہ ہو،

اسلام میں اگرچہ باقاعدہ صیغۂ عدالت یعنے محکمہ قضا حضرت عمر ہی کی بدولت معرض وجود میں آیا۔ لاکن جوں جوں اسلامی قلمرو کا دائرہ وسعت پذیر ہوتا گیا۔ توں توں خلفاء کے فرائض منصبی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اور وہ اسباب پر مجبور ہوئے کہ خاص دار الخلافہ کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی اپنے قائمقام قاضی مقرر کریں، چنانچہ مدینہ منورہ میں جناب حضرت عمر نے اپنے ساتھ "ابی الدرداء" کو

قاضی مقرر کیا۔ بصرہ کے لئے قاضی شریح اور کوفہ کے لئے ابو موسیٰ اشعری قاضی مقرر کئے گئے،

جناب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۰۳۰ مربع میل تھا جس میں ولایت شام، مصر، عراق، جزیرہ، خوزستان، عراق عجم، آرمینیہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ بھی تھا شامل تھے، ممالک محروسہ جب تنظیم حکومت کی غرض سے صوبوں میں منقسم کئے گئے، تو ان میں جو بڑے بڑے عہدیدار مقرر کئے گئے وہ یہ تھے والی یعنے حاکم صوبہ یا گورنر، صاحب الخراج یعنی کلکٹر، قاضی یعنے صدر الصدور و جج، صاحب احداث یعنے پولیس افسر، کاتب یعنی میر منشی، کاتب دیوان یعنے دفتر فوج کا منشی،

قاضی اگرچہ حاکم صوبہ کے ماتحت ہوتا تھا۔ تاہم جناب حضرت عمرؓ احتیاط مزید کی غرض سے قاضیوں کا انتخاب بذات خود فرماتے اور اکثر علمی امتحان اور تجربہ کے بعد ان کا انتخاب کیا جاتا۔ چنانچہ قاضی شریح کی تقرری کا یہ واقعہ ہے کہ جناب حضرت عمر نے ایک شخص سے ایک گھوڑا پسند آ جانے کی شرط پر خرید کیا۔ اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا۔ سواری کے دوران میں گھوڑا چوٹ کھا کر داغدار ہو گیا۔ جس کو حضرت عمرؓ نے واپس کر دینا چاہا۔ مگر مالک نے واپس لینے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ فیصلہ کے لئے شریح ثالث مقرر کئے گئے، جنہوں نے فیصلہ دیا، کہ اگر مالک کی اجازت لے کر سواری کی گئی تھی۔ تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں،

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہا، کہ حق یہی تھا۔ جو آپ نے کہا۔ چنانچہ اسی وقت شریح کو کوفہ قاضی مقرر کر دیا؛

(باقی دارد)

مولٰنا نے یہ مفید ترین سلسلہ علی التواتر ارسال کرنیکا وعدہ فرمایا ہے، اس کی بڑی ضرورت تھی، ہم آپ کی توجہ فرمائی کے بدل مشکور ہیں،

ناظرین کرام یقیناً اسے پسند کریں گے اور مستفید ہونگے، ایڈیٹر

پریس ایسوسی ایشن امرتسر کا اجلاس

۱۱ دسمبر ۱۹۲۷ء کو دفتر روزنامہ سبیل میں بصدارت مولانا محمد عبداللہ صاحب صبا ایڈیٹر مسلم راجپوت منعقد ہوا۔ ہندو و مسلم ممبران کی موجودگی میں حسب ذیل رزولیوشن پیش ہو کر پاس ہوئے،

(۱) پریس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ اس ناجائز اعتنائی کے خلاف پروٹسٹ کرتا ہے جو کارکنان خلافت کانفرنس نے پریس ٹکٹ کے نہ دینے میں روزانہ اور ہفتہ وار اخبارات میں روا رکھا ہے اور مجلس خلافت اور نیز دیگر قومی مجالس کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کا سلوک اخبارات سے روا نہ رکھیں، (۲) پریس ایسوسی ایشن کا یہ جلسہ پنجاب پراونشل خلافت کانفرنس کی بیدردی و ناکامی کا ذمہ دار زیادہ تر اس بدسلوکی کو قرار دیتا ہے جو کارکنان خلافت نے بعض شرفاء کے ساتھ روا رکھی، اور ذمہ دار اصحاب کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ آئندہ ایسی تقاریب پر انہیں کارکنوں کے انتخاب و تقرر میں خاص احتیاط برتنی چاہئیے، (۳) پریس ایسوسی ایشن امرتسر کے اس اجلاس کی رائے میں قومی اجلاسوں کے موقع پر جو جلوس وغیرہ یا کسی دوسری قسم کی نمائش کی جاتی ہے، وہ اسراف میں داخل ہے، ایسی تقاریب پر آئندہ سادگی اختیار کرنی چاہئیے،

سکرٹری پریس ایسوسی ایشن
امرتسر

۱۱۔ دسمبر ۱۹۲۷ع

فاعتبروا یا اولی الابصار

پنجاب خلافت کانفرنس کے گذشتہ اجلاس منعقدہ امرتسر میں مسلمانوں کی بہتری، انکی تنظیم اور حالت عمومی کے لئے جو کچھ کیا گیا وہ اپنی شان میں بالکل نیا، نرالا اور عدیم النظیر ہے، اور اسوۂ حسنہ کے سراسر خلاف ۔ ،

کہا جاتا ہے کہ مولانا ظفر علی خاں صدر پنجاب خلافت کانفرنس شرکت اجلاس کے لئے لاہور سے امرتسر تک دو ہزار روپیہ خرچ کرکے سپیشل ٹرین لائے، آپ کے ہمراہ ساٹھ ستر نفوس سے زائد نہ تھے، خلافت کمیٹی امرتسر کی پیہم کوششیں جو آپ کے جلوس کو کامیاب بنانے کے لئے کئی دن سے جاری تھیں، ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلوس کے لئے امرتسر کی رؤسا میں سے کسی ایک نے بھی گاڑی تک دینا گوارا نہ کی،

بقول معاصر تنظیم آپ کی آمد پر مسلمانان امرتسر کا کم وبیش پانچ لاکھ روپیہ سامان آرائش کی نذر ہو گیا، جلوس میں شرکت کرنیوالے محنتی مسلمانوں کی جس قدر محنتیں ضائع ہوئیں وہ اس کے سوا ہیں، باایں ہمہ جلسہ کی کامیابی کا جو عالم تھا۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، حقیقت میں خلافت والوں کو تر نوالہ کی ضرورت تھی جو مل گیا، لیکن ہم مولانا ظفر علی خاں سے پوچھتے ہیں کہ کیا انہیں ان اللہ لا یحب المسرفین کی وعید یاد نہ تھی، افسوس! یہ ہے مدعیان اسلام کا اسلام،

فاعتبروا یا اولی الابصار

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنے والے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونتہً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و اعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادہ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔پی کی واپسی زیر باری کا موجب نہ ہو۔

خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آئندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔پی روانہ کرنے کا دفتر کو حق حاصل ہوگا۔

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ۔ متوسط احباب سے بچر طلبا سے عہ۔ فی پرچہ ۴ر امتیازی قیمت ۳ر

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے۔ علی التواتر عمدہ جدید مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس رعایت سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کی مفصل حالات بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت

منیجر القریش امرتسر

اسرار صدری

خزینۃ الاطبا

(مرتبہ عالیجناب حکیم علم الدین صاحب بھاگو والیہ ایڈیٹر المعالج)

یہ وہ قابل قدر کتاب ہے۔ جس کا چرچا طبی دنیا میں خصوصاً بڑی آرزو سے کیا گیا تھا عرصہ تین سال سے ہو رہا ہے اور جس کے دیکھنے کے لئے اکثر مشتاق لوگ بڑی بے صبری سے انتظار میں تھے۔ خدا کے فضل سے مکمل چھپ کر تیار ہو گئی۔

دو سو مایہ ناز مشہور و معروف فن اور موجودہ وقت کے طبیبوں و یدوں اور ڈاکٹروں

کے وہ خاص الخاص اسراری راز و نکات اور تجربہ کے مسیحائی اثر رکھنے والے مجربات درج ہیں۔ کہ جن کو بہت کم ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور جو اس سے پہلے یا تو صاحب نسخہ کے سینے ہی میں مدفون چلے جایا کرتے تھے۔ یا بعد سے اپنے خاص خاندانی افراد کے دوسرے پر ظاہر کرنا معیوب اور گناہ کبیرہ خیال کئے جاتے تھے۔ ہمارا دعوےٰ ہے۔ کہ ان سے ہزار در زود اثر وقت پر فوراً اثر دکھانے والی بالخاصہ صدری مجربات آپ کے سینکڑوں روپے خرچ کر کے اور ہزار ہا تکلیفیں برداشت کر کے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

پونے دو ہزار سے زیادہ کی تعداد میں بالخاصہ اکسیری مجربات

درج ہیں

اور قریباً ہر ایک مرض کے کئی کئی نسخہ جات ایک سے بڑھ کر مل سکتے ہیں۔ ہر قسم کے کشتہ جات بنانے کا بھی اس میں کافی ذخیرہ ہے۔ ایک کشتہ کی کئی کئی ترکیبیں خاص تجربہ میں درج ہوتی ہیں۔ کتاب ۲۲×۱۸/۸ سائز کے ساڑھے سو صفحہ پر ختم ہوئی۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ اور نفیس ٹائٹل لگایا گیا ہے۔ جلد نہایت خوبصورت اور ولائتی کپڑے کی اور ولائتی فیشن کی بنائی گئی ہے۔ جس کی پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام درج ہے۔

قیمت مع جلد چار روپے بارہ آنے (للعہ) محصول ڈاک علیحدہ ہوگا۔

ملنے کا پتہ:۔ مہتمم کتبخانہ دائرۃ العلوم

(رونق منزل) امرتسر (پنجاب)